بسم اللہ الرحمن الرحیم

یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ط

حیاتِ نور

صاحبِ عرفان

حضرت فقیر نور محمد صاحب سروری قادری کلاچوی قدس اللہ سرہ العزیز
کی حیات مبارکہ پر مبنی تحریر

از قلم

صاحبزادہ سیف الرحمن ابن صاحبِ عرفان

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت دیتا ہے

حیاتِ نور

صاحب عرفان

حضرت فقیر نور محمد صاحب سروری قادری کلاچوی قدس اللہ سرہ العزیز

کی حیات مبارکہ کا مفصل تذکرہ

از قلم

صاحبزادہ سیف الرحمٰن ابن صاحب عرفانؒ

DATA ENTERED

Marfat.com

۲۹۷۲۶۹
ن ۸۶۲ مس
۷۱۳۷۱

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	....	حیات نور
اشاعت اول	....	2006ء
تعداد	....	**1000**
قیمت	....	**200** روپے

ملنے کا پتہ

صاحبزادہ سیف الرحمٰن' عرفان منزل' بمقام کلاچی
ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان' صوبہ سرحد

OOOO

Marfat.com

انتساب

ان مقدس ہستیوں کے نام

جنہیں ظلمتوں سے نور کی طرف نکالا گیا

فہرست مضامین

❀ ابتدائیہ ۲۲

حالات نور

❀ آباواجداد ۳۳
❀ سید محمد گیسو درازؒ ۳۳
❀ سادات گیسو دراز ۳۳
❀ کوہ سلیمان میں آمد ۳۳
❀ سید محمد گیسو دراز کی ازدواجیت ۳۴
❀ ستوری بن سید محمد گیسو درازؒ ۳۵
❀ تری عرف گنڈہ پور بن ستوری ۳۵
❀ بی بی خوبو بنت تری عرف گنڈہ پور ۳۶
❀ قوم گنڈہ پور کی علاقہ دامان میں آمد ۳۶
❀ کمال خیل ۳۷
❀ حضرت فقیر نور محمد صاحب سروری قادریؒ کا شجرہ نسب ۳۷
❀ صاحبِ عرفانؒ کے والدین ۳۹
❀ قبلہ فقیر صاحبؒ کی ولادت اور اسم گرامی ۴۰
❀ صاحبِ عرفانؒ کے بھائی اور بہنیں ۴۰
❀ حضرت مدے خان صاحبؒ ۴۱
❀ سکول اور کالج کی تعلیم ۴۲
❀ کشمکشِ ظاہر و باطن ۴۲

Marfat.com

❀ میں بے اختیار ہوں ۴۶
❀ صبر کی ہانڈی، شکر کا چمچہ ۴۸
❀ گنج فقر و معرفت ۵۰
❀ کیفیت گریز و وحشت ۵۱
❀ سچا فقیر اور پتھر فقیر ۵۱
❀ حقائق کی پوشیدگی ۵۲
❀ بغداد شریف کا سفر ۵۴
❀ پوری رقم بھکاری کو دے دی ۵۵
❀ غوثی قطبی کیا چیز ہے ۵۶
❀ خوفناک بیلوں کا ریوڑ ۵۶
❀ جوشِ غم سے دل پھٹ جاتا ۵۷
❀ اسم اللہ نہیں کماتی ۵۸
❀ مشکلاتِ راہ خداوندی ۵۹
❀ راہ فقر میں زلفیں حائل ہو گئیں ۶۰
❀ ہم تجھے فقیری دیں گے ۶۱
❀ نعمتِ کیمیاء و اکسیر نظر ۶۱
❀ خوبصورت مشکی گھوڑا ۶۳
❀ پروردگار کی کرم نوازی ۶۳
❀ غیر مرئی نور کا غلبہ ۶۴
❀ نیت کی پاکیزگی ۶۵
❀ حضوری سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام ۶۶
❀ فقیر احموں یوں بھی کرتا ہے ۶۶
❀ مہمان خانے کا نوری موکل ۶۸
❀ وہ پہچانی نہ جاتی تھی ۶۹

Marfat.com

- یہ میرا بچہ باہوؒ ہے ۷۰
- کوئی اور کتاب بھی تحریر فرمائی ۷۱
- اجنبی شخص کتاب رکھ گیا ۷۳
- نور الہدیٰ شریف کی تعریف ۷۴
- بچپن اور بلوغت کی بیعت ۷۶
- صندوق اوپر لے آؤں گا ۷۷
- نمازِ تہجد کے لیے جگا دیا ۷۸
- شغفِ خوش نویسی ۷۹
- عمامہ آپؒ کے سر پر رکھ دیا ۸۰
- یہ ٹوپی کس کی ہے؟ ۸۱
- پیر لعل شاہ صاحبؒ کی اقتداء ۸۱
- شیطان کے ہتھیار ۸۲
- پیرو مرشد کی کرم نوازی ۸۴
- حق گوئی و بیباکی ۸۵
- جونہی آنکھیں چار ہوئیں ۸۸
- انہوں نے حقہ توڑ دیا ۸۸
- مسحور کن اندازِ تلاوت ۸۹
- صحت و نجات کے باطنی حیلے ۹۰
- حاجی صاحب پہنچ گئے ۹۲
- قبلہؒ کے مختلف پہلو ۹۲
- دربار شریف پر مخصوص حجرہ ۹۳
- تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد ۹۴
- طبابت سے دلچسپی ۹۶
- جنگِ آزادی کا ہیرو ۹۷

Marfat.com

❀ تم جن ہو یا انسان ٩٨
❀ جنات اوزان کی تسخیرات ١٠٠
❀ مقدس ہستیوں سے باطنی ملاقاتیں ١٠٢
❀ کلید ظاہری وکلید باطنی ١٠٢
❀ جامع اور بہترین علم ١٠٣
❀ یہ چیزیں قبول فرمائیں ١٠٣
❀ روحانیت سلب کر لیتے ہیں ١٠٤
❀ روحانی مدارس اور دارالعلوم ١٠٦
❀ آپؒ کی تیسری شادی ١٠٦
❀ بندۂ مومن کا ہاتھ ١٠٧
❀ اولاد میں بیٹھے نظر نہیں آتے ١٠٧
❀ قدرت کا مارنا اور جلانا ١٠٨
❀ حادثہ پیش آنے والا ہے ١٠٩
❀ بدمزہ انگور، گرآلود چہرہ ١١٠
❀ جب شاہباز آنکھیں پھیرتے ہیں ١١٢
❀ عبادت گاہ سے مزارِ اقدس تک ١١٣
❀ زندہ تحریریں ١١٥
❀ نفس پرستی اور دعویٰ رہنمائی ١١٥
❀ بزرو ولایت حق کا حصول ١١٦
❀ اہل قبور سے تعلق ١١٧
❀ رجوعِ خلق بڑائی کی دلیل نہیں ١٢٠
❀ ہمارا اسلام پیش کردیا کرو ١٢١
❀ قوتِ متخیلہ اور اندازے ١٢١
❀ باطنی نوری برزخی جثے ١٢٢

Marfat.com

❀ نادیدہ جہان کا حال ۱۲۴
❀ مصنوعی سیارہ اور لطائف باطنی ۱۲۵
❀ آپؒ کو یاد تھا ۱۲۶
❀ نور کعبہ کی پیشوائی ۱۲۷
❀ شیطان کی مثالی صورتیں ۱۲۸
❀ میرا کیس خدا کے حوالے ہے ۱۲۹
❀ نگاہ مردمومن ۱۳۱
❀ سرمایہ تسخیر اور متاع فقر ۱۳۲
❀ شیخ یوسف صاحب کی چھیڑ ۱۳۵
❀ جن وانس کی ہم مذاقی ۱۳۶
❀ جوش وجذبہ ختم ہو گیا ۱۳۷
❀ سانس اور خیالات کا تعلق ۱۳۸
❀ میرا پیغام تمہیں مل گیا تھا ۱۳۹
❀ حافظ صاحب کا امتحان ۱۴۰
❀ سب سے بڑی کیمیا ۱۴۰
❀ فاقہ کشی اور اجرائے قلب ۱۴۱
❀ خدرا مجھے نجات دلایئے ۱۴۱
❀ نلکے کا پانی چھڑکا دو ۱۴۲
❀ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ختم قرآن ۱۴۳
❀ قرآن کریم کی نزولی کیفیات ۱۴۳
❀ صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کی قرآن خوانی ۱۴۴
❀ قرآن کریم کا اعجاز ۱۴۴
❀ تصرف اہل قبور ۱۴۵
❀ اپنے بھائیوں میں صلح کراؤ ۱۴۶

Marfat.com

❀ شمس وقمر ایک ساتھ ۱۴۷
❀ زلزلوں کی سرزمین ۱۴۷
❀ قدر و قیمت کا احساس ۱۵۱
❀ آپ اس سفر پر ضرور جائیں ۱۵۲
❀ حیدرآباد دکن کا دوسرا سفر ۱۵۵
❀ صاحبِ عرفانؒ اور ایک اہم اجتماع ۱۵۶
❀ کتاب عرفان کا اثر و سفر ۱۵۹
❀ اسرارِ سلطانی اور سی حرفی ۱۶۰
❀ کجائی شاہ محی الدین کجائی ۱۶۱
❀ حقیقتِ روایات اور روحانی قوتوں میں فرق ۱۶۱
❀ آواز کا جادو ۱۶۲
❀ ظاہر و باطن میں تضاد ۱۶۳
❀ تحریک پاکستان اور دعوت ۱۶۴
❀ پاکستانی ہندو ۱۶۵
❀ سادہ لوحی اور مکاری ۱۶۶
❀ اصلی سبقت وفضیلت ۱۶۷
❀ اہل دنیا کی خودغرضی ۱۶۷
❀ اصلیت کا اندازہ لگا لیتے ۱۶۸
❀ قبر یقیناً موجود ہے ۱۶۹
❀ آپؒ کا پسندیدہ صوبہ اور شہر ۱۷۰
❀ ہر جگہ اپنی مرضی نہیں چلتی ۱۷۱
❀ عظیم راز کا تفصیلی افشاء ۱۷۲
❀ اسی میں راستہ کھلے گا ۱۷۳
❀ شکر و استغنا کی دولت ۱۷۴

Marfat.com

❀ نور محمد نے کچھ حاصل کیا ہے ۱۷۵
❀ یہ شعبدہ بازی ہوگی ۱۷۶
❀ موکلات کی تسخیرات ۱۷۷
❀ مزمل کے ساتھ رقم وابستگی ہوگئی ۱۷۷
❀ مادی اور روحانی غذا ۱۷۸
❀ سادھو جگہ چھوڑ کر چلا گیا ۱۸۰
❀ فقیر کو زیبا نہیں ۱۸۱
❀ فقر اور ہوسِ دنیا ۱۸۲
❀ زندہ فقیر اور زندہ تحریر ۱۸۲
❀ مجھے ان سے نفرت ہے ۱۸۳
❀ تم وہابی ہی رہو گے ۱۸۴
❀ ہر ایک کو مفید نہیں رہتا ۱۸۵
❀ ظاہری عمل اور شکل و صورت ۱۸۶
❀ صاحب اکسیر نظر تو موجود ہیں ۱۸۶
❀ جاؤ اسے جوہر دکھا دو ۱۸۶
❀ ترقی ملتوی کرادی ۱۸۷
❀ اللہ والوں کی کرم نوازیاں ۱۸۸
❀ فقیر صاحبؒ پر سلطان صاحبؒ کا سایہ ہے ۱۹۰
❀ آپؒ کے مرید کو منتظر پایا ۱۹۰
❀ مسخ شدہ لوگ ۱۹۱
❀ نیستی اور ہستی ۱۹۲
❀ مدنی صاحب یاد کرتے رہے ۱۹۳
❀ فقر کے ساتھ مکر ۱۹۵
❀ فقیر کا ادب ۱۹۷

❀ ہمارا دورِ مشقت گزر چکا ۱۹۸
❀ دکھ کے بعد سکھ ۲۰۰
❀ مرضیِ مولا از ہمہ اولیٰ ۲۰۰
❀ اس اجتماع کا حال کیا ہوگا ۲۰۱
❀ وہ بلند عظیم ذات ہے ۲۰۲
❀ اعتدال کی صراطِ مستقیم ۲۰۳
❀ فقیر کا اعزاز واکرام ۲۰۴
❀ حضرت بادشاہ صاحبؒ کی سنت ۲۰۵
❀ فیصل آباد کو ہجرت ۲۰۹
❀ گزارہ ہوتا رہے گا ۲۱۲
❀ سچ بتاؤ کس سے ملے ہو ۲۱۳
❀ نالے منگنا نالے ٹنڈ چھپانی ۲۱۵
❀ میرا کام ختم ہوگیا ہے ۲۱۶
❀ تین لاکھ اشخاص کو فیض ۲۱۷
❀ یہ سلطانی درویش ہے ۲۱۸
❀ بیعت ایک دو روز کا معاملہ نہیں ۲۱۹
❀ فقیر اور عالم میں فرق ۲۲۲
❀ فضلِ خداوندی کے شعلے ۲۲۳
❀ چہرہ اور دائرہ نور ۲۲۴
❀ موت سے غفلت ۲۲۵
❀ دعائے فقیر کرم خداوندی ۲۲۵
❀ دین و دنیا کا راستہ ۲۲۶
❀ بریلویت کی حد ۲۲۷
❀ صاحب عرفانؒ کو موجود پایا ۲۲۸

Marfat.com

❀ تمہارا پیر کامل ہے ۲۲۹
❀ اب تو تم رجسٹرڈ ہو گئے ہو ۲۲۹
❀ ڈیرہ اور فیصل آباد کو مراجعت ۲۳۰
❀ مختلف معلومات کا فائدہ ۲۳۲
❀ روحانی معالجاتی قوت ۲۳۲
❀ سونا اہل اللہ کی کسوٹی ۲۳۴
❀ کتب بینی کا شوق ۲۳۴
❀ مہربان روحانی باپ ۲۳۶
❀ ہم نے کسی کی نماز جنازہ پڑھی ۲۳۹
❀ خوش بخت روحیں ۲۴۰
❀ کیا پرلطف زمانہ تھا ۲۴۳
❀ آپؒ کا طریقۂ بیعت ۲۴۵
❀ معمولاتِ صاحب عرفانؒ ۲۴۸
❀ صاحب عرفانؒ بحیثیت شاعر و نثر نویس ۲۵۰
❀ صاحبِ عرفانؒ کی تحقیق و تنقید ۲۵۲
❀ آفتاب عرفانؒ غروب ہو گیا ۲۵۴
❀ قربِ انتقال کا احساس ۲۶۷
❀ میں کل آ رہا ہوں ۲۶۷
❀ قبلہؒ کا حلیہ مبارک اور عادات ۲۶۸
❀ صاحب عرفانؒ کا لباس و خوراک ۲۶۹
❀ فقیر صاحبؒ کی ازواج واولاد ۲۷۱

فرموداتِ نور

❀ مرغوبات نفس و روح ۲۷۳

Marfat.com

- انوار و صفات سے اقتباس ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۷۳
- وسعتِ ظرفِ مصطفےٰ ﷺ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۷۴
- غیر پرستیوں کا جواز ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۷۵
- اصلی و نقلی قلندر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۷۵
- الفقر فخری والفقر منی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۷۶
- عبادات و صدقات کے دو بازو ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۷۷
- حال اور قال ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۷۹
- خدمت و وفا داری کا صلہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۷۹
- عالمِ خلق اور عالمِ امر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۷۹
- رویت و دیدار خداوندی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۸۰
- شاہانہ اور فقیرانہ زندگی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۸۰
- یورپ اور حاضراتِ ارواح ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۸۱
- سود کا تکلیف دہ پہلو ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۸۱
- سَر اور سِر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۸۲
- حضرت موسیٰؑ اور امام غزالیؒ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۸۲
- آلام و مصائب کے سانپ اور بچھو ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۸۳
- دل کی حالت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۸۴
- تصور اسم اللہ کی اہمیت اور طریقہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۸۴
- اجراء مراقبہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۸۷
- وصلِ خداوندی کا دروازہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۸۸
- حقیقی سکون کا منبع ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۸۹
- علم کسبی اور علم وہبی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۸۹
- علم شعور اور علم حضور ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۹۰
- دست بے کار و دل بایار ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۹۱

Marfat.com

- نانی زبانی طالب ۲۹۱
- مرشد ناقص اور لائق طالب ۲۹۲
- اشیاء کی جوڑہ بندی اور بقا کا راز ۲۹۲
- اللہ تعالیٰ کی تخلیقی قوت ۲۹۳
- عدم و وجود کا منبع و معاد ۲۹۴
- خواہشاتِ نفسانی کے پرندے ۲۹۶
- قرآن کی نوری صورت ۲۹۶
- اللہ کے راستے سے روکنے والے ۲۹۷
- دعوت و ہدایت ۲۹۸
- دنیا دیکھ لے ۲۹۹
- دنیوی خیالات کے کتے ۲۹۹
- حقِ قرآن فہمی و قرآن خوانی ۲۹۹
- اور قسم ہے امان والے شہر کی ۳۰۰
- کوئی غور کرنے والا ہو ۳۰۱
- دیدۂ اولیاء اللہ ۳۰۱
- ہوا و ہوس کے بت ۳۰۲
- مرشد کامل کے نوری چشمے ۳۰۴
- پہلی نظر میں پہنچانا ۳۰۴
- مُشت از خروار ۳۰۵
- اَن دیکھا سودا ۳۰۵
- میانہ رو مسلک ۳۰۷
- لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا ۳۰۷
- ٹیڑھے راستے ۳۰۸
- قدرت کا عدل و انصاف ۳۰۸

Marfat.com

- بلا تحقیق تقلید ۳۰۹
- تصورِ شیخ و خوشنودی شیخ ۳۰۹
- ذاتی فقر مثلِ عنقا ہے ۳۱۰
- اللہ تعالیٰ بحیثیت قاضی ۳۱۰
- در پردہ مقاصد ۳۱۲
- سب سے بڑی بھلائی ۳۱۲
- رازق، رزق اور مرزوق ۳۱۲
- ذات باری تعالیٰ پر بھروسہ ۳۱۳
- حقیقت ترک ماسویٰ ۳۱۴
- مقام لاتخف ولاتحزن ۳۱۵
- سربراہ فقر وولایت ۳۱۵
- نفس کو خوش کرنے کے حیلے ۳۱۶
- محورِ محبت کون ہو ۳۱۷
- دوسروں کی ایما پر فیصلے ۳۱۷
- صبر ایمان کا سر ہے ۳۱۸
- جسمانی اور روحانی باپ ۳۱۹
- حصول ملک وحکمت ۳۱۹
- ذاتی اولیاء کے کمالات ۳۲۰
- دس کا عدد ۳۲۱
- جلال و جمال کے ہاتھ ۳۲۲
- تربیت و تکمیل کا سلسلہ ۳۲۲
- ادائیگی نماز کا حق ۳۲۲
- حرص کی زیادتی ۳۲۴
- محصورین راہ خداوندی ۳۲۴

Marfat.com

❀ قلب انسانی بطور وسیط ۳۲۵
❀ ابن الوقت ۳۲۵
❀ زیارتوں پر خواتین کی آمد ۳۲۵
❀ شرط مراد براری ۳۲۶
❀ لوح محفوظ اور دعا ۳۲۷
❀ نجات اخروی کا دارومدار ۳۲۸
❀ زن و فرزند کی رفاقت ۳۲۹
❀ غیر مختتم راستے ۳۳۰
❀ مزارات اولیاء سے ضد ۳۳۰
❀ علمائے امتی ۳۳۰
❀ جنات و ملائکہ کے جہان ۳۳۱
❀ نوری ناری قوتیں ۳۳۱
❀ قرآن کریم کا تاثیری پہلو ۳۳۲
❀ اللہ تعالیٰ کی حضور علیہ السلام سے محبت ۳۳۳
❀ نبوت و ولایت کا خاص پہلو ۳۳۴
❀ سونے پہ سہاگہ ۳۳۵
❀ سلب کی وجہ ۳۳۵
❀ ہدایت یافتگان کی معیت ۳۳۶
❀ خودی کا مفہوم ۳۳۷
❀ کلید باطنی ۳۳۷
❀ ہر شب شب قدر ۳۳۸
❀ باطنی رہبری کی اہمیت و ضرورت ۳۳۹
❀ سچی طلب اور کوشش ۳۴۰
❀ حیوانیت سے انسانیت میں دخول ۳۴۰

Marfat.com

❀ یہ سودا اتنا سستا نہیں ۳۴۱
❀ پتنگے اور کوڑھ کرلیاں ۳۴۱
❀ پوری زندگی کا ضیاع ۳۴۱
❀ مادی ترکیبوں سے عاقبت کا سنوار ۳۴۲
❀ قہر درویش ۳۴۳
❀ برکت اوقات و مقامات ۳۴۴
❀ اصلی اور نقلی عیدیں ۳۴۴
❀ لذات و درجات عقبیٰ ۳۴۵
❀ کشف و استخارہ اور تعلق باللہ ۳۴۶
❀ روحانی تعلیم ۳۴۶
❀ مردان کار کی راہ ۳۴۶
❀ ذکر اللہ کی حقیقت و اہمیت ۳۴۷
❀ مرتبہ فنا فی اللہ وفنا فی الرسول ۳۴۸
❀ افعال خداوندی کی ابدیت ۳۴۸
❀ صدق کی دولت ۳۴۸
❀ حضرت غوث اعظمؒ کی شان ۳۴۹
❀ مردہ زندہ لطائف ۳۵۰
❀ واسطے کی ضرورت ۳۵۱
❀ سیر کی اقسام ۳۵۱
❀ اہل دنیا ہمہ ظالمانند ۳۵۲
❀ غیب کی کنجیاں ۳۵۳
❀ نفس و شیطان کے غلام ۳۵۳
❀ محنت وعلم اور صدق ومحبت ۳۵۴
❀ معاصی کے اثرات ۳۵۴

Marfat.com

❀ معیت خداوندی ۳۵۵
❀ کابوس اور موکلات ۳۵۶
❀ نفس کی خوراک ۳۵۷
❀ باطنی اصلاح کی اہمیت ۳۵۸
❀ ریاضت وعنایت ۳۵۹
❀ مقبول شہادت ۳۶۰
❀ علم وحکمت و دیدار الٰہی ۳۶۱
❀ حضورؐ کا جذبہ ادب ولحاظ ۳۶۲
❀ حقیقی جاہل ۳۶۵
❀ دل جو کچھ دیکھتا ہے ۳۶۵
❀ دنیوی اور اخروی بنک ۳۶۶
❀ تفرقہ بازی کی حقیقی وجوہات ۳۶۷
❀ فیصلہ کن حقائق ۳۶۷
❀ اللہ والوں کی استمداد ۳۶۹
❀ فقر وگمنامی اور عشق الٰہی ۳۶۹
❀ نور تحقیق اور صحبت صالح ۳۷۰
❀ میانہ روی محمود ہے ۳۷۱
❀ مس کرنے اور چھونے کے اثرات ۳۷۲
❀ الاقارب کالعقارب ۳۷۲
❀ عقبیٰ اور دنیا کی نعمتوں کا موازنہ ۳۷۳
❀ مذہب اور سائنس میں فرق ۳۷۳
❀ اصلی زندگی کی نشاندہی ۳۷۵
❀ قرآن کریم کے معنی المعنی ۳۷۵
❀ قرب وحضوری کا بڑا ذریعہ ۳۷۶

Marfat.com

- جب حقائق کھلیں گے ۳۷۸
- پیری مریدی کا جاہلانہ تصور ۳۷۸
- غلط نمائندگی اور غلط امامت کے نقصانات ۳۷۹
- اختلاف طبائع اور ایمان کی حقیقت ۳۸۰
- خاندانی منصوبہ بندی ۳۸۱
- روح و رحمت کے معاملے ۳۸۲
- محبوبین اور مغضوبین ۳۸۲
- کم علمی اور خودساختہ مذاہب کی قباحتیں ۳۸۳
- عمل خالص کی جزا ۳۸۴
- ممتحن اور مدرس ۳۸۵
- کائنات کا اجمالی جائزہ ۳۸۵
- اجروثواب میں کمی بیشی کا معیار ۳۸۶
- مرشد اور طالب کا باطنی رابطہ ۳۸۷
- دولت ہر مرض کی دوا نہیں ۳۸۷
- عالم غیب سے لاعلمی ۳۸۸
- دست بدست لین دین ۳۸۹
- بزرگان صحو و شریعت ۳۹۰
- فقر و فیض سلطانی ۳۹۰
- سجدے کا حکم اور ممانعت ۳۹۲
- زبانی جمع خرچ ۳۹۳
- مصلحت خداوندی ۳۹۳
- مبنی برحق گروہ ۳۹۴
- بولنا ایک ہزار، سننا سو ہزار ۳۹۴
- مرض جاہ پسندی ۳۹۵

Marfat.com

❀ اوراد و وظائف اور اغراض دنیوی ۳۹۵
❀ مقبولیت کا دائرہ ۳۹۶
❀ حاضری اور موجودگی کا احساس ۳۹۶
❀ راہ تسخیر اور راہ قرب و وصال ۳۹۶
❀ آپ کا ہرن اور کونج ۳۹۷
❀ باطنی مال پر زکوٰۃ ۳۹۷
❀ گھر میں مراد ۳۹۷
❀ دعا کی قبولیت ۳۹۷
❀ خوف و ملال کا سبب ۳۹۸
❀ دل کے فیل ہونے کی وجوہات ۳۹۹
❀ کن کا خطاب کس چیز کو تھا ۴۰۰
❀ مومن بہرحال کامران ہے ۴۰۰
❀ سیاسی تحریکیں اور مذہب ۴۰۱
❀ مخلوق کی تخلیق کا مقصد ۴۰۲
❀ باطنی وجود کی تخلیق ۴۰۲
❀ عمل سے زندگی بنتی ہے! ۴۰۳
❀ مخلوقات کی زیست و بقا کا نظام ۴۰۴
❀ باطنی علوم و فنون اور اسرار و معارف ۴۰۷
❀ چیزوں کے مفید اور مضر پہلو ۴۰۷
❀ انسانی زندگی کا سرچشمہ قوت ۴۰۸
❀ عقائد کی اہمیت ۴۰۸
❀ نوآبادیاتی دور کے اثرات ۴۰۹
❀ عدم سے ہستی کی طرف دوڑو ۴۰۹
❀ اہل دین اور اہل دنیا ۴۱۰

Marfat.com

- اہل قبور کا نور اور تصرف ۴۱۰
- دنیائے فقر و معرفت ۴۱۱
- معنوی حیات و ممات ۴۱۲
- فکری گمراہیوں کے سرچشمے ۴۱۲
- حقیقت توکل اور تاثیر غم ۴۱۲
- میراث و ملکیت کا حقیقی سزاوار ۴۱۳
- دین و دنیا باہم ضدین ہیں ۴۱۴
- اللہ تعالیٰ کی صفت خالقیت ۴۱۶
- کاروباری ذہنیت ۴۱۶
- خلق ظاہری و خلق باطنی ۴۱۶
- قبلہ فقیر صاحبؒ کا تبلیغی پروگرام ۴۱۶
- قادر مطلق کی امداد و تائید ۴۱۹
- بڑی قربانی اور ذبح عظیم ۴۲۰
- قانون نعم البدل ۴۲۰
- نوشتۂ ازلی اور یقین و ایمان ۴۲۲
- سچ کی برکتیں ۴۲۳
- فساد و تنقیص کے مشغلے ۴۲۴
- سرمایہ داری ذخیرہ اندوزی اور اندر کے بت ۴۲۴
- اسراف اور اعتدال ۴۲۶
- سفر وسیلہ ظفر ۴۲۸
- زمان و مکان ۴۲۹
- علم کی حقیقت ۴۲۹
- یورپین سپر چولزم اور اسلامی روحانیت ۴۳۰

Marfat.com

جواباتِ نور ۴۳۲

مکتوباتِ نور ۴۵۲

انکشافاتِ نور ۵۲۸

❀ دنیا عالم لطیف سے عالم کثیف کی جانب کیسے آئی ۵۳۳

❀ دنیا عدم سے وجود میں کیسے آئی ۵۴۱

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائیہ

بے حد و بے انتہا حمد و ثنا اس پاک ذات کے لیے جس نے خیر و شر اور اس کے داعیوں کو تخلیق کر کے بھلائی اور برائی کے راستے بچھا دیئے اور راستوں کا انتخاب مخلوق کو عطا شدہ استعداد پر چھوڑ دیا، خواہ کوئی نیکی اور بھلائی کی راہ چل کر سکون و سلامتی سے ہم کنار ہو یا کوئی بدی اور برائی کا راستہ اختیار کر کے بے قراری اور بربادی سے دوچار ہو۔ گویا اس نے خیر و شر کی ضدین کے ذریعے اپنی ذی عقل تخلیقات کو اپنے جلال و جمال کی معرفت کی طرف بلایا۔

لاکھوں کروڑوں صلوٰۃ و سلام اس مقدس ذات پر جسے خالقِ کائنات نے ظاہراً و باطناً سراپا رحمت و ہدایت بنا کر مخلوق کی طرف سے سب سے آخر میں بھیجا اور تمام اولین پر فوقیت سے سرفراز فرمایا، اس لیے کہ ان کے بعد کسی اور کو نبی بن کر نہیں آنا تھا اور قیامت تک اسی مینارۂ نور سے اندھیروں میں محصور مخلوق نے روشنی حاصل کرنی تھی۔ لہٰذا اسے ہر پہلو سے روشن اور اکمل بنایا تاکہ ہر کہ و مہ اس سے ہدایت کا ظاہری و باطنی نور پا کر پل صراطِ دنیوی واخروی سے بعافیت گزر سکے۔

رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہو ان نفوسِ قدسیہ پر جن کو خوش بختی نے ازل سے اس ہادیٔ کامل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پوری اتباع کی استعداد ودیعت کی۔ پھر جن سعادت مندوں نے آپ علیہ السلام کی پیروی کا حق ادا کیا تو قسامِ ازل نے بھی انہیں ”آیت وَالسَّلٰمُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی ○ (طٰہٰ)۔ یعنی سلامتی ہو اس شخص پر جو ہدایت کی پیروی کرے“۔ کا مژدہ سنایا اور انہیں اپنی خاص نعمت یعنی دین کی حقیقی سمجھ سے بہرہ ور فرمایا۔ جیسے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتے ہیں تو اسے دین کی سمجھ عطا کر دیتے ہیں۔ ایسے ہی بابرکت وجودوں کو قدرت کاملہ نے اس دنیا میں دین کی روح کی بحالی اور برقراری کا ذریعہ بنایا اور لاعلموں کو ان کے ذریعے افراط و تفریط کی کھائیوں، مغالطوں اور گمراہیوں سے بچانے اور

۱۳۷۱ء

واضح سیدھے راستے پر چلانے کا اہتمام فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے اس باعثِ تخلیقِ کائنات علیہ الصلوٰت والتسلیمات کے سینۂ بے کینہ سے علماء کو اور اپنے اور اس کے نور سے فقراء کو اخذ فرما کر گویا ظاہری و باطنی اور صوری و معنوی سیدھی راہیں اور اصلی منزلیں متعین فرما دیں اور انتخاب کے لیے مخلوق کو آزاد چھوڑ دیا۔ اب ان راہوں پر چلنے والوں اور ان منزلوں تک پہنچنے والوں کے لیے ان علماء اور فقراء کی تقلید لازمی ٹھہری، کیونکہ تقلید اور وسلیت کے بغیر راہوں سے آگاہی اور منزلوں تک رسائی ممکن نہیں۔ راہی بغیر راہنما کے، شاگرد بغیر استاد کے اور طالب بغیر مرشد کے خود سے منزل پر نہیں پہنچ سکتا۔ اگر ایسا ممکن ہوتا تو انبیاء کو مبعوث نہ کیا جاتا اور اولیاء و علماء کے سلسلے نہ چلائے جاتے اور ہر شخص خود راہی ہوتا خود راہنما، خود شاگرد ہوتا خود ہی استاد، خود طالب ہوتا خود ہی مرشد۔ لیکن واقعتاً ایسا نہیں ہے بلکہ ہر جگہ قانونِ وسیلت کارفرما ہے۔

صاحبِ عرفان حضرت فقیر نور محمد صاحب سروری قادری کلاچوی قدس سرہ العزیز بھی ایک ایسی ہی بابرکت ہستی تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے دین کی حقیقی فہم اور سمجھ سے بہرہ مند فرمایا۔ آپؒ کا شمار بھی ان سعادت مندوں اور خوش نصیبوں میں ہوتا ہے جنہیں ربِ کائنات نے عمر بھر صورتاً و معناً اپنے حبیبِ پاک علیہ الصلوٰت والتسلیمات کی تعلیمات و فرموات پر دل و جان سے عمل پیرا رہنے کی توفیق عطا فرما رکھی تھی۔ نصیبۂ ازلی نے انہیں نوعمری سے لے کر تا دمِ آخر سلطان العارفین حضرت سلطان باھو قدس اللہ سرہ العزیز کی روحانیت اور تصنیفات سے وابستہ رکھا۔ قدرت کی ان کرم نوازیوں اور حضرت سلطان العارفینؒ کی باطنی توجہات اور مہربانیوں سے آپ فقر و ولایت کے بلند مقام پر فائز ہوئے اور فقرِ محمدی ﷺ جس پر حضور الصلوٰۃ والسلام نے فخر فرمایا سے وافر حصہ پایا۔ تکمیلِ فقر کے بعد جب باطنی شریعت نے قدرت کی عطا کردہ دولتِ فقر پر زکوٰۃ چاہی تو آپؒ نے اسے علم و عمل کی راہ سے مستحقین تک پہنچایا۔ جس کے نتیجے میں آپؒ کی ذات اور تصنیفات سے ہزاروں راہ گم کردگان نے منزلِ ہدایت پائی اور پا رہے ہیں۔

ایسی ہستیاں جب دُنیا سے گزر جاتی ہیں تو ان کی تصنیفات و تالیفات بعد میں آنے

Marfat.com

والے متلاشیانِ حق کے لیے مشعلِ راہ بنتی ہیں۔ سرمایۂ اخلاص و یقین کا حامل شخص جب ایسی تصنیفات سے متاثر ہوتا ہے تو اُن کے مندرجات پر عمل کر کے اور صاحبِ تصنیف کے نقشِ قدم پر چل کر اس مقصد کو پانے کا خواہش مند ہوتا ہے جس کی نشاندہی صاحبِ کتاب نے کی ہوتی ہے۔ ایسی زندہ کتابوں کا قاری اور ایسی کامل ہستیوں کا مقلد جب ظاہراً و صورتاً ان ہستیوں کو سامنے نہیں پاتا تو کمی اور تشنگی محسوس کرتا ہے۔

رہنما کا مادی وجود اور عملی پہلو بھی پیروکار کے سامنے ہو تو اس کے لیے تقلید و تعمیل میں آسانی رہتی ہے اور وہ اطمینان سے یہ سفر طے کرتا ہے یوں تابع اپنی زندگی کے ہر پہلو کو اپنے پیشرو اور راہبر کے ہر پہلو کے مطابق اور مماثل کر کے کم وقت میں اس مقصد تک پہنچ جاتا ہے جسے اس کے پیشرو اور رہبر نے تابعین اور مقلدین کے لیے متعین اور مقرر کر رکھا ہوتا ہے۔

جو لوگ قبلہ فقیر صاحبؒ کی تصنیفات و تالیفات یعنی عرفان، حق نماء مخزن الاسرار، عقل بیدار وغیرہ کا مطالعہ کرتے ہیں وہ آپؒ کے روحانی پہلو سے کافی حد تک واقف ہو جاتے ہیں، تاہم آپؒ کے روحانی پہلو کے جو اثرات آپؒ کی زندگی کے دیگر گوشوں پر پڑے ان سے مطالعہ کرنے والے لاعلم رہتے ہیں اس لیے کہ ایسی ہستیوں کی زندگیوں کے تمام گوشوں کا فقر و تصوف پر منحصر چند مخصوص کتابوں میں احاطہ کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ دوسرا یہ کہ سچے فقراء اور اولیاء کے زندگی کے دیگر علمی و عملی گوشے بھی کرامات و مشاہدات سے منور ہوتے ہیں، جن کے اظہار سے وہ اس لیے بھی احتراز کرتے ہیں کہ اس سے خود نمائی اور طلبِ شہرت کا پہلو نکل سکتا ہے جب کہ یہ حق پرست لوگ پس پردہ رہ کر خلقِ خدا کو فیض یاب کرتے ہیں اور خود کو بیچ میں نہیں لاتے اور اس کا اجر خالق سے چاہتے ہیں۔ البتہ قارئین کے ازدیادِ یقین کے لیے اور مضامین کی تشریح کی غرض سے اپنے تجربات و مشاہدات کا جتنا حصہ چاہیے ہوتا ہے اس کا اپنی تصنیفات میں تذکرہ کر دیتے ہیں۔

جو لوگ فقراء و اولیاء کے قدم بہ قدم چل کر گوہرِ مقصود تک پہنچنا چاہتے ہیں ان پر لازم ہوتا ہے کہ وہ ان کی زندگیوں کے دیگر امور اور معمولات سے بھی واقف ہوں۔ سالک جب ایسے امور سے دوچار ہوتا ہے جن کی تفصیل فقراء و اولیاء کی کتابوں میں موجود نہیں ہوتی تو اس

Marfat.com

وقت وہ عارف کامل کی شدید ضرورت محسوس کرتا ہے جو سلک وسلوک کے جملہ اسرار و رموز سے آشنا ہو۔ ایسا عارف کامل موجود نہ ہو تو ان کی زندگی کے حالات اس ضرورت کو کسی حد تک پورا کر سکتے ہیں، بشرطیکہ وہ تحریری صورت میں موجود و محفوظ ہوں۔ اسی خیال کے تحت لائقِ اتباع شخصیتوں کی سوانح عمریاں مدون و مرتب کی جاتی ہیں تاکہ ضرورت مند ان سے استفادہ کر سکیں۔

اس پرفتن اور پرفریب دور میں ایسی سچی شخصیتوں کے حالاتِ زندگی کو عام کرنے اور پھیلانے کی بہت سخت ضرورت ہے۔ اس لیے کہ نام نہاد اور خود ساختہ فقراء ایک دنیا کو ورغلا کر ظلمت و جہالت کے جہنم کی طرف لے جا رہے ہیں۔ قبلہ فقیر صاحب قدس سرہ العزیز نے اپنی تحریروں میں ایسے فریب کاروں اور دھوکہ بازوں کی خوب خوب نشاندہی اور وضاحت فرمائی ہے۔ آپؒ کی زندگی کے حالات سے انشاء اللہ دین کی آڑ میں چلنے والے مغالطوں اور ملمع کاریوں پر مزید روشنی پڑے گی اور قارئین کی حق آگاہی میں مزید اضافہ ہوگا۔

راقم الحروف نے قبلہ فقیر صاحبؒ کے اسمِ گرامی ''نور محمد'' میں لفظ نور کی مناسبت سے آپؒ کی سوانحِ حیات کو ''حیاتِ نور'' سے موسوم کیا ہے۔ اللہ کرے آپؒ کے علم و عمل کے نور سے سچائی کے طالب حقائق کی روشنی حاصل کر سکیں۔

بندہ نے آپؒ کے حالات کے اندراج میں حقیقت پسندی سے کام لینے اور انہیں مبالغہ آمیزی سے پاک رکھنے کی سعی کی ہے۔ بعض مروی واقعات میں اگر راوی کی خوش اعتقادی سے باعث واقعہ بیانی میں کہیں کمی بیشی کا شک گزرا تو وہاں آپؒ کی اعتدال پسندی اور میانہ روی کو پیش نظر رکھا اور واقعہ کو حقیقت کے قریب تر لانے کی کوشش کی۔ اس سب کچھ کے باوجود یہ یاد رکھنا چاہیے کہ خاصانِ خدا کے باطنی کمالات ان کے ظواہر پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں جس کے نتیجے میں ان سے ایسے امور سرزد ہوتے ہیں جنہیں مادی عقول قبول کرنے سے گریزاں رہتی ہیں۔ لہٰذا ان ہستیوں کو ہو بہو خود پر قیاس نہ کرنا چاہیے۔

قبلہ فقیر صاحبؒ کے جن حالات، تجربات، مشاہدات اور فرمودات کا تذکرہ آپؒ کی کتابوں میں آچکا ہے انہیں تکرار و طوالت کے خیال سے ''حیاتِ نور'' میں دہرانے سے گریز

Marfat.com

کیا ہے۔آپؒ کی زندگی کے حالات اس دور کی ایک طرح سے مختصر تاریخ بھی ہے جس سے اس زمانہ کی کافی معلومات بھی حاصل ہوتی ہیں۔

حیاتِ نور ایک ایسی شخصیت کا تفصیلی تعارف ہے جنہوں نے اپنے مرید ڈاکٹر محمد رفیق حجازی صاحب مرحوم کو ایک مراسلے میں لکھا کہ ''ہم دارِ آخرت کے قریب تر ہوتے جا رہے ہیں چند دن میں ہم وہاں پھر رہے ہوں گے' پھر دنیا ہمیں یاد کرے گی اور ہمیں تلاش کرے گی پر ہم نہیں مل سکیں گے۔یونہی ایک بار اپنے مرید مولوی محمد ارشد صاحب سے فرمایا ''جب ہم نہیں ہوں گے تو تم لوگ ہمیں یاد کر کے افسوس کیا کرو گے۔'' ایسی شخصیت کے حالات زندگی کو کتابی صورت میں دیکھ کر ان لوگوں کی حسرت میں ضرور کمی واقع ہو گی جو آپؒ کو دیکھنا، آپؒ سے باتیں کرنا اور آپؒ سے فیض یاب ہونا چاہتے تھے لیکن بعد میں آنے کی وجہ سے آپؒ سے نہ مل سکے۔

حیاتِ نور پانچ حصص پر مشتمل ہے۔ ① حالات نور ② فرمودات نور ③ جوابات نور ④ مکتوبات نور اور ⑤ انکشافات نور۔ ہر حصہ بہت سے عنوانات اور ان کی تفصیلات پر مشتمل ہے۔

پہلا حصہ حالاتِ نور آپؒ کی زندگی کے حالات پر مبنی ہے۔ اس میں آپؒ کے بعض روزمرہ کے عام حالات بھی درج کیے گئے ہیں' تا کہ پڑھنے والے جان سکیں کہ اللہ والوں کی مادی زندگیاں عام انسانوں کی سی ہوتی ہیں، البتہ وہ انہیں شریعت کا پابند رکھتے ہیں۔معتقدین خوش اعتقادی کے باعث انہیں ہر پہلو سے مافوق الفطرت ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب کہ معترضین محض ان کے مادی پہلو کے حوالے سے انہیں عام انسانوں سے قطعاً بڑھ کر تصور نہیں کرتے اور ان کے باطنی پہلو کو نظر انداز کرتے ہیں۔یوں دونوں طبقے افراط وتفریط کا شکار ہو جاتے ہیں۔اللہ والے زندہ دل لوگ دوہری شخصیت کے حامل ہوتے ہیں، وہ مادی زندگی کے ساتھ ساتھ باطنی اور روحانی زندگی سے بھی بہرہ ور ہوتے ہیں۔ان کا یہی روحانی پہلو ہی مافوق الفطرت ہوتا ہے، جب کہ عام لوگ مادی طور پر زندہ اور باطنی و معنوی طور پر مردہ ہوتے ہیں، معنوی مردے معنوی زندگی کے احساس سے عاری ہوتے ہیں۔ یوں فقراء اور اولیاء کو ماننے اور نہ ماننے والے لوگ کمی بیشی کا شکار ہو کر

Marfat.com

مسلکی اختلافات کی نذر ہو جاتے ہیں اور پھر کٹ حجتی اور لا حاصل مباحث میں وقت اور توانائی ضائع کرتے رہتے ہیں۔ اگر صدقِ دل اور اخلاص و یقین سے کامل ہستیوں کی تقلید او رپیروی کر کے باطنی وجود کو زندہ کرنے اور پھر اس کے ذریعے باطنی جہاں کو دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کی جائے تو افراط و تفریط کے نقصان دہ پہلوؤں سے اور لا حاصل اختلافات سے بچا جا سکتا ہے اور اعتدال کی صراطِ مستقیم کو پایا جا سکتا ہے۔

دوسرا حصہ فرموداتِ نور قبلہ فقیر صاحبؒ کے ارشادات پر مبنی ہے اس کا زیادہ تر حصہ چوہدری نیاز الدین صاحب مرحوم کے غیر مطبوعہ مجموعے سے ماخوذ ہے جسے انہوں نے ''ارشادات سروری'' کے نام سے موسوم کر رکھا تھا۔ چوہدری صاحب نے قبلہ فقیر صاحبؒ کی کتابیں پڑھیں، ان سے متاثر ہوئے اور ۱۹۵۶ء کے آخر میں یا ۱۹۵۷ء کے اوائل میں آپؒ کے ہاتھ پر جھال خانوانہ لائل پور (فیصل آباد) میں بیعت ہوئے۔ پھر قبلہ فقیر صاحبؒ ان کی وساطت سے رحمانیہ ٹیکسٹائل ملز، جھنگ روڈ، لائل پور کو منتقل ہو گئے۔ چوہدری صاحب اس مل میں لیبر آفیسر تھے۔ یہاں انہیں تقریباً ساڑھے تین سال تک حضرت فقیر صاحبؒ کی رفاقت حاصل رہی۔ چوہدری صاحب آپؒ کی محافل میں آپؒ کے ارشادات کو سنتے اور انہیں نقل کرتے رہتے۔ آپؒ کچھ بیان فرماتے تو چوہدری صاحب جلدی جلدی اسے مختصراً لکھتے جاتے۔ اس اختصار کے باعث کہیں کہیں بات کی اچھی طرح وضاحت نہ ہو پائی، لہٰذا راقم نے وضاحت کی غرض سے انہیں تھوڑی سی تفصیل کے ساتھ اس طرح بیان کر دیا ہے کہ حقیقی مفہوم اور نفسِ مضمون اپنی جگہ برقرار رہا۔

یہ فرمودات قابلِ قدر حقائق پر مبنی ہیں، یہ ایک حق آگاہ فقیر کے بیانات ہیں۔ ان کی قدر وہی لوگ کر سکتے ہیں جو حقیقتوں کے متلاشی ہوں۔ ایسی باتیں منقولات کے ذخائر میں نہیں ملتیں، گویا ''علم الانسان مالم یعلم'' سے ماخوذ ہوتی ہیں۔ جنہیں القاء ربانی اور الہام رحمانی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اس حصے میں قارئین کو لفظ ''فرمایا'' جگہ جگہ نظر آئے گا' اس سے مراد ہے ''حضرت فقیر نور محمد صاحبؒ نے فرمایا''

تیسرا حصہ جواباتِ نور قبلہ فقیر صاحبؒ کے جوابات پر مشتمل ہے جو عقیدت مندوں

نے یا تصوف سے دلچسپی رکھنے والے اصحاب نے وقتاً فوقتاً خطوط کے ذریعے یا بالمشافہ آپؒ سے دریافت کیے۔

قبلہ فقیر صاحبؒ نے حضرت سلطان العارفین حضرت سلطان باہو قدس سرہ العزیز کے بیان کردہ تصوف کو اور آپؒ کی مخصوص اصطلاحات کو کافی تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ یہ نرالا تصوف چونکہ عوام وخواص کے لیے گمنامی کے باعث بالکل نیا تھا لہٰذا باوجود خاصی تشریح کے مبتدی طالبوں نے اس کے بارے میں مزید سوالات کیے۔ حضرت فقیر صاحبؒ کے جوابات حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کے سلسلہ سے تعلق رکھنے والوں کیلیے متاعِ گراں بہا سے کم نہیں۔ اس سلسلۂ عالیہ سے دلچسپی رکھنے والوں کو ان جوابات سے انشاء اللہ بہت کچھ حاصل ہوسکتا ہے۔ ان میں بیشتر جوابات جناب حافظ محمد حسین صاحب مرحوم کے دریافت کردہ ہیں۔ جناب حافظ صاحبؒ کا شمار قبلہ فقیر صاحبؒ کے خاص مریدوں میں ہوتا تھا۔ ان کا تعلق تحصیل سمندری، ضلع فیصل آباد سے تھا۔ انہیں آٹھ دس سال تک حضرت فقیر صاحبؒ کی رفاقت حاصل رہی۔ آپؒ کی کتب کی نشر و اشاعت میں ان کا بڑا حصہ تھا، بلکہ آپؒ کے اس پاکیزہ مشن کے لیے انہوں نے اپنی زندگی وقف کر رکھی تھی اور اپنی دنیا داری کو قربان کر رکھا تھا۔ انہیں آپ کی انتہائی قربت حاصل رہی اور مشیرِ خاص ہونے کا اعزاز حاصل رہا۔ قبلہؒ انہیں اولاد کی طرح عزیز رکھتے تھے۔

چوتھا حصہ مکتوباتِ نور قبلہ فقیر صاحبؒ کے خطوط پر مشتمل ہے۔ مریدین اور معتقدین کے ساتھ آپؒ کی مراسلت زندگی بھر رہی۔ راقم نے آپؒ کے بہت سے خطوط بصورتِ اصل یا عکس یکجا کر رکھے ہیں۔ اس حصے میں زیادہ تر ان مراسلوں کو شامل کیا جا رہا ہے جن میں دین کے خاص امور پر آپؒ نے اپنے مخصوص انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ بعض مراسلے کتب کی اشاعت سے متعلق بھی شامل کیے گئے ہیں۔ جن میں بظاہر کوئی خاص بات نظر نہیں آتی، لیکن ان مراسلوں سے ایک تو یہ بتلانا مقصود ہے کہ قبلہ فقیر صاحبؒ کی نظر میں ان کی اپنی تصنیفات وتالیفات کی کیا اہمیت اور ضرورت تھی، دوسرا یہ کہ اس دور میں طباعت میں کتنی مشکلات حائل تھیں، تیسرا یہ کہ فقیر کامل کو فقرِ اختیاری کے باعث کس طرح مالی مسائل اور اقتصادی تنگی سے

دو چار ہونا پڑتا ہے۔ جبکہ آج کل کے دکاندار پیر کروڑوں میں کھیلتے ہیں اور اس پر بھی فقر کے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں۔

مراسلوں کو تاریخ وار اور سن وار مرتب کیا گیا ہے بنا بریں ایک فرد کے نام تحریر کیے گئے مراسلے یکے بعد دیگرے نظر نہیں آتے بلکہ جا بجا ہو گئے ہیں تاہم تاریخ وار اور سن وار اندراج سے مراسلے ایک ترتیب میں آ گئے ہیں۔ راقم کے نزدیک یہ انداز زیادہ موزوں ہے۔

مکتوباتِ نور کے کئی مراسلے ''مکتوباتِ سروری'' سے لیے گئے ہیں۔ مکتوباتِ سروری قبلہ فقیر صاحبؒ کے مرید ڈاکٹر محمد رفیق حجازی صاحب مرحوم نے آپؒ کے انتقال کے جلد بعد کتابی صورت میں شائع کیے تھے۔ اس مجموعے سے تین اہم خطوط ایسے بھی لیے گئے ہیں جن پر مکتوب الیہ کے نام درج نہیں ہیں۔ لہٰذا انہیں مکتوب الیہ کے حوالے کے بغیر شامل کیا جا رہا ہے۔ جب کہ ان تین مراسلوں کو ''جدید مکتوبات سروری'' میں اندازاً شاہ عبدالعزیز صاحب کے نام سے منسوب کیا گیا ہے۔

جدید مکتوبات سروری ۲۰۰۲ء میں صاحبزادہ عبدالحمید صاحب نے مرتب کیے ہیں جنہیں نوری روحانی تحریک، فیصل آباد یونٹ، فیصل آباد نے شائع کیا۔ اس کتابچے کے پہلے اٹھائیس مراسلے پہلی مکتوبات سروری سے لیے گئے ہیں جسے ڈاکٹر محمد رفیق حجازی صاحب نے مرتب اور شائع کیا تھا۔ ان کے بعد تیرہ چودہ مراسلے نئے شامل کیے گئے ہیں جنہیں ''جدید مکتوبات سروری'' کے پیش لفظ میں ''کچھ نئے اور اہم خطوط'' کہا گیا ہے۔ یہ مراسلے قبلہ فقیر صاحبؒ کے نہیں ہیں بلکہ مرتب کے اپنے اختراع کردہ اور طبع زاد ہیں اور ان کا قبلہؒ کی ذاتِ اقدس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ جن لوگوں کے نام سے ان مراسلوں کو منسوب کیا گیا ہے وہ فرضی ہیں۔ ان ناموں کے افراد قبلہ کے مریدوں اور عقیدت مندوں میں موجود نہ تھے اور یہ کہ ثبوت کے طور پر ان مراسلوں کی اصل یا فوٹو کاپیاں پیش نہیں کی جاسکتیں۔

اس وضاحت کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ ان خطوط سے قبلہ فقیر صاحبؒ کے نظریات و عقائد کا رد اور بطلان ہوتا ہے۔ ان میں جن خیالات و نظریات کا اظہار کیا گیا ہے وہ قبلہؒ کے خیالات و نظریات کے برعکس ہیں۔ آپؒ کے عقائد و نظریات آپؒ کی تصانیف اور

Marfat.com

فرمودات میں محفوظ نہیں۔ جن کا موازنہ مذکورہ خطوط میں درج عقائد و نظریات سے کیا جا سکتا ہے۔ ایسا مواد جو دراصل آپؒ کا نہیں ہے اور آپؒ کے نام سے منسوب کر دیا گیا ہے ایک طرح سے آپ کی ذات پر الزام ہے۔

جدید مکتوبات سروری ایڈیشن ۲۰۰۲ء کے صفحہ نمبر ۵۳ پر مکتوب ۳۰ میں ہمزاد کے وجود کا انکار کیا گیا ہے جبکہ قبلہ فقیر صاحبؒ نے اپنی تصنیف عرفان جلد دوم کے صفحہ ۱۰۰ پر ہمزاد کے وجود کا ان الفاظ میں اقرار کیا ہے ''ایک جُثہ ہمزاد جسے انگریزی میں ڈپلیکیٹ کہتے ہیں انسان کے ساتھ پیدائش سے لگا دیا جاتا ہے''۔ اسی مکتوب میں سنگِ پارس اور ہما کی بھی تردید کی گئی ہے اور انہیں ''محض افسانوی نام'' سے تعبیر کیا گیا ہے جبکہ حضرت سلطان العارفین سلطان باھو قدس سرہ نے اپنی تصانیف میں ان کا کئی جگہ ذکر فرمایا ہے خواہ یہ تذکرہ صوری حوالے سے ہے یا معنوی سے۔ قبلہ فقیر صاحبؒ نے حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کے کسی بیان سے کبھی اختلاف نہیں کیا اور آپ قدس سرہ کی ہر تحریر کو درست تصور کیا۔

جدید مکتوبات سروری کے صفحہ نمبر ۵۸ پر مکتوب نمبر ۳۲ میں نظریۂ وحدت الوجود کی تعریف اور تصدیق کی گئی ہے حالانکہ قبلہ فقیر صاحبؒ نظریۂ وحدت الشہود اور ہمہ از اوست کے قائل اور مقلد تھے اور وحدت الوجود اور ہمہ اوست کو لغزشوں اور رجعتوں سے پر اور ناقص بتاتے تھے۔ کتاب حیاتِ سروری (جسے صاحبزادہ عبدالحمید صاحب نے مرتب کیا ہے) میں عنوانات ''اہل علم و دانش کا اہم ترین اجتماع'' اور ''انبیاءؑ کے مذہب'' کے تحت آپؒ کے مذکورہ نظریئے کو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

صفحہ نمبر ۷۷ پر مکتوب نمبر ۳۸ میں قبض و بسط اور کشف و مکاشفہ پر روایتی انداز میں بحث کی گئی ہے۔ قبلہؒ کی تحریروں میں کہیں بھی ایسا روایتی انداز نہیں ملتا، بلکہ آپؒ کی زندگی اور تحریریں حضرت سلطان العارفین قدس سرہ، کے مخصوص اور اچھوتے تصوف کے گرد گھومتی رہیں جو روایتی انداز سے قطعاً مختلف ہے۔

صفحہ نمبر ۵۸ پر مکتوب نمبر ۴۱ میں حالات پر بالکل جدید انداز میں تبصرہ کیا گیا ہے اور اس میں میڈیا جیسی نئی اصطلاحات کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ تبصرہ اِس دور سے مطابقت نہیں رکھتا

Marfat.com

نیز ایسی اصطلاحات اس دور میں مستعمل نہ تھیں۔

قبلہ فقیر صاحبؒ جہاں حضرت سلطان باہو قدس سرہ العزیز کا اسمِ گرامی تحریر کرنا چاہتے ہیں وہاں عموماً حضرت سلطان العارفین'' کے الفاظ درج فرماتے ہیں جبکہ نئے خطوط میں محض ''سلطان باہوؒ'' کے الفاظ درج ہیں۔ یہ اندازِ تحریر مرتب کا اپنا ہے اور ان کی دیگر تحاریر میں اس انداز کو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

جن حضرات نے قبلہ فقیر صاحبؒ کی کتابیں پڑھ رکھی ہیں وہ جدید مکتوبات کو پڑھ کر تذبذب اور تشکیک سے دوچار ہو سکتے ہیں اور قبلہ فقیر صاحبؒ کی ذات ان کی نظر میں متضاد اور متنازع ہو سکتی ہے۔ درج بالا تفصیل سے اللہ نے چاہا تو شک اور گومگو کی کیفیات رفع ہو جائیں گی۔

یہ ممکن نہیں کہ ایک کامل فقیر دو مختلف اور متضاد نظریوں اور عقیدوں کا بیک وقت قائل ہو اور ان کا برملا اظہار بھی اپنی تحریروں میں کرے۔

حیات نور کی مختلف تحریروں میں قبلہ فقیر صاحبؒ کے بعض خاص اور انتہائی مخلص مریدوں کے نام آتے ہیں، جنہوں نے دامے، درمے، قدمے اور سخنے آپؒ کی اور آپؒ کے مشن کی بے مثال خدمات انجام دیں اور آپؒ کے فرمودات پر دل و جان سے عمل پیرا رہے۔ ان صاحبان نے زندگی بھر آپؒ کا ساتھ نبھایا اور آپؒ کے وصال کے بعد آپؒ کے مزارِ اقدس، آپؒ کی تصنیفات اور آپؒ کی روحانیت سے وابستہ رہے۔ یہ لوگ تا دمِ آخر آپؒ کی کاملیت کے قائل رہے' آپؒ کی بیعت پر مطمئن رہے۔ اور آپؒ کے مزارِ اقدس کو باطنی زندگی سے معمور تصور کرتے رہے۔ تجدید بیعت کے سبز باغ اور کاغذی خلافتوں کے دنیوی مفادات انہیں راہِ حق سے پھسلا نہ سکے۔ یہ بانصیب اور باوفا لوگ آخر تک آپؒ کی بیعت کی سعادت اور افتخار سے ہم کنار رہے۔ ان لوگوں نے دودھ کو دودھ اور پانی کو پانی کہا جس کی سزا انہیں ناروا، اخلاق سے گری ہوئی اور دل آزار تحریروں کے ذریعے ذہنی اذیتوں کی شکل میں دی گئی۔ ان مخلصین کو خود غرض مفاد پرست، فریب کار، کذاب، مردود، منافق اور نجانے کیا کچھ کہا گیا۔

Marfat.com

لیکن حسد و کینہ کی آگ، طعن و تشنیع کے تیر، جھوٹے الزامات اور گمراہ کن پروپیگنڈا ان حقائق پرستوں کے پائے استقلال کو متزلزل نہ کر سکے۔ ان طالبان صادق کو جو صاف و شفاف عقیدت اور محبت اپنے مرشد کامل سے تھی اسے خود غرضوں کی اچھالی ہوئی گندگی آلودہ اور مکدر نہ کر سکی دلوں کے بھید جاننے والی ذات اسی مرشد کامل کے صدقے ان جانثاروں اور وفاداروں کی قبروں کو منور فرما دے اور انہیں ابدی، سرمدی خوشیوں اور آسودگیوں سے ہم کنار کرے۔

اس کتاب میں کہیں کہیں حضرت سلطان العارفینؒ، حضرت سلطان صاحبؒ، حضرت بادشاہ صاحبؒ کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں ان سے مراد حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہ العزیز کی ذاتِ اقدس ہے۔ دربار شریف سے مراد آپؒ کا آستانہ عالیہ اور محل شریف سے مراد خاص آپؒ کا روضۂ اقدس ہے۔

جہاں حضرت فقیر صاحبؒ، قبلہ فقیر صاحبؒ، صاحب عرفان یا قبلہ کے الفاظ آتے ہیں وہاں مراد حضرت فقیر نور محمد صاحب سروری قادری کلاچویؒ ہیں۔

پانچواں اور آخری حصہ قبلہ فقیر صاحبؒ کی تحقیقات پر مبنی ہے جسے ''انکشافاتِ نور'' کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ یہ دراصل تخلیقِ کائنات کے ادق اور پیچیدہ مسئلے پر گراں قدر تحقیق ہے، جسے زندگی میں آپؒ نے ابتدائی مسودے کی صورت میں مدون فرما لیا تھا۔ اس مسودے کو آپؒ نکھار سنوار کر ''اسرار سروری'' کے نام سے شائع کرنا چاہتے تھے، لیکن زندگی نے آپؒ سے وفا نہ کی اور یہ کام بیچ میں رہ گیا۔ اسرار سروری کو آپؒ نے ''My Master Mystries'' کے انگریزی نام سے بھی تعبیر فرمایا۔ ان ناموں سے بھی اس کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اسی اہمیت کے پیش نظر راقم الحروف نے اسے کتاب حیات نور کا حصہ بنا دیا ہے۔ یہ مسودہ چونکہ ابتدائی شکل میں ہے لہٰذا بندہ کو اس کی سنوار نکھار میں اپنے الفاظ کا تھوڑا بہت سہارا لینا پڑا۔ اس سلسلے میں میں نے پوری کوشش کی ہے کہ آپؒ کی مدعا سے ادھر ادھر نہ ہونے پاؤں اور میرا خیال اور رائے آپؒ کے مقصود سے متجاوز نہ ہونے پائے۔ وما توفیقی الا باللہ

احقر

سیف الرحمان ابنِ صاحب عرفان۔

Marfat.com

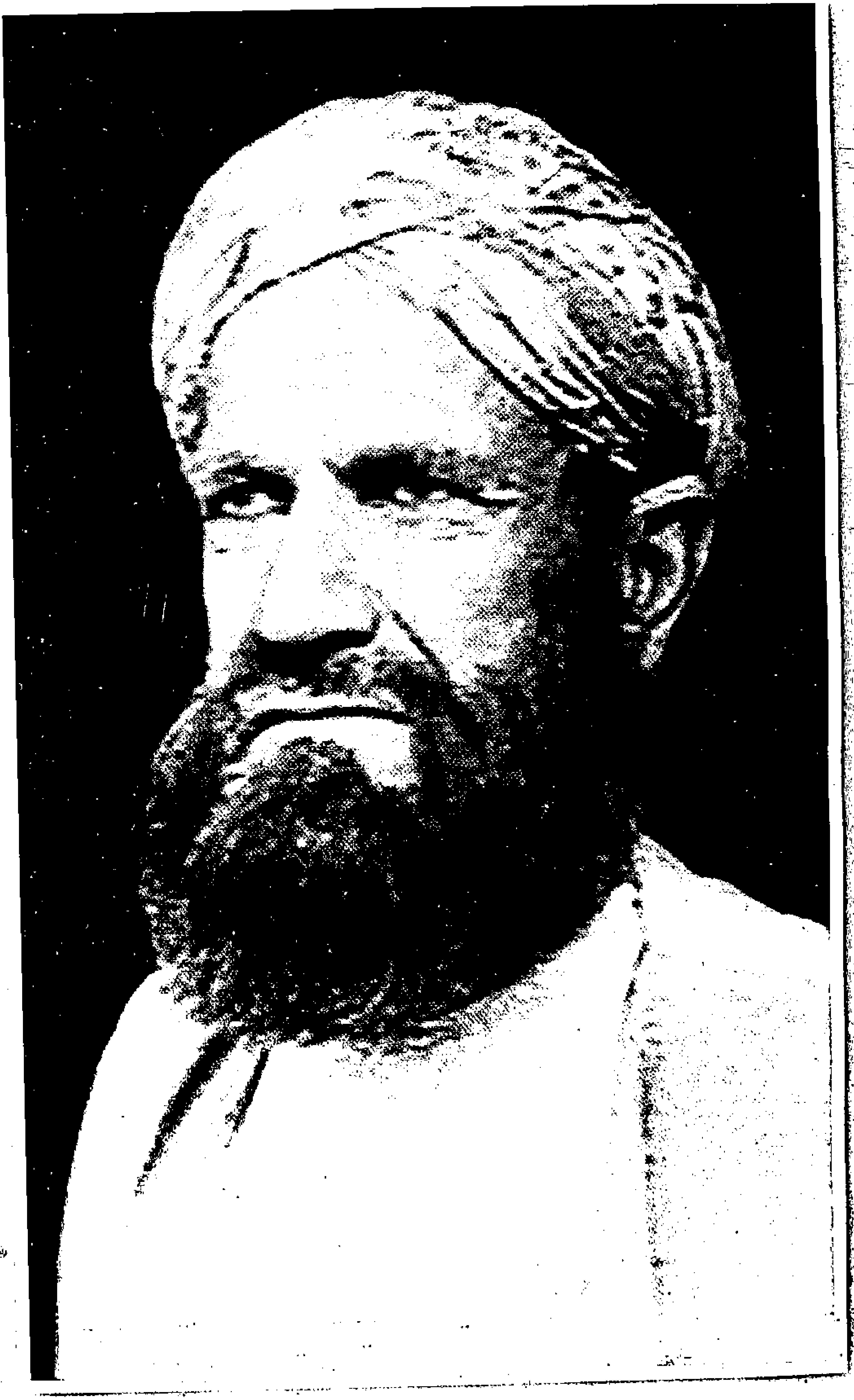

شبیہ مُبارک حضرت نوُر محمد سروری قادری کُلاچوی رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

حالات نور

Marfat.com

Marfat.com

حالات نور

آباواجداد:

صاحبِ عرفان حضرت فقیر نور محمد صاحب سروری قادری کلاچویؒ کے آباواجداد کا تعلق کوہ سلیمان میں بسنے والی افغان قوم اور وہاں ورود کرنے والے سید محمد گیسودرازؒ سے ہے۔

سید محمد گیسودرازؒ:

سید محمد گیسودرازؒ کا اسم گرامی محمد اور کنیت ابوالفتح تھی۔ آپؒ گیسور دراز اور غریب نواز کے القاب سے معروف تھے۔ آپؒ کے والد کا نام سید یوسف حسینی تھا۔

سادات گیسور دراز:

سید گیسودرازؒ جناب سید اسماعیل اعرجؒ کی نسل سے تھے جو حضرت امام جعفر صادقؒ کے فرزند تھے۔ سلطنتِ مہدویہ میں جب شیعہ مذہب کی شاخ اسماعیلیہ نے غلبہ حاصل کیا تو سید محمد گیسودرازؒ کے سنی العقیدہ آباواجداد کا وہاں رہنا مشکل ہو گیا لٰہذا انہوں نے عرب سے جانبِ عجم ہجرت کی۔ دوران سفر بغرضِ اخفا انہوں نے زلفیں بڑھا لیں تاکہ اسماعیلیوں کے ظلم وستم سے محفوظ رہ سکیں، جس کی وجہ سے وہ سادات گیسودراز یعنی لمبی زلفوں والے سید مشہور ہو گئے۔

کوہ سلیمان میں آمد

سید محمد گیسور درازؒ کی کوہِ سلیمان میں آمد کو دو طرح سے روایت کیا جاتا ہے۔ پہلی روایت کے مطابق جب سادات گیسودراز نے بسوئے عجم ہجرت کی تو سید محمد صاحبؒ ایران و توران سے ہوتے ہوئے کوہِ سلیمان میں وارد ہوئے اور شیرانی قوم کے ہاں مقیم ہوئے۔

دوسری روایت کے حوالے سے سید صاحبؒ کے مورث اعلیٰ ہرات سے دہلی (ہندوستان) آئے اور سید صاحبؒ یہیں ۱۳۲۱ء میں پیدا ہوئے۔ یہ محمد شاہ تغلق کا دورِ حکومت

Marfat.com

تھا۔ آپؒ جوان ہوئے تو دہلی کے ایک بزرگ خواجہ نصیر الدین صاحب المعروف چراغ دہلویؒ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو گئے۔ خواجہ صاحبؒ کے انتقال کے بعد آپؒ اوچ شریف ریاست بہاول پور کے معروف بزرگ سید جلال الدین صاحب عرف مخدوم جہانیاںؒ کے ہاں جا پہنچے جو چراغ دہلوی صاحبؒ کے بڑے عقیدت مند تھے۔ ان دنوں اسمٰعیلیہ مسلک کوہ سلیمان میں سر اٹھا رہا تھا۔ مخدوم صاحبؒ نے اسمٰعیلیہ عقیدہ کے سدِ باب اور مذہب اہلِ سنت والجماعت کی تبلیغ و ترویج کے لیے سید محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جانبِ کوہ سلیمان روانہ کیا۔ کوہ سلیمان پہنچ کر آپؒ شیرانی قوم کے سردار عمر خان کے ہاں اقامت پذیر ہوئے۔ شیرانی قوم آپؒ کی آمد پر بہت خوش ہوئی۔

سید محمد گیسو دراز کی ازدواجیت:

جن دنوں سید محمد گیسو درازؒ کوہ سلیمان میں مقیم تھے تو پہلی روایت کی رو سے ان دنوں مغل افواج نے ان علاقوں میں تباہی و بربادی پھیلا رکھی تھی۔ شیرانی، کاکڑ اور کرڑانی اقوام نے آپؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس سلسلے میں دعا کی درخواست کی۔ آپؒ نے ان کے لیے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان اقوام کو مغل سپاہ کی تباہ کاریوں سے محفوظ رکھا۔ آپؒ کی دعا اور قیام کی برکت سے متاثر ہو کر تینوں اقوام کے سرداروں نے اپنی اپنی بیٹی آپؒ کے نکاح میں پیش کی جنہیں آپؒ نے قبول کیا۔ آپؒ کا پہلا بچہ شیرانی زوجہ سے تولد ہوا، جس کا نام ستوری تجویز ہوا ستوری پشتو زبان میں ستارے کو کہتے ہیں۔ باقی دو بیویوں سے تین بیٹے ہوئے۔ آپؒ کی کرڑانی زوجہ سے جڑواں بچے پیدا ہوئے۔ چاروں بچے ابھی کم سن تھے کہ آپؒ پر جذب و حال کا غلبہ ہوا، نتیجتاً اہل و عیال کو ننھیالوں میں چھوڑ کر آپؒ ہندوستان کو روانہ ہو گئے اور پھر کبھی لوٹ کر اہل و عیال کے پاس نہ آئے۔ ہندوستان کو واپسی پر پہلے اجمیر شریف میں، پھر دہلی میں اور آخر میں دکن بمقام گلبرگہ مستقل قیام فرمایا۔

دوسری روایت کے مطابق جب آپؒ کوہ سلیمان میں وارد ہوئے تو شیرانی سردار عمر خان نے آپؒ کے آرام و عبادت کے لیے ایک علیحدہ حجرہ تعمیر کروایا اور اپنے خاص ملازم فتح

Marfat.com

خان کو آپؒ کی خدمت پر مامور کیا۔ کچھ عرصہ بعد سردار عمر خان نے اپنی لڑکی آپؒ کے عقد میں دینے کی خواہش ظاہر کی جسے آپؒ نے منظور کیا۔ شادی کے چند ماہ بعد آپؒ کو حضرت مخدوم جہانیاںؒ کے انتقال کی خبر موصول ہوئی، جس پر آپؒ بہت رنجیدہ ہوئے۔ اپنی زوجہ کو جو امید سے تھیں میکے میں چھوڑ کر خادم فتح خان اور چند مریدوں کو لے کر اوچ شریف کو روانہ ہو گئے اور پھر کبھی لوٹ کر سسرال نہ آ سکے۔ آپؒ نے اوچ شریف میں مخدوم صاحبؒ کے مزار پر حاضری دی، وہاں چند روز تک رہے، پھر دہلی کی طرف چل دیئے۔ سید محمد صاحبؒ کی کوہ سلیمان سے روانگی کے چند ماہ بعد آپؒ کا فرزند پیدا ہوا جس کا نام ستوری رکھا گیا۔

دکن ان دنوں بہمنی خاندان کے زیرِ نگیں تھا۔ اس وقت کے حکمران فیروز شاہ نے آپؒ کو دکن آنے کی دعوت دی جسے آپؒ نے قبول کیا لہٰذا آپؒ خادم فتح خان اور چند دیگر مریدوں کو ہمراہ لے کر دکن چلے گئے۔ فیروز شاہ نے گلبرگہ میں آپؒ اور آپؒ کے مریدوں کے قیام کا اہتمام کیا۔ خادم فتح خان کو آپؒ نے متبنیٰ (منہ بولا بیٹا) بنا لیا جس کی نسبت سے آپؒ کی کنیت ابوالفتح ہوئی۔ گلبرگہ میں آپؒ نے ۱۴۲۳ء میں انتقال فرمایا۔ یہیں آپؒ کا مدفن بنا۔ احمد شاہ بہمنی والئی بیدر نے آپؒ کے مزار پر شاندار گنبد تعمیر کروایا انتقال کے بعد آپؒ کا مزار زیارت گاہ خاص و عام ہوا۔

ستوری بن سید محمد گیسو درازؒ:

ستوری ننھیال میں پلے بڑھے، انہی میں جوان ہوئے اور انہی میں آپ کی شادی ہوئی۔ آپ کے ہاں پانچ لڑکے پیدا ہوئے۔ کنبوں میں پھیلاؤ اور زندگی کے تقاضوں میں اضافے کے باعث ستوری بہتر زمینوں اور چراگاہوں کی تلاش میں کوہ سلیمان سے قندھار کے قریب وادئ ارغستان میں جا اترے۔ پانی کے حصول کے لیے یہاں انہوں نے ایک کنواں کھودا جو ''چاہِ ستوری'' کہلایا۔ بعد میں یہ علاقہ وادی ارغستان اور چاہ ستوری دونوں ناموں سے معروف ہوا۔ ۱۴۷۱ء میں ستوری کا یہیں انتقال ہوا۔

تری عرف گنڈہ پور بن ستوری:

ستوری کے چوتھے بیٹے کا نام تری تھا۔ آپ ۱۴۲۲ء میں پیدا ہوئے۔ باپ کی زندگی

Marfat.com

میں بعض وجوہ کی بنا پر تری کو اپنے قبیلے سے علیحدگی اختیار کرنی پڑی۔ رخصت کرتے وقت باپ نے آپ کو پشتو زبان میں ان دعائیہ کلمات سے نوازا ''زہ تریہ! پہ گنڈہ پور شے'' یعنی جا تری! اللہ تعالیٰ تجھے کثرتِ اولاد سے ہم کنار فرمائے۔ تری کو ''گنڈہ پور'' کے الفاظ ایسے بھائے اور ان کی برکت آپ کو ایسی راس آئی کہ آپ نے ان الفاظ کو مستقلاً نام کا حصہ بنا لیا بعد میں یہی الفاظ آپ کے اصل نام کی بجائے آپ کی پہچان بن گئے اور آپ کی اولاد کی قومیت بن گئی۔ گنڈہ پور وادیٔ ارغستان سے ارضِ بیرمل میں وارد ہوئے اور علاقہ تروہ میں آباد ہو گئے۔ تری کا یہیں ۱۵۱۱ء میں انتقال ہوا۔ آپ کی دو بیویاں تھیں جن سے آپ کے چار بیٹے اور ایک بیٹی ہوئی۔ انہی سے گنڈہ پور قوم کی شاخیں معروف ہوئیں اور آپ کی نسل کو فروغ حاصل ہوا۔

بی بی خوبو بنت تری عرف گنڈہ پور:

تری کی بیٹی کا نام بی بی خوبو تھا، جس کا نکاح بابڑ قوم کے ایک فرد جہان خان سے ہوا۔ بابڑ قوم کو حوالہ نگار قوم شیرانی میں شمار کرتے ہیں۔ غالب گمان بھی یہی ہے کہ سید تری نے اپنی بیٹی کی شادی اپنی ننھیالی قوم شیرانی میں کی ہوگی۔ کہ آپ کے والد ستوری، آپ خود اور آپ کے بھائی بند اسی قوم میں پلے بڑھے اور شادیاں کیں۔ بی بی خوبو سے جہاں خان کے دو لڑکے پیدا ہوئے تو جہاں خان کا انتقال ہو گیا۔ بی بی خوبو بچوں کو لے کر باپ کے ہاں چلی آئی۔ یوں ان بچوں نے گنڈہ پوروں میں پرورش پائی اور ان کا حصہ بن گئے۔

قوم گنڈہ پور کی علاقہ دامان میں آمد:

تحصیل کلاچی اور اس کے مضافات چونکہ کوہ سلیمان کے دامن میں واقع ہیں، اس مناسبت سے یہ علاقہ دامان کہلاتا ہے۔ گنڈہ پور قوم نے ۱۵۸۴ء میں علاقہ تروہ سے علاقہ دامان کو بغرضِ تجارت آمدورفت شروع کی۔ ۱۶۳۰ء میں اس قوم کے کچھ کنبے مستقلاً علاقہ دامان میں رہ پڑے۔ ۱۶۳۳ء میں تمام گنڈہ پور علاقہ تروہ سے ہجرت کر کے اس علاقے میں مستقلاً آباد ہو گئے۔ جہاں خان بابڑ کی اولاد بھی چونکہ گنڈہ پوروں کا حصہ بن چکے تھے لہٰذا وہ

Marfat.com

بھی تروہ سے دامان کو منتقل ہو گئے۔ اور بابڑوں یا شیرانیوں کی بجائے ان کا شمار گنڈہ پوروں میں ہونے لگا۔ پٹھان اقوام میں رہنے کی وجہ سے گنڈہ پوروں کا شمار پٹھانوں میں ہوتا رہا، حالانکہ وہ سید ہیں پٹھان نہیں جبکہ جہاں خان کی اولاد بابڑ یا شیرانی پٹھان ہیں لیکن ان کا شمار گنڈہ پوروں میں ہوتا رہا۔

کمال خیل:

بی بی خوبو سے جہاں خان کے ہاں جو دو فرزند ہوئے ان کے نام بالترتیب ''ضحاک'' اور ''سکندر'' تھے۔ سکندر خان کے بیٹے کا نام ''کمال خان'' تھا۔ آپ کی نسل کمال خیل کے نام سے معروف ہوئی خیل پشتو میں خاندان کو کہتے ہیں۔ صاحبِ عرفان قبلہ فقیر نور محمد صاحبؒ اسی کمال کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ یوں قدرت نے انہیں باطنی کرامت کے ساتھ ساتھ جدین کی ظاہری شرافت سے بھی بہرہ مند کر رکھا تھا۔ یعنی جد کی جانب سے آپؒ پٹھان اور جدہ کی جانب سے سید تھے۔

حضرت فقیر نور محمد صاحب سروری قادریؒ کا شجرہ نسب

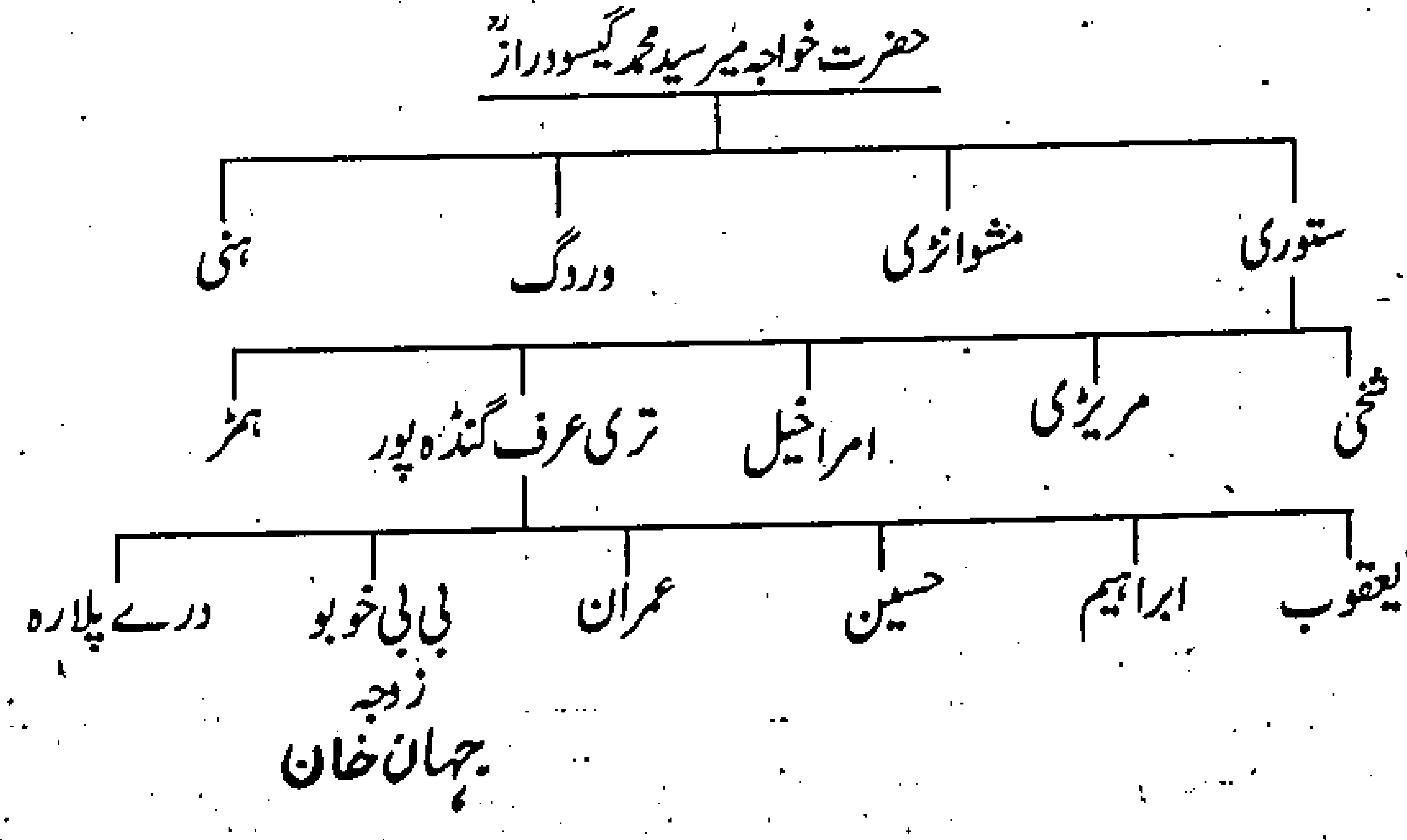

Marfat.com

- ضحاک
- سکندر
  - کمال خان
    - علی محمد خان
      - خان بہادر خان
        - کریم خان
          - حاجی گل محمد صاحبؒ
            - عطا محمد خان
            - حضرت فقیر نور محمد صاحب سروری قادریؒ
              - غلام سرور خان
                - فاروق خان
                - آصف خان
                - عارف خان (مرحوم)
                - خالد خان
                - ارشد خان (مرحوم)
              - عبدالحمید خان
                - جاوید احمد
                - جنید احمد
                - ہارون احمد
              - عبدالمجید خان
                - پرویز خان
                - جہانزیب خان
                - سعید خان
              - علی مراد خان
                - غلام جیلانی
              - عبدالرشید خان
                - امین الرشید
                - مامون الرشید
              - سیف الرحمٰن
                - واجد عرفان
                - فہد عرفان
              - عبدالرؤف خان
                - صہیب عرفان
                - نور احمد
            - صالح محمد خان
            - سیف اللہ خان
            - غلام مصطفیٰ خان
        - سمندر خان
        - لعل خان

Marfat.com

صاحبِ عرفانؒ کے والدین:

قبلہ فقیر صاحبؒ کے والد ماجد کا نام الحاج گل محمد صاحبؒ تھا، جو بڑے عابد اور ہمت والے انسان تھے۔ نمازِ تہجد، صلوٰۃ التسبیح اور دلائل الخیرات وغیرہ کا پڑھنا آپ کا روزانہ کا معمول تھا۔ آپ تین چار بار سعادتِ حج سے شرف یاب ہوئے۔ مکہ معظمہ میں قیام کے دوران ہر روز ایک قرآنِ کریم اور دلائل الخیرات کھڑے کھڑے ختم کر ڈالتے لیکن تھکاوٹ محسوس نہ کرتے آپ نے اورادو وظائف اور تسبیحات و عبادات کا اہتمام تادمِ مرگ رکھا۔ عام دنوں میں آپ ساتویں روز قرآن مجید ختم کر لیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ سفر کے دوران اونٹ کے کجاوے میں بھی تلاوت کا التزام رکھتے۔ صحت و صفائی کا بہت خیال رکھتے، سرمہ اور تیل باقاعدگی کے ساتھ استعمال کرتے، ان کی نظر اور جسمانی صحت آخر وقت تک بہت اچھی رہی۔

حاجی گل محمد صاحبؒ سلطان العارفین حضرت سلطان باہو قدس سرہ، العزیز کے عقیدت مند تھے۔ آپ قدس سرہ کی فارسی قلمی کتب بھی حاجی صاحبؒ کے پاس موجود تھیں۔ حاجی صاحبؒ حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کی اولاد میں سے حضرت صالح محمد صاحبؒ کے مرید تھے۔ قبلہ فقیر صاحبؒ کی حضرت بادشاہ صاحب قدس سرہ کے دربارِ اقدس پر آمدورفت کی ابتداء حاجی صاحبؒ ہی کے ذریعے ہوئی۔

حاجی صاحبؒ نے چار شادیاں کیں جن میں سے تین سے اولاد ہوئی آپؒ کافی اراضی کے مالک تھے جس سے آپؒ کی ضروریاتِ زندگی پوری ہوتی تھیں۔ حاجی صاحبؒ کا مزار ان کے آبائی قبرستان میں شمال مغربی کونے میں واقع ہے۔ یہ قبرستان ملانیک کے نام سے معروف ہے۔

صاحبِ عرفان یعنی قبلہ فقیر صاحبؒ کی والدۂ ماجدہ کا نام فاطمہ بی بی تھا جو نہایت نیک اور سادہ مزاج خاتون تھیں۔ آپ کو قبلہ فقیر صاحبؒ سے بہت محبت تھی۔ یہ صابرہ شاکرہ خاتون بھی قبرستانِ ملانیک میں آسودۂ خاک ہیں۔

Marfat.com

قبلہ فقیر صاحبؒ کی ولادت اور اسم گرامی:

صاحب عرفان کی ولادت ۱۳۰۳ ہجری بمطابق ۱۸۸۳ء بمقام تحصیل کلاچی ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان میں ہوئی جو صوبہ سرحد کا ایک پسماندہ اور دور افتادہ علاقہ ہے۔

آپؒ کا اسم گرامی "نور محمد" تھا۔ چونکہ آپ کی پوری زندگی فقر و تصوف کے حصول و تکمیل میں گزری لہٰذا نام کے شروع میں لفظ "فقیر" تحریر فرمایا کرتے تھے۔ طریقت میں آپؒ سلسلۂ سروریہ قادریہ سے وابستہ تھے، بنابریں نام کے بعد "سروری قادری" کے الفاظ درج فرمایا کرتے تھے۔ یوں آپ "فقیر نور محمد سروری قادری" کے نام سے معروف ہوئے۔

صاحب عرفانؒ کے بھائی اور بہنیں:

قبلہ فقیر صاحبؒ کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ بھائیوں کے نام بالترتیب شجرہ نسب میں درج ہیں۔ عطا محمد صاحب جو آپؒ سے بڑے تھے حاجی گل محمد صاحبؒ کی پہلی اہلیہ محترمہ سے تھے، باقی بہن بھائی آپؒ سے عمر میں چھوٹے تھے۔ قبلہ فقیر صاحبؒ، حافظ صالح محمد صاحب، عائشہ بی بی اور رابعہ بی بی آپس میں سگے بہن بھائی تھے۔ یہ چاروں بہن بھائی حاجی صاحب کی دوسری زوجہ محترمہ سے تھے۔ رابعہ بی بی کے حوالے سے ایک واقعہ عرفان جلد دوم کے صفحہ نمبر ۳۹ پر مرقوم ہے۔ سیف اللہ صاحب اور غلام مصطفیٰ صاحب حاجی صاحب کی تیسری اہلیہ محترمہ سے تھے۔ جبکہ حاجی صاحب کی چوتھی زوجہ محترمہ سے کوئی اولاد نہ تھی۔ عطا محمد صاحب حافظ صالح محمد صاحب اور رابعہ بی بی کا قبلہ فقیر صاحبؒ کی زندگی میں انتقال ہوا، جبکہ عائشہ بی بی، سیف اللہ صاحب اور غلام مصطفیٰ صاحب نے صاحب عرفان کے بعد وفات پائی۔

عطا محمد صاحب، حافظ صالح محمد صاحب، رابعہ بی بی اور غلام مصطفیٰ صاحب اپنے آبائی قبرستان یعنی قبرستانِ ملا نیک میں دفن ہوئے۔ عائشہ بی بی قبلہ فقیر صاحبؒ کے روضۂ اقدس کے باہر جنوب مغربی کونے میں آسودۂ خاک ہیں، جبکہ سیف اللہ صاحب دروازہ حضرت مدنیؒ خان صاحبؒ سے باہر شاہ صاحب کے احاطے میں سپردِ خاک ہیں۔

حضرت مدے خان صاحبؒ:

حضرت مدے خان صاحبؒ سے قبلہ فقیر صاحبؒ کا گہرا روحانی اور باطنی تعلق تھا۔ حضرت مدے خان صاحبؒ کا اصلی نام شاہ مراد تھا۔ آپؒ زیادہ تر خاموش رہتے لہٰذا مدے خان (جس کے معنی چپ شاہ کے ہیں) کے نام سے معروف ہوئے۔ آپؒ علاقہ رام پور (بھارت) کے رہنے والے تھے۔ ۱۸۷۸ء میں انگریزی فوج کے ساتھ گھڑ سوار دستے میں بحیثیت رسالدار کے شہر کلاچی میں وارد ہوئے۔

ایک بار جمعہ کے روز مسجد کمال خیل کے قریب سے گزر رہے تھے کہ وعظ کے یہ الفاظ کہ ''اسلامی حکومت کے خلاف غیر اسلامی حکومت کے ساتھ تعاون کرنا گناہ کبیرہ ہے'' کان میں پڑے تو ایسا متاثر ہوئے کہ فوج کی ملازمت ترک کر دی اور مالک حقیقی کی غلامی کو اپنا لیا، پھر اس راہ میں ایسی استقامت کا مظاہرہ کیا کہ درگاہ خداوندی میں قبولیت سے ہم کنار ہوئے۔ حضرت پیرانِ پیر دستگیر قدس سرہ العزیز کی روحانیت نے رہنمائی فرمائی اور منزل تک پہنچایا۔ آپؒ نے زندگی کے آخری بیس سال کلاچی میں گزارے۔ اور ۱۸۹۸ء میں انتقال فرمایا۔ ترکِ دنیا کے بعد آپؒ نے جس ٹیلے پر قیام کیا تھا اسی پر مزار بنا۔ بعد میں اس پر ایک مالدار ہندو نے خوبصورت روضہ تعمیر کروایا جو زیارت گاہِ خاص و عام ہوا۔

آپؒ سیاہ فام اور لمبے قد کے مالک تھے۔ بہت خوددار اور گمنامی پسند فقیر تھے۔ صاحبِ عرفانؒ کے والد محترم یعنی حاجی گل محمد صاحبؒ کو حضرت مدے خان صاحبؒ سے بہت عقیدت و محبت تھی اور آپؒ کے ہاں بہت آتے جاتے تھے۔ قبلہ فقیر صاحبؒ کی ولادت پر حضرت مدے خان صاحبؒ نے قبلہ فقیر صاحبؒ اور حاجی صاحب کے بارے میں ایک نیک خواب کے حوالے سے پیش گوئی اور بشارت بھی فرمائی تھی۔ ایک بار لڑکپن میں صاحبِ عرفانؒ کے گھٹنے میں کھیل کے دوران چوٹ آئی تو حضرت مدے خان صاحبؒ نے حاجی صاحبؒ سے خواب میں مل کر گھٹنے کا حال دریافت کیا۔ ان دونوں واقعات کی تفصیل عرفان جلد اول میں صفحہ نمبر ۱۹ پر درج ہے۔

ان واقعات سے حضرت مدے خان صاحبؒ کا حضرت فقیر صاحبؒ کے ساتھ مشفقانہ

Marfat.com

تعلق کا پتہ چلتا ہے۔ یہ دونوں بزرگوں کے مابین باطنی رابطے اور رشتے کی ابتداء تھی جو تا دمِ آخر قائم رہا۔

قبلہ فقیر صاحبؒ آپؒ کی بہت تعریف فرمایا کرتے تھے۔ فرماتے کہ آپؒ بہت متوکل اور بے لوث آدمی تھے۔ ایک بار کسی نے حضرت مدے خان صاحبؒ کو لنگر جاری کرنے کا مشورہ دیا اور کہا کہ یوں لوگ زیادہ آئیں گے اور رونق بڑھے گی، آپؒ نے جواباً فرمایا کہ میں کوئی ماچھی یعنی روٹیاں پکانے والا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور بندگی کا حقیقی مقصد چھوڑ کر روٹیاں پکانے بیٹھ جاؤں۔ ایک بار آپؒ کے ایک عقیدت مند نے آپؒ سے اجازت چاہی کہ وہ فقیروں والا ظاہری دھسہ یعنی کمبل اوڑھ لیا کرے تو آپؒ نے اس سے فرمایا کہ دھسہ پہن کر دیوث نہ بن اور اس ریا کاری سے بچ، البتہ خالص عبادت اور خوشنودی مولا کے حصول کے لیے اگر ہندوؤں والی گڑوی ہاتھ میں لینی پڑی اور جنجو وغیرہ پہن کر رجوعاتِ خلق سے بچنا پڑے تو لے اور پہن۔

سکول اور کالج کی تعلیم:

صاحبِ عرفانؒ نے ابتدائی اور ثانوی تعلیم اپنے شہر کلاچی میں حاصل کی۔ مڈل کے امتحان میں صوبہ بھر میں سرفہرست رہے۔ دنیوی تعلیم میں خدا داد ذہانت کی وجہ سے ناکافی توجہ اور تھوڑی محنت کے باوجود ہر امتحان میں ممتاز حیثیت کے حامل رہے، جس کے نتیجے میں پانچویں سے لے کر بارہویں تک وظیفہ لیتے رہے۔ دسویں میں کامیابی کے بعد مزید تعلیم کے حصول کے لیے اسلامیہ کالج لاہور میں داخل ہوئے۔ ان دنوں کالج مذکور زیرِ تعمیر تھا۔ قبلہ فقیر صاحبؒ نے عربی فارسی کی تعلیم ابتدائی دور میں حسبِ رواج گھر پر اپنے والد صاحبؒ سے حاصل کی۔

کشمکشِ ظاہر و باطن:

پرائمری سے کالج تک اور عہد علمی سے زمانہ درویشی تک کے سفر میں قبلہ فقیر صاحبؒ کو جن ذہنی اور جسمانی کشاکشوں اور آزمائشوں سے گزرنا پڑا ان کی تفصیل عرفان جلد اول میں

Marfat.com

موجود ہے، پھر بھی ان حالات کا یہاں مختصراً اعادہ کیا جاتا ہے۔

شہر کلاچی جہاں سے قبلہ فقیر صاحبؒ نے اپنی مادی اور روحانی زندگی کا آغاز فرمایا، امتدادِ زمانہ کے باوجود اپنی صورت کو یکسر نہیں بدل سکا۔اس کی وجہ اس کی دور افتادگی اور پسماندگی ہے۔ لہٰذا اب بھی کہیں نہ کہیں آپؒ کے بچپن کے دور کے آثار دیکھنے کو مل جاتے ہیں۔

آپؒ عام بچوں سے مختلف اور ممیّز تھے۔ چھ سات برس کی عمر میں بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے جب آپؒ کی نظر آسمان کی طرف اٹھ جایا کرتی تو بعض اوقات آپؒ کی حالت متغیر ہو جایا کرتی اور آپؒ پر ایک گونہ غیبت و بے خودی کی کیفیت طاری ہو جایا کرتی۔ آپؒ کی اس حالت میں اضافہ ہوا تو آپؒ کے بڑے بوڑھے پریشان ہو گئے لہٰذا انہوں نے آپؒ کو آسمان کی جانب دیکھنے سے روکنا شروع کر دیا۔ لیکن آپؒ کو ان کے حکم کی تعمیل پر قدرت حاصل نہ تھی اور آپؒ خود کو اس لذتِ روحانی کے حصار سے آزاد نہ کرا سکے۔ جب یہ حالت آپؒ پر طاری ہوتی تو ظاہری فہم ونظر سے مستور ایک غیر مادی برقِ نور آپؒ کے دل و دماغ کو منور کر دیتا، اور آپؒ کا طفل معنوی دنیا و مافیہا سے بے نیاز جمالِ ازلی مثلِ مادر اصلی کی طلب و نظارہ میں کھو جاتا۔

بچپن سے لڑکپن میں داخل ہوئے تو بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ کیف وسرور کی یہ کیفیت زیادہ تر نماز میں پیش آتی، لہٰذا اس حالت کو برقرار اور مسلسل رکھنے کی غرض سے آپؒ بار بار نوافل ادا کرتے۔ کچھ عرصہ بعد رقت وگریہ کا سلسلہ بھی اس کے ساتھ شامل ہو گیا، نتیجتاً کیف وسرور کے ساتھ ساتھ آنکھوں سے بے اختیار اشک بھی رواں ہو جاتے۔ بعض اوقات دیر تک سکول کے کام میں آپؒ مصروف ہوتے تو اس دوران کیف وگریہ کی یہ حالت خود بخود طاری ہو جاتی پھر آپؒ سے سکول کا کام نہ ہو پاتا۔ اس کیفیت میں مزید شدت پیدا ہوئی تو دن کے وقت کمرۂ جماعت میں ہم جماعتوں اور اساتذہ کی موجودگی میں بھی یہ معاملہ چل پڑتا اور آپ کو اپنا آنسوؤں سے تر چہرہ کتاب کے پیچھے چھپانا پڑتا۔

میٹرک کے امتحان کے بعد بھی لذت و رقت کا سلسلہ اسی شدت کے ساتھ برقرار رہا۔

آپؒ مزید تعلیم کے خواہش مند تھے لیکن مذکورہ کیفیت کی پیش نظر لگتا تھا کہ مزید تعلیم کی آرزو شرمندہ تکمیل نہ ہو سکے گی۔ اس کشمکش میں آپؒ کو راہ سجھائی نہ دی تو ایک دن روضۂ فقیر محمد اسلم صاحبؒ (جو ڈیرہ اسمٰعیل خان شہر میں واقع ہے) میں دو رکعت نفل بغرضِ استخارہ پڑھ کر چار پائی پر لیٹ گئے۔ کچھ دیر بعد آپؒ نے خود کو عالمِ رویاء میں حضرت سلطان صاحبؒ کے درِ اقدس پر پایا، پھر اپنے والد صاحبؒ یعنی حاجی گل محمد صاحبؒ کو حضرت بادشاہ صاحب قدس سرہ العزیز کے روضۂ اطہر سے باہر آتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے سنا ''بیٹا نور محمد! حضرت سلطان العارفینؒ کا ارشاد ہے کہ کالج نہ جاؤ کیونکہ انگریزی تعلیم تمہیں راس نہیں آئے گی''۔ آپؒ خواب سے جاگے تو آپؒ کی پریشانی اور تذبذب میں مزید اضافہ ہو گیا۔ آپؒ کی تعلیمی قابلیت کی وجہ سے خویش واقارب نے آپؒ کے ساتھ دنیوی ترقی اور خوشحالی کی بڑی امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں۔ آپؒ کے خاندان میں کسی اور کی تعلیم پرائمری سے زیادہ نہ تھی۔ ان امیدوں اور حصولِ تعلیم کے شوق نے باوجود استخارے اور واضح باطنی اشارے کے آپؒ کو اسلامیہ کالج لاہور میں داخلے پر مجبور کر دیا۔ آپؒ زمانۂ لڑکپن سے عہدِ شباب میں داخل ہوئے تو آپؒ کی باطنی دنیا میں بھی تبدیلی واقع ہو گئی یعنی لڑکپن کی لذتِ خود رفتگی اور سلسلۂ اشک و آہ میں جوانی کا جوش و جذبہ بھی شامل ہو گیا اور سابقہ حال میں مزید زور شور پیدا ہو گیا۔ یہاں بھی لڑکوں سے بھرا ہوا کمرۂ جماعت ہوتا یا ہاسٹل کا تنہا کمرہ آپ کے آنسو جاری ہو جاتے تو باوجود کوشش کے آپؒ ان پر قابو نہ پا سکتے۔ خصوصاً رات کو جب ہاسٹل کے کمرے میں خلوت و فراغت حاصل ہوتی تو یہ معاملہ پوری قوت و شدت سے کارفرما ہو جاتا، پھر پوری رات اسی مبارک شغل میں گزر جاتی۔ صبح تک سرہانا اشکوں سے اس قدر بھیگ جاتا کہ سورج کی تمازت بھی اسے صبح سے شام تک بمشکل سکھا پاتی۔ کثرتِ گریہ نے آنکھوں کی عجیب حالت کر رکھی تھی۔ آپؒ کا ایک ہم جماعت اور بے تکلف دوست احمد خان آپ کی آنکھوں کی اس حالت کے بارے میں استفسار کرتا تو آپؒ آنکھوں کی بیماری اور دکھنے کا بہانہ بنا کر اسے ٹالنے کی کوشش کرتے، لیکن وہ اس جواب سے مطمئن نہ ہوتا اور جب آپؒ اپنے کمرے میں تنہا ہوتے تو وہ حقیقتِ حال معلوم کرنے کی غرض سے دروازے اور کھڑکیوں کے شیشوں اور

Marfat.com

دروزوں سے جھانکتا رہتا۔ کچھ دنوں بعد جب آپؒ کو اس کا علم ہوا تو آپؒ نے شیشوں پر حنائی رنگ کے دبیز کاغذ چسپاں کر دیئے۔ ۱۹۳۵ء میں جب آپؒ اپنے فرزند عبدالحمید خان کو فنِ کتابت سکھانے کے لیے لاہور لے گئے تو ایک روز اسلامیہ کالج لاہور کے قریب سے گزرتے وقت مذکور واقعات کو دہرایا۔ عبدالحمید خان نے آپؒ سے اپنے ہاسٹل کا کمرہ دکھانے کی درخواست کی تو آپؒ اسے لے کر ہاسٹل چلے گئے۔ حسن اتفاق دیکھئے کہ آپؒ کے ہاتھ کے لگے ہوئے کاغذ شیشوں پر بدستور موجود تھے جنہیں دیکھ کر آپؒ اور عبدالحمید خان دونوں پر رقت طاری ہو گئی۔ گویا رقت وگریہ کے بابرکت اثرات اب بھی اس کمرے اور ان کاغذوں سے وابستہ تھے۔

اشک و آہ کا سلسلہ تو بدستور جاری رہا تاہم بچپن والا غیبت و بے خودی کا معاملہ رفتہ رفتہ اختیاری سا ہو گیا یعنی اب آپؒ آنکھیں بند کر کے اپنی توجہ کو جب دونوں ابروؤں کے درمیان مرکوز فرماتے تو آپؒ پر غیبت ومحویت طاری ہو جاتی جس میں آپؒ نادیدہ باطنی مشاہدات اور روحانی واردات سے ہم کنار ہوتے۔ یہ حالت بقول آپؒ کے مراقبے کی ابتدائی صورت تھی۔ بعدہ اللہ تعالیٰ نے اس صورت اور حالت پر آپؒ کو قدرت عطا فرما دی۔

ان روحانی جذبات واثرات اور مادی تقاضوں اور خواہشات کی کھینچا تانی نے آپؒ کو شدید جسمانی وروحانی اضمحلال سے دوچار کر دیا۔ نتیجتاً آپؒ کالج میں شدید بیمار پڑ گئے، پھر اس قدر کمزور ہو گئے کہ چارپائی سے لگ کر رہ گئے۔ حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کا فرمان کہ ''انگریزی تعلیم تمہیں راس نہیں آئے گی'' یاد آنے لگا تو آپؒ نے اپنے آپ سے عہد کر لیا کہ اگر اس بیماری سے قدرت نے نجات بخش دی تو سلسلۂ تعلیم کو منقطع کر دوں گا۔ اس عہد کی اگلی صبح کو آپؒ نیند سے بیدار ہوئے تو خود کو ایسا تندرست وتوانا پایا کہ گویا آپؒ بیمار ہی نہ ہوئے تھے، لہٰذا حسبِ عہد کالج چھوڑ کر آپؒ لاہور سے اپنے وطن کلاچی پہنچ گئے۔ چند روز کے قیام کے بعد آپؒ کی طبیعت معمول کے مطابق ہوئی تو تعلیم کا شوق اور بہتر مستقبل کے حصول کا جذبہ پھر سے عود کر آیا لہٰذا آپؒ نئی امیدوں کے ساتھ ایک بار پھر اسلامیہ کالج لاہور پہنچ گئے۔ یہاں پہنچتے ہی گریہ وبے قراری کی سابقہ حالت پوری شدت کے ساتھ دوبارہ

جاری ہوگئی۔ اب کے بار آپؒ ان حالات کا مقابلہ نہ کر سکے، لہٰذا کالج کو چھوڑ کر شور کوٹ کے راستے سیدھے حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کے پرانے دربار مقدس پر جا پہنچے۔ کالج کے شوخ اور رنگین ماحول سے نکل کر آپؒ یک لخت درویشوں کے سیدھے سادھے اور خاموش جہاں میں داخل ہوئے تو شروع شروع میں آپؒ پر احساسِ اجنبیت غالب رہا لیکن اس حقیقی دنیا سے آپؒ کی فطرت سلیمہ بہت جلد مانوس ہوگئی اور آپؒ تن کی دنیا سے بے نیاز ہو کر من کی دنیا میں کھو گئے۔

جب آپؒ کالج چھوڑ کر دربار شریف پر مستقلاً قیام پذیر ہو گئے تو ابتدائی ایام میں ہی آپؒ کو حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہ العزیز کی باطن میں زیارت نصیب ہوگئی۔ آپؒ نے دیکھا کہ ایک دکان سی ہے اور حضرت بادشاہ صاحب قدس سرہ جلدی جلدی گویا اس کا سامان سمیٹ رہے ہیں جیسے دکاندار غروب آفتاب کے وقت سودا سلف سمیٹتے ہیں۔ فقیر صاحبؒ نے عرض گزاری: حضور یہ کیا معاملہ ہے؟ حضرت بادشاہ صاحبؒ آپؒ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور جواباً فرمایا! نور محمد: اچھا ہوا تم وقت پر پہنچ گئے ہو ورنہ ہم تو دکانِ فقر بند کرنے والے تھے۔ قبلہ فقیر صاحبؒ نے فرمایا! کہ اس روز سے فیضیابی کا جو سلسلہ شروع ہوا تو بحمد اللہ آج تک اسی قوت و شفقت سے جاری ہے۔

میں بے اختیار ہوں:

قبلہ فقیر صاحبؒ کی پہلی شادی کالج کے ابتدائی زمانے میں ہو چکی تھی جس سے ایک بچی بھی تولد ہوئی۔ آپؒ جب ترکِ تعلیم کے بعد دربار حضرت سلطان العارفینؒ پر مستقلاً قیام فرما ہوئے تو شوقِ الٰہیہ کی فراوانی اور ابتدائی طلب کی تنگ دامانی کے سبب سات روز تک بے ہوش رہے۔ درویش چمچوں کے ذریعے پانی اور دودھ وغیرہ پلاتے رہے آپؒ کے والد صاحب کو ان حالات کا علم ہوا تو وہ فوراً کلاچی سے دربار شریف پہنچے اور جوں توں کر کے آپؒ کو اپنے ہمراہ کلاچی لے آئے۔ وہ آپؒ کو بار بار سمجھاتے اور اس حال کو ترک کرنے کی تلقین فرماتے، لیکن آپؒ جواباً فرماتے کہ میں اس معاملے میں قطعاً بے اختیار ہوں اور کسی غیبی قوت کے ہاتھوں لاچار ہوں لہٰذا اپنی مرضی سے اس حال کو ترک کرنے کی قدرت نہیں

Marfat.com

رکھتا۔ خویش واقارب کو جب آپ کے کالج چھوڑنے، فقیری اپنانے اور یکسر بدل جانے کا علم ہوا تو وہ حیرت زدہ ہو گئے۔ ایسے ذہین اور لائق نوجوان کی ایسی حالت پر بعضوں کو ترس آیا اور بعضوں نے دیوانگی کا الزام لگایا لیکن آپؒ ان باتوں سے بے نیاز اپنی دنیا میں مگن رہے۔

اس بار کلاچی میں قیام کے دوران تلاوتِ کلام مجید کا ایسا جذبہ اور شوق غالب ہوا کہ اسی کام میں صبح سے شام کر دیتے۔ اس حال میں آپؒ کو کھانے کا ہوش ہوتا نہ گرمیوں کی تیز دھوپ کا احساس۔ آپؒ کی والدہ محترمہ چارپائی کھڑی کر کے اس پر چادر وغیرہ تان کر سایہ کا اہتمام کرتیں۔ آپؒ کے بڑے بھائی عطا محمد صاحب آپؒ کی یہ حالت دیکھتے تو کہتے کہ ''کیا دیوانوں کا سا حال بنا رکھا ہے کہ نہ جان کی خبر ہے نہ جہان کی، ہوش میں آؤ اور سنبھلنے کی کوشش کرو۔'' آپؒ جواباً فرماتے کہ ''مجھے میری یہ دیوانگی دنیا والوں کی ہزار فرزانگیوں سے زیادہ عزیز ہے''۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد آپؒ واپس دربار شریف کو لوٹ گئے آپؒ کے پیچھے جلد ہی آپؒ کی بیوی اور بچی کو بھی دربار شریف آپؒ کے پاس پہنچا دیا گیا لیکن آپؒ نے انہیں چند دن بعد واپس کلاچی بھیج دیا۔ اس کے دو سال بعد آپؒ کی اہلیہ محترمہ چند روز بیمار رہ کر انتقال کر گئیں۔ اس سلسلے میں آپؒ کچھ روز کے لیے کلاچی تشریف لائے اور پھر دربار شریف کو لوٹ گئے۔

قبلہ فقیر صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ کالج کی زندگی ترک کر کے اور دنیوی اغلال و سلاسل سے فراغت پا کر جب میں نے دربار شریف پر رہائش اختیار کر لی تو حضرت بادشاہ صاحب قدس سرہ العزیز نے پہلی شب مجھ پر مہربانی فرما دی۔ غلبہ اور جذبۂ فقر و تصوف کے باعث خواہشات معدوم ہوئیں تو اس پہلی زوجہ کی فکر لاحق ہو گئی کہ اس بے چاری کا کیا بنے گا؟ آخر یہ طے کر لیا کہ اسے طلاق دے کر آزاد کر دوں تاکہ وہ کسی اور جگہ شادی کر سکے۔ اس خیال کے تحت اپنے وطن کلاچی پہنچ گیا۔ رات مسجد میں قیام کیا۔ اسی رات حضرت سلطان العارفینؒ سے خواب میں ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے فرمایا! بیٹا نور محمد: ''تم اپنی بیوی کے لیے کیا فکر مند ہو گے ہم خود اس کے لیے فکر مند ہیں۔'' اس کے بعد دیکھا کہ چند آدمی میری بیوی کو چارپائی پر اٹھائے ہوئے قبرستان کی جانب جا رہے ہیں۔ میں نے دل میں کہا کہ ابھی

تک تو میں نے اسے طلاق بھی نہیں دی یہ لوگ اسے کہاں لے جا رہے ہیں۔ صبح بیدار ہوا تو میں نے طلاق دینے کا ارادہ ترک کر دیا اور دربار شریف کو واپس چلا گیا۔ کچھ عرصہ بعد والد صاحبؒ نے مجھے دربار شریف کے پتے پر خط بھیج کر اطلاع دی کہ ''تمہاری بیوی کا انتقال ہو گیا''۔ قدرت نے اس معاملے کو یوں حل فرمایا۔

صبر کی ہانڈی، شکر کا چمچہ:

طلب کے ابتدائی دور میں صاحبِ عرفان اکثر کلاچی سے دربار شریف کو پا پیادہ سفر کیا کرتے، شب و روز صحراؤں اور بیابانوں میں بسر فرماتے اور عموماً فاقوں سے دوچار رہتے۔ دیگر خویش و اقارب کی طرح آپؒ کی والدہؒ صاحبہ کے نزدیک بھی آپؒ کی اس وقت کی حالت معمول کے مطابق نہ تھی، لہٰذا وہ اس حال کی تبدیلی اور اصلاح کی شدید خواہش مند رہتیں۔ انہیں چونکہ آپؒ سے بے حد محبت تھی لہٰذا باوجود اس کے کہ آپؒ کے چھوٹے بھائی حافظ صالح محمد صاحب ان کے پاس ہر وقت موجود رہتے وہ آپؒ کے لیے پریشان اور بے قرار رہتیں۔ اصلاح و تبدیلی کی آرزو کے حوالے سے اور اس خیال کے تحت کہ اس سے حالت سدھر جائے گی انہوں نے آپؒ کو دوسری شادی کے لیے کہا۔ پہلے تو آپؒ نے صاف انکار کر دیا لیکن ان کے اصرار و تکرار پر آپؒ نے بادلِ ناخواستہ دوسری شادی کر لی، تاہم یہ اقدام آپؒ کے شوقِ یادِ الٰہی اور ذوقِ حبِ رسول ﷺ میں امتناع و فقدان کا باعث نہ ہو سکا۔ لہٰذا آپؒ کی گھر سے غیر حاضریاں، صحرانوردیاں اور بادیہ پیمائیاں بدستور زوروں پر رہیں۔ آپؒ کے والد صاحبؒ نے آپؒ کو عیالداری کے حوالے سے ملازمت پر مجبور کیا تو آپؒ نے چند ماہ کے لیے گورنمنٹ ہائی سکول کلاچی میں بطور مدرس کے کام کیا، لیکن آپؒ نے اسے انگریزوں کی نوکری اور ملازمت سے تعبیر کر کے جلد ترک کر دیا اور اہل و عیال کو ساتھ لے کر دربار شریف چلے گئے۔ وہاں زیادہ وقت توکل پر کٹتا۔ بعض اوقات والد صاحبؒ کلاچی کی اراضی سے حاصل ہونے والی آمدنی سے کچھ رقم بھیج دیا کرتے جو گزر اوقات کے لیے ناکافی رہتی۔ آپؒ کی زوجۂ محترمہ کبھی اس تنگی کی شکایت کرتیں تو آپؒ جواباً فرماتے کہ ''صبر کی ہانڈی چڑھاؤ اور اس میں شکر کا چمچہ پھیرو''۔ یوں مادی فقر و فاقہ میں صبر و شکر اور روحانی رزق کے حصول کے لیے ذکر و

Marfat.com

عبادت کو معمول بنائے رکھا۔

اس تنگی وترشی کے باوجود بعض اوقات یوں بھی ہوتا کہ جب آپؒ کی اہلیہ محترمہ کو اشیاء خوردونوش میں سے کوئی شے کم ہوتی ہوئی معلوم ہوتی تو انہیں فکر دامن گیر ہو جاتا کہ اس کا اہتمام کیونکر ہو گا، س لیے کہ وسائل اور قوتِ خرید نہ ہونے کے برابر ہوتے۔لیکن جب اگلے وقت وہ اس قلیل شے میں سے کچھ لینے کے لیے جاتیں تو اس میں اضافہ اور برکت پاتیں جسے دیکھ کر وہ حیرت زدہ بھی ہوتیں اور مطمئن بھی، اور رازق کی ذاتِ پاک پر یقین اور اعتقاد مزید پختہ ہو جاتا اور پریشانی جاتی رہتی۔

راقم الحروف کی والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ ایک بار قبلہ فقیر صاحبؒ پورے رمضان المبارک کے لیے دربار حضرت مدے خان صاحبؒ پر معتکف ہو گئے۔ گھر میں کھانے پینے کا سامان نہ تھا لہٰذا تشویش لاحق ہوگئی کہ رمضان المبارک کیسے گزرے گا۔ پہلا روزہ اسی ادھیڑ بن میں گزر رہا تھا کہ صاحبزادہ علی مراد خان کو بازار یا گلی میں کہیں پانچ روپے کا نوٹ گرا پڑا مل گیا، جس کا کوئی دعویدار بھی نہیں تھا، گویا یہ قدرت کی جانب سے ضرورتوں کی تکمیل کا اہتمام تھا۔ ان دنوں پانچ رپوؤں کی بڑی قیمت ہوا کرتی تھی۔ علی مراد خان نے اس رقم سے اشیاءِ ضرورت لا کر دے دیں۔ یوں کارساز کی کارسازی سے وقت بے فکری اور سکون سے گزر گیا۔ اور فقیر صاحبؒ کی آرزوئے گوشہ نشینی بھی اطمینان سے ہم کنار رہی۔

ایک بار گھر والوں نے مالی تنگی کا شکوہ کیا تو بتقاضائے بشریت آپؒ افسردہ خاطر ہو گئے اور توجہ اس امر کی جانب مبذول رہی۔ رات کو حضرت سلطان العارفین قدس سرہ، سے خواب میں ملاقات ہوگئی۔ حضرت قدس سرہ العزیز نے آپؒ سے فرمایا! ''ایک وقت آئے گا کہ تمہارے خاندان میں زر و مال بکثرت ہو گا'' قبلہ فقیر صاحبؒ کی زندگی تو فقیرانہ گزری البتہ آپؒ کے خاندان میں بعض کے پاس زر و مال بکثرت ہے۔

آج کل تو حضرت مدے خان صاحبؒ کے مزار شریف پر اکا دکا زائر نظر آتا ہے، قبلہ فقیر صاحبؒ کے زمانہ میں اس مزار اور دربار پر بہت رونق ہوا کرتی تھی، باقاعدہ عرس منایا جاتا تھا۔ خانہ بدوش افغانی پٹھان نذر و نیاز میں خشک میوے لاتے جن سے لنگر خانہ معمور

Marfat.com

رہتا۔ سونے کا ایک بڑا لعل آپ کے محل یعنی روضہ شریف میں لٹکا کرتا تھا جو بطورِ نذر گزارا گیا تھا، جسے بعد میں چرا لیا گیا تھا۔ قبلہ فقیر صاحبؒ رمضان المبارک میں معتکف ہوتے تو سحری کا کھانا عموماً لنگر سے ملتا جبکہ افطاری کا کھانا گھر سے جایا کرتا۔ راقم السطور کے بڑے بھائی کھانا لے جایا کرتے اور عموماً روضہ شریف کے باہر کھڑی لکڑی کی سیڑھی سے باندھ دیا کرتے، قبلہ فقیر صاحبؒ بوقتِ طلب وہاں سے کھول کر تناول فرما لیا کرتے۔ مزار شریف کے مجاور کے لیے یہ امر باعثِ حیرت ہوتا کیونکہ قبلہ فقیر صاحبؒ کے کھانے کو بلیاں کچھ نہ کہتیں، حالانکہ بقول اس کے جنگلی بلیاں تو بندے کے آگے پڑی ہوئی روٹی اور گوشت وغیرہ کو پوری دلیری سے اٹھا کر لے جاتیں۔

گنجِ فقر و معرفت:

صاحب عرفانؒ نے ابتدائی ایام میں جب دربار حضرت سلطان العارفین قدس سرہ پر باقاعدہ قیام فرمایا تو ان دنوں حضرت بادشاہ صاحبؒ کی ایک قلمی فارسی تصنیف آپؒ کے ہاتھ آئی۔ اس کا مطالعہ کیا تو آپؒ کو یوں لگا گویا فقر و معرفت کا بیش قیمت دفینہ ہاتھ لگ گیا ہے۔ پھر اس کے مطالعے میں ایسے منہمک ہوئے اور اس میں وہ مزہ پایا کہ تیس سال تک حضرت سلطان صاحبؒ کی مزید کتب کی جستجو، ان کے مطالعے، اور ان کی نقل میں مصروف رہے۔ اس عرصہ میں آپؒ نے حضرت سلطان العارفین کی تقریباً چالیس (۴۰) کتب حاصل کیں، ان کو بیسیوں بار پڑھا اور بار بار نقل کیا۔ انہیں نقل کرتے کرتے آپؒ کی اتنی مشق ہو گئی اور خط ایسا عمدہ اور پختہ ہو گیا کہ آپؒ مکمل خوشنویس بن گئے۔ ان کتب کو آپؒ نے پیر کامل کی مثل پایا اور ان سے سب کچھ حاصل کیا۔ ان کتب کے نقل و مطالعہ کے دوران یہ کیفیت ہو گئی تھی کہ ان میں درج جس مقام اور حال کو آپؒ بظاہر قلم بند فرماتے بباطن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور حضرت سلطان صاحبؒ کی نظرِ شفقت سے وہ مقام طے ہو جاتا اور وہ حال وارد ہو جاتا۔ ان کتب سے آپؒ کی محبت و عقیدت کی یہ حالت تھی کہ ان کو بغیر وضو کے نہ کبھی لکھا نہ پڑھا۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ ''یوں لگتا ہے جیسے حضرت بادشاہ صاحبؒ نے یہ کتب محض میری خاطر تحریر فرمائی تھیں، اس لیے کہ ان سے جس قدر استفادہ میں نے کیا کوئی اور نہ کر سکا، نہ

Marfat.com

کوئی انہیں میری طرح سمجھ سکا اور نہ لوگوں کو سمجھا سکا''۔

قبلہ فقیر صاحبؒ نے حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہ العزیز کی تصنیفات کے حقیقی اور اصلی مفہوم کو جس شرح و بسط کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کیا اس کی اہمیت و افادیت اور قدر و قیمت سے طالبان حقیقت و معرفت کو انکار نہیں ہوسکتا۔ جن لوگوں نے صاحب عرفانؒ کی تصنیفات و تالیفات کا مطالعہ کیا ہے وہ آپؒ کے مذکورہ بالا دعویٰ میں انشاء اللہ شک و شبہ نہیں پائیں گے۔

کیفیت گریز و وحشت:

زمانہ طلب میں آپؒ آبادی سے اور لوگوں سے وحشت زدہ اور گریزاں رہتے۔ ابتداءِ سلوک میں بعض اولیاء اور فقراء پر ایسا حال وقتی طور پر غالب رہتا ہے۔ اس دور میں آپؒ کا بیشتر وقت ویرانوں اور بیابانوں میں گزرتا۔ اس دوران کبھی گھر آنے اور رہنے کا اتفاق ہوتا تو فرشِ زمین پر سوتے اور اپنے کمرے میں خلوت پذیر ہوتے۔ ایک بار اپنے کمرے میں داخل ہوئے، اندر سے کنڈی لگالی اور یادالٰہی میں مشغول ہوگئے۔ اس دوران کھانا پینا موقوف رہا۔ جب اس حال میں دو تین روز گزر گئے تو گھر والوں کو خدشات لاحق ہوگئے۔ انہوں نے قبلہ فقیر صاحبؒ کو باہر لانے کے بہتیرے جتن کیے، منت سماجت کی، لیکن آپؒ اپنے کام میں مصروف رہے اور باہر نہ نکلے۔ سات آٹھ روز گزرنے پر آپؒ خود سے باہر نکلے اور سیدھے دربار حضرت سلطان العارفین کو چلے گئے۔

بعد میں فرمایا کرتے تھے کہ انسان کا بطنِ باطن ذکر فکر کی غذا سے معمور ہو تو انسان کا ظاہر بھی اس سے قوت اخذ کرتا رہتا ہے، لہٰذا بندہ کئی وقتوں تک کھانے پینے سے بے نیاز رہ سکتا ہے۔ بشرطیکہ ذکر فکر زبان قلب سے ہو اور اس کا محرک غلبہٗ محبتِ خداوندی ہو نہ کہ بے توجہی سے کیا گیا ذکر فکر کہ ایسا ذکر مذکورہ نتائج کا حامل نہیں ہوسکتا۔

سچا فقیر اور پتھر فقیر:

اللہ تعالیٰ جن بندوں کو اپنے فضل و کرم سے نوازتا ہے تو برکتیں اور سعادتیں شروع ہی

Marfat.com

سے ان کے شاملِ حال ہو جاتی ہیں۔

ڈیرہ اسمٰعیل خان شہر کے نوابوں میں سے ایک نواب نے زرِ کثیر سے ایک محل تعمیر کروایا جسے رنگ محل کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اس محل کو دیکھنے کی غرض سے لوگ دور دور سے آتے تھے۔ بعد میں اس نواب پر دیوانگی اور جذب کی کیفیت طاری ہوگئی۔ اس حال میں وہ عموماً ایک بڑے پتھر پر بیٹھا رہتا اور مجذوبانہ بڑیں ہانکتا رہتا نیز رنگ محل کو دیکھنے کے لیے آنے والوں کو بعض اوقات گالیاں بھی نکالتا۔ پتھر پر بیٹھنے کی نسبت سے لوگوں نے اسے پتھر فقیر کہنا شروع کر دیا۔

قبلہ فقیر صاحبؒ ان دنوں میٹرک کے امتحان کے سلسلے میں ڈیرہ شہر میں مقیم تھے۔ ایک روز آپ اور آپ کے ایک دوست نے رنگ محل دیکھنے کا ارادہ کیا۔ آپ کے دوست کو پتھر فقیر کی گالی گلوچ کا دھڑکا لگا ہوا تھا۔ آپ اور آپ کے دوست جب رنگ محل پہنچے تو پتھر فقیر نے آپؒ کے دوست سے آپؒ کا نام دریافت کیا۔ آپؒ کے دوست نے جب اسے بتایا کہ ان کا نام ''نور محمد'' ہے تو پتھر فقیر پر اس کا بڑا اچھا اور مثبت اثر ہوا اور اس کی زبان پر بجائے بدگوئی یا بڑبڑاہٹ کے نور محمد صل اللہ، ما فی قلبی غیر اللہ، حسبی ربی جل اللہ، لا الہ الا اللہ، کا پاکیزہ ورد جاری ہو گیا۔ پھر جب تک صاحب عرفانؒ اور آپؒ کے دوست رنگ محل کو دیکھنے میں مشغول رہے رنگ محل پتھر فقیر کے ذکر سے گونجتا رہا۔ آپؒ کا دوست اس واقعے سے بہت متاثر ہوا اور اسے آپؒ کی برکت سے تعبیر کرتا رہا۔

حقائق کی پوشیدگی:

جن دنوں صاحبِ عرفانؒ اسلامیہ کالج لاہور میں زیرِ تعلیم تھے، ان دنوں مرزا قادیانی زندہ تھا۔ پھر کچھ عرصہ بعد سخت قسم کے قولنج سے اس کی موت واقع ہوگئی۔ جب اس کی لاش ریلوے اسٹیشن کی جانب لے جائی جا رہی تھی تو اہلِ لاہور پتھر روڑے لے کر چڑھ دوڑے۔ اس افراتفری میں لاش کو مال گاڑی میں ڈال کر وہاں سے نکلنا پڑا۔ یہ تماشا دیکھنے والوں میں آپؒ کے کالج کے بہت سے طلباء بھی شامل تھے۔ اس سلسلہ میں اگلے روز مسلمانوں نے

Marfat.com

ٹاؤن ہال لاہور میں ایک بڑا جلسہ منعقد کیا جس میں قبلہ فقیر صاحبؒ بھی شامل ہوئے۔ جس ڈاکٹر نے مرزا قادیانی کا علاج کیا تھا اس نے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے بتایا کہ سخت تولنج کے باعث گندگی مرزا کے منہ سے خارج ہوتی تھی۔

قبلہ فقیر صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اس کی باطنی حالت بہت بری دیکھی۔ اس کے چہرے کا رنگ سیاہ دیکھا اور اس کا رخ عامۃ المسلمین کے برعکس جانبِ شرق دیکھا جو اس کے جھوٹا اور گمراہ ہونے کی دلیل تھی، لیکن پیروکاروں کی کثرت نے اسے مغالطے میں ڈال کر نبوت کا داعی بنا دیا۔

فرمایا! حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بنا کر پادریوں نے جو نظریہ اور مذہب اختراع کر رکھا ہے اس پر عیسائی دنیا کی کتنی بڑی تعداد ایمان لائے ہوئے ہے، تو کیا کثرت تعداد سے عیسیٰ علیہ السلام کا ابن اللہ یعنی خدا کا بیٹا ہو جانا یقینی اور مسلم ہو گیا؟

فرمایا! کہ اللہ تعالیٰ کا حقائق کو اس اہتمام کے ساتھ پوشیدہ رکھنے پر جب حیرت ہوتی ہے تو امتحان، ممتحن اور پرچوں والی مثال ہی پر پلے پڑتی ہے۔ یعنی یہ کہ ممتحن حتی الوسع جوابات کو چھپانے کا بندوبست کرتا ہے۔ اسے امیدواروں کے پاس ہونے یا فیل اور ناکام ہونے سے غرض نہیں ہوتی۔

فرمایا! امتحان والا مسئلہ ایسا نہیں جو کسی کی سمجھ میں نہ آ سکے۔ جب دنیوی امتحان کے لیے اس قدر سختی برتی جاتی ہے تو اخروی امتحان جس پر سرمدی کامیابی اور ابدی عیش کا انحصار ہے، میں زیادہ سختی اور کتمان و پوشیدگی کا اہتمام ہونا چاہیے۔ پھر آپؒ نے امتحان پر دلالت کرنے والی یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ (سورۂ ملک)

یعنی ہم تمہیں آزمائیں گے کہ کون بہتر عمل کرتا ہے"۔

فرمایا! کہ ممتحن کی بجائے استاد اور رہبر کو اپنے پیروکاروں کی فکر ہوتی ہے۔ جیسے حضور علیہ السلام اپنی امت کے بارے میں فکرمند رہے۔

فرمایا! جب پوری طرح حق آشنا نہ تھے تو اکثر لوگوں کو خدا رسیدہ سمجھتے تھے لیکن جب

Marfat.com

حقیقت شناس ہوئے تو اکثریت کو فیل اور نامراد دیکھا۔ اگر برزخ میں ترقی کی کوئی صورت ہو تو بہتر اور اگر اسی دنیا کا امتحان آخری ٹھہرا تو بہت کم خوش نصیب ہیں جو کامیابی اور فلاح سے ہم کنار ہوئے اور جن کا موت کے وقت کلمہ جاری ہو سکا۔

بغداد شریف کا سفر:

قبلہ فقیر صاحبؒ کی ظاہری شخصیت بھی بڑے وقار اور تمکنت کی حامل تھی۔ جن دنوں آپؒ دربار شریف پر اپنے اہل و عیال کے ہمراہ رہائش پذیر تھے، ان دنوں آپؒ کے والد صاحبؒ نے اپنی تیسری زوجۂ محترمہ اور ان کے دونوں بیٹوں سیف اللہ خان اور غلام مصطفیٰ خان، جن کی عمریں سات آٹھ سال کی تھیں، کے ہمراہ تیسری بار بغداد شریف جانے کا ارادہ کیا۔ آپؒ کے والد صاحبؒ کلاچی سے دربار شریف پہنچے، زیارت کی اور آپؒ کو بھی ساتھ چلنے کو کہا۔ چنانچہ آپؒ اپنی والدہ صاحبہ اور اہل و عیال کو دربار شریف پر چھوڑ کر ساتھ ہو لیے۔ دربار شریف سے ایک اور درویش اللہ داد نامی بھی ہمراہ چل پڑا۔ یہ مختصر سا قافلہ دربار شریف سے ملتان اور ملتان سے دہلی اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارتیں کرتا ہوا بمبئی پہنچا۔ یہاں ستر اسی کے قریب اور افراد بھی بغداد شریف جانے کے لیے تیار تھے۔ آپؒ بھی ان افراد کے ساتھ بمبئی سے بذریعہ بحری جہاز روانہ ہو گئے۔ یہ ۱۹۱۲ء کا زمانہ تھا۔ ان دنوں طرابلس کی جنگ جاری تھی اور عراق انگریزوں کے زیرِ نگیں تھا بنا بریں سخت چیکنگ جاری تھی آپؒ کا قافلہ عراق پہنچا تو اسے بھی معائنہ کے لیے روک لیا گیا۔ پاسپورٹوں میں کچھ اندراجات کی کمی پائی گئی لہٰذا عراقی پولیس نے قافلہ والوں سے بطورِ جرمانہ پچاس روپے فی کس طلب کیے جو اس زمانہ میں بہت بڑی رقم تھی، جس کی ادائیگی سے قافلے والے معذور تھے۔ پورا قافلہ پریشانی سے دوچار تھا۔ بحث و تکرار کے بعد پولیس نے قافلے کو محکمہ سراغرسانی کے انگریز افسروں کے سامنے پیش کر دیا۔ قبلہ فقیر صاحبؒ کا عالمِ شباب تھا، سرخ و سفید رنگت کی وجہ سے چہرہ دمکتا تھا۔ قافلے میں موجود لوگ انگریزی سے نابلد تھے۔ آپؒ کو انگریزی بولنے پر عبور حاصل تھا، لہٰذا انگریز افسروں سے گفتگو کے لیے آپؒ کو آگے کر دیا گیا۔ انگریز افسر نے درویشانہ لباس میں ایک ہندوستانی مسلمان کو اپنے سامنے پایا تو طیش و حقارت سے ٹوٹی پھوٹی اردو میں

Marfat.com

پوچھ گچھ شروع کر دی۔ قبلہ فقیر صاحبؒ نے اس حلیے میں پوری روانی اور شستگی کے ساتھ انگریزی میں جواب دیا تو انگریز افسر مارے حیرت کے آپؒ کو تکتا رہ گیا۔ آپؒ کے سادہ لباس، سرخ و سفید رنگت اور انگریزی دانی نے اسے مغالطے میں ڈال دیا۔ اور اس نے آپؒ پر ایک انگریز سراغرسان ہونے کا گمان کیا۔ اس نے دیگر انگریز افسروں کو مخاطب کر کے کہا کہ ''یہ تو ہمارا دوست معلوم ہوتا ہے''۔ آپؒ بھی ان کی غلط فہمی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مسکرا دیئے جس سے ان کا شک غالباً یقین میں بدل گیا۔ انہوں نے پورے قافلے کے لیے ایک اجازت نامہ لکھ کر دے دیا، جس کی رو سے قافلہ والے اطمینان اور آزادی کے ساتھ عراق میں گھوم پھر سکتے تھے۔ قافلہ والے قبلہ فقیر صاحبؒ کے بہت ممنون و معترف تھے جن کی طفیل اللہ تعالیٰ نے انہیں مالی نقصان اور ذہنی پریشانی سے نجات عطا فرمائی تھی۔

پوری رقم بھکاری کو دے دی:

قدرت نے قبلہ فقیر صاحبؒ کو ایثار و قربانی کے جذبے سے بھی سرشار کر رکھا تھا۔ جس کا مظاہرہ آپؒ وقتاً فوقتاً فرمایا کرتے تھے، اور بقول آپؒ کے فضائے باطن میں عبادات و صدقات کے دونوں پروں سے پرواز ممکن ہے۔

جب آپؒ کا قافلہ بغداد شریف پہنچ چکا اور آپؒ کے والد صاحبؒ کرایہ پر الگ مکان لے کر مع اہل و عیال کے قیام پذیر ہو گئے تو اگلے روز انہوں نے آپؒ اور آپؒ کے دونوں برادرانِ خورد کو علیحدہ علیحدہ رقم دے کر کھانے پینے کے لیے بازار بھیج دیا۔ بازار پہنچنے پر آپؒ کے بھائیوں نے خورد و نوش کی اشیاء خریدیں، لیکن آپؒ نے اپنے حصے کی پوری رقم باوجود بھوکا ہونے کے لبِ سڑک بیٹھے ہوئے ایک اندھے بھکاری کو دے دی۔ تینوں بھائی رہائش گاہ کو لوٹے تو چھوٹے بھائیوں نے والد صاحبؒ کو قبلہ فقیر صاحبؒ کا پوری رقم نابینا گداگر کو دے دینے کا واقعہ بتایا۔ والد صاحبؒ نے آپؒ کی بھوک کے پیشِ نظر آپؒ کو دوبارہ کچھ رقم دے کر بازار بھیج دیا لیکن آپؒ نے اس بار بھی پوری رقم اس نابینا بھکاری کے ہاتھ پر رکھ دی اور اس معاملہ کو مخفی رکھا۔ اس رات آپؒ جناب غوث پاکؓ کی باطنی مجلس میں باریاب ہوئے اور اس قدر فیوضات و برکات سے بہرہ ور ہوئے۔ کہ بقول آپؒ کے جواحاطۂ تحریر و تقریر میں نہ آسکیں۔

غوثی قطبی کیا چیز ہے:

بغداد شریف میں قیام کے دوران علاوہ دیگر باطنی فوائد ولذائذ کے ایک رات واقعہ میں حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی پروقار مسجد میں آپؒ کو جملہ بزرگانِ سلاسل، دیگر مشائخین اور حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کے سجادہ نشین حضرت نور احمد صاحبؒ (جو آپؒ کے ظاہر مرشد بھی تھے) اور حضرت امیر سلطان صاحبؒ سے شرفِ ملاقات حاصل ہوا۔ اس کے بعد آپؒ نے دیکھا کہ آپؒ حضرت پیرانِ پیر قدس سرہ کے روضہ اقدس پر موجود ہیں۔ وہاں دربان نے آپؒ سے دریافت کیا کہ آپؒ دربارِ غوثیہ سے غوثی قطبی کے طلب گار ہیں؟ آپؒ نے جواباً فرمایا کہ غوثی قطبی کیا چیز ہے جس کے لیے ایسی عالی درگاہ سے استدعا کی جائے، بلکہ میں تو اس درِ اقدس پر فقر کی غیر فانی اور پائیدار دولت کا طالب بن کر آیا ہوں۔ دربان نے مسکرا کر آپؒ کو داخلے کی اجازت دے دی۔ اس کے بعد بقول آپؒ کے آپؒ ایسے غیر مخلوق نور اور فقرِ محمدی صلی اللہ علی صاحبہا سے معمور و مستفیض ہوئے جسے زبان بیان کرنے سے قاصر ہے یہ واقعہ عرفان جلد اول میں صفحہ نمبر ۳٦ پر بالتفصیل درج ہے۔

خوفناک بیلوں کا ریوڑ:

جس طرح ظاہر میں افراد اور جماعتیں دوسروں کو اپنا مطیع اور ہم نوا بنانے کی کوشش اور خواہش کرتی ہیں یونہی باطن میں بھی اہل باطن لیاقت و استعداد کے حامل افراد کو اپنے رنگ میں رنگنے کی کوشش کرتے ہیں۔

بغداد شریف میں قیام کے دوران قبلہ فقیر صاحبؒ کو درگاہِ غوث الاعظم قدس سرہ، پر بارہ سال سے مقیم عبدالرحمان نامی مجذوب نے رنگِ مجذوبیت میں رنگنے کی کوشش کی تھی، جس کی تفصیل عرفان جلد اول صفحہ نمبر ۳٦ پر درج ہے۔

یہ مجذوب بارہ سال سے اپنی جگہ سے نہیں ہلا تھا، پھر خلافِ معمول اٹھا اور قبلہ فقیر صاحبؒ کے حجرے تک آیا۔ اس نے حجرے کے دروازے میں کھڑے ہو کر آپؒ کو تھوڑی دیر تک گھورا اور پھر اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ گیا۔ اس کے کچھ دیر بعد آپؒ پر گھبراہٹ طاری ہوگئی جو

Marfat.com

قرآنی آیات کے ورد اور حضرت پیرانِ پیر قدس سرہ، کے روضہ اقدس پر حاضری کے باوجود رفع نہ ہوئی۔ اس کے بعد آپؒ اپنی رہائش گاہ کی جانب روانہ ہو گئے۔ راستے میں آپؒ کے دل میں حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کی تحریر کردہ فارسی رسالہ روحی شریف کے پڑھنے کا خیال القاء ہوا۔ آپؒ نے اس رسالہ کو راستے میں اور گھر آ کر چارپائی پر لیٹ کر کئی بار دہرایا جس سے قدرے سکون ہوا اور آپؒ کو نیند آ گئی۔ خواب میں آپؒ کو عبدالرحمٰن مجذوب خوفناک بیلوں کے ایک ریوڑ کے ہمراہ آپؒ کی جانب دوڑتا ہوا اور حملہ آوار ہوتا ہوا دکھائی دیا۔ آپؒ پر اس معاملے کا خوف طاری ہی تھا کہ آپؒ نے حضرت سلطان صاحبؒ کو تیزی سے آتے ہوئے اور پھر اپنے اور عبدالرحمٰن کے درمیان حائل ہوتے ہوئے دیکھا۔ حضرت بادشاہ صاحبؒ نے عربی میں کچھ فرما کر عبدالرحمٰن کو اس کے ریوڑ سمیت دفع کر دیا۔ اس کے بعد آپؒ بیدار ہوئے تو آپؒ نے خود کو مطمئن اور پرسکون پایا۔

جس طرح ہر کام کے کرنے کا اپنا ایک طریقہ ہوتا ہے اور ہر مرض کی اپنی ایک مخصوص دوا ہوتی ہے، یونہی باطنی پریشانیوں اور مسائل کے رفع اور حل کے لیے کلام اور اوراد موثر اور مخصوص ہوتے ہیں۔ رسالہ روحی شریف ایسی باطنی پریشانیوں اور رجعتوں کے لیے کارگر ہتھیار ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اس رسالہ شریف کو معاذ اللہ قرآنی آیات سے بڑھا ہوا جتلایا جا رہا ہے۔

جوشِ غم سے دل پھٹ جاتا:

عراق میں آپؒ تقریباً اڑھائی ماہ تک قیام فرما رہے۔ اس دوران آپؒ نے متعدد انبیاء عظام اور اولیاء کرام کے مزاراتِ مقدسہ کی زیارت کی۔ محرم کی ابتدائی دنوں میں کربلائے معلیٰ میں سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے روضۂ اقدس پر بھی حاضری دی۔ جس کی تفصیل عرفان جلد اول، صفحہ نمبر ۴۲ پر درج ہے۔ جو بالاختصار یوں ہے کہ بوقتِ حاضری شیعہ زائرین مزار امام علیہ السلام پر دیوانہ وار زار و قطار رو رہے تھے۔ آپؒ نے رونا چاہا لیکن رو نہ پائے کہ رونا اختیاری امر نہیں۔ لہٰذا اس غرض سے آپؒ اپنے روحانی مربی حضرت سلطان العارفین کی روحانیت کی طرف متوجہ ہوئے۔ پھر جو آنکھوں سے سیل اشک رواں ہوا تو

Marfat.com

تھمتا نہ تھا اور سینے میں جذبہ و ہیجان اٹھا تو لگتا تھا کہ ہانڈی ابل رہی ہے۔ بقول آپؒ کے اگر اشک و آہ کی یہ کیفیت زیادہ دیر تک جاری رہتی تو آپؒ کا دل جوشِ غم سے پھٹ جاتا۔

اسم اللہ نہیں کماتی:

قبلہ فقیر صاحبؒ جن دنوں دربار شریف پر مستقلاً اقامت پذیر تھے ان دنوں ایک حاجی صاحب بھی اپنی خوش شکل بیوی کے ہمراہ آ کر قیام پذیر ہو گئے فقر و تصوف اور مراقبے مکاشفے کا جوش ان کے سر پر سوار تھا۔ وہ خود بھی اس کام میں مصروف رہتے اور بیوی کو بھی حکم دے رکھا تھا۔ کہ وہ بھی ہمراہ مراقبہ مکاشفہ کرے۔ وہ عورت ذات اپنی فطری کمزوری کے باعث ان کے حکمِ ریاضت و مجاہدہ کی ان کے حسبِ رضا تعمیل نہ کر سکی جس پر ناراض ہو کر حاجی صاحب نے اسے طلاق دینے کا ارادہ کر لیا۔ قبلہ فقیر صاحبؒ نے انہیں بہت سمجھایا کہ طلاق دینا درست نہیں، لیکن حاجی صاحب کو شکایت تھی کہ موصوفہ اسم اللہ نہیں کماتی۔ لہٰذا اس جرم میں اسے طلاق دے ڈالی۔ اس عورت نے بعد میں حاجی صاحب کے بڑے بھائی سے عقد کر لیا۔ کچھ عرصہ بعد حاجی صاحب کا جوش مدھم پڑا اور انہیں ہوش آیا تو اپنے کیے پہ پچھتائے اور بیوی کے خواہش مند ہوئے۔ پھر اس سلسلے میں انہوں نے اس وقت کے سجادہ نشین صاحب کی خدمت میں پھیرنے مارنے شروع کر دیئے اور وضو نہ ٹھہرنے کے بہانے وغیرہ کر کے ان کی امداد کے طالب ہوئے اور شادی کے لیے اصرار و تکرار شروع کر دیا۔ سجادہ نشین صاحب نے تنگ آ کر اپنے خادم ظریف خان سے فرمایا کہ ''اس سے ہماری جان چھڑاؤ'' ظریف خان نے شیرا نامی ایک ملازم کو عورت کا روپ دے کر حاجی صاحب سے اس کی فرضی شادی کر دی۔ حاجی صاحب تنہائی میں دلہن بنے شیرا کے قریب گئے تو اس نے ان کو اٹھا کر دو تین بار زمین پر پٹخا۔ حاجی صاحب کی چیخیں نکل گئیں اور باہر کو بھاگے۔

پھر شرمندگی اور خفت کے باعث دربار شریف سے یوں غائب ہوئے کہ دو سال تک ادھر کا رخ نہ کیا۔

آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ حصولِ درویشی اور ترک دنیا میں غلط روی بعد میں پشیمانی کا باعث ہوا کرتی ہے۔ اس سلسلے میں آپؒ کے بعض مریدوں نے دنیا چھوڑنے اور فقیری اختیار

Marfat.com

کرنے کی اجازت چاہی لیکن آپؒ نے انہیں وقتی جوش کے تحت اس کی اجازت نہ دی۔ آپؒ فرمایا کرتے کہ یہ راستہ عارضی جوش و جذبے کا نہیں بلکہ صبر و ہوش کا ہے۔ فوری ابال کے تحت خود کو ایسی آزمائشوں میں ڈالنا ٹھیک نہیں رہتا۔ ایسے جذباتی اور جلد باز لوگ دین و دنیا دونوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ اور مرشد کامل سے بھی رو گردان اور منحرف ہو جاتے ہیں۔ پھر آپؒ نے حضرت سلطان العارفینؒ کا یہ شعر پڑھ کر اس راستے کی مشکلات کی نشاندہی فرمائی۔

چہ قدر برداشتم بارِ گراں
توچہ دانی اے مرید ناتواں

یعنی ''اے کمزور و کم ہمت طالب! تو کیا جانے کہ ہم نے حصولِ حق کی خاطر مصائب و آزمائشوں کا کس قدر بوجھ برداشت کیا ہے''۔

مشکلاتِ راہ خداوندی:

اللہ تعالیٰ کے راستے میں ابتلاء، آزمائش اور ترک و توکل کی بات چلی تو فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام سب سے زیادہ ان امور کی زد میں رہے۔ پھر درجہ بدرجہ اولیاء اور مقربین ان سے دوچار رہے۔

فرمایا! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ازواج مطہرات کی کفالت کا بوجھ، فقر و فاقہ، پھر عدل و انصاف کے تقاضوں کا پورا پورا پاس اور اہتمام یہ کوئی معمولی باتیں نہیں۔

فرمایا! خوشنودیٔ مولا کی طلب کے ساتھ ساتھ بیوی بچوں کا بکھیڑا کسی مصیبت سے کم نہیں ہوتا۔ ان کی کفالت کا غم اور ان کے بہتر مستقبل کی خواہش اللہ تعالیٰ کی طلب کے جذبے کو سرد کر دیتے ہیں، اور ترک و توکل کے نشے ہرن ہو جاتے ہیں۔

ایک سندھی فقیر کے بارے میں فرمایا کہ ترک و توکل کے زمانے میں دربار حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہ العزیز پر لمبا عرصہ ہمارے ساتھ رہا۔ پھر وہ اپنے گھر چلا گیا اور لوٹ کر نہ آیا۔ بارہ سال بعد ہمیں اس کے علاقے میں جانے کا اتفاق ہوا تو اس کی گلی میں اس سے ملاقات ہو گئی لیکن ہم اسے مطلق نہ پہچان سکے۔ اسی سے اس سندھی فقیر کی بابت

دریافت کیا تو وہ بولا! میں ہی وہ سندھی فقیر ہوں۔ ہم اسے دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے۔ اس کا رنگ سیاہ ہو چکا تھا۔ خستہ حالی چہرے سے عیاں تھی۔ تین چار بچوں نے اسے گھیر رکھا تھا۔ کوئی کندھے پر سوار تھا۔ کسی نے انگلی پکڑ رکھی تھی، کوئی دامن تھامے ہوئے تھا۔ اس سے اس حال کی بابت دریافت کیا تو بولا! کہ مکوڑوں کے بل پر پیشاب کر بیٹھا ہوں جس سے یہ نکل آئے ہیں۔ اب ان سے جان نہیں چھوٹتی۔ نماز چھوٹے کو چھ سات سال ہو گئے ہیں۔ بس ان کے سوا اب کچھ نہیں سوجھتا۔

فرمایا! جن دنوں یہ سندھی فقیر دربار شریف پر ہمارے ساتھ ہوا کرتا تھا عبادات و وظائف وغیرہ میں خوب محنت کیا کرتا تھا۔

راہ فقر میں زلفیں حائل ہو گئیں:

قبلہ فقیر صاحبؒ کے بڑے بھائی عطا محمد صاحب آپؒ کی ابتدائی طلب اور خوردرفتگی کی کیفیات کو دیوانگی اور کم عقلی سے تعبیر کر کے آپؒ کو سلوک و معرفت کی راہ سے روکا کرتے تھے۔ بعد میں جب انہوں نے آپؒ کے صدق استقلال اور فقر و عرفان کی برکتوں کو محسوس کیا تو ایک روز خود راہِ فقر پر گامزن ہونے کی آرزو لے کر آپؒ کے پاس آئے اور اس سلسلے میں آپؒ کی توجہ اور امداد کے طالب ہوئے۔ آپؒ نے انہیں اس راہ میں پیش آنے والی آزمائشوں اور دی جانے والی قربانیوں سے آگاہ فرمایا تو انہوں نے ہر قسم کی قربانی دینے کا عہد کیا۔

عطا محمد صاحب کو اپنے سر کے خوبصورت، لمبے اور گھنگریالے بالوں سے بہت محبت تھی۔ قبلہ فقیر صاحبؒ نے انہیں کہا ”کسی بڑی قربانی کی ضرورت نہیں آپ صرف اپنی لٹیں اور زلفیں منڈوا دیں ہم آپ کو راہِ فقر پر لگا دیں گے“۔ وہ اس پر آمادہ ہو گئے۔ جب حجام کو بلوایا گیا تو عطا محمد صاحب کسی بہانے گھر کو چلے گئے وہاں سے مشورہ کر کے لوٹے تو گھر والوں کے حقوق اور بالوں کی قدر و قیمت جتلانے لگے۔ یوں قربانی کا جذبہ سرد پڑ گیا اور راہِ فقر میں زلفیں حائل ہو گئیں۔

Marfat.com

ہم تجھے فقیری دیں گے:

قدرت اپنے اولیاء کے باطنی تصرفات اور دیگر روحانی مشاہدات کے ذریعے طالبانِ حقیقت کی یوں راہنمائی فرماتی ہے جن کی توجیہہ مادی عقل سے نہیں ہو پاتی۔

پرانے دربار شریف پر قیام کے دوران ایک رات آپؒ اپنی دوسری زوجۂ محترمہ کے ساتھ قریب بہتے ہوئے دریائے چناب سے پانی لینے کے لیے گئے۔ واپسی پر ٹھوکر کی وجہ سے آپؒ کی زوجہ محترمہ سے پانی کا بھرا ہوا گھڑا پورے زور کے ساتھ زمین پر گر گیا لیکن اس کے باوجود گھڑا اور پانی دونوں محفوظ رہے، آپ اور آپ کی زوجہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے اور اس معاملے کو حضرت سلطان صاحبؒ کی روحانی مہربانی اور تصرف سے تعبیر کیا۔

انتہائی مالی تنگی اور عسرت کے ان ایام میں آپؒ کی مذکورہ اہلیہ صاحبہ نے بڑے صبر و استقامت سے ساتھ نبھایا اور کبھی حالات کا گلہ نہ کیا، جس کے عوض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور حضرت سلطان صاحبؒ کی مہربانی ان کے شاملِ حال رہی۔

ایک رات حضرت سلطان العارفین قدس سرہ نے خواب میں انہیں فرمایا کہ ''ہم تجھے فقیری دیں گے'' دوسری بار اس محترمہ نے خود کو خواب میں آسمان پر دیکھا جہاں کچھ لوگوں نے ان سے سوالات پوچھے جن کے جوابات انہوں نے بلا تامل دیئے۔ انہوں نے اپنے یہ دونوں خواب قبلہ فقیر صاحبؒ کے گوش گزار کیے تو قبلہ فقیر صاحبؒ سمجھ گئے کہ ان کے انتقال کا وقت قریب آ گیا ہے۔ لہٰذا کچھ عرصہ بعد وہ بیمار ہو کر اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ ان کی، ان کے ایک کمسن بیٹے کی اور قبلہؒ کی پہلی زوجۂ محترمہ سے ہونے والی بیٹی کی قبریں حضرت سلطان العارفینؒ کے محل شریف کے پچھواڑے قبرستان میں ساتھ ساتھ موجود ہیں۔ ان تینوں کا انتقال دربار شریف پر ہی ہوا تھا۔ قبلہ فقیر صاحبؒ کی مذکورہ پہلی بیٹی نے آپؒ کی اس اہلیہ صاحبہ سے تقریباً آٹھ روز قبل انتقال کیا تھا۔

نعمتِ کیمیاء و اکسیر نظر:

قبلہ فقیر صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ تصور اسم اللہ ذات کا طریقہ جسے حضرت سلطان

Marfat.com

العارفینؒ نے علمِ اکسیر سے موسوم فرمایا ہے واقعی علمِ اکسیر ہے۔ گویا کیمیا ہے جو مٹی کو سونا بنا دیتا ہے۔ یعنی بندۂ خاکی و فانی کو باطنی بقاء سے ہمکنار کر کے زرِ خالص کی مانند کر دیتا ہے۔ اس کے مقابلے میں حضرت سلطان صاحبؒ نے نماز، روزہ، تلاوت و نوافل وغیرہ ظاہری اشغال کو مزدوری سے تعبیر فرمایا جن کا اجر حسبِ اخلاص ملتا ہے لیکن یہ افعال غیر خیالات کی زد سے مامون نہیں رہ پاتے اور حضورِ قلب کی شرط پوری نہیں ہو پاتی۔ جبکہ طریقۂ تصور جملہ خدشات و رجعات سے پاک رہتا ہے اور اسے ہر حال میں اپنایا جا سکتا ہے۔ اگرچہ یہ دیگر اذکار کے مقابلہ میں آسان نظر آتا ہے۔ لیکن اس کی حقیقت کو پانا اور اس میں طے ہونا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔

جن دنوں قبلہ فقیر صاحبؒ دربارِ شریف پر مقیم تھے تو ایک رات آپؒ نے واقعے میں دیکھا کہ حضرت سلطان العارفین اپنے محل شریف میں مثلِ خورشید جلوہ گر ہیں اور آپؒ کی جانب بنظرِ مہر و کرم متوجہ ہیں۔ حضرت سلطان صاحبؒ کے چہرۂ اقدس سے ریل کے انجن کے ہیڈ لائٹ کی مثل تیز نوری شعاعیں نکل کر آپؒ پر پڑ رہی ہیں جس سے آپؒ کا باطن منور ہو رہا ہے۔ پھر اس نوری شعاع میں قبلہ فقیر صاحبؒ کے والد صاحب کی صورت نے نمودار ہو کر فرمایا: بیٹا نور محمد! حضرت سلطان العارفین نے تمہارے لیے نعمتِ کیمیاءِ اکسیرِ نظر کی متاعِ گراں بہا تجویز فرمائی ہے۔ یہ سن کر آپؒ پر فرطِ مسرت و تشکر سے رقت طاری ہو گئی اور کہا کہ یہ تو آنحضرت کی محض بخشش و عطا ہے ورنہ بندہ تو اس لائق نہیں۔

اس رات آپؒ کے والد صاحب آپؒ کے قریب سو رہے تھے۔ آپ نے ان سے بھی خواب میں کہا کہ میں نے بہت مبارک خواب دیکھا ہے۔ آپ کے والد صاحبؒ نے صبح اٹھ کر اس بارے میں آپ سے دریافت کیا تو آپ نے خواب کا تو اعتراف کیا لیکن اخفائے احوال کے خیال سے اس کی تفصیل بتانے سے گریز کیا۔

قبلہ فقیر صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اس کے بعد حضرت بادشاہ صاحبؒ سے بلا قاتوں کا اور ان کی کرم نوازیوں کا ایسا تسلسل ہوا جس کی حد نہ رہی۔ آپ قدس سرہ کے فیض اور نظرِ کرم نے عمر بھر سہارا اور سنبھالا دیئے رکھا۔ اگر تیس سالوں کی اس روئیداد کو قلمبند کیا

جائے تو ایک دفتر بن جائے۔ فرمایا! ایک بار انہیں لکھنا شروع کیا تھا لیکن پھر ترک کر دیا۔ فرمایا! اس راہ میں دیکھنے دکھانے کے ایسے معاملے نہ ہوں تو طالب کے لیے چلنا مشکل ہو جاتا ہے۔

خوبصورت مشکی گھوڑا:

قدرت نے مختلف کلاموں کے ساتھ مختلف باطنی مخلوقات جنہیں موکلات کہتے ہیں وابستہ کرر کھے ہیں۔ جو لوگ ان کلاموں کو صدق و یقین اور عاملین کاملین کی تائید سے پڑھتے ہیں تو ان کو یہ موکلات بعض اوقات دکھائے بھی جاتے ہیں اور یہ کلام پڑھنے والے کی خدمت پر کمر بستہ بھی رہتے ہیں۔

قبلہ فقیر صاحبؒ نے فرمایا! کہ ایک بار میرے والد صاحبؒ دربار شریف پر تشریف لائے اور میرے ساتھ میرے حجرے میں فروکش ہو گئے۔ ایک طرف میرا بستر ہوتا اور دوسری جانب ان کا بستر ہوتا۔ ان کے پاس موٹے دانوں کی عقیق کی ایک خوبصورت تسبیح ہوا کرتی تھی۔ رات کو کبھی میری آنکھ کھلتی تو ان کی تسبیح کی ٹک ٹک کی آواز سنائی دیتی۔ گویا وہ تمام رات لیٹے اور بیٹھے تسبیح پر کچھ پڑھتے رہتے۔ ایک رات میں نے ایک خوبصورت مشکی رنگ کا گھوڑا اپنی دائیں طرف کھڑکی کے پاس کھڑا دیکھا۔ میں نے صبح والد صاحب سے پوچھا کہ آپ رات کو کیا پڑھتے ہیں۔ میں نے آج رات مشکی گھوڑے کی شکل میں ایک موکل دیکھا ہے جو میرا موکل نہیں ہے، معلوم ہوتا ہے یہ آپ کا موکل ہے۔ والد صاحب نے جواباً فرمایا کہ میں پچھتر ہزار (۷۵۰۰۰) بار آیت کریمہ پڑھتا ہوں۔ فرمایا! ہمارے والد صاحب بہت تیز پڑھا کرتے تھے۔

پروردگار کی کرم نوازی:

اللہ تعالیٰ کسی کی محنت کو رائیگاں نہیں فرماتے، اس لیے بعض مراتب و مقامات کو محنت و کوشش سے حاصل کیا جا سکتا ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم کسی کے شاملِ حال ہوتا ہے تو کسب و کوشش اور مراتب و مقامات کے حامل انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں۔

صاحبِ عرفانؒ بھی اللہ تعالیٰ کے خاص مہر و کرم کے حامل فرد تھے۔ ایک بار آپؒ نے آسمان پر باطن میں خوش خط نوری جلی عربی حروف میں "نُوْرِ مُحَمَّدٌ! کَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا وَّمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ" کے الفاظ لکھے دیکھے جس سے آپؒ کو اپنے حقیقی موحد ہونے اور دینِ حنفی پر کار بند ہونے کا یقین ہو گیا۔

آپؒ کو اکثر باطن میں "وَ کَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا" یعنی تجھ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل و کرم ہے"۔ کی ندا اور آواز سنائی دیتی۔ آپؒ اللہ تعالیٰ کی ان کرم نوازیوں کے ہمیشہ شکر گزار اور معترف رہے۔

ایک بار آپؒ سے کسی نے باطن میں سوال کیا کہ آپؒ کا شجرہ کیا ہے؟ تو آپؒ نے جواباً اپنا باطنی شجرہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ "میرے والد ماجد سلطان العارفین حضرت سلطان باہو قدس سرہ العزیز ہیں، اور میرے دادا حضرت پیر دستگیر، محبوب سبحانی شیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز ہیں جبکہ پردادا سرورِ کائنات، فخرِ موجودات حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں اور میں ان تینوں پاک ہستیوں کی نوری حضوری اولاد ہوں"۔

غیر مرئی نور کا غلبہ:

قبلہ فقیر صاحبؒ نے قلب کے ذکر کی بڑی اہمیت بیان فرمائی ہے۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ قدرت کے ہاں اس کی بڑی اہمیت ہے، بشرطیکہ یہ دولت حقیقتاً حاصل ہو اور خود ساختہ ذکر قلب نہ ہو۔ آپؒ کے ذکر قلب یعنی ذکرِ سلطان کا ایک واقعہ عرفان جلد اول، صفحہ نمبر ۳۸ پر بالتفصیل درج ہے۔

اجمال اس واقعے کی یوں ہے کہ پرانے دربار شریف (پرانے دربار شریف سے مراد موجودہ دربار شریف سے قبل والا دربار) پر حافظ محمد موسیٰ صاحب حفظِ قرآن کا درس دیا کرتے تھے۔ حافظ صاحب کا حافظہ اور درس مشہور اور مثالی تھا۔ حفظ کرنے والے طلباء کے لیے میاں محمد مالی کے کنوئیں پر سرکنڈوں کی ایک منی بنائی گئی تھی۔ منی ایک طرح کا مضبوط چھپر ہوتا ہے جس کے اوپر بیٹھ کر طلباء رات کے وقت قرآن کریم حفظ کیا کرتے تھے۔ ایک دوپہر کو صاحبِ عرفانؒ اس منی کے نیچے چارپائی ڈالے آرام فرما رہے تھے کہ ایک غیر مرئی نور نے

Marfat.com

غالب ہو کر آپؒ کو اپنے حصار میں لے لیا جس کی برکت سے آپؒ کا دل ذکرِ سلطان سے گویا ہو گیا اور "اللہ ھُو" کے ورد سے جسم کے بال یوں متحرک ہو گئے جیسے تیز ہوا کے وقت زمین پر اگی ہوئی گھاس جھومتی ہے۔ ذکرِ سلطان سے فراغت پر آپؒ کی آنکھ کھلی تو آپؒ نے حافظ موسیٰ صاحب کو اپنے قریب دوسری چارپائی پر حیران پایا۔ انہوں نے آپؒ کے ذکرِ سلطان کو محسوس کر لیا تھا اور اب ظاہر زبان اور حرکات سے دل پر ضربیں لگا کر گویا ذکر سلطان کو پانے کی کوشش کر رہے تھے۔

صاحبِ عرفانؒ فرمایا کرتے تھے کہ ریاضت و مجاہدہ کو بھی اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں اور بدلے میں اجر و معاوضہ سے نوازتے ہیں، لیکن خاص عنایتیں محض اس کے فضل و کرم سے ہوتی ہیں۔ میرا ذکرِ سلطان والا معاملہ بھی باری تعالیٰ کی خصوصی عنایت اور مہربانی کے سبب سے تھا جس کی نقل میں حافظ موسیٰ صاحب مصروف تھے۔

حافظ موسیٰ صاحب کے بارے میں فرماتے کہ بلا کا حافظہ رکھتے تھے ایک بار لاہور کے دو حافظ نمازِ تراویح میں ان کی آزمائش کی غرض سے ان کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے اپنی دانست میں کہیں زبر کی غلطی پکڑی اور لقمہ دیا تو حافظ صاحب نے لقمے کو نظر انداز کیا اور جوش میں آ کر اسی رکعت میں پندرہ سیپارے پڑھ ڈالے، جس میں سے پیچھے کھڑے ہوئے لاہوری حافظ تو کوئی غلطی نہ پکڑ سکے البتہ باقی مقتدی تھکاوٹ سے نڈھال ہو گئے۔ سلام پھیرنے پر مقتدیوں نے شکایت کی تو حافظ موسیٰ صاحب نے کہا کہ وہ لاہوری حافظوں پر اپنے حافظے کا اظہار کرنا اور ان کو سبق سکھانا چاہتے تھے۔ بعد میں تحقیق پر معلوم ہوا کہ حافظ موسیٰ صاحب نے زبر بھی درست پڑھی تھی اور لاہوری حافظوں کا لقمہ غلط تھا۔ تب لاہوری حفاظ نے معافی مانگ کر حافظ موسیٰ صاحب کے کمال حافظے کا اعتراف کیا اور وہاں سے چلتے بنے۔

نیت کی پاکیزگی:

حافظ عطا محمد صاحب مرحوم کو قبلہ فقیر صاحبؒ سے بہت انس اور گہرا تعلق تھا۔ حافظ صاحب نابینا تھے اور انہوں نے زندگی کا بیشتر حصہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کے دربارِ عالی پر گزارا تھا۔ قبلہ فقیر صاحبؒ نے حافظ صاحب کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے،

Marfat.com

فرمایا! کہ وہ حضرت سلطان صاحبؒ کے مزارِ اقدس کے قریب بیٹھ کر تلاوتِ قرآن کریم کیا کرتے تھے۔ ایک روز انہیں خیال آیا کہ نابینائی کے باعث ان کا بدن اور کپڑے غیر دانستہ طور پر ناپاک بھی ہو سکتے ہیں۔ اس حال میں مزار شریف کے ساتھ لگ کر بیٹھنا ادب واحترام کے منافی ہوگا، لہٰذا وہ قبر مبارک سے قدرے پیچھے ہٹ کر بیٹھ گئے۔ نابینا آدمی کو ادھر ادھر ہاتھ مارنے کی عادت ہوتی ہے۔ حافظ صاحب نے جب ہاتھ مارا تو ان کا ہاتھ آنحضرت قدس سرہ کے مزار اقدس کو جا لگا۔ اس خیال سے کہ وہ اب بھی مزار شریف کے قریب ہیں مزید پیچھے ہٹ گئے۔ دورانِ تلاوت انہوں نے حسبِ عادت پھر ہاتھ ادھر ادھر مارا تو ان کا ہاتھ پھر حضرت سلطان صاحبؒ کے مزارِ پاک سے جا ٹکرایا اس پر انہیں حیرت ہوئی اور بہت زیادہ پیچھے کو کھسک گئے۔ کچھ دیر بعد انہوں نے پھر ہاتھ چلایا تو ان کا ہاتھ مزار اقدس کو چھو گیا۔ اس معاملے نے حافظ صاحب کا یقین حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کے حیاتِ برزخی اور کرم نوازی پر پختہ کر دیا اور وہ جان گئے کہ یہاں جسم ولباس کی طہارت کی بجائے قلب ونیت کی پاکیزگی مطلوب ہے۔

حضوری سرور کائنات ﷺ

صاحبِ عرفانؒ جب پہلے پہل نبی کریم ﷺ کی حضوری سے بہرہ ور ہوئے تو آپؒ نے اس کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں ایک راستے پر جا رہا تھا جس کے دونوں جانب دیواریں تھیں۔ میں ان کے درمیان چلا جا رہا تھا کہ آگے ایک سنتری اور دربان نے روک دیا۔ یہ روک ہاتھ سے نہ تھی بلکہ حکم سے تھی، جسے روحانی اور باطنی طور پر محسوس کیا۔ فرمایا! میں نے ایک ٹکٹ سا سر پر سے نکال کر پہریدار کو تھمایا تب آگے جانے کی اجازت ملی۔

فرمایا! ان مراحل سے گزر کر تعلیمی دور میں داخل ہوئے۔ یہ تعلیم روحانی اور باطنی جثے کو خداداد طور پر ملتی ہے اس ظاہری مادی وجود کی کارفرمائی اور اس مادی شعور کی رسائی وہاں تک نہیں ہوتی۔

فقیر احموں یوں بھی کرتا ہے:

سجادہ نشین حضرت نور احمد صاحبؒ زندہ دل مگر گمنامی پسند شخص تھے آپؒ نے سواری

Marfat.com

کے لیے بہترین گھوڑے پال رکھے تھے اور آپؒ کی مجلس میں عموماً ان کا تذکرہ بھی رہتا۔ یوں آپؒ اِس آڑ میں اپنے فقر و تصوف کو چھپایا کرتے۔ صاحبِ عرفانؒ کے سلوک کا ابتدائی دور تھا اور آپؒ حضرت نور احمد صاحبؒ کے حلقۂ ارادت میں نو وارد تھے لہٰذا سائیں نور احمد صاحبؒ کے اس طرزِ عمل پر آپؒ کے دل میں ان کے دنیا دار ہونے اور فقر سے نا آشنا ہونے کا گمان ہوتا جس کے نتیجے میں آپؒ کو ان کے بارے میں ایک طرح کی بے اطمینانی لاحق ہوگئی۔

ایک رات حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز نے قبلہ فقیر صاحبؒ پر انتہائی باطنی مہربانی فرمائی اور خاص فیض سے نوازا۔ ان دنوں آپؒ حضرت سلطان صاحبؒ کے دربار شریف کے قریب ایک چھوٹی سی مسجد میں آپ قدس سرہ کی فارسی قلمی کتب کی نقل فرمایا کرتے تھے۔ حضرت نور احمد صاحبؒ گھوڑے پر سوار ہو کر روزانہ اس مسجد کے قریب سے گزرا کرتے تھے۔ ایک روز قبلہ فقیر صاحبؒ حسبِ معمول کتابت میں مصروف تھے کہ سائیں نور محمد صاحبؒ گزرتے وقت خلافِ معمول گھوڑے سے اتر کر آپ کے پاس تشریف لائے۔ قبلہ فقیر صاحبؒ آپؒ کے لیے تعظیماً کھڑے ہوگئے۔ حضرت نور احمد صاحبؒ آپؒ کے قریب آئے اور فرمایا: بیٹا نور محمد! جو مہربانی تم پر حضرت سلطان صاحبؒ فرما رہے ہیں اس کا علم فقیر احموں کو بھی ہے۔ آپؒ بوجہ عجز و انکسار خود کو فقیر احموں کہتے۔ قبلہ فقیر صاحبؒ ان کی اس باطنی آگاہی پر حیران رہ گئے۔

یونہی ایک بار حضرت نور احمد صاحبؒ نے خط لکھوانے کے لیے قبلہ فقیر صاحبؒ کو طلب فرمایا۔ جب خط لکھوانا شروع کر دیا تو اس دوران آپؒ نے توجہ فرما کر فقیر صاحب کو سلب کر لیا۔ فقیر صاحبؒ گھبرا کر کھڑے ہو گئے۔ حضرت صاحبؒ نے مسکرا کر پوچھا کیا بات ہے؟ آپؒ نے جواب دیا کہ میرے سینے سے کوئی شے خارج ہو گئی ہے اور اب بھاری پن اور ثقالت کا احساس نہیں ہو رہا، گویا سینہ خالی سا ہو گیا ہے۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا ''فقیر احموں کبھی کبھی یوں بھی کرتا ہے'' اس کے بعد آپؒ نے فقیر صاحب کو گلے لگا کر سلب کردہ باطنی دولت واپس لوٹا دی۔ ان واقعات نے قبلہ فقیر صاحبؒ کو سائیں نور احمد صاحبؒ کی کاملیت اور زندہ دلی کا قائل کر دیا۔

Marfat.com

قبلہ فقیر صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ فقراء بعض اوقات سلب کا معاملہ امتحاناً اور تربیت کے خیال سے کرتے ہیں ورنہ ان کے ہاں یہ عمل لائق تحسین نہیں ہے۔

آپؒ فرمایا کرتے کہ سائیں نور احمد صاحبؒ بہت منکسر المزاج اور عاجزی پسند بزرگ تھے، خودنمائی سے کوسوں دور تھے۔ آپؒ سے کوئی آپؒ کا نام دریافت کرتا یا آپؒ دستخط فرماتے تو فقیر احموں بتاتے اور لکھتے۔ فرماتے! میرا نام احموں ہے، احمد ﷺ تو بڑی شان والے کا نام ہے اور میں گنہگار اور حقیر انسان ہوں۔

قبلہ فقیر صاحبؒ فرماتے کہ آپؒ فقیر کامل تھے لیکن دولتِ فقر کو چھپانے کی غرض سے لوگوں کے سامنے گھوڑوں کی باتیں کرتے اور خود کو دنیا دار ظاہر فرماتے۔ آپؒ صاحبِ عرفانؒ کے ساتھ بہت شفقت وعزت کے ساتھ پیش آتے۔ آپؒ نے قبلہ فقیر صاحبؒ کو از خود اپنے دستِ مبارک سے پروانۂ خلافت تحریر کر کے عنایت فرمایا تھا جو قبلہ فقیر صاحبؒ سے کوئٹہ کے زلزلے میں کھو گیا تھا۔

آپؒ ہی کے دورِ جانشینی میں قبلہ فقیر صاحبؒ کے مقابلے میں ایک شخص فقر وتصوف کا دعویدار تھا۔ ایک روز یہ شخص اور قبلہ فقیر صاحبؒ حضرت نور احمد صاحبؒ کی خدمت میں حاضر تھے۔ اس شخص نے اپنا دعویٰ دہرایا تو حضرت صاحبؒ نے قبلہ فقیر صاحبؒ کا ہاتھ پکڑ کر اس کے سامنے کر دیا اور فرمایا! فقیر یہ ہیں ان کا ہاتھ دیکھو ریشم کی طرح نرم ہے، اس لیے کہ انہوں نے ان ہاتھوں کو دنیا داری سے آلودہ نہیں کیا، جبکہ دنیاوی امور نے تمہارے ہاتھوں کو سخت کر رکھا ہے، فقر اور دنیا داری یکجا نہیں ہو سکتے۔ یہ سن کر وہ شخص کھسیانا ہو گیا۔

مہمان خانے کا نوری موکل:

صاحبِ عرفانؒ کے والد صاحبؒ نے رہائشی مکان کے علاوہ ایک علیحدہ مکان بطور مہمان خانہ بنوا رکھا تھا جو آپؒ کے آبائی قبرستان یعنی قبرستانِ ملا نیک کی غربی جانب واقع تھا۔

کلاچی میں قیام کے دوران صاحبِ عرفانؒ عبادت اور حصول تنہائی کی خاطر اس مہمان خانہ میں تشریف فرما ہوا کرتے تھے۔ ایک روز دوپہر کے وقت آپؒ کی موجودگی میں بڑے

گھڑے جتنا ایک نوری گولہ قبرستان کی طرف سے دیوار پھلانگ کر مہمان خانے کے صحن میں آ کر محوِ گردش ہو گیا۔

وہ اس قدر سفید اور چمکدار تھا کہ سورج کی تیز روشنی اس کی چمک دمک کو ماند اور متاثر نہ کر پا رہی تھی۔ آپؒ اسے دیکھتے رہے۔ کچھ دیر چکر لگانے کے بعد وہ گولہ جس راہ سے آیا تھا اسی راہ سے لوٹ گیا۔ اس کے بعد اس کی آمد و رفت روزانہ کا معمول بن گئی۔

ان دنوں ایک درویش آپؒ کا مہمان ہوا۔ اس کی موجودگی میں وہ گولۂ نور صحن میں آیا تو مارے حیرت کے وہ چلا اٹھا کہ دیکھیے فقیر صاحب! یہ کیا ہے؟ آپؒ نے اسے خاموش رہنے کا کہا اور بتایا کہ یہ کوئی نوری موکل ہے اور اس کی آمد و رفت کا سلسلہ کئی روز سے جاری ہے۔

ایک روز وہ نوری گولہ حسبِ معمول گھومتے گھومتے آپؒ کے قریب آ کر رک گیا، پھر اس میں سے ایک ہاتھ مصافحہ کرنے کے انداز میں نمودار ہوا۔ یہ سلسلہ جاری تھا کہ آپؒ دربار شریف حضرت سلطان العارفین تشریف لے گئے۔ کچھ عرصہ بعد آپؒ کی واپسی ہوئی تو اس کے بعد وہ نوری گولہ کبھی ظاہر نہ ہوا۔

وہ پہچانی نہ جاتی تھی:

قبلہ فقیر صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ قدرتِ کاملہ نے مقدرات کے ساتھ ساتھ ان کے اسباب و وسائل کو بھی لوحِ محفوظ پر تحریر کر دیا ہے۔ لہٰذا امور اسباب و وسائل کے ذریعے انجام پذیر ہوتے ہیں۔

ایک وقت تھا۔ کہ آپؒ اپنے محلے کی مسجد کے چبوترے پر بیٹھ کر حضرت بادشاہ صاحبؒ کی کتابوں کی کتابت فرمایا کرتے تھے۔ ان دنوں ایک بوڑھی ہندو عورت اپنی نوعمر لڑکی کو، جو ٹی بی کے باعث سوکھ کر ہڈیوں کا پنجر ہو چکی تھی، آپؒ کی خدمت میں دم اور تعویز کے لیے لائی۔ ڈاکٹروں نے اسے لا علاج قرار دے دیا تھا اور بقول ان کے اس کے دونوں پھیپھڑے تقریباً ختم ہو چکے تھے۔ آپؒ کو اس عورت کی آہ و زاری اور لڑکی کی خستہ حالی پر ترس آ گیا۔ آپؒ نے اس رحم دلی اور خدا ترسی کے جذبے سے دم کر کے اسے رخصت کر دیا۔ قدرت نے دم کی برکت سے لڑکی کو ایسا تندرست کر دیا کہ اس کی ماں اسے لے کر جب شکر

گزاری کے لیے آپ ؒ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو وہ پہچانی نہ جاتی تھی۔ پہلے اس کی حالت قابلِ رحم تھی تو اب اس کی صحت قابلِ رشک تھی۔

یہ میرا بچہ باہوؒ ہے:

قبلہ فقیر صاحب ؒ فرمایا کرتے تھے کہ فقراء کے روحانی جثے ہی دراصل اہمیت اور حقیقی زندگی کے حامل ہوتے ہیں۔ جبکہ مادی جثے مادی انسانوں کی نظروں میں اہمیت رکھتے ہیں۔ایسا ایک واقعہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے جو عرفان جلد اول صفحہ نمبر ۳۸ پر بھی تحریر ہے۔

جن دنوں دریائے چناب کٹاؤ کرتا ہوا حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کے سابق دربار شریف کے قریب پہنچ گیا تو دربار شریف کے متعلقین نے آپ کے مزارِ اقدس کو وہاں سے موجودہ جگہ منتقل کرنے کا ارادہ کر لیا، جبکہ زندہ دل لوگ حضرت بادشاہ صاحب ؒ کی روحانی برکات کو اس مجوزہ نئی جگہ پر پہلے سے محسوس کر رہے تھے۔

روایت چلی آ رہی تھی کہ جب آپ قدس سرہ کا صندوق مبارک باہر نکال لیا جائے گا تو اس میں سے ایک نعرہ بلند ہوگا جسے سن کر وہاں موجود تمام لوگ زندہ دل اولیاء اللہ ہو جائیں گے۔ جب آپ قدس سرہ کا تابوت مبارک برآمد کر لیا گیا اور مذکورہ روایت کے موافق معاملہ نہ ہوا تو اور لوگوں کی طرح قبلہ فقیر صاحب ؒ بھی افسردگی اور مایوسی سے دوچار ہوئے۔ آپ ؒ نے فرمایا! کہ میں اس رات اس عالمِ یاس و شکستگی میں جب حافظ موسیٰ صاحب کے حجرے میں جا کر سو گیا تو میں نے عالمِ رویاء میں خود کو سارنگ خان بلوچ کی اس بستی میں پایا جہاں حضرت سلطان العارفین نے عہدِ طفولیت اور بچپن گزارا تھا۔ اس کے بعد میں نے خود کو حضرت سلطان صاحب ؒ کے سیدھے سادے مکان میں دیکھا جس میں آپ قدس سرہ اپنے والدین کے ہمراہ رہا کرتے تھے۔ قبلہ فقیر صاحب ؒ نے حضور سلطان صاحب ؒ کے والد ماجد حضرت محمد بازید ؒ کو سرکنڈوں کے ایک سائبان کے نیچے چارپائی پر تشریف فرما دیکھا اور حضور رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ حضرت مائی راستی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا کو چولہے کے قریب تشریف فرما پایا۔ حضرت مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا نے جب قبلہ فقیر صاحب ؒ کو اپنے گھر میں دیکھا تو انہوں نے حضرت سلطان صاحب ؒ کو معصومیت اور شیر خوارگی والی صورت میں اپنے ہاتھوں میں اٹھایا اور قبلہ فقیر صاحب ؒ

Marfat.com

کے روبرو لا کر فرمایا: نور محمد! یہ میرا بچہ باہوؒ ہے اسے میں نے اسی طرح پالا ہے۔ صاحب عرفانؒ فرماتے تھے کہ جب میری نظریں حضرت سلطان العارفینؒ کی معصوم نوری نگاہوں سے دوچار ہوئیں تو مجھ پر وجد طاری ہو گیا اور حق باہو، حق باہو کا ذکر میری زبان پر جاری ہو گیا۔ اس حال میں جب میری آنکھ کھلی تو افسردگی اور مایوسی کی جگہ مسرت و انبساط نے لے رکھی تھی۔

آپؒ نے فرمایا! کہ حضرت سلطان صاحبؒ کی معصوم صورت اس قدر واضح تھی اور پردۂ خیال پر یوں نقش ہو گئی کہ اگر میں مصور ہوتا تو اس کی نقل کاغذ یا کینوس پر اتار لیتا۔

فرمایا! کہ حضرت بادشاہ صاحبؒ کے والد ماجد کو چھریرے بدن اور چھوٹی ریش کے ساتھ دیکھا۔ جبکہ آپؒ کی والدہ ماجدہ کو وجیہہ صورت اور صحت مند پایا۔

جب قبلہ فقیر صاحبؒ سے حضرت سلطان العارفینؒ کے صندوق مبارک کی بابت پوچھا گیا کہ کھول کر لوگوں کو دکھایا گیا تھا اور یہ کہ اسے دیمک وغیرہ تو نہ لگی تھی؟ تو جواباً فرمایا! کہ صندوق مبارک نہ کھولا گیا تھا نہ دکھایا گیا تھا بلکہ اس پر کپڑا ڈال دیا گیا تھا، البتہ ہم نے کندھا ضرور دیا تھا۔

فرمایا! آپ قدس سرہ کی روحِ اقدس نے تابوت کی منتقلی سے قبل ہی نئے مزار والے مقام پر ٹھکانہ کر لیا تھا۔ فرمایا! ارواح مزارات کو بطورِ آشیانہ استعمال کرتی ہیں۔

کوئی اور کتاب بھی تحریر فرمائی:

صاحبِ عرفانؒ نے حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کی فارسی قلمی کتب کی تلاش میں بڑی مشقت اٹھائی اور دور دراز کے سفر کیے۔ اس سلسلے میں آپؒ کتب خانہ آصفیہ، حیدر آباد دکن بھی گئے جہاں آپؒ نے حضرت بادشاہ صاحبؒ کی فارسی تصنیف ''اسرار قادری'' کا قلمی نسخہ ملاحظہ فرمایا۔ قبلہ فقیر صاحبؒ کو باوجود کوشش کے جناب سلطان صاحبؒ کی کوئی ایسی تصنیف نہ مل سکی جس میں آپ قدس سرہ کے حالاتِ زندگی درج ہوں۔

صاحبِ عرفانؒ آپ قدس سرہ العزیز کی تقریباً چالیس کتابیں حاصل کر سکے۔ چونکہ یہ روایت چلی آ رہی تھی کہ آپ قدس سرہ نے سو سے زائد کتب تصنیف فرمائی تھیں لہٰذا قبلہ فقیر

Marfat.com

صاحبؒ باقی کتابوں کے بارے میں بھی فکر مند اور ان کے متلاشی تھے۔

ایک بار آپؒ حضرت سلطان العارفینؒ کی روحانی مجلس میں حاضر تھے جس میں آنحضرت کے نورانی صورتوں والے دو صاحبزدگان بھی موجود تھے۔ اس ملاقات میں آپ نے آنحضرت سے دریافت کیا کہ حضور! ان چالیس کتب کے علاوہ بھی آپ نے کوئی کتاب تحریر فرمائی جو اس عاجز کے پاس موجود ہیں، تو آپ قدس سرہ نے جواباً فرمایا کہ ''ان کتب کے علاوہ ایک اور کتاب تحریر کر رہا تھا کہ اجل آ پہنچی اور وہ ادھوری رہ گئی''۔ قبلہ فقیر صاحبؒ نے پھر عرض گزاری کہ یا حضرت! میں نے آپؒ کی ایک دو کتابیں شائع کی ہیں اور عقل بیدار کو شائع کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں، تو آنحضرت نے جواباً فرمایا کہ ''مجھے اس کا علم ہے اور میں اس پر بہت خوش ہوں، نیز عقل بیدار کی اشاعت کا ارادہ بھی بہت نیک اور احسن ہے''۔

صاحب عرفانؒ نے جب عقل بیدار شریف کا ترجمہ کر لیا تھا تو فرمایا کرتے تھے کہ میں بھی اس کی اشاعت سے قبل انتقال کر جاؤں گا۔ پھر یونہی ہوا اور آپؒ کے انتقال کے کافی عرصہ بعد اس کی اشاعت ہو سکی۔

قبلہ فقیر صاحبؒ کو حضرت سلطان العارفینؒ کی تصنیفات طبع کرانے کا اجازت نامہ حضرت امیر سلطان صاحبؒ کے صاحبزادے حضرت محمد نور الحسن صاحبؒ نے بھی عطا فرمایا تھا جو راقم الحروف کے پاس موجود ہے۔

قبلہ فقیر صاحبؒ کو حضرت سلطان صاحبؒ کی کتابوں سے عشق تھا۔ آپ اپنی مجلس میں عموماً ان کا تذکرہ فرماتے رہتے۔

ایک بار سجادہ نشین حضرت امیر سلطان صاحبؒ نے آپؒ سے کہا کہ فقیر صاحب! آپ ہماری آمدنی اور خرچ کا حساب کر دیا کریں۔ آپؒ راضی ہو گئے۔ حساب کتاب اور نذرانوں کے لیے ایک مکان مخصوص تھا جہاں نقد رقوم بھی رکھی جاتی تھیں۔ اس مکان میں ایک صندوق تھا جس میں حضرت سلطان صاحبؒ کی قلمی فارسی کتابیں رکھی رہتی تھیں۔ جب حضرت امیر سلطان صاحبؒ دوپہر کو آرام فرمانے چلے جاتے تو فقیر صاحب کاغذ پنسل لے کر جلدی جلدی کسی قلمی کتاب کی نقل شروع کر دیتے۔ کسی نے حضرت امیر سلطان صاحبؒ کو خبر کر دی کہ خدا

Marfat.com

جانے قبلہ فقیر صاحبؒ دوپہر کے وقت مکان کے اندر کیا کرتے رہتے ہیں۔ سجادہ نشین صاحبؒ کو بھی شک گزرا لہٰذا وہ ایک دن دوپہر کو اچانک وہاں پہنچ گئے۔ دروازہ کھولا تو آپؒ اندر پسینے میں شرابور کتاب کی نقل میں مصروف تھے۔ آپؒ کو اس حال میں دیکھ کر ان کا شک زائل ہو گیا اور فرمایا کہ آپ گرمی میں اس قدر تکلیف اور مشقت کیوں اٹھاتے ہیں؟ کتابیں باہر کھلی ہوا میں لے جا کر نقل کیا کریں۔ یہ سن کر آپؒ بہت خوش ہوئے اور اس کے بعد کتابیں باہر لے جا کر نقل کرنا شروع کر دیں۔

اجنبی شخص کتاب رکھ گیا

صاحبِ عرفانؒ نے حضرت سلطان العارفینؒ کی کتب کے حصول کے لیے مادی تگ و دو کے ساتھ ساتھ باطنی کوشش بھی فرمائی اس سلسلے میں آپؒ نے ایک بار پنجاب کے کسی قصبے میں ایک بزرگ کے مزار پر دعوت پڑھنے کا ارادہ کیا تا کہ ان کے روحانی تعاون سے حضرت بادشاہ صاحبؒ کی کوئی نئی کتاب حاصل ہو سکے۔ آپؒ کو ان کے مزار کے پاس بیٹھے ابھی تھوڑی دیر گزری تھی کہ کوئی اجنبی شخص آپؒ کے قریب غلاف میں لپٹی ہوئی ایک کتاب رکھ کر چلا گیا۔ آپؒ نے اسے قرآن کریم یا کوئی اور دینی کتاب سمجھا اور اس خیال سے اس کی نگرانی کرتے رہے کہ جو شخص اسے رکھ گیا ہے تھوڑی دیر بعد آ کر لے جائے گا۔ جب بہت دیر بعد بھی وہ شخص نہ لوٹا تو آپؒ نے اس کتاب کو دیکھنے کی غرض سے اٹھا لیا۔ آپؒ نے اسے کھول کر دیکھا تو حیرت زدہ رہ گئے۔ کیونکہ وہ حضرت سلطان صاحبؒ کی تصنیف ''محک الفقراء کلاں'' کا پرانا قلمی نسخہ تھا، جو موٹے کشمیری کاغذ پر تحریر تھا۔ یہ بعض جگہوں سے دیمک خوردہ تھا آپؒ کے خیال میں اس کتاب کو لانے والا کوئی روحانی موکل تھا اور اس کی فراہمی میں اس صاحب مزار بزرگ کا روحانی تصرف کارفرما تھا۔

یہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کے زمانے کا نادر و نایاب نسخہ تھا، جسے جھنگ مگھیانے کے کسی کاتب نے بہت خوش خط لکھا تھا۔ اس کا سن تحریر ۱۰۹۲ھ تھا۔ کاتب نے حضرت بادشاہ صاحبؒ کی تاریخ وصال ان لفظوں میں تحریر کی تھی ''تاریخ وفات مسیح الاولیا ۱۰۹۲ھ''۔ اس کے آخری صفحے پر حضرت سلطان العارفینؒ کے دستخط ''فقیر باھوؒ'' کے الفاظ

Marfat.com

کے ساتھ موجود تھے۔ حاشیے پر کہیں کہیں آپ قبلہ سرہ نے اصلاح بھی فرمائی تھی۔
قبلہ فقیر صاحبؒ کو یہ کتاب عزیز از جان تھی۔ غالباً ۱۹۴۷ء میں قبلہ فقیر صاحبؒ اور آپ کے گھر والوں کی عدم موجودگی میں آپؒ کے بعض بد بخت رشتہ داروں نے آپؒ کے مہمان خانے کی چھت سے آپؒ کے گھر میں کود کر چوری کی تھی۔ انہوں نے حضرت بادشاہ صاحبؒ کی قلمی کتابوں کی ورق ورق تلاشی لی۔ ان کا خیال تھا کہ قبلہ فقیر صاحبؒ بغیر کسی کاروبار کے جو استغنا اور اطمینان کی زندگی گزارتے ہیں تو وہ درپردہ جعلی نوٹ چھاپتے اور بناتے ہیں اور انہیں ان کتابوں میں رکھتے ہیں۔ جب انہیں ان کتابوں میں کچھ نہ ملا تو انہوں نے قبلہ فقیر صاحبؒ کی تیس سالہ محنت کا لحاظ کئے بغیر ان کتب کو پھاڑ کر پرزے پرزے کر دیا۔ پھر کچھ کو قبرستان کا کڑ کے قریب شہر کی فصیل کی دراڑوں میں چھپا دیا اور زیادہ تر کو قبرستان شہیداں میں مٹھو خان کی قبر میں دبا دیا۔ بعد میں یہ پرزے راقم الحروف کے بڑے بھائی جناب عبدالرشید صاحب کو ملے تھے اور انہوں نے قبلہ فقیر صاحبؒ کو دکھائے تھے۔ اس موقع پر قبلہؒ نے اپنے فرزند عبدالرشید صاحب سے فرمایا! "تم ان کتب کو صحیح سالم لے آتے تو میں تمہیں بیس ہزار روپے انعام دیتا۔ یہ تھی ان کتب کی قیمت آپ کی نظروں میں، حالانکہ آپؒ کی مالی حالت بہت کمزور تھی اور بیس ہزار کی رقم ان دنوں خطیر رقم ہوا کرتی تھی اور آپؒ کے ہاں کبھی بھی اتنی رقم نہ ہوئی تھی، لیکن بیس ہزار کے عدد سے کتب کی اہمیت جتلانا مقصود تھی۔
صاحبِ عرفانؒ کو ان کتب کا خصوصاً کتاب "محك الفقراء" کی چوری اور ضیاع کا بے حد دکھ رہا جس کا اظہار آپؒ اکثر کیا کرتے تھے۔ اس کتاب کو آپ تبرکاً بڑے احترام اور اہتمام کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔
ان بدبختوں نے تو آپؒ کی تیس سالہ محنت کا لحاظ نہ کیا لیکن قدرت نے آپؒ کی محنت اور دکھ کا لحاظ فرمایا۔ نتیجتاً چوروں کا سرغنہ چند روز بعد اپنے دشمنوں کے ہاتھوں قتل ہو گیا اور اس کے باقی ساتھی زندگی بھر ذلت و تنگدستی سے دوچار رہے۔

نور الہدیٰ شریف کی تعریف:

قبلہ فقیر صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ نور الہدیٰ شریف، جو حضرت سلطان العارفینؒ کی تصنیف ہے، میں جو کچھ درج ہے ہم نے اسے ویسا ہی پایا، ان کی ایک باطنی صورت ہے جو

Marfat.com

مرشد کامل کی طرح کام کرتی ہے۔ حصولِ فیض کے لیے اسے بطورِ وظیفہ پڑھنا چاہیے۔ ہم نے اس سے سب کچھ پایا۔ طالب صادق اس میں درج مقامات سے اتنی ہوش مندی اور بیداری سے گزرتا ہے کہ دوسرا اس کا اندازہ نہیں کرسکتا۔ جو ان سے نہیں گزرا وہ ان باتوں کو اوہام اور افسانہ طرازی سے تعبیر کرے گا۔ فرمایا! کہ چشمہ ہائے شوق، ذوق صبر و شکر کا پانی پیا۔ پھر ان سے آگے رضا اور قضا کے چشمے نمودار ہوئے۔ پھر صورتِ سلطان الفقراء سے دوچار ہوئے جو نوری حروف سے مرقوم نہایت حسین انسانی صورت تھی جس کے گلوبنی پر کلمہ شریف لکھا ہوا تھا۔ پھر سیاہ چشمہ آتا ہے جس کی سیاہی چاٹ لینے سے زبان سیف الرحمٰن ہو جاتی ہے۔ اس مقام پر حضور علیہ السلام سے چند حروف سیکھے جس کے بعد علوم و معارف کا سلسلہ شروع ہو گیا، پھر دریائے ژرف تک پہنچے۔ اس کے کنارے پر حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کو لیٹے ہوئے پایا۔ آپؒ نے مجھے بچے کی مثل اٹھا کر اپنے اوپر سے گزار کر دوسری طرف اتار دیا۔ پھر دریا ژرف سے بسم اللہ پڑھ کر تین گھونٹ پانی پیا اور واپس حضرت بادشاہ صاحبؒ کے پاس آ گئے۔ آپ قدس سرہ نے حسبِ سابق اٹھا کر اس جانب کھڑا کر دیا، پھر جب آپ قدس سرہ اٹھے تو آپؒ کے نیچے ایک مہیب غار دکھائی دی، اس میں ایسا اژدہا نظر آیا جس کی دہشت سے کلیجہ منہ کو آتا تھا۔ قبلہ فقیر صاحبؒ نے فرمایا! اس راہ میں بہت ہیبت ناک مناظر دیکھے۔ یہ مناظر اس لیے دکھائے جاتے ہیں تاکہ راستے کی مشکلات اور منزل کی قدر و قیمت کا اندازہ ہو سکے اور راستے کے طے کرانے اور منزل تک پہنچانے میں مرشد کامل کی مہربانیوں کا پتہ لگ سکے۔ یہ سب کچھ اس کی توجہ اور عنایت سے ہوتا ہے۔ اس کا نوری جثہ طالب کے جثے کو لے کر اپنی طے کردہ منازل سے مرحلہ وار گزارتا ہے لیکن ان معاملات میں امرِ الٰہی اور اللہ تعالیٰ کی منظوری لازماً شامل ہوتی ہے کیونکہ وہ ذات طالب کے اخلاص و طلب سے پوری پوری واقف ہوتی ہے۔ ﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ﴾ (سورہ قصص ع ۶) بے شک تو جسے چاہے ہدایت پر نہیں لا سکتا'' سے یہی مراد ہے۔ ایسے انتہائی مراتب سے ہزاروں سالکوں میں سے ایک آدھ عاشقِ جان فدا، ازلی خوش بخت بہرہ ور ہوتا ہے۔ فرمایا! نظر اور توجہ ان مادی حواس سے نہیں کی جاتی بلکہ باطنی آنکھ اور پاکیزہ نوری وجود سے کی جاتی ہے۔ ان باطنی معاملات میں مادی زبان اور نظر ہزار بھی کہے اور توجہ کرے کچھ نہیں بنتا۔ پھر

Marfat.com

ان منازل کے بعد دیدار الٰہی اور لقائے خداوندی کی باری آتی ہے۔ یہی چیزیں اور حقیقی لذتیں سالک کو فقر و فاقہ کی سختیاں برداشت کرنے اور مست اونٹ کی مثل گامزن رہنے پر آمادہ رکھتی ہیں۔

فرمایا! نور الہدیٰ شریف میں جو کچھ درج ہے اس میں قطعاً مبالغہ نہیں ہے۔ اس میں جو فقر بیان کیا گیا ہے بڑے بڑے پیروں کو ان کی ہوا بھی نہیں لگی، جبکہ دنیا والوں کی نظر میں وہ بڑا وزن رکھتے ہیں۔ بعض اوقات یہاں کا ایک ٹن وزن درگاہِ خداوندی میں رتی بھر بھی نہیں بنتا لوگ بعض قبروں پر پھول چڑھاتے نہیں تھکتے جب کہ ان کے اندر کا حال برعکس ہوتا ہے اصل مرتبہ وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں طے پا جائے۔

اس سلسلے میں ایک بڑے پیر کے بڑے خلیفے کا ذکر فرمایا جو پیر مریدی کے وسیع سلسلے کے حامل تھے۔ ایک دعوت پر آپؒ کی ان سے ملاقات ہوئی۔ ان کے ہمراہ مریدوں کی ایک بڑی جماعت تھی۔ آپؒ کے ہمراہ تنہا آپؒ کے مخلص مرید حافظ محمد حسین صاحب تھے۔ خلیفہ صاحب سے آپؒ کا تعارف ہوا تو وہ بہت ادب کے ساتھ پیش آئے، اس لیے کہ وہ آپؒ کی تصنیف عرفان کا مطالعہ کر چکے تھے۔ انہوں نے اپنے مریدوں کے روبرو اس فقر سے اپنی لا علمی کا اعتراف کیا اور عجز و انکساری کا اظہار کیا۔

آپؒ نے فرمایا کہ ان کی راست گوئی کی داد دینی پڑی ورنہ دنیادار پیر اپنے مریدوں اور عقیدت مندوں کی موجودگی میں کبھی بھی ایسی فروتنی اور عاجزی کا مظاہرہ نہیں کرتے۔

بچپن اور بلوغت کی بیعت

قبلہ فقیر صاحبؒ کے والد صاحبؒ حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کے پانچویں سجادہ نشین حضرت صالح محمد صاحبؒ کی بیعت تھے۔ لہٰذا انہوں نے قبلہ فقیر صاحبؒ کو بھی بچپن میں دربارِ شریف پر لے جا کر ان سے بیعت کروا دیا۔ ان کے انتقال پر ان کے صاحبزادے حضرت نور احمد صاحبؒ مسند سجادگی پر متمکن ہوئے۔ آپؒ چھٹے سجادہ نشین تھے۔ اس زمانے میں صاحب عرفانؒ کالج کی تعلیم ترک کر کے دربار شریف سے باقاعدہ وابستہ ہو چکے تھے۔ حضرت نور احمد صاحبؒ عموماً علاقہ دامان کا دورہ فرمایا کرتے تھے۔ ایک بار آپؒ موضع مڈی، جو

Marfat.com

کلاچی ڈیرہ روڈ پر کلاچی سے دس، گیارہ، کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے تشریف لائے تو قبلہ فقیر صاحبؒ بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بچپن کی بیعت چونکہ عدم بلوغت اور ناسمجھی کی بیعت تھی اس لیے آپؒ نے بلوغت میں حضرت نور احمد صاحبؒ سے دوبارہ بیعت کی۔ گو آپؒ کا باطن ابتداء سے ہی جناب بادشاہ صاحبؒ کی روحانی کرم نوازیوں کی آماجگاہ تھا اور ان کی مربیانہ نوازشات سے روبہ کمال تھا پھر بھی آپؒ نے اپنے ظاہر کو اس سلسلے کا پابند اور غلام بنالیا۔ حضرت سلطان العارفین قدس سرہ، سے اس خاص روحانی تعلق کے باعث حضرت نور احمد صاحبؒ آپؒ پر بہت شفقت اور مہربانی فرمایا کرتے تھے۔

صندوق اوپر لے آوٴں گا:

صاحبِ عرفانؒ نے ایک بار حضرت صالح محمد صاحبؒ کو ان کے انتقال کے کافی عرصہ بعد خواب میں حضرت سلطان صاحبؒ کے محل شریف کے اندر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ انہوں نے حضرت فقیر صاحبؒ کو مخاطب کر کے فرمایا: بیٹا نور محمد! ''حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کا صندوق مبارک بہت نیچے چلا گیا ہے''۔ قبلہ فقیر صاحبؒ نے جواباً کہا: ''سائیں! آپؒ فکر نہ کریں میں اسے انشاء اللہ اوپر لے آوٴں گا''۔ بیدار ہونے پر آپؒ نے اس خواب کے متعلق بہت سوچا لیکن اِس کی تعبیر سمجھ میں نہ آسکی۔ بعد میں جب آپؒ نے حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کی کتب کے تراجم و شروح لکھیں اور اپنی تصنیف عرفان میں آپ قدس سرہٗ کے بیان کردہ نرالے فقیر و تصوف کی وضاحت کی تو اس خواب کی تعبیر سمجھ میں آئی۔ گویا صندوق مبارک کے نیچے چلے جانے سے آپ قدس سرہٗ کی تصنیفات کا گوشۂ گمنامی میں چلے جانا مراد تھا اور ان کو تشریح و توضیح کے ساتھ منظر عام پر لانا فقر و معرفت کی دولت سے معمور صندوق کو اوپر لانے کے مترادف تھا۔ فقر و معرفت کا یہ خزانہ قلمی کتابوں کی صورت میں چند افراد کے ہاں موجود اور محدود تھا، لیکن جب صاحبِ عرفانؒ اسے شرح و بسط کے ساتھ اردو زبان میں منتقل کر کے منصۂ شہود پر لائے تو ایک دنیا نے اس سے استفادہ کیا اور کر رہی ہے۔

Marfat.com

نمازِ تہجد کے لیے جگا دیا:

حضورِ قلب سے کی گئی عبادت کا دائرہ اثر جب باطنی دنیا میں پھیلتا ہے تو اس سے عالمِ غیب کی مخلوق بھی متاثر و مستفید ہوتی ہے، وہ ایسی عبادت کے طلب گار اور ایسے عبادت گزار کے مددگار بن جاتے ہیں۔

قبلہ فقیر صاحبؒ کو زمانۂ طلب میں کئی بار دربار شریف تک پیدل اور اونٹوں پر سفر کرنا پڑا۔ اس سفر کا بیشتر حصہ تھل کے ریتلے علاقے پر مشتمل ہوتا تھا۔ پیادہ سفر کے مذکور راستے موجود پختہ سڑکوں کے مطابق نہ ہوتے تھے، بلکہ جدا راستے تھے۔ ان راستوں میں مختلف مقامات پر موجود رہٹ یا کنویں اور ان کے اردگرد موجود معمولی آبادیاں اور بستیاں پڑاؤ کا کام کرتی تھیں۔ اس سفر پر عموماً آٹھ دن جانے اور آٹھ دن آنے میں لگ جایا کرتے تھے، لہٰذا آپؒ کو کئی دن اور راتیں ان بے آب و گیاہ ویرانوں میں گزارنی پڑتیں۔ دن کی تمازت اور گرمی سے بچنے کے لیے اکثر رات کے حصوں میں سفر کیا جاتا تھا۔ دورانِ سفر نیند کے غلبے اور گرنے کے خطرے کے پیش نظر مسافر خود کو اونٹ کے کجاوے سے باندھ لیا کرتے تھے۔ ان بابرکت سفروں کے لیے آپؒ دو راستوں کو اختیار فرمایا کرتے تھے۔ پیدل اور اونٹوں کے ذریعے کلاچی سے ڈیرہ، بھکر، لیہ اور گڑھ مہاراجہ سے ہوتے ہوئے دربار شریف پہنچتے تھے۔ دوسرا راستہ ریل گاڑی کا تھا جس کے ذریعے آپؒ دریا خان سے ملتان، وہاں سے شور کوٹ اور شور کوٹ سے دریا عبور کر کے دربار شریف پہنچتے تھے۔ ریل گاڑی کے سفر میں آپؒ کو ایک رات ملتان میں ٹھہرنا پڑتا تھا۔

آپؒ باقاعدہ تہجد گزار تھے۔ ایک پیادہ سفر کے دوران ایک رات ریت کے ایک ٹیلے پر تھکاوٹ کے باعث آپؒ کو گہری نیند نے آلیا، جس کے باعث آپؒ نمازِ تہجد کے لیے خود سے بیدار نہ ہو سکے۔ عین تہجد کے وقت ایک چھوٹے سے جانور نے آپؒ کے پاؤں کا انگوٹھا منہ میں لے کر چوسنا شروع کر دیا جس سے آپؒ کی آنکھ کھل گئی، آپؒ نے اپنا پاؤں کھینچا تو وہ جانور بھاگ گیا تھکاوٹ اور نیند کے غلبے کی وجہ سے آپؒ کی آنکھ دوبارہ لگ گئی، وہ جانور پھر آیا اور آپؒ کا انگوٹھا چوس کر اور آپؒ کو جگا کر بھاگ گیا، لیکن آپؒ پھر نیند کی آغوش میں چلے

Marfat.com

گئے۔ تیسری بار جب اس نے آپؒ کا انگوٹھا چوسا تو آپؒ سمجھ گئے کہ یہ موکل تہجد کے لیے بیدار کر رہا ہے اور سونے نہیں دے رہا۔ آپؒ نے اٹھ کر تہجد کی نماز ادا کی۔ اس کے بعد آپؒ سوئے تو اس جانور نے آپؒ کو بے آرام نہ کیا۔

آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ ایسے معاملات سے سینکڑوں بار واسطہ پڑا اور اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل کے باعث موکلات نے مختلف صورتوں میں مختلف امور میں امداد و معاونت کی، اور وہ ایسا اس لیے بھی کرتے ہیں کہ وظائف و نوافل کا نور ان کی خوراک بنتا ہے۔ لہٰذا وہ اپنی خوراک کے حصول کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔

شغفِ خوش نویسی:

صاحبِ عرفانؒ نے حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کی کتب کو برس ہا برس تک بار بار اپنے ہاتھ سے لکھا، جس کی وجہ سے آپؒ پورے خوش نویس بن گئے۔ آپؒ کو اس فن سے دلچسپی بھی تھی اور اپنی کتابوں کی کتابت کے لیے اس کی ضرورت بھی تھی لہٰذا آپؒ نے اپنے دونوں بڑے لڑکوں کو اس فن کی باقاعدہ تربیت دلوائی۔

جن دونوں آپؒ پرانے دربار شریف پر قیام پذیر تھے، ان دنوں منشی غلام حیدر صاحب خوش نویس بقیدِ حیات تھے، جو بہت اچھے خوش نویس تھے۔ آپؒ کے مرشد حضرت نور احمد صاحبؒ کو بھی چونکہ خوش نویسی سے دلچسپی تھی لہٰذا وہ منشی صاحب سے خویش نویسی میں اصلاح لیا کرتے تھے۔ سائیں نور احمد صاحبؒ مفردات یعنی حروفِ تہجی زیادہ خوبصورت لکھ لیا کرتے تھے۔ جبکہ قبلہ فقیر صاحبؒ کو مرکبات یا رواں تحریر لکھنے پر دسترس حاصل تھی۔ حضرت نور احمد صاحبؒ کبھی کبھی ازراہِ شفقت و اپنائیت قبلہ فقیر صاحبؒ سے موازنۂ حسنِ کتابت فرمایا کرتے تھے۔ مرشد و مرید کا یہ مقابلہ بڑی محبتوں کا حامل ہوا کرتا تھا۔ حضرت نور احمد صاحبؒ اعترافاً فرمایا کرتے تھے: نور محمد! مفردات یعنی حروف میں خوبصورت لکھ لیتا ہوں اور مرکبات یا مسلسل عبارت آپ خوبصورت لکھ لیتے ہیں۔

صاحبِ عرفانؒ قلمیں بہت خوبصورت گھڑ لیا کرتے تھے۔ فقیر اللہ داد مرحوم آپؒ کا معتقد بھی تھا اور خوش نویسی میں آپؒ کا شاگرد بھی تھا۔ وہ بہت ساری کلکیں اور کانے لا دیا

کرتا، آپؒ ان سے قلمیں بنا کا ذخیرہ کرلیا کرتے تھے، جو آپؒ اور آپؒ کے بچوں کے کام آ رہتیں راقم السطور کی والدہ صاحبہ کو آپؒ نے سیاہی بنانے کا طریقہ سکھا رکھا تھا وہ بچوں کے لیے سیاہی بناتیں تو اسے آپؒ بھی استعمال فرمایا کرتے۔

عمامہ آپؒ کے سر پر رکھ دیا:

صاحبِ عرفان کو مسائل تصوف خصوصاً تصوف سلطانی اور دیگر دینی امور کی تشریح پر بڑا عبور حاصل تھا قدرت نے آپؒ کو ان امور میں دور رس فہم سے بہرہ ور کر رکھا تھا۔

حضرت نور احمد صاحبؒ کے بابرکت دور کے بعد جب حضرت امیر سلطان صاحبؒ کا زمانۂ جانشینی آیا تو انہوں نے بھی قبلہ فقیر صاحبؒ کو اپنی خاص مصاحبت اور ہم نشینی سے سرفراز کیے رکھا اور ہمیشہ محبت و رواداری سے پیش آتے ہے۔

حضرت امیر سلطان صاحبؒ اکثر قبلہ فقیر صاحبؒ کے ساتھ دین کے ظاہری و باطنی پہلوؤں پر بحث و مباحثہ اور گفتگو فرمایا کرتے تھے اور قبلہ فقیر صاحبؒ کی وضاحتوں کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے۔ آپؒ صاحبِ عرفانؒ سے مشکوٰۃ شریف اور حضرت بادشاہ صاحبؒ کی تصنیفِ لطیف نور الہدیٰ شریف تفسیر و تشریح کے ساتھ سنا کرتے تھے۔

ایک بار حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کی تصنیف اورنگ شاہی کی یہ تحریر کہ ''فقیر را دو گواہ است یکے آں کہ خود ماند در ناسوت و طالباں را برساند بحضور لاہوت''۔ محفل میں زیر بحث تھی جس کا مطلب ہے کہ ''فقیر کے لیے دو گواہ ہیں ایک یہ کہ وہ خود ناسوت میں ہو لیکن طالبوں کو لاہوت میں پہنچائے''۔ اہل مجلس کا خیال تھا کہ کاتب نے غلطی سے تحریر الٹا دی ہے۔ یعنی لاہوت کی جگہ ناسوت اور ناسوت کی جگہ لاہوت لکھ دیا ہے۔ اس سلسلے میں جب قبلہ فقیر صاحبؒ کی طرف رجوع کیا گیا تو آپؒ نے فرمایا کہ یہ تحریر درست ہے اور کاتب نے اسے الٹایا نہیں۔ پھر اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ مرشد کامل اپنا جثہ لاہوتی مبتدی طالب کو دے کر اسے عالمِ لاہوت کی سیر کرا دیتا ہے، تاکہ دیکھ لینے سے طالب کا یقین عالم باطن پر پختہ ہو جائے اور اس کے بعد جب اسے اپنا ذاتی لاہوتی جثہ حاصل کرنے کے لیے آزمائشوں اور قربانیوں سے گزرنا پڑے تو اس کے پائے استقلال متزلزل نہ ہوسکیں۔ مرشد

Marfat.com

کامل جب مبتدی طالب کو اپنا جثہ لاہوتی عاریتاً دیتا ہے تو اس وقت گویا مرشدِ عالم ناسوت میں ہوتا ہے جبکہ طالب عالمِ لاہوت میں ہوتا ہے۔ یہ جاندار تشریح سن کر حضرت امیر سلطان صاحب رحمۃ اللہ علیہ عش عش کر اٹھے۔ اور فرطِ جوش ومحبت سے اپنا سیاہ عمامہ اپنے سر سے اتار کر بطورِ اعترافِ اہلیت قبلہ فقیر صاحبؒ کے سر پر رکھ دیا۔

اس کے بعد حضرت امیر سلطان صاحبؒ نے قبلہ فقیر صاحبؒ کو اپنے صاحبزادگان یعنی حضرت حبیب سلطان صاحبؒ، حضرت حافظ فیض سلطان صاحبؒ اور حضرت غلام جیلانی صاحبؒ کا اتالیق مقرر کر دیا، پھر استادی شاگردی کا یہ سلسلہ برسوں تک جاری رہا۔

یہ ٹوپی کس کی ہے؟

حضرت امیر سلطان صاحبؒ قبلہ فقیر صاحبؒ کی عالی دماغی اور معاملہ فہی کے بڑے مداح اور معترف تھے۔ انہیں جب شرعی یا باطنی امور میں کوئی دقت پیش ہوتی تو قبلہ فقیر صاحبؒ کو بلوا کر اس کا حل اور جواب دریافت فرماتے۔ آپؒ کے معقول اور مدلل جوابات ان کے یقین واطمینان کا باعث ہوا کرتے۔ قبلہ فقیر صاحبؒ ایک روز ایک ایسی نشست کے بعد واپسی پر اپنی نارٗ کی ٹوپی حضرت امیر سلطان صاحبؒ کے ہاں بھول آئے۔ نماز کا وقت آیا تو حضرت صاحبؒ نے قریب پڑی اس ٹوپی کو اٹھا کر سر پر رکھ لیا۔ لمبی زلفوں کے باوجود جب ٹوپی حضرت صاحبؒ کے کانوں تک اتر آئی تو انہوں نے حیران ہو کر موجود لوگوں سے پوچھا کہ "یہ ٹوپی کس کی ہے"۔ کسی نے بتایا کہ یہ ٹوپی فقیر صاحبؒ کی ہے جو جاتے وقت یہاں بھول گئے ہیں۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ "یہ ٹوپی واقعی فقیر صاحبؒ کی ہو سکتی ہے، ان کی بڑی ٹوپی اور ان کا بڑا سر ان کے علمی اور عقلی کمال کے غماز ہیں"۔ یاد رہے کہ قبلہ فقیر صاحبؒ سر پر ہمیشہ خشخشی بال رکھا کرتے تھے۔

پیر لعل شاہ صاحبؒ کی اقتداء:

حضرت پیر لعل شاہ صاحبؒ رند مشرب بزرگ تھے۔ انہوں نے پوری زندگی پرانے دربار شریف پر گزاری۔ جب آپؒ حیات تھے تو قبلہ فقیر صاحبؒ آپؒ کے حجرے میں تشریف

Marfat.com

لے جایا کرتے تھے اور آپؒ کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے۔ شاہ صاحبؒ کا پرانے دربار شریف پر انتقال ہوا اور وہیں آپؒ کو دفن کیا گیا۔ جب دریائے چناب کے کٹاؤ کی وجہ سے پہلے دربار شریف کو خطرہ لاحق ہوا اور حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کے صندوق مبارک کو موجودہ جگہ منتقل کیا گیا تو حضرت لعل شاہ صاحبؒ کے جسدِ خاکی کو بھی یہیں منتقل کیا گیا۔ اب آپؒ کا مزار حضرت سلطان صاحبؒ کے موجودہ محل شریف کی غربی جانب چبوترے سے نیچے موجود ہے۔

پرانے دربار شریف پر قیام کے دوران قبلہ فقیر صاحبؒ بعض اوقات نماز پڑھایا کرتے تو پیر لعل شاہ صاحبؒ بھی خاص اہتمام اور اشتیاق کے ساتھ مقتدیوں میں شامل ہو جایا کرتے جبکہ دوسرے اماموں کی اقتداء آپؒ نہ کیا کرتے۔ ایک روز صاحب عرفانؒ نے آپؒ سے اس کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے جواباً فرمایا کہ ''ایک تو ظاہر پرست اماموں کا باطن مجھے مخرب اور پراگندہ نظر آتا ہے دوسرا جو لطف آپؒ کے پیچھے نماز پڑھنے میں آتا ہے وہ دوسروں کی اقتداء میں نصیب نہیں ہوتا۔

پیر لعل شاہ صاحبؒ قبلہ فقیر صاحبؒ کو بڑی قدر و محبت کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے۔ دربار شریف پر ایک رات قبلہؒ کو نہانے کی حاجت در پیش ہوئی۔ ان دنوں آج کی طرح آسانیاں میسر نہ تھیں۔ وضو، نہانے اور دیگر ضروریات کے لیے ایک کنواں یعنی رہٹ جو بیلوں سے چلایا جاتا ہے ہوا کرتا تھا، یہ رات کے وقت نہ چلا کرتا تھا بلکہ صبح اذانوں کے وقت اسے جوتا اور چلایا جاتا تھا۔ قبلہ فقیر صاحبؒ جب پانی کی تلاش میں باہر نکلے تو کنوئیں کو خلاف معمول رات کے وقت چلتا ہوا پایا۔ آپؒ یہ دیکھ کر حیران بھی ہوئے اور خوش بھی۔ جب آپؒ نہا کر فارغ ہوئے تو دیکھا کہ بیلوں کی بجائے پیر لعل شاہ صاحبؒ رہٹ کو چلا رہے ہیں۔ آپؒ ان کی اس کمال شفقت اور مشقت پر بہت شرمسار ہوئے۔ پیر لعل شاہ صاحبؒ باطن آگاہ ہستی تھے، انہیں آپؒ کی حاجت اور پریشانی کا احساس ہو گیا تھا۔

شیطان کے ہتھیار:

طلب و جوانی کے ابتدائی ایام میں ایک بار قبلہ فقیر صاحبؒ دربار شریف سے واپس جا

Marfat.com

رہے تھے جب شورکوٹ ریلوے اسٹیشن پر پہنچے تو وہاں ایک عورت پیچھے پڑ گئی جس سے بصد دقت چھپ چھپا کر جان چھڑائی، پھر گاڑی کے انتظار میں آپؒ کو اونگھ آ گئی جس میں حضرت بادشاہ صاحب قدس سرہ العزیز سے ملاقات ہوگئی۔ آپ قدس سرہ العزیز نے خوش ہو کر تھپکی دی اور فرمایا! شیطان کے چکر سے خوب نکلے ہو۔

قبلہؒ فرمایا کرتے تھے کہ انسانوں کو گمراہ کرنے کے لیے شیطان کو مختلف ہتھیار ملے، جب عورت بطور ہتھیار ملی تو لعین خوشی سے جھوم اٹھا اور بولا کہ اس ہتھیار کے باعث کسی کو بچ کر جانے نہ دوں گا۔

جن دنوں آپؒ دربار شریف پر مقیم تھے ان دنوں حیدر آباد کی دو خوش شکل طوائفیں تائب ہوکر دربار شریف کو آ گئیں۔ ایک وہاں جلدی کسی سے نکاح کر بیٹھی۔ دوسری پر ایک پیرنما مولوی فریفتہ ہو گیا۔ اس نے اس کو حاصل کرنے کی خاطر دس بارہ سال تک وظائف پڑھے اور بالآخر اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ وہ عورت جب عمر رسیدہ ہوگئی اور چہرے پر جھریاں پڑ گئیں تو مولوی صاحب نے اسے گھر سے نکال دیا۔ قبلہؒ فرمایا کرتے کہ ہم نے اس بڑھیا کو سجادہ نشین صاحب کے پاس روتے اور شکایت کرتے دیکھا۔ اس نے کہا کہ شروع میں میرے حصول کی خاطر اتنی مدت تک وظائف پڑھتا رہا اور اب روٹی کپڑا دینے سے بھی بیزار ہے۔ تاہم مولوی صاحب کو اس کی آہ وزاری متاثر نہ کر سکی اور وہ بڑے صوفی بن بیٹھے۔

فرمایا! یہ خون کے ان چند قطروں کے عاشق تھے جو اس وقت اس کے چہرے میں موجود تھے۔ جب وہ ختم ہو گئے تو مولوی صاحب کا عشق بھی رخصت ہو گیا۔

فرمایا! اکثر طالبوں کی روحانی دولت شیطان نے ان عورتوں کے ذریعے چھینی ہے۔ عورت نے شیطان کا آلہ کار بن کر راہِ سلوک وطریقت کے کئی طالبوں کو گمراہی اور نامرادی سے دو چار کیا۔ پھر آپؒ نے اپنے زمانے کے بڑے عابدوں اور زاہدوں کا ذکر کیا جن کے نزدیک عورتوں سے اختلاط میں کوئی حرج اور نقصان نہ تھا، پھر اس چکر میں پڑ کر عمر بھر کی ستھری کمائی اور پاکیزہ دولت برباد کروالی۔ بعد میں شیطان نے انہیں اس قدر ڈھیٹ اور بے شرم بنا دیا کہ وہ اس برائی اور قباحت کو روا سمجھنے لگ گئے۔

Marfat.com

پیرو مرشد کی کرم نوازی:

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور پیرو مرشد کی ذرہ نوازی اور مہربانی سے صاحبِ عرفانؒ جب سرمایۂ فقرو عرفان سے مالا مال ہوکر دربار شریف سے کلاچی پہنچے تو سخت دنیوی تنگی سے دو چار ہوئے۔ اس حال میں ایک رات عالمِ رویا میں حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز سے ملاقات ہوئی تو فقیر صاحبؒ نے تنگی کے حوالے سے عرض گزاری کہ نجانے آپ قدس سرہ کب مہربانی فرمائیں گے۔ آپ قدس سرہ نے جواباً ارشاد فرمایا: نور محمد! ہمیں ڈوکوں (کچی کھجور) کو پیل ڈال کر یعنی مصنوعی طریقے سے نمک وغیرہ لگا کر اور دبا کر بھی پکانا آتا ہے، لیکن ہم چاہتے ہیں کہ تمہارے نسل قائم رہے، یعنی تمہارے ذریعے سلسلۂ طریقت اور تلقین وارشاد کا اجراء ہو سکے۔

تنگی میں مزید اضافہ ہوا تو ایک شب پھر آپؒ کو جناب سلطان صاحب کی خواب میں دروازۂ حضرت مدے خان صاحبؒ کے قریب زیارت نصیب ہوئی۔ آپ قدس سرہ، کا رنگ سانولا اور ریش مبارک سرخ حنائی رنگ کی تھی۔ فقیر صاحبؒ نے پھر تنگدستی اور اہل وعیال کی کفالت کے حوالے سے شکایت کی تو آپ قدس سرہ نے بغلگیر ہو کر فرمایا: نور محمد! ہم دنیا داروں سے ایسی نفرت کرتے ہیں جیسے کتے سے۔ آپؒ نے عرض گزاری: حضور! آپ قدس سرہ کے زمانے میں ضرورتوں کی کمی، سادگی اور وسائل کے آسان حصول کے باعث دنیا داروں سے ایسی نفرت اور لاتعلقی ممکن ہوتی ہوگی، اب تو یہ حال ہے کہ نفرت کے باوجود ان کا محتاج ہونے کا اندیشہ لاحق رہتا ہے۔ یہ سن کر آپ قدس سرہ مسکرا دیئے۔ پھر اس جگہ سانولے رنگ کی ایک خوش شکل عورت نظر آئی، اس کے بعد آپؒ کی آنکھ کھل گئی۔ اس واقعہ کے بعد تنگدستی میں وہ شدت نہ رہی اور گزر بسر بہتر ہوگئی۔

ایک بار قبلہ فقیر صاحبؒ دربار شریف سے فیصل آباد کو واپسی کا ارادہ فرما رہے تھے تو ٹوبہ ٹیک سنگھ کے بعض مخلصین نے عرض گزاری کہ اس بار واپسی پر ہمارے ہاں ضرور تشریف لے چلیں، لہٰذا آپؒ نے ان کے اخلاص اور اصرار کے پیشِ نظر ٹوبہ ٹیک سنگھ سے ہو کر چلنے کا پروگرام بنا لیا۔ صبح ہوئی تو خلافِ پروگرام فرمایا کہ فیصل آباد کی ٹکٹیں لینا ہم سیدھے گھر جائیں

Marfat.com

گئے۔ بعد میں چوہدری نیاز الدین صاحب مرحوم کو تنہائی میں واقعے کی تفصیل بتاتے ہوئے فرمایا کہ جب ٹوبہ کے معتقدین نے ساتھ چلنے کو کہا تو وقتی مالی تنگی اور گھریلو ضرورتوں کے پیش نظر ان کی جانب سے نذر نیاز ملنے کا خیال بھی دل میں گزر گیا۔ پھر جب رات کو سوئے تو حضرت بادشاہ صاحب قدس سرہ کی زیارت فیض بشارت سے شرفیاب ہوئے۔ آپ قدس سرہ نے ایک بورڈ پر چمکدار سفید رنگ میں تحریر تین ہندسوں والی رقم دکھا کر ہم سے فرمایا! تمہارا اتنا وظیفہ مقرر ہو چکا ہے، یہ پہنچتا رہے گا، کسی کے ہاں جانے کی ضرورت نہیں۔ اس لیے صبح بیدار ہونے پر ہم نے ٹوبہ ٹیک سنگھ کی راہ جانے کا پروگرام ملتوی کر دیا۔

قبلہؒ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت سلطان صاحبؒ قدس سرہ العزیز نے جس طرح دنیا اور اہل دنیا سے پہلوتہی کی اور ان سے نفرت کا اظہار فرمایا ہے، کسی نے کم ہی کیا ہے۔ یہ اظہار آپ قدس سرہ نے ایک جگہ بصورتِ نظم یوں فرمایا ہے۔

اگر تمام زمین و آسماں پر کنی زسیم و زر
آنکہ عارف ولی اللہ است نمی کند باو نظر
ایں بار گرانی نہادہ اندبر پشت اہل دنیا گاؤ خر

یعنی تمام زمین و آسمان کو سونے چاندی سے بھر دیا جائے پھر بھی عارف ولی اللہ اس کی جانب نظر نہیں کرے گا۔ اس دولتِ دنیا کا بوجھ اہلِ دنیا کی پشت پر لاد دو جو گاؤ خر یعنی چوپایوں کی مثل ہیں۔

حق گوئی و بیباکی:

حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کے روضۂ اقدس کے شرقی جانب وضو کے لیے جو تالاب موجود ہے اسے محمد حیات مرحوم واں بھچراں والے نے تعمیر کروایا تھا جس سے زائرین اور درویشوں کے لیے وضو وغیرہ کی بڑی آسانی ہو گئی تھی، لہٰذا لوگوں نے محمد حیات مرحوم کے اس کارِ خیر کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور اس کی وجہ سے اس کا نام بھی لیا جانے لگا، کسی کوتاہ عقل نے اس معاملے کو غلط رنگ دے کر حضرت امیر سلطان صاحبؒ کی خدمت میں پیش کیا اور کہا کہ اس تالاب کی وجہ سے محمد حیات مرحوم کی عزت و شہرت میں اضافہ ہو رہا ہے

Marfat.com

اور حضرت امیر سلطان صاحبؒ کا وقار متاثر ہو رہا ہے، لہٰذا حضرت صاحبؒ کو اس تالاب کے ختم کرنے کا مشورہ دیا جسے انہوں نے قبول کیا اور تالاب کو زمین کے برابر کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ کسی میں اتنی ہمت نہ تھی کہ تالاب کے بارے میں کوئی دوسرا مشورہ دے سکتا۔ قبلہ فقیر صاحبؒ کو اس معاملے کا علم عین دوپہر کو ہوا تو انہیں بہت دکھ ہوا۔ اس وقت حضرت صاحبؒ آرام فرما رہے تھے پھر بھی قبلہ فقیر صاحبؒ ان کی آرام گاہ میں جا پہنچے اس لیے کہ تاخیر کی صورت میں مزدور تالاب کو ختم کر دیتے۔ آپؒ نے حضرت صاحبؒ پر تالاب کی ضرورت و افادیت واضح کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضرت سلطان صاحبؒ کی نسبت سے جو عزت اور شہرت آپؒ کو حاصل ہے وہ تالاب اور اس کے بنوانے والے کی وجہ سے کبھی بھی متاثر نہیں ہو سکتی جبکہ اس سایہ دار تالاب کے باعث زائرین اور درویشوں کو وضو وغیرہ کی بڑی سہولت حاصل ہے چنانچہ حضرت امیر سلطان صاحبؒ نے فقیر صاحبؒ کی دلیل کو منظور کرتے ہوئے اپنا پہلا حکم واپس لے لیا اور تالاب کو بدستور رہنے دیا جو آج تک موجود ہے، جس سے زائرین طویل عرصے تک مستفید ہوتے رہے۔

تقسیم ہند سے قبل الیکشن میں کلاچی کے حلقے میں بھی کانگریس اور مسلم لیگ ایک دوسرے کے مدمقابل تھیں۔ اس سیٹ پر کلاچی کا ایک بڑا نواب ہندوؤں کی جماعت کانگریس کا امیدوار تھا۔ حسبِ معمول جب یہ لوگ قبلہ فقیر صاحبؒ سے ووٹ مانگنے آئے تو آپؒ نے بلا حیل و جھجک ان کو صاف جواب دے دیا اور فرمایا کہ اول تو میرا ووٹ ڈالنے کا ارادہ ہی نہیں اور اگر ارادہ بن گیا تو اسے مسلم لیگ کے حق میں استعمال کروں گا۔ ان لوگوں کے جانے کے بعد بعض مصلحت اندیش افراد نے آپؒ سے کہا کہ آپؒ کو یوں صاف گوئی سے کام نہیں لینا چاہیے تھا بلکہ دونوں پارٹیوں سے وعدہ کر لیتے اور ووٹ ڈالتے وقت جسے جی چاہتا اس کے حق میں استعمال کرتے۔ آپؒ نے جواباً فرمایا! ”مجھ سے اس قسم کی منافقت نہیں ہو سکتی کہ میرے دل میں کچھ ہو اور میری زبان پر کچھ“۔

اس دور میں اس زور آور نواب کے حق میں بیباکی اور صاف گوئی کا اظہار مصیبت مول لینے کے مترادف تصور کی جاتی تھی۔ بعد میں ان لوگوں نے آپؒ کو پریشان کیا بھی لیکن

آپؒ نے ان کی پرواہ نہ کی۔

ایک موقع پر مولوی محمد ارشد صاحب ایک بڑے کاروباری اور سرمایہ دار آدمی کو کاروبار میں برکت کی دعا کرانے کی غرض سے آپؒ کی خدمت میں لائے۔ ان کا مقصد یہ بھی تھا کہ شاید یہ شخص متاثر ہو کر آپؒ کے حلقۂ ارادات میں شامل ہو جائے اور بعد میں خاصی مالی خدمت کرے۔ اس محفل میں آپؒ کے مخلص مرید محمد اختر گل صاحب مرحوم بھی موجود تھے، انہوں نے عرض گزاری کہ حضور! ان کو مولوی صاحب کاروبار میں برکت کے لیے ایک وظیفہ پہلے بتا چکے ہیں۔ آپؒ نے اس سرمایہ دار سے دریافت فرمایا کہ اس نے وہ وظیفہ پڑھا؟ اس نے معذرت کرتے ہوئے جواب دیا کہ فرصت نہ ہونے کی وجہ سے نہیں پڑھ سکا۔ یہ سن کر آپؒ کو جلال آ گیا اور فرمایا! تم دنیا کے طالب وظیفہ کیسے پڑھ سکتے ہو، تمہارا کام تو دن رات دنیا کے پیچھے بھاگنا ہے۔ تمہیں نماز، روزہ اور وظائف وغیرہ سے کیا غرض، ایسے حرص و ہوا کے بندوں کی ہمارے پاس کوئی جگہ نہیں ہے، یہ کہہ کر اسے چلتا کر دیا اور اس کی امارت اور بڑے کاروبار کی ذرہ بھر پرواہ نہ کی۔

آپؒ دنیا دار اور متکبر لوگوں سے یوں پیش آیا کرتے تھے ورنہ غریبوں اور عاجزوں کے لیے بے حد متواضع اور منکسر المزاج تھے۔

غالباً ۳۱۔۱۹۳۰ء کا زمانہ تھا۔ ایک آدمی بغدادی پیر کے بہروپ میں آپؒ کے شہر کلاچی محلّہ جعفرزئی میں کسی کے ہاں قیام پذیر ہوا۔ یہ دراصل حکومتِ افغانستان کے خلاف حکومتِ برطانیہ کا جاسوس تھا۔ وہ چونکہ مریدوں کے ہمراہ پیر کے مکمل بہروپ میں تھا لہٰذا سادہ لوح لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے۔ قبلہ فقیر صاحبؒ کو شک گزرا تو تحقیق کی خاطر اس کی قیام گاہ پر تشریف لے گئے۔ آپؒ نے اس سے بغداد شریف، حضرت پیرانِ پیر قدس سرہ العزیز کے روضۂ اقدس، آپؒ کے خاندان اور وہاں کے دیگر خاص متعلقات کے بارے میں سوالات کیے جن کے وہ جوابات نہ دے سکا۔ اس کے بعد آپؒ نے اس سے کہا کہ اگر تم واقعی پیر اور خدا رسیدہ ہو تو بلا ناغہ تھانے کیوں جاتے ہو؟ ایک بزرگ اور برگزیدہ آدمی کا تھانے کی روزانہ حاضری سے کیا کام؟ یہ سن کر وہ آپؒ کا منہ دیکھتا رہ گیا۔ یوں آپؒ نے اس کے فریب

اور بہروپ کو طشت از بام کیا اور سیدھے سادے لوگوں کو اس کے مکر سے بچایا۔

جونہی آنکھیں چار ہوئیں:

صاحب عرفان فرمایا کرتے تھے کہ جیسے مادی دنیا میں مقابلے، ہار جیت اور حکومت کی چھینا جھپٹی جاری ہے اسی طرح باطنی دنیا میں بھی ایسے امور جاری ہیں۔ باطن میں اس قسم کے مقابلے ہاتھ، آنکھ اور سینہ وغیرہ ملانے سے ہوا کرتے ہیں۔ آپؒ کا ایک ایسا واقعہ عرفان جلد دوم صفحہ نمبر ۶۵ پر بالتفصیل درج ہے۔

یہ پرانے دربار شریف کا واقعہ ہے جن دنوں آپؒ کو قوتِ سلبی حاصل ہوئی تو ایک رات باطن میں آپؒ نے ایک عامل بزرگ کو اپنے ایک طالب کو سورۂ مزمل کی خاص تلقین کرتے دیکھا۔ جونہی آپؒ کی اس عامل سے آنکھیں دو چار ہوئیں تو ایک نوری رسہ آپ دونوں کے ماتھوں کے درمیان تن گیا، جس کے ذریعے زور آزمائی اور مقابلہ شروع ہو گیا۔ جب آپؒ زور لگا کر اس نوری رسے کو اپنی جانب کھینچتے تو آپؒ کا وجود بھاری اور آنکھیں بڑی ہو جاتیں اور اس عامل کا جسم اور آنکھیں سکڑ جاتیں۔ جب وہ عامل زور لگاتا تو اس کے برعکس ہوتا۔ قبلہ فقیر صاحبؒ اس وقت حضرت سلطان صاحبؒ کے محل شریف کے دروازے میں کھڑے تھے۔ تھوڑی دیر بعد آپ کو اپنی پشت پر سے زبردست باطنی قوت کے ملنے کا احساس ہوا۔ اس کے بعد جب آپؒ نے زور لگایا تو وہ نوری رسہ تڑاخ کی آواز کے ساتھ عامل کی پیشانی سے الگ ہو گیا اور آپؒ کی پیشانی کی راہ آپؒ کے وجود میں داخل ہو گیا۔ اس وقت وہ عامل سلب ہو کر چوہے کی مثل چھوٹا ہو گیا۔ پھر کسی غیبی ہاتھ نے پیچھے سے آپؒ کی پیٹھ تھپکی اور شاباش دی۔

انہوں نے حقہ توڑ دیا:

قبلہ فقیر صاحبؒ جب کسی مسئلے پر گفتگو فرماتے تو اس میں عجیب لذت اور تاثیر ہوتی۔ سامعین پر ایسی محویت طاری ہو جاتی گویا ان پر جادو کر دیا گیا ہو، راقم کو دس بارہ سال کی چھوٹی عمر میں آپؒ کی بعض مجالس میں بیٹھنے کی سعادت حاصل رہی جن کی لذت و برکت کو کم

Marfat.com

سنی اور نادانی کے باوجود محسوس کر سکا۔ آپؒ کی گفتگو کا اثر گویا سننے والوں کو اسیر کر لیتا لہٰذا ان کے لیے اسے تسلیم کیے اور اس پر کاربند ہوئے بغیر کوئی چارہ نہ رہتا۔

حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کے دربار اقدس پر قیام کے دوران ایک رات آپؒ چارپائی پر سونے کے لیے لیٹے تو آپؒ کو تمباکونوشی کی ناگوار بو کا احساس ہوا۔ قریب ہی چند حقہ نوش حقہ پی رہے تھے۔ ہوا کا رخ چونکہ آپؒ کی جانب تھا بنابریں حقہ کی بد بو آپؒ تک پہنچ رہی تھی جس کے باعث آپؒ کو نیند نہیں آ رہی تھی۔ پھر بدبو اور بے آرامی سے آپؒ کو سر درد شروع ہو گیا۔ آپؒ چارپائی دور لے گئے تاہم بدبو آتی رہی۔ تنگ آ کر آپؒ ان حقہ نوشوں کے پاس گئے اور انہیں سمجھایا کہ دیکھو حقے کی ناگوار بو ہمیں اتنی دور سونے اور آرام کرنے نہیں دیتی اور تم لوگ اس کے دھوئیں اور بدبو کو سالہا سال سے قلب و جگر میں سمو رہے ہو اور تمہارے پورے جسم میں اس کی بو رچ بس گئی ہے، پھر ایسے جسم و دل کے ساتھ تم لوگ اللہ تعالیٰ کے جلوؤں کے امیدوار بھی بنتے ہو، جبکہ حضورؐ نے پیاز اور لہسن کھا کر بھی مسجد میں جانے سے منع فرمایا ہے۔ آپؒ یہ فرما کر لوٹ آئے تو تھوڑی دیر بعد حقہ ٹوٹنے کی آواز آئی۔ اگلے روز وہ لوگ آپؒ سے ملے تو بولے کہ حقے کے خلاف بہت نصیحتیں اور تاکیدیں سن رکھی تھیں لیکن آپؒ کے فرمان میں ایسا اثر تھا کہ ہم نے حقہ توڑ دیا اور تائب ہو گئے۔

آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ انگلینڈ میں شراب اور سگریٹ پر ہونے والا خرچ ان کے دفاعی اخراجات سے بڑھ کر ہے۔ شیطان نے انسانوں کو ان فضول اور غیر ضروری قباحتوں مین ایسا جکڑ رکھا ہے کہ بے شمار دولت ان کی نذر ہو جاتی ہے۔

مسحور کُن اندازِ تلاوت:

صاحب عرفان خوش آواز تھے اور خوش آوازی کو پسند فرماتے تھے۔ خصوصاً تلاوتِ قرآن کریم کو خوش الحانی اور درست ادائیگی کے ساتھ سننا آپؒ کو بے حد پسند تھا۔ گو آپؒ باقاعدہ قاری نہ تھے پھر بھی جب آپؒ اپنے مخصوص، موثر اور دلکش انداز میں تلاوت فرماتے تو سننے والا متاثر و متوجہ ہوئے بغیر نہ رہ پاتا۔

Marfat.com

جب آپ حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کے دربار عالی پر مقیم ہوتے تو مقتدی آپؒ سے امامت کی فرمائش کرتے۔ بعض اوقات سردیوں میں عشاء کی نماز میں جب آپؒ مسجد کے گونج دار ماحول میں پرسوز اور پروقار لہجے میں قرأت فرماتے تو مقتدیوں پر بے خودی سی طاری ہو جاتی۔ آپؒ کے سحر آفرین اندازِ تلاوت کو سننے کے لیے لوگ دور دور سے آکر نماز میں شامل ہوتے۔ یہاں تک کہ پوری مسجد نمازیوں سے بھر جایا کرتی۔ خود حضرت امیر سلطان صاحبؒ آپؒ کی دلآویز قرأت سننے کے لیے عشاء کی نماز میں باہتمام شرکت فرماتے۔

کلاچی کے سیلاب کے بعد (جو ۱۹۵۵ء میں آیا تھا) آپؒ کچھ عرصہ تک ڈیرہ شہر میں مقیم رہے۔ اس دوران رمضان المبارک آیا تو ابتدائی راتوں میں آپؒ مختلف مساجد میں جا کر نمازِ تراویح ادا فرماتے رہے، اس سے مقصود کسی خوش گلو اور صحت لفظی کے ساتھ پڑھنے والے حافظِ قرآن کی تلاش تھی۔ آخر حافظ جمال صاحب کی مسجد کا حافظ آپؒ کو پسند آیا لہٰذا باقی تراویح ان کے پیچھے ادا کیں، حالانکہ یہ مسجد آپؒ کے گھر سے کافی فاصلے پر تھی، لیکن آپؒ کے اس شوق میں مسجد کا فاصلہ، آپؒ کی جسمانی کمزوری اور بڑھاپا وغیرہ رکاوٹ نہ بنا۔

صحت ونجات کے باطنی حیلے:

قبلہ فقیر صاحبؒ کو زندگی میں کئی بدنی امراض اور پریشانیوں سے دوچار ہونا پڑا۔ جب ظاہری تگ و دو اور علاج معالجے سے ان کا ازالہ نہ ہو سکا تو قدرت نے باطنی طور پر یا اہل قبور کے ذریعے ان سے نجات کا اہتمام فرما دیا۔

ایک بار آپؒ گرمی کے روزے گزارنے کے لیے قریبی ٹھنڈے پہاڑ پر تشریف لے گئے، لیکن بعض وجوہات کی بنا پر آپؒ وہاں قیام نہ فرما سکے۔ واپسی پر دورانِ سفر رمضان المبارک کا چاند نظر آ گیا۔ اگلے روز آپؒ کی طبیعت بھی ناساز تھی اور پیدل سفر بھی درپیش تھا پھر بھی آپؒ نے روزہ رکھ لیا۔ گھر تک پہنچتے پہنچتے آپ پیاس سے نڈھال ہو گئے۔ آپؒ غسل کر کے لیٹ گئے۔ آپؒ کی آنکھ لگ گئی تو کسی نے آپؒ کو خواب میں شربت کا گلاس پیش کیا جسے آپؒ پی گئے۔ آپؒ جاگے تو آپؒ کی پیاس بالکل ختم ہو چکی تھی۔

Marfat.com

ایک بار دربار شریف پر رات کے وقت سانپ نے آپؒ کو ڈس لیا درویشوں نے زہر کے اثرات کے بارے میں مختلف باتیں کر کے آپؒ کو فکر مند کر دیا۔ اس دوران آپؒ پر غنودگی سی طاری ہوگئی تو آپؒ کو خواب میں دوا کا ایک گلاس دیا گیا، جسے پی کر آپؒ مطمئن ہو گئے۔ آپؒ بیدار ہوئے تو سانپ کے زہر کا کوئی اثر باقی نہ تھا۔

آپؒ کا کا خیل ضلع نوشہرہ میں کچھ عرصہ تک اقامت پذیر رہے۔ ان دنوں آپؒ کے کان میں ایک پھوڑا نکل آیا، جس کی جلن اور درد نے کئی روز تک آپؒ کو بے قرار رکھا۔ آخر آپؒ اس سلسلے میں دعوت کے ذریعے حضرت کا کا صاحبؒ کی روحانیت کی جانب متوجہ ہوئے جس کے نتیجے میں آپؒ کو باطن میں ایک ہسپتال دکھایا گیا جہاں آپؒ کے کان کے پھوڑے کا علاج ہوا۔ جب آپؒ جاگے تو کان میں پھوڑے کا نام ونشان تک نہیں تھا۔

مندرجہ بالا تینوں واقعات تفصیل کے ساتھ عرفان جلد اول کے صفحات ۳۱۷، ۳۱۸ اور ۳۱۹ پر بالترتیب درج ہیں۔

۱۹۳۹ء میں آپؒ جوڑوں کے شدید درد میں مبتلا ہو گئے یہاں تک کہ آپؒ چلنے پھرنے سے بھی رہ گئے۔ پھر جوڑوں کے درد کے اثرات اور ردعمل سے دل کا درد اور دورے بھی شروع ہو گئے۔ جب علاج معالجے کی بہتری کوششوں کے باوجود افاقہ نہ ہوا تو آپؒ کو مستقل معذوری کا اندیشہ لاحق ہو گیا۔ لہٰذا آپؒ ایک رات حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کی روح مقدسہ کی جانب متوجہ ہوئے۔ اس طرزِ علاج سے قدرت نے ایک ہی رات میں آپؒ کو نجات عطا فرما دی۔

ایک بار آپؒ کی نچلی کمر یعنی چوکنے میں شدید درد شروع ہو گیا۔ بہتیرا علاج و معالجہ اور جتن کیے لیکن فرق نہ پڑا، یہاں تک کہ اٹھنا بیٹھنا اور چلنا پھرنا بھی مشکل ہو گیا۔ ایک دن واقعہ میں حضرت بادشاہ صاحب قدس سرہ العزیز سے ملاقات ہوئی۔ آپ قدس سرہ نے حال پوچھا تو قبلہ فقیر صاحبؒ نے جواباً عرض گزاری کہ باقی حال تو اچھا ہے تاہم چوکنے کے درد نے بہت تنگ کر رکھا ہے حضورؒ نے دریافت فرمایا کہ کون سی جگہ درد ہو رہا ہے۔ آپؒ نے حضرت سلطان صاحبؒ کا دستِ اقدس پکڑ کر مقامِ درد پر رکھا۔ صبح ہوئی تو آپؒ نے گھر

Marfat.com

والوں سے کہا کہ اب مجھے درد سے نجات حاصل ہو جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ اتنی تگ و دو سے تو خلاصی ہوئی نہیں اب کیونکر ہو گی؟ آپؒ نے رات والا خواب بیان فرما دیا۔ پھر یونہی ہوا، درد جاتا رہا اور تمام عمر میں یہ درد دوبارہ نہ ہوا۔

حاجی صاحب پہنچ گئے:

بندہ جب رضائے الٰہی کے لیے خود کو وقف کر دیتا ہے تو قدرت بھی چھوٹے بڑے امور میں اس کی معاونت فرماتی رہتی ہے۔

ایک بار قبلہ فقیر صاحبؒ دربار شریف جانے کے لیے فیصل آباد سے جھنگ پہنچے۔ آپؒ کے دو مرید حاجی میر صادق صاحب اور حکیم ضیاء الحق صاحب بھی ہمراہ تھے۔ جھنگ لاری اڈہ پر پہنچ کر دربار شریف جانے والی بس کی ٹکٹیں لے کر بس چلنے کا انتظار شروع کر دیا۔ اس اثناء میں حاجی میر صادق صاحب عطر لینے کی خاطر بازار چلے گئے جہاں ان کو دیر ہو گئی۔ بس چلنے کو تیار ہو گئی تو قبلہ فقیر صاحبؒ حاجی صاحب کے لیے فکر مند ہوئے۔ بس سٹارٹ ہو چکی تھی سواریاں بیٹھ چکی تھیں کہ بس کا ہارن خود بخود بجنا شروع ہو گیا۔ ڈرائیور نے انجن بند کر دیا اور ہارن ٹھیک کرنے میں مصروف ہو گیا۔ ہارن درست ہوا تو اڈہ منشی سے چالان کے حساب کتاب میں کوئی غلطی ہو گئی جس کی درستی میں نصف گھنٹہ مزید لگ گیا۔ اس دوران حاجی صاحب بھی پہنچ گئے۔ وہ بس میں سوار ہوئے تو چالان بھی ٹھیک ہو گیا اور بس روانہ ہو گئی۔

قبلہؒ کے مختلف پہلو:

صاحبِ عرفانؒ اتمامِ سلوک اور تکمیل فقر سے قبل تام گوشہ نشینی اور ترکِ دنیا سے ہم کنار رہے۔ اس دوران آپؒ پر ایسا باطنی خمار اور روحانی کیف طاری رہتا جو آپؒ کو اردگرد سے بالکل بے نیاز رکھتا۔

اس دور میں آپؒ کئی بار تنہا، پیادہ پا دربار حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز پر حاضر ہوئے۔ ان سفروں میں کئی شب و روز تھل کے بے آب و گیاہ ویرانوں میں بے بستر و بالین بسر کیے۔ وحشت و خلوت کا یہ زمانہ کافی طویل رہا، پھر جب منزل فقر و معرفت ہاتھ آ گئی

تو لوگوں سے پہلوتہی اور دنیا سے کنارہ کشی کی شدت میں بھی کمی آ گئی اور دینی امور کے ساتھ ساتھ دنیوی امور کی طرف بھی توجہ دینی شروع کر دی۔ یہ غالباً ۱۹۳۴ء۔۳۵ء کا زمانہ تھا۔ یہیں سے آپؒ کی تصنیف و تالیف کا دور شروع ہوا۔ جو تادمِ آخر جاری رہا۔ تصنیف و تالیف کے سوا آپؒ نے کوئی دوسرا شغل اختیار نہ کیا۔ قدرت نے آپؒ کی تحاریر کو بڑی برکتوں اور سعادتوں کا حامل کیا۔ آپؒ کی کتب میں گویا آپؒ کی روحانیت کارفرما ہے جس سے قارئین کے قلوب اطمینان پاتے اور ان کے سینے نور علم سے منور ہوتے ہیں۔

آپؒ کی ذات اور تصنیفات ہزاروں راہ گم کردگان کے لیے مشعلِ راہ اور مینارۂ نور ثابت ہوئیں۔ کئی الحاد پسند، دہر پرست، اہل حدیث اور قادیانی آپؒ کے دستِ حق پرست پر اور آپؒ کی تحاریر پر تاثیر کی برکت اور اثر سے تائب ہو کر اہلِ سنت والجماعت میں شامل اور دینِ حنیف پر عامل ہو گئے۔

آپؒ انتہائی سادہ مزاج، تصنع و بناوٹ سے مفرور اور مشائخانہ ٹھاٹھ باٹھ سے دور تھے۔ دولت مندوں اور سرمایہ داروں کی بجائے غریبوں اور درویشوں سے میل ملاپ پسند فرماتے۔

آپؒ فرمایا کرتے کہ فقراء اپنی مادی زندگیوں میں بعض وجوہات و مصالح کے باعث اپنی روحانی قوت و طاقت کا اظہار نہیں کرتے، لیکن بعد انتقال کے وہ ان قوتوں کے ساتھ مادی و روحانی دنیاؤں میں کارفرما رہتے ہیں۔

دربار شریف پر مخصوص حجرہ:

حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کے دربار شریف میں بڑے دروازے سے داخل ہوں تو بائیں ہاتھ جانبِ جنوب حجروں کی ایک قطار ہے۔ ان حجروں کے وسط میں ایک بڑا دروازہ ہے جو لنگر خانے کو جاتا ہے۔ اس دروازے کی بائیں جانب پہلا حجرہ قبلہ فقیر صاحبؒ کی مخصوص قیام گاہ ہوا کرتی تھی۔ آپؒ سال میں کم از کم دوبارہ یعنی محرم شریف اور جمادی الثانی کے عرسوں میں آخر عمر تک باوجود کمزوری اور بڑھاپے کے شرکت فرماتے رہے۔ آپؒ اور آپؒ کے معتقدین ان موقعوں پر مذکورہ حجرے میں قیام فرماتے۔ معتقدین پروانہ وار

Marfat.com

آپ کے گرد جمع رہتے اور آپؒ کی زبان حقیقت بیان سے فقر و معرفت کے مختلف موضوعات اور اصطلاحات کی ایسی جامع اور پر مغز تشریحات سنتے کہ ان کے قلوب و افہام عش عش کر اٹھتے۔ ادھر آپؒ کا غواص دماغ قلزم فقرِ سلطانی سے جواہر آبدار ساحلِ زبان تک لاتا رہتا ادھر طالبانِ حق جویان قلوب و اذہان کی جھولیاں بھر بھر کر اپنی عاقبتوں کے ذخائر میں اضافہ کرتے رہتے۔ ان محافلوں کے پاکیزہ اثرات اگلی ملاقات تک معتقدین کے بواطن کو پریشانیوں اور شیطان وسوسوں سے بے نیاز رکھتے۔

تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد:

فقراء اظہار و نمائش سے ہمیشہ اجتناب کرتے ہیں، تاہم جب قدرت کو ان کے مقام کا اظہار مقصود ہوتا ہے تو بعض مواقع پر جوش میں ان کی زبانوں سے ایسے کلمات ادا کروا لیتی ہے جس سے ان کے مرتبے کی نشاندہی ہو جاتی ہے۔

قبلہ فقیر صاحبؒ نے اپنے ایک پرانے مرید ڈاکٹر محمد رفیق حجازی صاحب مرحوم ٹوبہ ٹیک سنگھ والے کو خط تحریر فرمایا، جس میں علاوہ دیگر باتوں کے یہ بھی لکھا ''اللہ شاہد حال ہے کہ آج طریقۂ قادری میں جو باطنی اور روحانی نسبت اس فقیر کو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول مقبول ﷺ، اپنے پیر محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ، اور اپنے مرشد حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کے ساتھ حاصل ہے اس وقت وہ روئے زمین پر کسی کو حاصل نہیں۔ اگر مجھے خود ستائی اور فریب عمارت کا خوف لاحق نہ ہوتا تو میں ایسی بات لکھ دیتا جس سے آپؒ حیران اور دنگ رہ جاتے''

آپؒ کے مخلص مرید حافظ محمد حسین صاحب مرحوم سمندری والے نے ایک بار دریافت کیا کہ کہیں آپؒ منصبِ سلطان الفقری پر تو فائز نہیں ہیں؟ جواباً فرمایا! مجھے کہنے کی ضرورت نہیں لیکن میرے انتقال کے بعد میری قدر و قیمت کا اندازہ ہوگا تو آپ لوگوں کو افسوس ہوگا کہ ایک اعلیٰ ہستی ہاتھوں سے نکل گئی جس سے کماحقہٗ فائدہ حاصل نہ کر سکے۔ نیز فرمایا کہ چھٹے سلطان الفقراء کی تصدیق و نشاندہی ساتویں سلطان الفقراء کریں گے۔

حکیم ضیاء الحق صاحب مرحوم سے ایک بار فرمایا کہ رات ہمیں جب خلعتِ سلطان

Marfat.com

الفقری سے نوازا گیا تو اس کے بٹنوں پر کلمہ شریف نوری حروف میں تحریر تھا جس سے روشنی مترشح ہو رہی تھی۔

ڈاکٹر محمد اسحٰق صاحب مرحوم نے چنیوٹ سے آپؒ کے لیے ایک عصا بنوانے کا ارادہ کیا تو اس پر آپؒ کے نام کے ساتھ ''سلطان الفقراء'' کے الفاظ کندہ کروانے کا ارادہ کیا۔ انہوں نے آپؒ سے اس کی اجازت طلب کی تو فرمایا کہ میرے نام کے ساتھ ایچ ایچ (H.H) کندہ کروالو۔ ان کو یہ سن کر حیرت ہوئی تو آپؒ نے فرمایا کہ یہ ہزہائی نس (His Highness) کا مخفف ہے جو سلطان کے لیے کہے جاتے ہیں۔

آپؒ کے مخلص مرید صوفی فضل الٰہی صاحب مرحوم لاہوری اور دو تین دیگر معتقدین قبلہ فقیر صاحبؒ کی زیارت کے لیے ڈیرہ اسماعیل آئے۔ ان دنوں آپؒ ڈیرہ شہر میں اقامت گزیں تھے۔ آپؒ بیٹھک میں لیٹے ہوئے تھے جب کہ صوفی صاحب اور معتقدین آپؒ کے ہاتھ پاؤں دبا رہے تھے۔ اس دوران صوفی صاحب نے عرض گزاری کہ حضور! بحوالہ رسالہ روحی شریف (جو حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کا تصنیف کردہ فارسی رسالہ ہے) دو سلطان الفقراء کو ابھی دنیا میں تشریف لانا ہے لہٰذا اگر چھٹے سلطان الفقراء نے ہماری زندگیوں میں تشریف لانا ہو اور آپؒ کے علم میں ہو تو ان کی نشاندہی فرما دیں تاکہ ہم ان سے فیض یاب ہوسکیں۔ آپؒ جواب دیئے بغیر فوراً اٹھے اور گھر کے اندر چلے گئے۔ پھر دو تین منٹ بعد واپس تشریف لے آئے اور بیٹھک میں حسب سابق لیٹ گئے۔ صوفی صاحب اور باقی معتقدین نے دوبارہ آپؒ کے ہاتھ پاؤں دبانا شروع کر دیئے۔ کچھ دیر بعد صوفی صاحب نے پھر اپنا سوال دہرایا تو آپؒ پھر بغیر جواب دیئے اٹھ کر اندر چل دیئے۔ حتیٰ کہ چھ بار سوال دہرایا گیا اور چھ بار آپؒ نے گھر کا چکر لگایا۔ صوفی صاحب کا بیان تھا کہ قدرت نے میرے ذہن میں ڈال دیا لہٰذا میں آپؒ کے پھیرے شمار کرتا رہا۔ جب چھٹے چکر کے بعد آپؒ بیٹھک میں آ کر لیٹے تو فرمایا: فضل الٰہی! اپنے منہ میاں مٹھو بننا زیب نہیں دیتا۔ صوفی صاحب نے عرض کیا! حضور میں سمجھ گیا ہوں۔ اس کے بعد صوفی صاحب نے اپنے خطوط میں آپؒ کو سلطان الفقراء لکھنا شروع کر دیا اور آپؒ نے انہیں منع نہ کیا۔ حالانکہ بے جا القابات کو آپؒ

قطعاً پسند نہیں فرماتے تھے۔

ایک مولوی صاحب تھے جو پیری مریدی بھی کیا کرتے تھے ان کی کسی نے آپؒ کے سامنے انتہائی مبالغے کے ساتھ تعریف شروع کر دی۔ آپؒ خاموشی سے سنتے رہے۔ جب اس نے اس ناجائز مدح سرائی کا تکرار شروع کر دیا تو آپؒ کی طبیعت متغیر ہوگئی اور فرمایا تم کس قصے کو لے بیٹھے ہو۔ ہمارا ایک غلام رسول ایسے سینکڑوں مولویوں سے بدرجہا بہتر ہے۔ اس پر وہ شخص خاموش ہو گیا۔ صوفی غلام رسول صاحب مرحوم آپؒ کے مخلص اور انتہائی سادہ مزاج مرید تھے جن کا تعلق گلو کے ضلع گوجرانوالہ سے تھا۔ اس واقعے سے بھی آپؒ کی شان کا پتہ چلتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ان کرم نوازیوں کے باوجود تکبر نفسانی سے آپؒ کا دامنِ عجز و اعتراف کبھی داغدار نہیں ہوا تھا۔ وصال فرمانے سے چار پانچ روز قبل حاجی محمد صدیق صاحب فیصل آبادی اور ان کے بڑے بھائی خدمت میں حاضر تھے۔ یہ دونوں بھائی آپ کے مخلص مرید تھے۔ اس وقت باقی مریدین ڈاکٹر کی رائے اور تشخیص سننے کی غرض سے بیٹھک سے باہر جا چکے تھے۔ تنہائی پا کر حاجی صاحب نے آپؒ سے دعا کرنے کی استدعا کی۔ آپؒ نے جواباً فرمایا! کہ تم لوگ میرے حق میں دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ مجھے اچھے لوگوں کے زمرے میں شامل فرمالیں اور میں تم لوگوں کے لیے دعا کروں گا کہ تمہیں میرا ساتھ نصیب رہے۔ مقصد یہ کہ جب میرا شمار نیک لوگوں میں ہوگا اور تمہیں میری رفاقت نصیب رہے گی تو گویا میری تبع میں تمہارا بھی ابرار اور نیکوکار لوگوں میں شمار ہونے لگے گا۔

ایک بار فرمایا کہ ہمارا شجرۃ النور اللہ تعالیٰ اور اس کی پاک نوری ہستیوں کے ہاتھوں کا لگایا ہوا ہے۔ یہ دن بدن بڑھتا، پھلتا پھولتا اور بار آور ہوتا چلا جائے گا اور حاسدین جلتے، سڑتے، مرتے اور مٹتے چلے جائیں گے۔

طبابت سے دلچسپی:

صاحبِ عرفان کو ابتداء میں فنِ طبّ سے بھی خاصی دلچسپی رہی۔ آپؒ نے علمِ طب و حکمت کی ابتدائی معلومات حکیم سلطان بخش صاحب مرحوم سے حاصل کیں اور ان کی ہدایت

Marfat.com

پر فن طب پر لکھی گئی ڈاکٹر غلام جیلانی کی معروف کتاب ''مخزنِ حکمت'' طبع شدہ ۱۹۱۰ء بھی خرید فرمائی۔ حکیم سلطان بخش موضع حضرت سلطان باہوؒ کے رہنے والے تھے اور حضرت امیر سلطان صاحبؒ کے خاندانی معالج تھے۔ حضرت امیر سلطان صاحبؒ سلسلہ سلطانیہ کے ساتویں سجادہ نشین تھے۔ حکیم صاحب طبیہ کالج لاہور کے فارغ التحصیل تھے۔ قبلہ فقیر صاحبؒ کے بڑے فرزند غلام سرور صاحب مرحوم کو حکیم صاحب قبلہؒ کی فرمائش پر کچھ عرصہ تک طب کی تعلیم دیتے رہے۔ بعد میں حکیم صاحب مستقلاً مدینہ شریف چلے گئے اور وہیں نوے سال کی عمر میں ۱۹۷۲۔۷۳ء کے لگ بھگ وفات پائی۔ طب سے لگاؤ کے تحت صاحبِ عرفانؒ نے دیسی اور انگریزی ادویات کے آزمودہ نسخوں کا ایک مجموعہ بھی مدون فرمایا تھا جو کوئٹہ میں ۱۹۳۵ء کے زلزلے کی نذر ہو گیا۔ بعد میں آپؒ کا یہ شوق ماند پڑ گیا تاہم گھریلو استعمال کے لیے ضروری ادویہ اپنے پاس رکھا کرتے۔

جنگ آزادی کا ہیرو:

حکیم مولوی سلطان محمد صاحب لاہوری انگریزوں کے سخت مخالف اور حریت پسند مسلمان تھے۔ انگریزوں کے خلاف جہاد کی غرض سے انہوں نے جعلی نوٹ چھاپے، لیکن اپنے آدمی کی مخبری اور غداری کے باعث گرفتار ہو گئے۔ ان کے کیس کی تفصیلات ہندوستان بھر کے اخبارات میں آیا کرتی تھی یہ غالباً ۱۹۲۱ء کا زمانہ تھا۔ اخبار ''الہلال'' اور ''ہمدرد'' ان تفصیلات کے ساتھ کلاچی شریف بھی پہنچتا تھا، جنہیں قبلہ فقیر صاحبؒ بڑے شوق سے پڑھا کرتے تھے۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ حکیم صاحب کے حالات پڑھ کر ان کو دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہوا۔ پھر قدرت نے ایک وقت ان سے ملاقات کا اہتمام فرما دیا۔ آپؒ حسبِ معمول دربار شریف پر حاضر تھے۔ کہ حکیم صاحب بھی رہا ہو کر بغرضِ زیارت دربار شریف پہنچ گئے۔ آپؒ کو ان کی آمد کا علم ہوا تو ان سے ملنے چلے گئے۔ بعد ملاقات کے ان سے نوٹوں والے قصے کی حقیقت دریافت کی تو اجنبیت کے باعث وہ بات کو ٹال گئے۔ لیکن جب ان پر آپؒ کی بے لوثی اور مخلصی ظاہر ہوئی تو بے تکلف دوست بن گئے۔ اور حقیقت بیان کر دی۔

حکیم صاحب نوشہرہ میں ایک پریس کے مینجر تھے بنابریں پریس کے کام سے آشنا

Marfat.com

تھے۔ چونکہ جذبہ آزادی سے بہرہ ور تھے۔ لہٰذا بڑی تعداد میں نوٹ چھاپے، جس سے آزاد مہمند قبائل سے جہاد کے لیے تیار کئے گئے ایک مختصر لشکر کو اسلحہ اور خوراک فراہم کرتے رہے۔ نوٹوں کا راز فاش ہوا تو نتیجے میں گرفتار ہو کر جیل چلے گئے۔ کچھ عرصہ بعد رہا ہوئے تو لاہور چلے گئے اور وہاں دوبارہ نوٹوں کی چھپائی کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اب کے بار مکمل ثبوت اور سامان کے ساتھ پکڑے گئے تو چودہ سال کی سزائے قید ملی، جس سے ۱۹۳۹ء میں رہائی نصیب ہوئی۔

قبلہ فقیر صاحبؒ کا لاہور میں جب ان کے ہاں جانا ہوا تو انہوں نے آپؒ کو نوٹوں کی چھپائی والے آلات دکھائے۔ رہائی کے بعد انہوں نے اندرون شیرانوالہ دروازہ لاہور میں رہائش اختیار کی اور یہاں حکمت وطبابت کا کام شروع کر دیا۔ آپ مجرد تھے اور شاید قبلہ فقیر صاحبؒ کے پیر بھائی بھی تھے، نیز آپ مسجد حضرت شاہ محمد غوثؒ کے خطیب بھی تھے۔

قبلہ فقیر صاحبؒ اس دور میں اپنی کتابوں کی طباعت کے سلسلے میں لاہور جاتے تو ان کی زندگی تک ان کے ہاں ہی قیام فرماتے رہے۔ حکیم صاحب آپؒ کے بڑے مداح، ہمدرد اور احترام کرنے والے دوست تھے۔ پاکستان بننے کے بعد اسی سال کی عمر میں ان کا انتقال ہوا۔

تم جن ہو یا انسان:

حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہ العزیز کے پرانے دربارِ اقدس پر حافظ موسیٰ صاحب حفظ قرآن مجید کا درس دیا کرتے تھے۔ ان کے شاگردوں میں عبدالمجید نامی ایک جوان بھی شامل تھا۔ اس کے چہرے اور آنکھوں کا رنگ عام انسانوں سے مختلف تھا۔ وہ کوتاہ قد، کمزور جسم اور گورے رنگ کا حامل تھا۔

قبلہ فقیر صاحبؒ ان دنوں اپنی دوسری زوجہ محترمہ اور بچوں سمیت دربار شریف پر مقیم تھے۔ عبدالمجید آپؒ کی مجلس میں بھی بیٹھا کرتا تھا۔ ایک رات قبلہ فقیر صاحبؒ عشاء کے وقت استنجا وغیرہ سے فراغت پا کر غسل خانے سے نکلنے کو تھے کہ اچانک آپؒ کے سامنے ایک سایہ سا اس سرعت سے لہرایا کہ آپ گھبرا گئے۔ آپؒ نے پوچھا کون ہے؟ جواب ملا: عبدالمجید۔ آپؒ نے فرمایا! کم بخت تم نے تو ہمیں ڈرا ہی دیا۔ تم جن ہو یا انسان؟ بلکہ ایسا پر تو جنات کا ہوا کرتا ہے۔

Marfat.com

کچھ عرصہ بعد دربار شریف پر موجود لوگوں کو احساس ہوا کہ عبدالمجید دیگر طلباء کی طرح روٹی لینے کے لیے لنگر خانے نہیں جاتا۔ اس کے حجرے میں ایک الماری تھی جسے وہ ہر وقت تالا لگا کر رکھتا تھا۔ درویش اس کی ٹوہ میں لگے رہے، انہوں نے دیکھا کہ وہ بعض اوقات خصوصاً لنگر کے وقت چھپ چھپا کر الماری کھولتا اور اس کے سامنے کھڑا رہتا ہے، لیکن اس سے زیادہ کوئی کچھ نہ جان سکا۔ ایک دن عبدالمجید الماری کو تالا لگانا بھول گیا یا شاید چابی درویشوں کے ہاتھ لگ گئی۔ عبدالمجید موقع پر موجود نہ تھا۔ درویشوں نے اور خود قبلہ فقیر صاحبؒ نے اس کی الماری کا جائزہ لیا تو اس میں مٹی کے برتنوں میں ہڈیاں، کوئلے اور خشک گوبر وغیرہ پڑے ہوئے ملے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ان چیزوں سے استنجا وغیرہ نہ کیا کرو کیونکہ ان سے جنات خوراک حاصل کرتے ہیں۔ بنا بریں لوگوں کو اس کے جن ہونے کا شک گزرا۔ لوگوں نے دبے لفظوں میں اس کا اظہار کیا تو عبدالمجید نے اس کا سختی سے انکار کیا۔ ایک روز تنہائی میں قبلہ فقیر صاحبؒ نے اس سے اس کی اصلیت دریافت کی تو اس نے ٹال مٹول شروع کر دی لیکن آپؒ کے اصرار پر اس نے اعتراف کر لیا اور بتایا کہ وہ اہل جنات میں سے ہے اور یہ کہ اس کے سردار یا بادشاہ نے ناراض ہو کر اس سے سلیمانی ٹوپی یا وہ قوت سلب کر لی ہے جس کی بدولت جنات انسانوں کی نظروں سے پوشیدہ رہ سکتے ہیں۔ اس نے کہا کہ وہ اس حال سے بہت تنگ اور پریشان ہے اور اپنے پرانے حال میں جانے کا سخت آرزومند ہے۔ پھر اس نے قبلہ فقیر صاحبؒ سے سورۂ مزمل کا کوئی خاص عمل سکھانے کی درخواست کی، جس کے ذریعے وہ اپنی سلب شدہ قوت حاصل کرنا چاہتا تھا۔ آپؒ نے اسے ٹال دیا لیکن وہ منت سماجت کرتا رہا۔

کچھ روز بعد آپؒ مع بال بچوں کے اچانک کلاچی چلنے کو تیار ہو گئے۔ عبدالمجید کو پتہ چلا تو عمل سیکھنے کی غرض سے وہ بھی ساتھ چلنے کو تیار ہو گیا لیکن آپؒ نے بعض مصلحتوں کے تحت اسے روک دیا اور اسے بتایا کہ ہم ایک ماہ تک واپس لوٹ آئیں گے پھر تمہیں تمہارا عمل بتا دیں گے۔ اس پر وہ رہ پڑا۔ کلاچی پہنچ کر آپؒ ایسے مصروف ہوئے کہ تین ماہ تک لوٹ کر دربار شریف نہ جا سکے۔

Marfat.com

حافظ موسیٰ صاحب کے درسِ قرآن کریم میں پچاس ساٹھ طلباء ہوا کرتے تھے۔ طلباء کے بستروں کے لیے ایک کمرہ مخصوص تھا جہاں ان کے بستر یکجا ہوا کرتے تھے۔ ایک روز طلباء معمول کے موافق بسترے اٹھانے کے لیے کمرے میں گئے تو انہوں نے بستروں میں سے سانپ کے پھنکارنے کی آواز سنی جسے سن کر وہ باہر کو دوڑے۔ انہوں نے ڈنڈے اور لاٹھیاں سنبھال لیں اور سانپ کو مارنے کی تدبیریں کرنے لگ گئے، اس دوران کہیں سے عبدالمجید آ نکلا۔ اسے معاملے کا علم ہوا تو وہ بلا تامل بستروں والے کمرے کی جانب لپکا۔ طلباء اسے منع کرتے ہے لیکن اس نے سنی ان سنی کر دی۔ چند لمحوں بعد وہ ڈیڑھ دوگز لمبے مشکی ناگ کو گردن سے پکڑے باہر آ گیا۔ لوگوں نے دیکھا تو ان پر دہشت طاری ہو گئی۔ اس نے لوگوں سے منہ میں رکھنے والی نسوار طلیب کی جس کی ایک چٹکی اس نے سانپ کے منہ میں ڈال دی، سانپ تھوڑی دیر تک تڑپا اور مر گیا۔ عبدالمجید کی اس غیر معمولی حرکت پر لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔

سردیوں کی ایک بارانی رات کو طلباء بستروں میں دبکے پڑے تھے۔ ایک طرف طاقچے میں چراغ جل رہا تھا۔ چراغ بجھانے کا وقت ہوا تو کوئی طالب علم بھی گرم بستر سے نکل کر اسے بجھانے پر آمادہ نہیں ہو رہا تھا۔ چراغ کے مقابل دوسری دیوار کے ساتھ عبدالمجید لیٹا ہوا تھا۔ عبدالمجید اور چراغ کے درمیان طلباء حائل تھے۔ عبدالمجید نے یہ کہہ کر کہ میں بجھاتا ہوں پڑے پڑے وہیں سے ہاتھ بڑھایا اور چراغ بجھا دیا۔ اس کی اس غیر انسانی حرکت سے طلباء پر خوف طاری ہو گیا۔

ان واقعات سے اس کی اصلیت لوگوں پر آشکار ہو گئی اور انہیں یقین ہو گیا کہ وہ انسان نہیں جن ہے۔ قبلہ فقیر صاحبؒ جب معہودہ وقت پر دربار شریف نہ پہنچ سکے تو وہ مایوس ہو گیا۔ ان تمام حالات کے پیش نظر وہ دربار شریف کو خیر باد کہہ گیا۔ تین ماہ بعد قبلہ فقیر صاحبؒ دربار شریف پہنچے تو عبدالمجید اپنے پیچھے انوکھے قصے چھوڑ کر جا چکا تھا۔

جنات اور ان کی تسخیرات:

قبلہ فقیر صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ جنات کے عاملوں کی تمام باتیں درست نہیں

Marfat.com

ہوتیں۔ ان میں مبالغہ اور قیاس بھی شامل ہوتا ہے۔ جنات اور ارواحِ خبیثہ میڈیم اور آسیب زدہ میں گھونسلے کی طرح ٹھکانے بنا لیتے ہیں۔ عامل اپنے مسخر کردہ طاقتور جن کے ذریعے لوگوں کے جنات نکالتا ہے۔ البتہ ارواحِ خبیثہ کی بیدخلی اور انخلاء خاصا مشکل امر ہے۔ یہ چڑیوں کی طرح معمول یا آسیب زدہ میں بار بار آتشی آشیانہ بنانے کی کوشش کرتی ہیں۔ آپؒ فرمایا کرتے کہ جنات بھی آدمیوں کی طرح ہم خیالی کی بنیاد پر جماعتیں اور گروپ بنا لیتے ہیں اور ایک دوسرے کی امداد کرتے ہیں۔ عامل طاقتور ہو تو اس کے محض گھورنے سے آسیب زدہ سے جن نکل بھاگتا ہے اس لیے کہ ایسے امور میں عامل کا ارادہ کام کرتا ہے۔ تسلطِ آسیب کے وقت بعض لوگوں کو جلتی لکڑیاں اور کوئلے یوں کھاتے دیکھا جیسے کوئی رغبت سے مٹھائی کھاتا ہو۔

فرمایا کہ سجادہ نشین حضرت نور احمد صاحبؒ سورہ مزمل کے عامل تھے ایک دن ان کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے کہ اس دوران جنات بندر، ریچھ اور جنگلی انسانوں کی صورت میں قطار در قطار سامنے سے گزرتے نظر آئے۔

فرمایا! ایک موقع پر چھوٹے بھائی صالح محمد صاحب اور اپنی زوجہ ہمراہ تھیں۔ دربار شریف پر قیام تھا۔ ایک رات سونے کے لیے لیٹے تو شیطان نے مجسم ہو کر شرارت کے خیال سے ٹانگیں دبانا شروع کر دیں۔ ہم غنودگی کے عالم میں سمجھے کہ زوجہ صاحبہ یا بھائی صاحب ہوں گے۔ جب پوچھا کہ کون ہے؟ تو جواب ملا شیطان ہم نے اعوذ پڑھی تو دفع ہو گیا۔

فرمایا! راہِ طریقت میں اتنا کچھ دیکھا ہے کہ اگر لکھنے بیٹھیں تو دفتر بن جائے۔ کچھ واقعات ضبطِ تحریر میں لائے لیکن وہ کاغذات کہیں ضائع ہو گئے پھر مدون کرنے کی کوشش نہ کی۔

فرمایا! دہریہ قسم کے لوگ ان باتوں کی کسی بھی رنگ میں توجیہہ کریں تاہم یہ حقیقتیں اپنی جگہ موجود ہیں، یہاں تک کہ بعض اسلامی جماعتیں بھی ایسی باتوں اور آیاتِ قرآنی کے تاثیری پہلو کی منکر ہیں۔ یہ لوگ بغیر مطلب سمجھے تلاوت کرنے کو فضول اور بے فائدہ بتاتے ہیں۔ جب ہم ایک طرف منتروں کے مبہم اور بے معنی الفاظ کے اثرات اور ردعمل دیکھتے ہیں اور دوسری طرف تاثیرِ قرآنی سے ان نام نہاد عقل مندوں کی لاعلمی اور انکار ملاحظہ کرتے ہیں تو

حیرت اور افسوس ہوتا ہے محض قیاس آرائیاں کرنا اور ہے اور دیکھ کر سمجھ لینا کچھ اور۔

مقدس ہستیوں سے باطنی ملاقاتیں:

راہِ سلک وسلوک میں صاحبِ عرفانؒ نے باطن میں بے شمار اعلیٰ ہستیوں سے ملاقاتیں کیں، جن کا تذکرہ آپؒ نے اپنی تحریروں میں جا بجا فرمایا ہے۔

آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ، سے اکثر شرفِ ملاقات حاصل رہا۔ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو بھی دیکھنے کا موقعہ ملا، البتہ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی زیارت نصیب نہ ہو سکی۔ حضرت پیران پیر دستگیر قدس سرہ العزیز اور حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہ العزیز کو تو بارہا دیکھا۔

ایک بار قبلہ فقیر صاحبؒ نے باطن میں حضور علیہ السلام کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ مقتدیوں میں چند انبیاء کرام اور اصحاب کبار رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے جن کی زیارت سے آپؒ مشرف ہوئے۔ اختتام نماز پر آپؒ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دیگر انبیاءِ کرام کی زیارت کی استدعا کی۔ آپ علیہ السلام نے دعا فرمائی جس کے نتیجے میں آپؒ کو جملہ انبیاء کی باطنی زیارت نصیب ہوئی۔ یہ واقعہ عرفان جلد اول صفحہ ۳۲۶ پر تفصیل کے ساتھ درج ہے۔ اس کے علاوہ آپؒ نے بیسیوں مزرات پر دعوتیں پڑھیں اور اہلِ قبور سے روحانی طور پر ملاقی ہوئے۔

کلید ظاہری وکلید باطنی:

صاحبِ عرفانؒ حضرت بادشاہ صاحب قدس سرہ، کے مزار اقدس پر مخصوص تعداد میں سورہ مزمل پڑھا کرتے تھے۔ ایک دن توفیق خداوندی سے آپؒ نے ترک دنیا اور جذبہٴ ایثار کا خاص مظاہرہ کیا جس سے حضرت سلطان صاحب قدس سرہ کی روحِ پرفتوح نے خوش ہو کر آپؒ پر بہت کرم نوازی فرمائی اور آپؒ کو سورہ مزمل کی ظاہری اور سورہ فاتحہ کی باطنی کلیدات سے سرفراز فرمایا، جس کی برکت سے آپؒ پر جہانِ غیب کا دروازہ کھل گیا۔ ان کلیدات کی طفیل آپؒ نے سب سے پہلے حضرت بادشاہ صاحب قدس سرہ کی خاص روحانی زیارت فرمائی جس کا تفصیلی تذکرہ عرفان جلد دوم صفحہ ۱۳۲ پر درج ہے۔ اس نعمت کے حصول کے بعد جب آپؒ

کسی مزار پر ظاہر زبان سے سورہ مزمل پڑھ کر مراقب ہوتے تو آپؒ کا باطنی جثہ درود شریف، سورہ فاتحہ پھر درود شریف پڑھ کر جسم عنصری سے باہر آ کر عالمِ غیب میں داخل ہو جاتا اور اہل مزار سے ملاقی ہو کر روحانی حظ اور باطنی فوائد حاصل کرتا۔

آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ حصولِ کلید سے قبل بھی مزارات پر سورہ مزمل اور سورہ فاتحہ پڑھتے رہے لیکن نہ کبھی عالم باطن میں داخل ہو سکے نہ کسی صاحب مزار سے ملاقات ہو سکی۔ فرمایا کرتے تھے کہ بغیر کلید باطنی کے لطیف جہان کی طیر سیر اور لطیف مخلوق سے ملاقات ممکن نہیں۔

جامع اور بہترین علم:

حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کا قبلہ فقیر صاحبؒ سے خاص باطنی رابطہ اور تعلق تھا۔ آپ قدس سرہ، فقیر صاحبؒ پر ہر معاملے میں بڑی مہربانی فرمایا کرتے تھے۔ ایک وقت قبلہ فقیر صاحبؒ کو علم جفر سیکھنے کا شوق دامن گیر ہوا تو قدرت نے باطنی طور پر اس وقت کے سب سے بڑے جفار یعنی علم جفر کے ماہر سے آپ کی ملاقات کروا دی۔ انہوں نے علم جفر کے ذریعے ایک خاص عملی مظاہرے کے بعد جب فقیر صاحبؒ کو یہ علم سکھانے کا ارادہ کیا تو عین اس وقت حضرت بادشاہ صاحبؒ نورانی صورت اور سرخ جنائی ریش مبارک کے ساتھ گھوڑے پر سوار اپنے روضۂ اقدس سے برآمد ہوئے اور فقیر صاحبؒ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ علم جفر بکھیڑوں سے معمور علم ہے، آ تا کہ میں تجھے اس سے بہتر اور جامع علم عطا کروں۔ پھر آپؒ نے علمِ کن کا بہترین علم فقیر صاحبؒ کو منتقل فرمایا۔ اس واقعے کی پوری تفصیل عرفان جلد اول میں صفحہ ۳۲۴ پر موجود ہے۔

یہ چیزیں قبول فرمائیں:

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور مرشد کامل کی مہربان توجہ سے قبلہ فقیر صاحبؒ کے ارادے اور خیال میں خاص قوت پیدا ہو گئی تھی۔ کوئی شے آپؒ کو بھلی معلوم ہو جاتی تو نہ چاہتے ہوئے بھی وہ آپؒ کو حاصل ہو جاتی۔

Marfat.com

دربار شریف پر قیام کے دوران ایک روز آپؒ اپنے حجرے کے باہر تشریف فرما تھے آتے جاتے لوگوں میں سے ایک شخص ہاتھ میں پیتل کا منقش خوبصورت لوٹا، کندھے پر عمدہ اونی کمبل اور دوسرے ہاتھ میں رنگین دلکش عصا لیے گزرا۔ اچانک آپؒ کی نظر ان اشیاء پر پڑی تو وہ آپؒ کو اچھی لگیں۔ اگلے لمحے آپؒ اپنے کام میں مصروف ہو گئے اور وہ شخص گذر گیا۔ زیادہ دیر نہ گذری تھی کہ وہ شخص لوٹ کر آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان تینوں اشیاء کو آپؒ کے سامنے رکھ کر بولا "میری جانب سے یہ چیزیں قبول فرمائیں" آپؒ نے اس سے فرمایا کہ یہ تمہارے شوق اور استعمال کی چیزیں ہیں، پھر میں ان کا ضرورت مند بھی نہیں ہوں، مزید یہ کہ میرا اور تمہارا کوئی تعارف اور تعلق بھی نہیں ہے، سو ان حالات میں تم یہ اشیاء کیوں دینا چاہتے ہو اور میں کس حوالے سے انہیں قبول کرلوں؟ لیکن وہ مصر رہا اور بولا "اگر آپؒ انہیں قبول نہیں کریں گے تو مجھے دکھ ہوگا"۔ یہ کہہ کر وہ تینوں چیزیں آپؒ کے پاس چھوڑ کر چلا گیا۔

ایسے واقعات چونکہ آپؒ سے ارادتاً سرزد نہ ہوتے تھے لہٰذا ان پر خوشی کی بجائے دکھ محسوس فرماتے۔

روحانیت سلب کر لیتے ہیں:

حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کی کتب مبارکہ کی تحریریں زیادہ تر علم تصورات اور علم دعوات کے دو اہم علوم کے گرد گھومتی ہیں۔ قبلہ فقیر صاحبؒ نے بھی ان علوم کی آسان تشریح اپنی کتابوں میں فرمائی ہے۔ علم دعوت میں آپؒ کامل تھے اور ہندو پاک کے کئی مزارات پر آپ نے دعوتیں پڑھ کر اکتساب فیض کیا۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر اہلِ دعوت عامل کامل ہوا اور اہل قبر خدا رسیدہ معاونت پر آمادہ ہو جائے تو ایک رات کی دعوت کے فوائد صدہا چلوں اور سالوں کے مجاہدوں پر بھاری ہو سکتے ہیں۔ اہل قبر چاہے تو دعوت خواں کو تمام باطنی مراتب طے کرا سکتا ہے جو اس نے زندگی میں طے کیے ہوتے ہیں۔

بے شریعت رند فقیروں کے بارے میں فرمایا کرتے کہ ان لوگوں کو بعض اوقات مقام فنا فی شیخ میں کچھ طاقت حاصل ہو جاتی ہے، لیکن فنا فی الرسول ﷺ کا مرتبہ اور شریعت کا راستہ ہی محمود اور پسندیدہ ہے۔

Marfat.com

برمان کے تارک الصلوٰۃ رند متولیوں نے آپؒ کو ایک بار اپنے ہاں گرمیاں گذارنے کی دعوت دی۔ ان کے ٹبوں ٹیلوں میں بنے ہوئے غاروں میں کافی ٹھنڈک ہوا کرتی تھی۔ آپؒ نے ان کی دعوت قبول کر لی۔

فرمایا! ان کے ہاں قیام کے دوران ان کی صحبت کے اثر سے ایک بار سستی ہونے لگی لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس حالت پر قابو پا لیا۔ بے نمازیوں کی صحبت کا اثر نمازیوں پر غیر مرئی انداز میں ہوسکتا ہے۔ ان کے بڑے متولی نے لاف زنی کی کہ وہ ایک دن داڑھی منڈوانے چلے تھے لیکن حضور علیہ السلام نے مشروحاً ظاہر ہو کر منع کر دیا اور فرمایا کہ سنت کو ترک نہ کرو لہٰذا اس فعل سے باز رہے۔ قبلہ فقیر صاحبؒ نے سر محفل ان سے پوچھ لیا کہ حضور علیہ السلام نے فرض نماز کے بارے میں آپ سے نہ فرمایا کہ اسے بھی پڑھا کرو یہ سن کر وہ شرمسار ہوئے اور اس روز سے دکھانے کو نمازیں شروع کر دیں، چونکہ اس پابندی کے عادی نہ تھے لہٰذا سخت تذبذب اور کشمکش میں مبتلا رہے۔ پھر رمضان المبارک کا مہینہ آ گیا۔ فقیر صاحبؒ نے ان سے حافظ کی فرمائش کر دی۔ انہوں نے حافظ کا بندوبست تو کر دیا لیکن آپؒ کو ہرانے اور تنگ کرنے کے خیال سے حافظ کو پٹی پڑھا دی۔ حافظ نے پہلی رات پہلی رکعت میں سولہ سیپارے پڑھ ڈالے، ابھی انیس تراویح باقی تھیں کہ سحری کا وقت ہو گیا۔

کچھ روز بعد آپؒ کے علاقے کے ایک صاحبزادہ صاحب بھی ان متولیوں کے ہاں پہنچ گئے۔ صاحبزادہ نے از راہِ شرارت وفساد متولیوں سے کہا کہ فقیر صاحبؒ قبروں پر دعوت پڑھ کر ان کی روحانیت سلب کر لیتے ہیں لہٰذا تم لوگ انہیں اپنے دادا کی قبر پر دعوت نہ پڑھنے دینا ورنہ ان کی روحانی قوت چھن جائے گی۔ متولیوں نے تحفظ کے خیال سے رات کو اپنے دادا کے مقبرے کو تالا لگوا دیا اور پہرہ بٹھا دیا اور پہریداروں کو سمجھا دیا کہ فقیر صاحبؒ کو ہرگز دعوت نہ پڑھنے دیں اور اگر سختی کرنی پڑے تو سختی بھی کریں۔ دوسری طرف صاحبزادہ مذکور نے قبلہ فقیر صاحبؒ کو قائل کرنا اور ورغلانا شروع کر دیا کہ ان کے دادا بہت خدا رسیدہ بزرگ تھے لہٰذا حصول فیض کے لیے ان کی قبر پر ضرور دعوت پڑھیں۔ اس سے قبل آپؒ کا دعوت پڑھنے کا ارادہ تھا لیکن قدرت نے آپؒ کو ان کی شرارت پر آگاہ فرما دیا۔

Marfat.com

آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ ان دنوں باطنی بصیرت بہت تیز تھی۔ اس بصیرتِ باطنی سے جب متولی کے دل کی جانب متوجہ ہوئے تو وہاں چہار چشم کتا بیٹھا نظر آیا۔

بعد میں ان متولیوں کی حماقت و جہالت پر ہنس کر فرمایا کرتے کہ ان کوتاہ علم گدی نشینوں کی باطنی آگاہی اور روحانی معلومات کا یہ حال ہے کہ وہ ایسی بے سروپا باتوں کو بھی بلا تامل قبول کر لیتے ہیں۔

روحانی مدارس اور دارالعلوم:

قبلہ فقیر صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح مادی دنیا میں سکول، کالج اور یونیورسٹیاں اپنی لوازمات اور شاندار عمارتوں کے ساتھ موجود ہیں باطنی دنیا میں بھی اسی طرح کا اہتمام ہے۔ جو فرق ان تعلیمی اداروں کی تعلیم اور معیار میں ہے باطنی دنیا کے مدارس اور دارالعلوم میں بھی ہے۔ روحانی تعلیم دل کو دل سے حاصل ہوتی ہے جو مادی الفاظ وتحاریر کی قید سے آزاد ہوتی ہے۔

فرمایا! ایک بار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حروف کی ایسی روحانی تعلیم حاصل ہوئی جن کی تفسیر و تاثیر بیان سے باہر ہے اور جس کے حرف حرف میں جہان پوشیدہ و پنہاں تھا۔

فرمایا! اب اس قدر ٹھوس مشاہدات کو ہم الحادزدہ افراد کے کہنے پر کیوں کر جھٹلائیں، اور ایسے حقائق سے انکار کو ان لوگوں کی بدبختی اور حرماں نصیبی پر محمول نہ کریں تو کیا کریں۔

آپؒ کی تیسری شادی:

صاحب عرفانؒ کی پہلی شادی سے ایک بچی ہوئی تھی جس کا نوعمری میں غالباً ۱۹۲۱ء میں دربار شریف پر انتقال ہو گیا تھا، جسے دربار شریف سے باہر غربی جانب واقع قبرستان میں دفن کیا گیا۔ اس کی وفات کے ایک ہفتہ بعد آپؒ کی دوسری زوجہ صاحبہ بھی وہیں انتقال کر گئیں۔ انہیں بھی مذکورہ گورستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ ان سے آپؒ کی ایک لڑکی اور دو لڑکے غلام سرور اور عبدالحمید رہ گئے تھے۔ یہ بہت کم سن تھے لہٰذا ان کی نگہداشت و پرداخت آپؒ جیسے تارک فارغ درویش کے لیے آسان نہ تھی۔ آپؒ کی والدہ محترمہ (مائی فاطمہ علیہا الرحمۃ) کو اس بات کا شدید احساس تھا لہٰذا ان کے اصرار پر آپؒ نے تیسری شادی کر لی۔

Marfat.com

والدین اور رشتہ داروں نے آپؒ کو اہل عیال کی ذمہ داریوں کی نسبت سے ملازمت کرنے پر آمادہ کیا، لہٰذا ان کے اصرار پر آپؒ نے اسلامیہ مڈل سکول کا کا خیل، نوشہرہ (صوبہ سرحد) میں بحیثیت ہیڈ ماسٹر ملازمت اختیار کر لی، یہ غالباً ۱۹۲۳ء کا زمانہ تھا۔ اس سفر و ملازمت کے دوران فقیر اللہ داد بھی آپؒ کے ہمراہ تھا۔ اس کا آبائی وطن تو علاقہ شیرانی تھا لیکن وہ موضع زڑکنی، تحصیل کلاچی میں اپنے بھائی کے ہاں رہا کرتا تھا۔ وہ نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے زڑکنی سے کلاچی پا پیادہ آیا کرتا تھا۔ قبلہ فقیر صاحبؒ کا پرانا محبّ اور صائم الاہر مجرد درویش تھا۔ آپؒ سے تختی پر خوشنویسی کا سبق اور اصلاح لیا کرتا اور ایک جمعے سے دوسرے جمعے تک مشق کرتا رہتا۔ اس نے اغلباً ۱۹۳۷ء میں موضع لونی، تحصیل کلاچی میں وفات پائی۔

قبلہ فقیر صاحبؒ اسلامیہ مڈل سکول کا کا خیل کی ملازمت سے ایک سال تک وابستہ رہے۔ پھر اسے چھوڑ کر دربار شریف چلے گئے۔

بندۂ مومن کا ہاتھ:

۱۹۲۶ء کا زمانہ تھا اور حضرت امیر سلطان صاحبؒ کی سجادہ نشینی کا دور تھا۔ چوہدری محمد بخش موضع میلا، تحصیل بھلوال کے باسی تھے۔ جن دنوں قبلہ فقیر صاحبؒ دربار شریف پر مقیم تھے وہ بھی بغرضِ زیارت وہاں آئے ہوئے تھے۔ وہ آپؒ سے بہت متاثر تھے۔ انہوں نے حضرت امیر سلطان صاحبؒ کی خدمت میں عرض گزاری کہ وہ قبلہ فقیر صاحبؒ کو ان کے ساتھ موضع میلہ چلنے اور وہاں ان کے بھتیجوں کو دینی تعلیم دینے پر آمادہ کریں، لہٰذا آپؒ سجادہ نشین صاحبؒ کے اصرار پر چوہدری صاحب کے ساتھ موضع میلہ تشریف لے گئے۔ چوہدری صاحب خود اولادِ نرینہ سے محروم تھے۔ آپؒ نے انہیں اولادِ نرینہ کے لیے دعا دی اور تعویز بھی عطا فرمایا۔ ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے جب انہیں بڑھاپے میں اولادِ نرینہ سے نوازا تو ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اس کے بعد وہ صاحبِ عرفانؒ کے بڑے معتقد اور خدمت گزار بن گئے۔ ان کے پرزور اصرار کے باوجود آپؒ ایک سال بعد موضع میلہ سے واپس آ گئے۔

اولاد میں بیٹھے نظر نہیں آتے:

صوفی فضل الٰہی صاحب مرحوم قبلہ فقیر صاحبؒ کے مخلص مریدوں میں سے تھے۔

Marfat.com

انہوں نے آپؒ سے ۱۹۵۲ء میں بیعت کی تھی۔ ان کی شادی نوجوانی میں ہوگئی تھی لیکن علاج
معالجے کے باوجود قدرت نے انہیں اٹھارہ سال تک اولاد سے محروم رکھا۔ وہ اکثر قبلہؒ سے
اولاد کے لیے دعا کراتے۔ ایک موقع پر آپؒ نے ان سے فرمایا کہ فضل الٰہی: ہم تو تمہاری اتنی
اولاد دیکھتے ہیں کہ تم ان میں بیٹھے نظر بھی نہیں آتے۔ جب صوفی صاحب کی اہلیہ آپ سے دعا
کا کہتی تو آپؒ جواباً فرماتے: بی بی! تم اولاد حاصل کرتے کرتے زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھو گی
لہٰذا اس کے لیے ضد نہ کیا کرو۔ ایک دن صوفی صاحب اور ان کی اہلیہ آپؒ کی خدمت میں
فیصل آباد حاضر ہوئے اور عرض گزاری کہ جب تک آپؒ ہمارے لیے خصوصی دعا نہیں
فرمائیں گے ہم لاہور واپس نہیں جائیں گے۔ اس رات تہجد کے وقت صوفی صاحب کی اہلیہ
نے خواب میں یوں محسوس کیا جیسے اس کے جسم میں بجلی سی دوڑ گئی ہو۔ خوف سے اس کی آنکھ
کھلی تو اس نے دیکھا کہ قبلہ فقیر صاحبؒ اس کے سرہانے کھڑے مصروفِ دعا ہیں۔ اس نے
صبح صوفی صاحب سے یہ واقعہ بیان کیا تو دونوں میاں بیوی شاداں و فرحاں لاہور کو لوٹ
گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں یکے بعد دیگرے دو بیٹیاں عطا فرمائیں۔ دونوں بیٹیاں اپریشن
سے پیدا ہوئیں جس کی وجہ سے ان کی ماں مزید اولاد کے قابل نہ رہی اور کسی پیچیدہ زنانہ
مرض میں مبتلا ہو کر کچھ عرصہ بعد فوت ہوگئی۔ اس کے انتقال کے بعد صوفی فضل الٰہی صاحب
نے دوسری شادی کر لی اس سے قدرت نے اولاد کا سلسلہ چلایا تو صوفی صاحب اس تسلسل
سے گھبرا گئے، ساتھ ساتھ دوہتوں اور دوہتیوں کی آمد شروع ہوگئی اور ایسی کثرت ہوئی کہ صوفی
صاحب واقعی ان میں نظر نہیں آتے تھے۔

قدرت کا مارنا اور جلانا:

حاجی میر صادق صاحب مرحوم قبلہ فقیر صاحبؒ کے پرانے مریدوں میں سے تھے
ایک وقت وہ دمے کی شدید مریض تھے۔ قبلہؒ فرمایا کرتے تھے کہ ان کے بچنے کی کوئی امید نہ
تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں صحت عطا فرمادی گویا دوبارہ زندگی سے بہرہ ور کر دیا۔

کلاچی میں قبلہؒ کے پڑوس میں ایک عورت انتہائی دمے سے دوچار تھی۔ اس کی تنگی اور
تکلیف کو دیکھ کر لوگ اس کے مرنے کی دعائیں مانگا کرتے۔ فرمایا! بعض اوقات خیال آتا

Marfat.com

کہ ایسا شدید مریض بھی تندرستی سے ہمکنار ہوسکتا ہے؟ بعد میں سنا کہ وہ سچ مچ ٹھیک ہوگئی اور قادر مطلق نے اسے حیاتِ نو سے نواز دیا۔

جن دنوں قبلہ فقیر صاحبؒ دربار شریف پر قیام فرما تھے، ان دنوں ایک بوڑھا مریض وہاں لایا گیا جو خورد ونوش سے قاصر اور ہڈیوں کا ڈھانچہ تھا۔ اس میں جان برائے نام موجود تھی۔ ایسے مریض عموماً پیر لعل شاہ صاحبؒ کی خدمت میں پیش کیے جاتے تھے۔ تربوزوں کا موسم تھا۔ پیر لعل شاہ صاحبؒ نے تربوزوں میں بتاشے ڈال کر ان کا پانی پلانا تجویز کیا۔ یہ پانی گویا اس کے لیے آبِ حیات ثابت ہوا اور وہ تندرست ہوتا چلا گیا۔ پھر اس کے متعلقین اسے واپس لے گئے۔ اگلے سال وہ آیا تو اپنے ہمراہ لنگر میں دینے کے لیے دو دنبے بھی لایا۔ اسے دیکھ کر یقین نہ آتا تھا، وہ لائے ہوئے دنبوں سے بھی زیادہ فربہ اور مضبوط تھا۔ یوں "مَنۡ یُّحۡیِ الۡعِظَامَ وَ ہِیَ رَمِیۡمٌ ○ قُلۡ یُحۡیِیۡهَا الَّذِیۡۤ اَنۡشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّۃٍ ؕ" (سورہ یٰسین)۔ ایسا کون ہے کہ ہڈیوں کو زندہ کرے جب وہ بالکل گل جائیں، تم کہو وہ انہیں زندہ کرے گا جس نے پہلی بار انہیں بنایا" والا معاملہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور اللہ تعالیٰ کے قادر مطلق ہونے پر ایمان اور مضبوط ہوگیا۔

حادثہ پیش آنے والا ہے:

ایک بار صوفی فضل الٰہی صاحب لاہوری کو بس کا سفر درپیش تھا۔ دورانِ سفر انہیں اونگھ آئی تو ان کو قبلہ فقیر صاحبؒ کی صورت دکھائی دی۔ قبلہؒ نے ان سے فرمایا! فضل الٰہی بس کو حادثہ پیش آنے والا ہے۔ ساتھ ہی کوئی کلام بتا کر فرمایا کہ اس کا ورد کرو۔ صوفی صاحب کی گھبراہٹ کے ساتھ آنکھ کھلی تو کلامِ الٰہی ان کی زبان پر جاری تھا۔ انہوں نے دیکھا کہ بس رکی ہوئی ہے اور ایک گہرے کھڈ میں آدھی لٹکی ہوئی ہے۔ صورت حال انتہائی خطرناک تھی۔ ذرا سی بے احتیاطی سے بس کھڈ میں گر سکتی تھی اور خاصا جانی و مالی نقصان ہوسکتا تھا۔ سواریوں کے رنگ اڑے ہوئے تھے اور ان کی زبانوں پر استغفار جاری تھا۔ انتہائی احتیاط اور مشکل کے ساتھ سواریوں کو نیچے اتارا گیا۔ بس کو بصد دقت کھڈ سے نکالا گیا، جس کے نکلنے کی امید بہت کم تھی۔ سواریاں اس معاملے کو کسی نیک مسافر کی برکت سے تعبیر کرتے تھے۔

بدمزہ انگور، گرد آلود چہرہ:

خوابوں کی تعبیر بتانے میں قدرت نے صاحبِ عرفانؒ کو بڑی سمجھ عطا کر رکھی تھی۔ لوگ آپؒ سے سیدھے سادے اور پیچیدہ دونوں قسم کے خوابوں کی تعبیر دریافت کیا کرتے۔ آپؒ ایسی مناسب اور صائب تعبیر بیان فرماتے کہ سائل مطمئن ہو جاتا اور وقت آنے پر تعبیر اسی صورت میں رونما ہو جاتی۔

ایک وقت آپؒ کے محلے کی مسجد میں ایک غلط کار مولوی کو بطورِ امام متعین کیا گیا۔ آپؒ پر اس کا باطنی تکدر اور خرابی عیاں ہوئی تو آپؒ نے اس کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ دی۔ لیکن آپؒ کے والد صاحب حاجی گل محمد صاحبؒ اس کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے۔ ایک دن حاجی صاحب نے خواب میں دیکھا کہ مذکورہ امام نے ان کے ہاتھ پر انگور کے پانچ دانے رکھے۔ جب حاجی صاحبؒ نے ان انگوروں کو باری باری چکھا تو سب بدمزہ اور پھیکے معلوم ہوئے۔

حاجی صاحب نے یہ خواب فقیر صاحبؒ کو سنایا اور اس کی تعبیر دریافت کی تو آپؒ نے ان سے کہا کہ آپؒ جو نمازیں اس مولوی کے پیچھے پڑھتے ہیں وہ اس کے باطنی خبث کے باعث ان انگوروں کی طرح بے اثر و لاحاصل ہیں۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد اس امام کی غلط کاری لوگوں پر ظاہر ہو گئی جس کے نتیجے میں اسے مسجد سے نکال دیا گیا، یوں صاحبِ عرفانؒ کی بیان کردہ تعبیر درست ثابت ہوئی۔

حاجی غلام سرور خان عرف خان صاحب قوم رانا خیل، کلاچی شہر کی ایک ممتاز شخصیت تھی، انہوں نے ایک بار سیرۃ النبی صلی اللہ علیٰ صاحبھا کے سلسلے میں ایک جلسہ منعقد کیا۔ مقررین میں قبلہ فقیر صاحبؒ، قاضی نجم الدین صاحب اور ان کے فرزند قاضی عبدالکریم صاحب شامل تھے۔ پہلے قاضی نجم الدین صاحب نے تقریر کی۔ ان کے بعد فقیر صاحبؒ کی باری آئی تو آپؒ نے اپنی تقریر میں قاضی صاحب سے چند باتوں میں اختلاف کیا جو ان کی طبع پر گراں گزرا۔ جلسے کے چند روز بعد فقیر صاحبؒ قاضی صاحبؒ کے ہاں تشریف لے گئے۔ آپؒ نے قاضی صاحب سے کہا: ''میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ کے چہرے پر گرد

Marfat.com

پڑی ہوئی ہے جسے میں صاف کر دیتا ہوں''۔ جس کی تعبیر میرے نزدیک یہ ہے کہ آپ جلسے والے روز میرے اعتراضات سے رنجیدہ خاطر ہوئے ہیں جو میں نے کسی عناد سے نہ کئے تھے بلکہ میرے نزدیک اصولی تھے۔ آپؒ کی اس وضاحت سے ان کی دل جوئی ہوگئی گویا ان کے چہرۂ قلب سے گردِ رنجش دور ہوگئی۔

راقم الحروف کے بڑے بھائی عبدالرشید صاحب راوی ہیں کہ جن دنوں قبلہ فقیر صاحبؒ رحمانیہ ٹیکسٹائیل ملز فیصل آباد میں مقیم تھے ان دنوں ایک معزز شخص آپ کے ایک مرید کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا جو صورت سے سخت پریشان دکھائی دیتا تھا۔ قبلہؒ نے دونوں مہمانوں کے لیے میرے ہاتھ پہلے چائے پھر روٹی منگوائی۔ نیا مہمان روٹی بے دلی سے کھا رہا تھا، آپؒ نے اس کی پریشانی کو بھانپتے ہوئے اس سے فرمایا! روٹی اطمینان سے اور سیر ہو کر کھائیں، گھبرائیں نہیں، اللہ خیر کرے گا۔ آپؒ کے اس فرمان پر اس کے آنسو نکل آئے۔ آپؒ نے اسے مزید دلاسا دیا اور اچھی طرح روٹی کھانے کا فرمایا۔ اس پر اس نے پوری طرح کھانا کھایا۔ کھانے پینے سے فراغت کے بعد آپ کے مرید نے اس کا تعارف کروایا پھر اس سے کہا کہ مزید حالات وہ خود قبلہؒ کے گوش گزار کرے۔ یہ سن کر وہ یوں گویا ہوا، ''حضور! ایک ماہ قبل میں نے ایک سخت پریشان کن خواب دیکھا، جس نے مجھے انتہائی ذہنی اذیت سے دوچار کر رکھا ہے جس کی تعبیر کے لیے تاحال سرگرداں ہوں۔ میں خواب دیکھتا ہوں کہ صبح کا وقت ہے اور میں نمازِ فجر کے بعد قرآن کریم کی تلاوت میں مصروف ہوں۔ پھر دیکھتا ہوں کہ میرا سب سے چھوٹا بچہ جس نے ایک قمیض پہنی ہوتی ہے میرے روبرو آ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور مجھے تلاوت کرتے دیکھتا ہے، پھر اچانک وہ قمیض اونچی کر کے پیشاب کر دیتا ہے جس سے قرآن کریم کے پہلے بیس پارے آلودہ ہو جاتے ہیں اور آخری دس پارے محفوظ رہ جاتے ہیں۔ میں اس خواب سے ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ مجھ پر سخت خوف طاری تھا اور میں پسینے میں شرابور تھا۔ اپنے مذکورہ بچے سے مجھے بہت محبت ہے لیکن اس خواب نے مجھے اس کے مستقبل کے بارے میں سخت اندیشوں اور وسوسوں سے دوچار کر دیا ہے۔ سوچتا ہوں شاید یہ بہت گنہگار نکلے گا۔ خواب کی تعبیر کے سلسلے میں مختلف حضرات سے ملا ہوں

لیکن کہیں سے اطمینان بخش جواب نہیں ملا۔ کوئی کہتا ہے یہ بچہ انتہائی بد بخت ثابت ہو گا۔ کوئی کہتا ہے کہ بڑا ہو کر قتل و غارت گری کرے گا۔ ان باتوں سے میری بے قراری مزید ہو گئی ہے۔ آپؒ کے اس عقیدت مند نے، جس کے ہمراہ آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، مجھے آپ کی کتاب عرفان پڑھنے کو دی اور مشورہ دیا کہ آپ سے مل کر مذکورہ خواب کی تعبیر دریافت کروں۔

قبلہؒ نے اس کا خواب سن کر فرمایا! گھبرانے کی ضرورت نہیں اس خواب کا آپ کے بچے اور اس کے مستقبل سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ یہ خواب آپ کی باقی زندگی کے حوالے سے خوش آئند ہے۔ اس کا تعلق آپ کے ماضی اور مستقبل سے ہے۔ آپ کا عمل آپ کے کم سن بچے کی صورت میں آپ کو دکھایا گیا ہے۔ بیس پارے جو آلودہ ہوئے اس سے مراد آپ کی زندگی کا دو تہائی حصہ ہے جسے آپ نے عیش و عشرت اور دین سے بے اعتنائی میں گزارا ہے باقی دس پارے آلودہ نہ ہونے سے مراد آپ کی زندگی کا باقی ایک تہائی حصہ ہے جو انشاء اللہ نیکی اور بھلائی میں گزرے گا۔

یہ عجیب تعبیر سن کر وہ آپ کے قدموں میں گر پڑا۔ آپ کے ہاتھوں کو بوسے دیتا رہا اور دیر تک روتا رہا۔ آپؒ نے اسے تسلی دی اور اٹھایا جب اس نے سر اوپر کیا تو اشکوں سے پریشانی کا غبار دھل چکا تھا۔ اور اس کی جگہ اطمینان و تشکر کے آثار ہویدا تھے۔ یوں ایک فقیر کے در سے ایک پراگندہ حال شاداں فرحاں اپنی دنیا کو لوٹ گیا۔

جب شاہباز آنکھیں پھیرتے ہیں:

کسی ریاست کے بوڑھے والی نے اپنے بڑے بیٹے سے ناراض ہو کر اسے ولی عہدی اور جانشینی سے عاق اور محروم کر دیا اور اس کی جگہ اپنے چھوٹے بیٹے کو ولی عہد نامزد کر دیا۔ عاق شدہ نوابزادہ کسی غرض سے ڈیرہ اسمٰعیل خان آیا تو اس کی ملاقات قبلہ فقیر صاحبؒ سے ہو گئی۔ یہ ۱۹۳۶ کا زمانہ تھا۔ اس نوابزادے کو آپؒ کی روحانی حیثیت اور خداداد تصرف کا علم ہو چکا تھا لہٰذا اس نے بڑی لجاجت کے ساتھ آپؒ سے اپنے حق میں دعا اور دعوت القبور کے لیے درخواست کی۔

دعوت القبور کے ذریعے عالمِ امر میں روحانیوں کے توسط سے باطنی طور پر مشکلات حل کرائی جاتی ہیں۔ جو اپنے وقت پر عالمِ شہادت یعنی مادی دنیا میں عملاً پوری ہو جاتی ہیں۔

اس نوابزادے نے آپؒ سے عہد کیا کہ اگر اسے اپنا حق مل گیا تو وہ تمام عمر آپؒ کا احسان مند اور خدمت گزار رہے گا۔ اس کی منت سماجت نے آپؒ کے دل میں اس کے لیے ہمدردی پیدا کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے حق میں آپ کی دعوت و دعا کو قبول فرمایا۔ پھر یوں ہوا کہ اس کا بوڑھا باپ کچھ عرصہ بعد چل بسا۔ اس کے بعد اس نے حکومت برطانیہ کو اپنے حق کے لیے درخواست دی۔ جسے حکومت نے بڑا بیٹا ہونے کے ناطے منظور کر لیا اور اسے باپ کا جانشین تسلیم کر لیا۔

اس کی ولایت و نوابی کے دور میں قبلہ فقیر صاحبؒ کو اپنے بڑے فرزند غلام سرور صاحب کے ہمراہ اس کے ہاں جانے کا اتفاق ہوا۔ نواب مذکور خلافِ عہد سرد مہری اور بے مروتی سے پیش آیا اور اپنی منت سماجت کے اوقات اور خدمت و احسان مندی کے وعدوں کو فراموش کر بیٹھا۔

اس کے ہاں سے واپس آ کر آپؒ نے اسے ایک مراسلہ تحریر فرمایا جس میں لکھا کہ طوطے اور بلبل کی فطرت ہے کہ وقت آنے پر آنکھیں پھیرتے ہیں لیکن جب شاہباز اور شاہین آنکھیں پھیرتے ہیں تو حالات بھی بدل جایا کرتے ہیں۔ تاہم آپؒ نے کسی مصلحت کے پیشِ نظر اسے مذکورہ مراسلہ نہ بھیجا۔ ورنہ انبیاء اور اولیاء کے ارشادات باذن اللہ ہوتے ہیں۔ ان کی زبانوں سے ایسے کلمات نکل جائیں تو قدرت انہیں پورا بھی کرتی ہے۔

عبادت گاہ سے مزارِ اقدس تک:

صاحبِ عرفانؒ کا رہائشی مکان کے علاوہ دروازۂ حضرت مدے خان صاحبؒ کے نزدیک ایک اور ذاتی مکان بھی تھا، جہاں اب آپؒ کا مزار اقدس ہے۔ یہ مکان آپؒ کو اپنے والد صاحبؒ سے ترکے میں ملا تھا۔ اسے آپؒ نے اپنی عبادت گاہ اور مزارِ اقدس کے لیے پسند اور منتخب فرما رکھا تھا۔ اس انتخاب کا مقصد یہ بھی تھا کہ ذاتی ملکیت ہونے کے باعث کسی اور کے تصرف سے آزاد رہے گا اور محض مزار و دربار کے لیے وقف رہے گا۔ اس کی تاکید آپؒ

Marfat.com

نے وصیت نامے میں بھی فرما رکھی ہے۔ اس مکان کے جنوب مغربی کونے میں ایک کمرہ جانبِ جنوب چھپر نما برآمدہ، اور جانبِ شمال تقریباً آٹھ دس فٹ لمبا چوڑا اور اتنا ہی گہرا تہہ خانہ تھا جس کی چھت سطح زمین سے ڈیڑھ دو فٹ اونچی تھی جبکہ باقی حصہ زمین میں تھا۔ اس تہہ خانے کو آپؒ نے ذکر الٰہی اور عبادت کے لیے مخصوص کر رکھا تھا۔ اس میں ایک چارپائی، ایک چٹائی اس کے اوپر جانماز اور قبلہ رخ دیوار پر شیشے کے چمکدار اسم اللہ ذات کے فریم کے علاوہ کچھ نہ ہوتا۔ پہلی عرفان کے مسودے کا زیادہ تر حصہ آپ نے یہیں بیٹھ کر تحریر فرمایا۔ پھر اس کی کتابت آپؒ کے لڑکوں غلام سرور خان اور عبدالحمید خان کے ہاتھوں ۱۹۴۱ء میں یہیں انجام پذیر ہوئی۔ یہ بابرکت تہہ خانہ بھی باقی عمارات کے ساتھ ۱۹۵۵ء میں سیلاب کی نذر ہو گیا۔ راقم السطور کی والدہ صاحبہ سے آپؒ نے اس تہہ خانے والے مقام کے بارے میں کئی بار فرمایا کہ ''اس جگہ میری قبر بنے گی''۔

اپنے عزیز مرید حافظ محمد حسین صاحب مرحوم کو بھی ۱۹۵۵ء کے سیلاب کے بعد مذکورہ جگہ دکھا کر فرمایا ''میرا خیال ہے کہ میرا مزار اس جگہ بنے'' آپؒ کی تدفین کے وقت حافظ صاحب موجود تھے لہٰذا ان کی نشاندہی پر آپؒ کا مزارِ اقدس اسی جگہ بنا۔ تقریباً سال ڈیڑھ سال بعد آپؒ کے مزار مبارک پر کچا کمرہ بنا دیا گیا اور قبر مبارک کو پختہ کر دیا گیا۔ اس سے قبل قبر مبارک بھی کچی تھی۔ یہ کچا اور سیدھا سادا کمرہ اٹھارہ انیس سال تک قائم رہا۔

انتقال فرمانے سے قبل آپؒ نے اپنے مخلص مرید محمد اختر گل صاحب مرحوم کے پیش کردہ فریم شدہ قطعات بکسے سے نکلوا کر ملاحظہ فرمائے تھے اور ارشاد فرمایا تھا کہ ''یہ میرے روضے میں آویزاں ہوں گے'' پھر یہ قطعات آپؒ کے کچے روضہ میں آخر تک آویزاں رہے۔

۱۹۷۹ء میں آپؒ کے مخلص اور غالباً آخری مرید کرنل نور بادشاہ صاحب مرحوم کی خواہش اور خرچ پر پختہ اور کشادہ محل شریف تعمیر کر دیا گیا جو آج تک موجود ہے۔

نئے اور پختہ محل شریف کی تعمیر کے باعث آپؒ کا مزار شریف درمیان میں نہ آسکا بلکہ مغربی دیوار کے ساتھ رہ گیا، لہٰذا تابوت مبارک کو محل شریف کے وسط میں منتقل کرنا پڑا۔ جن دنوں تابوت مبارک کی برآمدگی کا سلسلہ جاری تھا راقم السطور کے بڑے بھائی صاحبزادہ

عبدالرشید صاحب چند روز سے ڈیرہ اسمٰعیل خان میں قیام پذیر تھے۔ تابوت کی برآمدگی والے روز کسی نے ان سے خواب میں کہا کہ آج حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ العزیز کا تابوت مبارک نکالا جا رہا ہے۔ وہ جاگے تو اس خواب پر حیران تھے۔ وہ قبلہ فقیر صاحبؒ کے تابوت کی منتقلی سے بالکل بے خبر تھے۔ اسی دن شام کو وہ گھر پہنچے تو انہیں تابوت کی برآمدگی کے بارے میں بتایا گیا جسے سن کر وہ حیران رہ گئے، پھر انہوں نے اپنا خواب سنایا۔ ہمارے لیے اس خواب کی صداقت و مماثلت حیران کن بھی تھی اور باعثِ افتخار و اطمینان بھی، اس خواب سے قبلہ فقیر صاحبؒ کے فنافی الشیخ ہونے کی تصدیق بھی ہوتی تھی۔

زندہ تحریریں

کرنل فرزند علی صاحب قبلہ فقیر صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان دنوں آپؒ رحمانیہ ٹیکسٹائیل ملز، لائل پور (فیصل آباد) میں قیام پذیر تھے۔ کرنل صاحب نے آپؒ کی کتب کا پورا سیٹ خریدا اور آپؒ سے دعا کی استدعا کی۔ آپؒ نے جواباً فرمایا کہ بہترین دعائیں اور باطنی دولت ان کتب میں موجود ہیں۔

مزید فرمایا! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رحلت فرما گئے لیکن کلام اللہ اور اپنے ارشادات عالیہ بعد میں رہ جانے والوں اور آنے والوں کے لیے چھوڑ گئے جس نے ان کو تھاما اور مشعلِ راہ بنا لیا وہ دارین کی سعادتوں اور کامیابیوں سے ہم آغوش ہوا۔

فرمایا! گلاب کا پھول دو دن میں مرجھا جاتا ہے لیکن اس کا جوہر عطر اور عرق وغیرہ عرصہ تک محفوظ رہتا ہے۔ کتب و تحاریر کی بھی یہی مثال ہے کہ مصنفین گزر جاتے ہیں جب کہ ان کی کتابیں باقی رہتی ہیں۔ پھر زندہ دل مصنفین کی کتب میں ان کی ارواح مستور ہوتی ہیں جو جانشینی کا حق ادا کرتی ہیں۔

نفس پرستی اور دعویٰ رہنمائی:

صاحبِ عرفانؒ کسی بغدادی پیر کے مہمان تھے۔ پیر صاحب نے نمازِ جمعہ پڑھائی جس میں ان سے ایسی غلطی سرزد ہو گئی جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اختتام نماز پر قبلہ فقیر

صاحبؒ نے انہیں ان کی غلطی جتلائی تو انہوں نے تسلیم کیا کہ نماز فاسد ہوگئی لیکن انہوں نے اس کے اعادے یا تلافی کی پرواہ نہ کی۔ اگلے جمعہ کو پیر صاحب نے صاحبِ عرفانؒ کو وعظ کرنے کی دعوت دی۔ آپؒ کے وعظ سے سامعین محظوظ ہو رہے تھے جس کی وجہ سے وعظ قدرے لمبا ہو گیا۔ یہ دیکھ کر پیر صاحب گھبرا گئے۔ دراصل انہوں نے کسی کو وقت دے رکھا تھا۔ لہٰذا وعظ کی طوالت سے ان کا طے شدہ پروگرام متاثر ہو رہا تھا۔ نماز پوری ہوئی تو وقت کی تنگی کے باعث پیر صاحب افراتفری اور عجلت میں چل پڑے۔ راستے میں موٹر خراب ہو گئی، چونکہ وقت پر پہنچنا ضروری تھا لہٰذا بہت سٹپٹائے، ڈرائیور کو برا بھلا کہا اور موٹر جلدی ٹھیک کرنے کی تاکید کی۔ درحقیقت جہاں پہنچنا تھا وہ ایک رئیس کا ڈیرہ تھا اس نے مدعو کر رکھا تھا اور دعوت کا وقت متعین کر رکھا تھا۔ دوسرا وہاں کا استقبال اور نذرانوں کی ممکنہ وصولی پیر صاحب کے پیش نظر تھی۔ ان کا دل ان امور میں اٹکا ہوا تھا۔

آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ ایسے پیروں اور علماء ظاہر کے دل عبادت و تلاوت میں نہیں لگ سکتے اور نہ ہی وہ ذکر اذکار کی محفلوں سے محظوظ ہو سکتے ہیں جو استقبالوں، نذرانوں اور نمود و نمائش کے طالب ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کے دل کام کے نہیں رہ جاتے۔ ان حضرات کا مقصد پیر مریدی سے اپنی دنیوی اغراض کی تکمیل ہوتی ہے نہ کہ مریدوں اور مقلدین کو خدا اور رسول ﷺ کی راہ پر لگانا ان کے مدنظر ہوتا ہے۔

بزورِ ولایت حق کا حصول:

فقراء اور اولیاء کا تصرف دلوں پر ہوا کرتا ہے مادی لوگوں کے قلوب و عقول ان کے باطنی ہاتھوں میں ہوتے ہیں۔ اور وہ قدرت کی عطا کردہ قوت سے انہیں جس جانب چاہیں پھیر لیتے ہیں۔

صاحبِ عرفان کے ایک عزیز نے آپ کی عدم موجودگی میں اور دیگر بھائیوں کو اندھیرے میں رکھ کر، تحصیل دار سے مل ملا کر سات سو کنال مشترکہ زمین اپنے نام کروالی۔ کافی عرصہ بعد جب آپؒ کو اور آپ کے دیگر بھائیوں کو اس کا علم ہوا تو اس کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا، لیکن تاخیر کے باعث مقدمہ کمزور رہا۔ بنابریں کمشنر نے غاصب کے حق میں فیصلہ

Marfat.com

کرنے کا ارادہ کرلیا۔ حکم کے روز آپؒ کے بھائیوں نے خفت و ندامت سے بچنے کے لیے عدالت میں نہ جانے کا فیصلہ کیا۔ کمشنر کی عدالت ڈیرہ اسمٰعیل خان میں لگا کرتی تھی۔ آپؒ حکم سے ایک روز پہلے ڈیرہ تشریف لے گئے۔ آپؒ نے رات فقیر محمد اسلم صاحبؒ کے مزار پر گزاری اور وہاں مقدمے کے سلسلے میں دعوت پڑھی۔ دعوت اہل قبور سے استمداد کے حصول کا ایک علم اور فن ہے۔ فقیر محمد اسلم صاحبؒ قادری فقیر ہیں اور حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کے فیض یافتہ ہیں۔

اگلی صبح جب آپؒ فقیرانہ جلال کے ساتھ کمرۂ عدالت میں داخل ہوئے تو کمشنر پر آپؒ کے روحانی اثر کے باعث رعب طاری ہو گیا، وہ آپؒ کے خلاف فیصلہ لکھنے کی ہمت نہیں پا رہا تھا۔ بالآخر اس نے آپؒ سے دریافت کیا کہ جناب آپ کیا چاہتے ہیں؟ آپ جیسا چاہیں گے فیصلہ ویسے ہی آپ کی صوابدیدہ پر کیا جائے گا۔ مخالف فریق نے یہ الٹ پھیر دیکھا اور ساری زمین ہاتھ سے نکلتی دیکھی تو بولا! بھائی صاحب: آپ بزورِ ولایت پوری زمین لے جا رہے ہیں کم اِز کم مجھے میرا حق تو دلوا دیں۔ آپؒ نے کمشنر سے فرمایا کہ ہمیں ہمارا حق اور مخالف کو اپنا حق دے دیا جائے۔ یوں بفضل مولا آپؒ نے اپنا اور دیگر بھائیوں کا حق وصول کرلیا۔ مخالف آپؒ کی باطنی قوت کا قائل ہو گیا۔ بعد میں اس نے اپنی اولاد کو بھی وصیت کر دی کہ وہ فقیر صاحبؒ کی عزت کیا کریں۔ اور کبھی ان کا فریق مقابل نہ بنیں۔

اہل قبور سے تعلق:

قبلہ فقیر صاحبؒ نے زندگی میں ہندو پاک کے ان گنت مزارات کی زیارتیں کیں اور دعوتیں پڑھیں۔ آپ علمِ تصورات اور علم دعوات کے ماہر شاہسوار تھے جن دنوں آپؒ کی صحت بہتر تھی ان دنوں آپؒ دعوت القبور کا بہت اہتمام فرماتے تھے۔ اس شغل سے آپؒ کو عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔ آپؒ عموماً تہجد کے وقت کسی قریبی زندہ دل صاحب مزار کے ہاں جا کر تہجد اور دعوت پڑھتے۔ چند مزارات سے آپؒ کا خاص تعلق تھا اور ان پر اکثر حاضری دیا کرتے۔ آخری عمر میں موٹر سائیکل کو دیکھتے تو فرماتے کہ اگر یہ ہمارے جذبے اور طلب کے زمانہ میں ہوتا تو اس کے ذریعے ہندوستان بھر کے مزارات پر حاضر ہوتے اور دعوتیں پڑھتے۔

Marfat.com

کلاچی میں حضرت مدے خان صاحبؒ ڈیرہ اسمٰعیل خان شہر میں حضرت سٹھو سلطان صاحبؒ اور حضرت فقیر محمد اسلم صاحبؒ کے مزارات پر عموماً جایا کرتے اور وہاں دعوتیں پڑھا کرتے۔ فقیر محمد اسلم صاحبؒ کے مزار کے ساتھ آپؒ کا کافی تعلق رہا۔ جب آپؒ دربار شریف حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کو جاتے یا پنجاب کو کسی غرض سے آنا جانا ہوتا تو حضرت فقیر محمد اسلم صاحبؒ کے مزار کے متصل حجروں میں ایک آدھ رات عموماً قیام فرماتے۔ فقیر محمد اسلم صاحبؒ حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز سے فیض یافتہ تھے لہٰذا آپ قدس سرہ کے صاحبزادگان نے اپنے ایک عقیدت مند کو ان کے مزار پر بطورِ مجاور متعین کر رکھا تھا جو قبلہ فقیر صاحبؒ کے دور پار کے تعلق دار تھے۔ اس تعلق کی وجہ سے آپؒ کو وہاں زیارت و قیام میں آرام اور آسانی بھی رہتی۔

خواجہ عبداللہ باباؒ کا مزار بنوں شہر سے پانچ میل کے فاصلے پر دریائے کرم کے کنارے پر واقع ہے۔ ایک بار آپؒ سرفراز خان ایڈوکیٹ کو ساتھ لے کر ان کے مزار پر دعوت پڑھنے گئے۔ ان دنوں ان کی قبر کچی تھی اور اس پر عمارت نہ تھی۔ آپؒ دعوت پڑھ کر لوٹے تو راستے میں سرفراز خان سے فرمایا کہ ہماری دعوت پڑھنے سے خواجہ صاحبؒ کی روحانیت کو ترقی اور قبر کو شہرت حاصل ہوگی۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد ان کی قبر پختہ کر دی گئی اور اس پر پختہ عمارت بنا دی گئی۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ اہل دعوت کو بعض اہل قبور سے فوائد حاصل ہوتے ہیں اور بعض کو اہل دعوت فوائد پہنچاتے ہیں۔

آپؒ حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کے مزار اقدس کے بارے میں فرمایا کرتے کہ یہ قلوب کو زندہ کرنے میں بڑی خصوصیت کا حامل ہے۔

حضرت شاہ محمد غوث لاہوریؒ کے والد صاحب کے مزار پر بھی آپؒ نے دعوت پڑھی تھی جن کا مزار پشاور (صوبہ سرحد) میں ایک قبرستان میں ہے۔ ان کے بارے میں بھی فرمایا کرتے کہ ہماری دعوت پڑھنے سے انہیں فوائد حاصل ہوئے جس کے نتیجے میں وہاں زائرین کی آمد و رفت شروع ہوگئی، پھر ان پر روضہ اور متصل مسجد تعمیر ہوگئی۔

لاہور میں شروع ایام میں آپؒ کا قیام حکیم سلطان محمد صاحب کے ہاں ہوا کرتا تھا۔ تہجد

کے وقت وہاں سے حضرت شاہ محمد غوثؒ کے مزار شریف پر تشریف لے جایا کرتے، پھر وہاں تہجد کی نماز بھی ادا فرماتے اور دعوت بھی پڑھتے یہ آپؒ کا دورانِ قیام ہر رات کا معمول ہوتا۔ حکیم صاحب کا قیام اندرون شیرانوالہ دروازہ میں تھا، وہاں سے حضرت شاہ محمد غوثؒ کا مزار نزدیک پڑتا تھا۔

بڑھاپے میں لاہور میں قیام کے وقت تہجد اپنی قیام گاہ پر ادا فرماتے البتہ عصر کے وقت حضرت شاہ محمد غوثؒ کے مزار پر حاضر ہوتے۔ ایک وقت آپؒ ان کے مزار پر معتکف بھی رہے۔

قبلہ فقیر صاحبؒ حضرت میاں میر صاحبؒ لاہوری کی بہت تعریف فرمایا کرتے ان کا مزار شریف آپؒ کی قیام گاہ سے کافی دور پڑتا تھا پھر بھی آپؒ ان کے ہاں دعوت پڑھنے ضرور جاتے۔ اس غرض سے آپؒ میاں میر صاحبؒ کی مسجد میں رات گزارتے اور تہجد کے وقت دعوت ادا کرتے۔ بعد میں جب صوفی محمد شفیع صاحب آپؒ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے۔ تو رات ان کے ہاں گذارتے اور تہجد کے وقت دعوت کے لیے میاں صاحب کے مزار پر تشریف لے جاتے۔ صوفی محمد شفیع صاحب ان دنوں بستی میاں میر صاحب میں رہائش پذیر تھے۔ آپؒ کبھی کبھی حضرت شاہ چراغ صاحبؒ لاہوری کے مزار پر بھی جا کر دعوت کا اہتمام فرماتے۔ حضرت میاں میر صاحبؒ اور حضرت شاہ محمد غوثؒ کے متعلق فرماتے گویا دو زندہ شیر ہیں جو کچھار قبور میں چھپے بیٹھے ہیں'۔ آپؒ قادری فقیروں کی تعریف ایسے الفاظ میں اور والہانہ انداز میں فرمایا کرتے۔

دعوت القبور کے فوائد بیان کرتے ہوئے فرماتے کہ جب اہلِ دعوت قبر پر دعوت خوانی کرتا ہے تو اس کا باطنی جثہ اہل قبر کے برزخی جثّے سے ملحق ہو جاتا ہے۔ اہل قبر کو اس وقت تک جو مقامات حاصل ہو چکے ہوتے ہیں الحاق کے باعث اس کی معیت میں دعوت خواں کو بھی حاصل ہو جاتے ہیں۔ آپؒ فرمایا کرتے کہ زندہ دل فقراء برزخ میں ہر روز اللہ تعالیٰ کی نئی شان سے بہرہ مند ہوتے ہیں اور ایک نیا مقام حاصل کرتے ہیں۔ یوں اہل دعوت عامل کامل کو بھی اہل قبور کی ہمراہی میں نئے مقامات تک رسائی حاصل ہوتی ہے۔

رجوعِ خلق بڑائی کی دلیل نہیں:

میانوالی کے علاقے میں ایک مزار کی بہت شہرت تھی۔ صاحب عرفانؒ نے اس پر حاضری دی تو دوران زیارت و دعوت آپؒ نے وہاں ایک دوسرے مزار کی کشش اور لہریں محسوس کیں۔ لوگوں سے اس دوسرے مزار کی بابت دریافت کیا۔ پھر جب وہاں حاضری دی تو صاحبِ مزار کو ایسا زندہ دل اور روحانیت سے معمور پایا کہ آپؒ حیران رہ گئے جبکہ عوام کی ان دنوں ان کے مزار پر خاص آمدورفت نہ تھی۔ بعد میں لوگوں کا وہاں آنا جانا شروع ہو گیا۔

قبلہ فقیر صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ رجوعِ خلق بڑائی کی دلیل نہیں، یعنی نادان اور نفسانی لوگوں کا کسی جانب ٹوٹ پڑنا اس کی ولایت و بزرگی کی علامت نہیں بن جاتا۔ اس ضمن میں آپؒ نے فیصل آباد کے ایک مزار کا حوالہ دے کر فرمایا کہ ہم نے صاحب مزار کو بقیدِ حیات دیکھا تھا۔ ان کے ہاں فقر و ولایت کا وجود بھی نہیں، باوجود اس کے وہاں غافلین کی بھیڑ لگی رہتی ہے۔

فرمایا! ولایت کے لیبل اور نام میں بھی اتنی برکت ہے کہ کہیں لگا دو خلقت اس طرف دوڑ پڑتی ہے۔ باقی فقراء اہل اللہ کو ان کی زندگی میں یا بعد از موت پہچاننا ہر ایک کا کام نہیں بلکہ یہ زندہ دل آدمی کا کام ہے۔ اس سلسلے میں اپنے علاقے کے قادری بزرگ حضرت مدے خان صاحبؒ کا بیان دہرایا، وہ ایک دوسرے طریقے کے ایک بہت مشہور بزرگ کا نام لے کر فرمایا کرتے تھے کہ ''جو تجلی اس بزرگ پر ایک بار ہوئی وہ مجھ پر تین بار ہوئی''۔ قبلہؒ نے فرمایا کہ حضرت مدے خان صاحبؒ کا یہ بیان مبالغے اور جھوٹ سے پاک تھا لیکن اس رتبے کے باوجود انہیں کوئی جانتا تک نہیں جبکہ مذکورہ مشہور بزرگ کو دنیا جانتی ہے۔

قبلہؒ نے فرمایا! کہ دیگر سلاسل طریقت پر سلسلۂ قادریہ کی حقیقی فوقیت کے بارے میں جو کچھ حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز نے تحریر فرمایا ہے وہ شک و شبہے سے بالا اور مبنی بر حقیقت ہے۔ لاہور کے بزرگوں میں سے حضرت میاں میر صاحبؒ، حضرت شاہ محمد غوثؒ اور حضرت شاہ چراغ کی تعریف فرمایا کرتے، فرماتے: ''یوں لگتا ہے گویا قبروں میں زندہ بیٹھے ہیں''۔ حضرت داتا صاحبؒ کے بارے میں فرمایا! کہ ان کے ہاں ایک دوبارہ

Marfat.com

جانے کا اتفاق ہوا لیکن ان سے باطنی رابطہ نہ ہو سکا اور یوں معلوم ہوا جیسے کوئی ڈاکو وغیرہ راہ میں حائل ہو گئے ہوں۔ پھر جہاں ایک دو بار ایسا معاملہ ہو جائے تو وہاں کوشش کا جذبہ بھی سرد پڑ جاتا ہے۔

ہمارا سلام پیش کر دیا کرو:

ایک موقع پر صوفی فضل الٰہی صاحب لاہوری نے قبلہ فقیر صاحبؒ سے قبور پر دعوت پڑھنے کی اجازت چاہی تو آپؒ نے دریافت فرمایا کہ ''اس کے ذریعے تم کیا حاصل کرنا چاہتے ہو؟ انہوں نے عرض گزاری کہ اس کے ذریعے بزرگوں کی محض زیارت مقصود ہے۔ آپؒ نے فرمایا! ٹھیک ہے، تم مزارات پر جا کر ہمارا سلام پیش کر دیا کرو، صاحبان مزار تمہیں اپنی زیارت کروا دیا کریں گے۔

صوفی صاحب گھر آ کر دنیوی امور میں ایسے مصروف ہوئے کہ آپؒ کا فرمان ان کے ذہن سے نکل گیا ایک روز انہوں نے مغل پورہ لاہور میں حضرت بڑے میاںؒ نامی بزرگ کے مزار کے متصل مسجد میں قبلہؒ کی کتاب عرفان کے اشتہار تقسیم کیے۔ اس کے بعد مزار پر حاضری دی تو انہیں قبلہؒ کا فرمان یاد آ گیا۔ انہوں نے بڑے میاں صاحبؒ کے مزار پر جب آپؒ کے سلام پیش کیے تو انہیں مزار کھلتا ہوا محسوس ہوا۔ صاحب مزار نے ظاہر ہو کر صوفی صاحب سے مصافحہ کیا اور پوچھا کوئی اور کام بھی ہے؟ صوفی صاحب نے جواباً کہا کہ محض آپ کی زیارت مطلوب تھی۔ یہ سن کر میاں صاحبؒ واپس لوٹ گئے۔ صوفی صاحب کہا کرتے تھے کہ میں نے اسی طرح حضرت میاں میر صاحبؒ اور حضرت شاہ جمال صاحبؒ کی زیارتیں بھی کیں۔ حضرت شاہ جمال صاحبؒ کو مستی کے عالم میں اونٹ پر سوار دیکھا۔

قوتِ متخیلہ اور اندازے:

صاحب عرفانؒ اندھی تقلید کے قطعاً قائل نہ تھے۔ آپؒ عام روایات پر تحقیق کیے بغیر یقین نہیں کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو بصیرتِ باطنی سے بہرہ ور فرما رکھا تھا۔ اور اس کسوٹی پر کھرے کھوٹے کی ایسی تمیز عطا کر رکھی تھی کہ شک کی گنجائش باقی نہ رہتی۔

Marfat.com

بنوں وولن ملز کے مینیجر پروفیسر ابراہیم کی بیٹی عطیہ بیگم روحوں کی حاضرات اور ان سے بات چیت کے حوالے سے خاصی شہرت حاصل کر چکی تھی۔ اس سلسلے میں بڑے بڑے لوگ اس سے ملنے آیا کرتے تھے۔ ان دنوں قبلہ فقیر صاحب بنوں اپنے لڑکوں کے ہاں تشریف لے گئے تو انہوں نے عطیہ بیگم کا ذکر کیا اور اصرار کیا کہ آپؒ بنوں وولن ملز ہمارے ہمراہ چلیں اور عطیہ بیگم کے معاملے کی تحقیق کریں۔ ان کے اصرار پر آپؒ آمادہ ہو گئے۔ اس خاتون سے آپؒ کی ملاقات کروائی گئی۔ آپؒ نے اس سے مختصر گفتگو کی اور واپس لوٹ آئے۔ بعد میں اپنے بیٹوں کو بتایا کہ موصوفہ کے پاس روحیں حاضر نہیں ہوتیں بلکہ وہ اپنی قوت متخیلہ اور اس کے ردعمل کی اسیر ہیں۔

بنوں اور اس کے مضافات میں ملا مبین نامی ایک شخص جنات کے عامل کے طور پر خاصا مشہور تھا۔ یہاں تک کہ افغانستان کے شہروں کابل اور خوست وغیرہ سے بھی لوگ اس کے ہاں آیا کرتے اور اس سے دم تعویز کروایا کرتے۔ ملا مبین کبھی کبھار ادویات لینے آپؒ کے لڑکے عبدالحمید خان کے مطب پر بھی آیا کرتا تھا۔ ایک روز قبلہ فقیر صاحبؒ کی اتفاقاً مطب میں اس سے ملاقات ہو گئی۔ آپؒ کی اس سے جنات کے سلسلے میں کچھ گفتگو ہوئی۔ بعد میں آپؒ نے فرمایا کہ یہ شخص کشفِ ناسوتی یا تسخیر جناتی سے عاری اور خالی ہے، البتہ قیافہ شناس ہے جس کی طفیل اس نے اپنی دکان عمل کو گرما رکھا ہے۔

بنوں شہر میں ایک مجذوب نما شخص تھا جس کی کچھ پیش گوئیاں درست ثابت ہوئیں تھیں۔ آپؒ نے اس کو دیکھا تو فرمایا کہ روحانیت کا حامل تو نہیں البتہ تھوڑا سا کشفِ جنونی رکھتا ہے جسے یہ جلد کھو بیٹھے گا، پھر یونہی ہوا اور کچھ روز بعد اس کا معاملہ ٹھپ ہو گیا۔

آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہر پاگل مجذوب نہیں ہوا کرتا بلکہ ان میں سے اکثر منشیات کے مارے لوگ ہوتے ہیں۔ عوام انہیں مجذوب جان کر ان کی خدمت کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ یوں ان معذورین تک رزق پہنچاتا رہتا ہے۔

باطنی نوری برزخی جثہ:

جب دریائے چناب کا رخ پرانے دربار شریف کی جانب ہوا تو حضرت سلطان

Marfat.com

العارفین قدس سرہ العزیز کے تابوت مبارک کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ حضرت پیر لعل شاہ صاحب کے جسدِ خاکی کو بھی موجودہ دربار شریف پر منتقل کرنا پڑا۔ ان کی نعش نکالنے کی غرض سے جب قبر کی کھدائی ہو رہی تھی تو قبلہ فقیر صاحبؒ بھی وہاں موجود تھے۔ توقع کے برعکس جب آپؒ نے جسم کی ہڈیاں دیکھیں تو آپؒ کو بہت تعجب ہوا، اس لیے کہ بزرگوں کے بارے میں اکثر روایات سنی تھیں کہ ان کے اجسام سلامت رہتے ہیں۔ اس کا ذکر آپؒ نے حافظ موسیٰ صاحب سے کیا تو انہوں نے ہنس کر کہا کہ نور محمد! تم نے سوچا ہو گا کہ پیر لعل شاہ قبر میں بیٹھا ہنس رہا ہو گا۔"

آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ تکمیلِ فقر کے بعد حقائق آشنا ہوئے تو معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کے باطنی نوری جثےّ مقامِ برزخ میں سلامت رہتے ہیں جن کا تعلق قبروں کے ساتھ پرندوں کا گھونسلوں سے تعلق کی مانند ہوتا ہے۔ باقی مادی جسموں کا قبروں میں زندہ بیٹھے ہونے، وضو وغیرہ کا پانی ٹپکنے والی باتیں زیادہ تر اختراعی اور مبالغہ آمیز ہیں۔ اگر کوئی ایسی روایات کو قبول کرنے میں پس و پیش کرے تو اسے تنقید و ملامت کا نشانہ بنانا زیادتی ہے۔

آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ قبر پر اگر زبانِ قلب سے قرآن پڑھا جائے تو برزخ کا دروازہ فوراً کھل جاتا ہے اور روحانی سے ملاقات ہو جاتی ہے۔

مادی زبان سے کتنا بھی پڑھا جائے ملاقات نہیں ہوتی۔ البتہ ثواب ضرور پہنچتا ہے اور بعض اوقات مختلف علامات سے روح کی حاضری اور آمد کا احساس بھی ہوتا ہے۔ جیسے خوشبو، لذت، رقت، ثقالت اور جوش و خروش وغیرہ۔

فرمایا! قبروں میں لوگوں کو انہی شکلوں اور صورتوں میں دیکھا جو وہ زندگی میں رکھتے تھے۔ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ العزیز کو لال داڑھی اور سیدھے سادے پٹکے یعنی پگڑی کے ساتھ دیکھا۔ حضرت مدے خان صاحبؒ کو ہمیشہ اسی صورت میں دیکھا جس صورت میں بچپن میں دیکھا تھا۔

نکیرین کو مرنے والوں سے سوال کرتے اور انہیں جواب دیتے دیکھا۔ فرمایا! کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک الگ زبان ہے جسے اہلِ ایمان روحانی سمجھتے ہیں کافر، منافق اور مردہ دل

Marfat.com

نہیں سمجھ سکتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے آپؒ کی باطنی ملاقات کا تذکرہ عرفان جلد اول صفحہ نمبر ۱۴۱ پر درج ہے۔

نادیدہ جہان کا حال:

مادی زندگی کے خاتمے سے سلسلۂ حیات ختم نہیں ہو جاتا بلکہ اسلامی نقطۂ نظر سے قبر کی زندگی اخروی زندگی کی پہلی منزل ہے۔ زندہ دل لوگ برزخی جہان کو اس مادی جہاں کی طرح آباد اور رواں دواں دیکھتے ہیں۔ صاحب عرفانؒ کا اس نادیدہ جہان سے بڑا تعلق رہا ہے۔ آپؒ اپنی زندگی میں سینکڑوں مزارات اور قبور پر گئے۔ اور اس جہاں کو ہوش و حواس کے ساتھ اتنی بار دیکھا کہ اس سلسلے میں آپؒ کے بیانات میعار اور کسوٹی کا کام دے سکتے ہیں۔ قبور پر دعوت اور حاضری کے مواقع پر گھر کا کوئی فرد، دوست یا معتقد ساتھ ہوتا تو عموماً اس کی بھی اہل قبر سے خواب میں ملاقات ہو جاتی، یا وہ روحانی کی حاضری کو مختلف باطنی اثرات کے ذریعے محسوس کر لیتا اور یوں وہ آپؒ کے مشاہدے کا گویا گواہ بن جاتا۔ آپؒ اہلِ قبور کا حال، لباس اور حلیہ وغیرہ بھی ٹھیک بتا دیتے۔ آپؒ کے ایسے بہت سے مشاہدے آپؒ کی تصانیف میں درج ہیں۔

حیدر آباد دکن میں ایک روز آپؒ نے سر اکبر حیدری کی اہلیہ کی قبر پر فاتحہ خوانی کی اور واپسی پر اس کا درست حلیہ اور قدر کاٹھ بتا دیا۔ حیدر آباد دکن سے واپسی کے وقت جب آپؒ نے حضرت یوسف شاہؒ، شریف شاہؒ کے مزارات پر الوداعی حاضری دی تو آپؒ کا لڑکا عبدالحمید خان بھی ساتھ تھا۔ واپسی پر اسے بتایا کہ دونوں شاہ صاحبان حیدر آباد سے ہماری مراجعت اور واپسی پر بہت مغموم اور افسردہ ہیں، جیسے دوست اور ہمدرد جدا ہوتے وقت غمزدہ ہوتے ہیں۔

۱۹۵۹ء میں بعض وجوہات کی بنا پر آپؒ کو فیصل آباد چھوڑ کر ڈیرہ اسمٰعیل خان کی سکونت اختیار کرنی پڑی۔ آپؒ کے مرید حکیم ضیاء الحق صاحب بھی ان دنوں خدمت کے لیے ساتھ تھے۔ ایک روز انہیں ہمراہ لے کر آپؒ حضرت سٹھو سلطان صاحبؒ کے مزار پر دعوت پڑھنے

Marfat.com

گئے۔ بعد میں حکیم صاحب سے فرمایا کہ ڈیرہ کے روحانی آرزو مند ہیں کہ ہم مستقلاً یہیں رہیں۔ اس لیے کہ اہل قبور کو کسی زندہ دل کے پڑھنے پڑھانے سے بہت فائدہ پہنچتا ہے۔

ایک بار بچپن میں آپؒ اپنے والد صاحبؒ کے ہمراہ رات کے وقت اونٹوں پر دربار شریف کی جانب مصروفِ سفر تھے۔ یہ قافلہ جب کلاچی کے مضافات میں واقع آباء شہید نامی قبرستان کے پاس پہنچا تو آپؒ کے والد صاحبؒ نے قبرستان والوں کے لیے فاتحہ خوانی کی۔ آپؒ اس وقت اونٹ کے کجاوے میں اونگھ رہے تھے۔ آپؒ نے واقعہ میں دیکھا کہ آپؒ کے والد صاحب ان اہلِ قبور میں شیرینی تقسیم کر رہے ہیں۔ گویا فاتحہ خوانی کا ثواب باطن میں شیرینی کی صورت میں تھا۔ یہ واقعہ بالتفصیل عرفان جلد دوم صفحہ نمبر ۳۲ پر درج ہے۔

دعوت کے علاوہ آپؒ کو باطنی طور پر بہت سے انبیاء کرام، اکابر صحابہ عظام اور دیگر اولیاء اللہ کی زیارتیں نصیب ہوئیں۔

ایک بار حیدر آباد دکن میں واقع مکہ مسجد میں آپؒ نے نماز جمعہ ادا کی۔ مسجد کا خطیب مضبوط جسم، گنجان داڑھی اور پر رونق گول چہرے کا حامل ایک عرب تھا۔ نماز سے فراغت پر آپؒ نے اپنے لڑکے کو بتایا کہ ہم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو باطن میں دیکھا ہے۔ اس خطیب کی شکل وصورت اور لب ولہجہ آپ کرم اللہ وجہہ سے بہت مشابہ ہے تاہم حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کی آواز زیادہ گرجدار تھی۔

مصنوعی سیارہ اور لطائف باطنی:

امریکہ نے پہلے پہل مصنوعی سیارہ خلاء میں چھوڑا اور اس کا تذکرہ اخباروں میں آیا تو اس حوالے سے قبلہ فقیر صاحبؒ نے فرمایا! کہ سیارے کی ساخت اور اس کا طریقۂ پرواز باطنی عروج اور طیر سیر کی گویا نقل اور عکس ہے۔ جیسے سیارہ وزنی خولوں اور حصوں کو پیچھے چھوڑتا جاتا ہے اور بلندیوں پر پہنچتا ہے، یونہی باطنی پرواز میں بھی لطیفۂ نفس مادی جسم کو چارپائی پہ چھوڑ کے عالمِ ناسوت میں پرواز کرتا اور اس کے آسمان تک پہنچتا ہے۔ پھر ملکوتی لطیفہ ناسوتی لطیفے کے نسبتاً کثیف خول کو اتار کر ملکوت کے لطیف ترجہان میں پرواز کرتا اسے عبور کرتا ہے۔ اس کے بعد لطیفہ روح، لطیفہ سر وغیرہ اور ان کے عوالم کی باری آتی ہے۔

اپنی ایک باطنی پرواز اور عروج کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم درجہ بدرجہ لطیف جسموں کے ذریعے مختلف عوالم اور دنیاؤں سے گزرے۔ پہلے عالم میں پہنچے تو اس کے سورج کو اس مادی سورج سے روشن تر پایا اور اس کی مخلوق کو مختلف صورت میں پایا۔ اس سے اگلی دنیا کا سورج پہلے دونوں سورجوں سے زیادہ روشن تھا اور اس کی مخلوق مختلف رنگ میں تھی۔ چوتھے عالم میں پہنچے تو اس کے سورج کی روشنی بیان سے باہر تھی، یہاں حواس معطل ہونے لگے اور ان کے کھو جانے کا اندیشہ لاحق ہو گیا۔ اس سے آگے نہ گئے ورنہ جو قوت لے جا رہی تھی وہ آگے بھی لے جاتی۔

فرمایا! مادی جہاز بھی زیادہ بلندی پر جاتا ہے تو مادی حواس متاثر ہوتے ہیں۔ نیز فرمایا! کہ جیسے کششِ ثقل سے نکل کر سیارہ اجرام فلکی پر ان کی کشش کے باعث گرتا ہے یونہی جسمِ لطیف عالمِ بالا کی کشش کی وجہ سے اس پر گرتا ہے۔ عالمِ بالا یعنی عالمِ امر کے عکوس اور پرتو اس مادی دنیا میں نظر آتے ہیں۔ جب تک عالمِ امر کے جملہ حقائق کی نقل عالمِ خلق میں رونما نہیں ہو جائے گی قیامت قائم نہیں ہو گی۔

فرمایا! جیسے معراج کی شب آنحضور ﷺ کے لطائف یکے بعد دیگرے آگے گئے یونہی اولیاءِ کرام کے لطائف کو بھی حسبِ استعداد باطنی و روحانی منازل سے گزرنا پڑتا ہے، البتہ درجہ اور نام میں فرق ہے۔ نبی کی پرواز معراج اور ولی کی پرواز طیرِ سیر کہلاتی ہے۔ نبی کے خوارق عادات معجزات اور ولی کی کرامات کہلاتی ہیں۔ نبوت کو وحی اور ولایت کو الہام سے سرفراز کیا جاتا ہے۔ جسے باطنی طیر سیر، کرامت اور الہام کی نعمت سے نہیں نوازا گیا وہ نبی کی معراج، معجزہ اور وحی کی کنہہ اور حقیقت سے جاہل رہے گا۔

آپؒ کو یاد تھا:

صاحبِ عرفان کی یادداشت اور حافظہ بہت اچھا تھا۔ چار پانچ سال کی عمر کے کئی واقعات پوری تفصیل کے ساتھ آپ کو یاد تھے۔ یہاں تک کہ پنگھوڑے کے زمانے کا ایک واقعہ بھی آپؒ کو یاد تھا جسے سن کر آپؒ کے بڑے حیران ہوا کرتے تھے۔

وہ یوں کہ ایک بار آپؒ کی والدہ محترمہ نے آپ کو پنگھوڑے میں ڈالا۔ انہوں نے

Marfat.com

پنگھوڑے کی بالائی رسی پر سرخ رنگ کا ایک رومال لٹکا دیا اور خود کام میں مصروف ہو گئیں۔ اوپر سے چیل گزری تو وہ رومال کو گوشت سمجھ کر اس پر جھپٹی، جسے دیکھ کر ڈر کے مارے آپ نے چلانا شروع کر دیا۔ آپؒ کی والدہ صاحبہ دوڑی آئیں اور آپ کو اٹھا لیا۔ بڑے ہو کر آپ نے یہ واقعہ ان کو سنایا تو وہ حیران رہ گئیں، اس لیے کہ اس وقت آپ کی عمر ایک سال سے بھی کچھ کم تھی۔

چار پانچ سال کی عمر میں آپ نے ایک مرغ پالا تھا جو آپ کو بہت محبوب تھا۔ ان دنوں ایک بھکاری آپ کے دروازے پر آیا تو آپ نے وہی مرغ اٹھا کر اسے خیرات میں دے دیا۔ اس نے خوش ہو کر سفید رنگ کی ایک سوتی ڈوری دم کر کے آپ کے گلے میں ڈال دی۔ اس ڈوری کی آپ نے سال ڈیڑھ سال تک حفاظت کی اور کسی کو اتارنے نہ دی۔ بعد میں وہ خود بخود گل کر کہیں گر گئی۔ یہ واقعہ بھی آپ کو پوری طرح یاد تھا۔

اسی عمر میں ایک دن آپ محلے کے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ شہر سے باہر بارش کے کھڑے پانی میں نہانے چلے گئے۔ کسی شرارتی لڑکے نے آپ کو گہرے پانی میں دھکیل دیا جس میں آپ نے غوطے کھانے شروع کر دیئے۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر تمام لڑکے مارے خوف کے بھاگ گئے۔ آپ ڈوبنے کے قریب تھے کہ کسی رحم دل شخص نے آپ کو دیکھ لیا وہ بسرعت تمام آپؒ تک پہنچا اور آپ کو کنارے پر لے آیا۔ اس قسم کے کئی واقعات آپ کو من وعن یاد تھے۔

نورِ کعبہ کی پیشوائی

معاملات کی تہہ تک پہنچنے اور مسائل کو سلجھانے کی صلاحیت سے اللہ تعالیٰ نے قبلہ فقیر صاحبؒ کو پوری فیاضی کے ساتھ بہرہ ور کر رکھا تھا۔

ایک دفعہ ایک مولوی صاحب نے آپ کے علاقے میں وعظ کیا۔ دورانِ تقریر اس نے کہا جب حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا حج کے لیے تشریف لے گئیں تو خانہ کعبہ ان کی پیشوائی اور خیر مقدم کے لیے چل کر آیا۔ سامعین میں ایک غیر مقلد بھی موجود تھا۔ اس نے اختتامِ وعظ پر مولوی صاحب سے کہا: کہ ہم نے آج تک کسی تاریخ یا سیرت میں نہیں پڑھا کہ فلاں دن فلاں وقت خانہ کعبہ اپنی جگہ سے ہلا تھا اور وہ حضرت رابعہؒ کے استقبال کو گیا تھا۔ اگر تمہارے

Marfat.com

پاس اس واقعے کی کوئی ٹھوس دلیل، معقول ثبوت یا تاریخی شہادت موجود ہو تو پیش کرو۔ مولوی صاحب یہ سن کر لا جواب ہو گیا۔ اس کے بعد چند افراد فقیر صاحبؒ کے پاس آئے اور اس غیر مقلد کا اعتراض اور سوال دہرایا۔ آپؒ نے انہیں بتایا کہ ہر شے اصل و نقل کے دو پہلوؤں کی حامل ہے، جیسے انسان جسم و روح کا حامل ہے۔ جیسے قرآن کریم کے حروف الفاظ تو یہی ہیں جو ہر نسخے میں موجود ہیں لیکن اس کا الگ نور ہے جو گویا قرآن کی جان ہے۔ یونہی خانہ کعبہ بھی بظاہر عام کوٹھوں اور کمروں کی مثل اینٹ، پتھر اور گارے وغیرہ سے تعمیر ایک کمرہ ہے، لیکن اس کا بھی ایک نور ہے جو اس کی اصل ہے۔ اسی نور نے رابعہ بصریہؒ کا استقبال کیا نہ کہ عمارت کعبہ نے۔ فرمایا! فقراء ان امور کو سمجھتے ہیں اور ان کی روح کے لیے نور کعبہ اب بھی استقبال کے لیے آتا ہے۔ لیکن افسوس کہ مولوی صاحبان ان باتوں کو سمجھ سکتے ہیں نہ سمجھا سکتے ہیں۔ یہ لوگ فقراء کے ہاں جانا اور ان سے باطنی علم سیکھنا اپنی توہین سمجھتے ہیں اور ظاہری نقلی علوم کے پندار اور استکبار میں مبتلا ہو کر اصل حقائق سے محروم رہتے ہیں۔

شیطان کی مثالی صورتیں:

حضرت سلطان العارفین قدس سرہ فرماتے ہیں کہ طالب جب صدق و اخلاص کے قدموں سے راہِ خداوندی پر گامزن ہو جاتا ہے تو اس کا اس راہ میں بہت سی باطنی صورتوں سے واسطہ پڑتا رہتا ہے جنہیں وہ توفیق ایزدی سے پہچانتا رہتا ہے، پھر وہ اس تمیز کے باعث ظاہر و باطن میں اچھی اور نیک صورتوں کے ساتھ موافقت کرتا ہے اور بری صورتوں سے اعراض برتتا ہے۔

قبلہ فقیر صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں شیطان اکثر چہار چشم گلر کتے کی مثالی صورت میں نظر آیا۔ ایک بار وہ راستے میں حائل ہوا تو ہم نے اسے قدرت کی عطا کردہ قوت سے مار کر دفع کر دیا۔ وہ جواباً اللہ تعالیٰ کی اس عطا اور فضل پر بدزبانی کرتا ہوا چلا گیا۔ کئی دفعہ اسے برابر بیٹھے ہوئے ٹھنڈی آہیں بھرتے ہوئے سنا۔

فرمایا! جب کوئی بندہ حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی طرف چل پڑتا ہے تو یہ اسے نظر آتا ہے اور اسے روکنے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر جو لوگ اس کے قابو میں ہیں اور غفلت شیطانی و نفسانی

Marfat.com

میں مست ہیں انہیں وہ نظر آنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔

میرا کیس خدا کے حوالے ہے:

فقراء دنیا اور دنیا داروں سے استغناءِ قلبی اور امارتِ باطنی کے سبب عموماً لاتعلق اور بے نیاز رہتے ہیں۔ ان کی حق گوئی اور خودداری متکبر اور جاہ پسند دنیا داروں کو ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ لہٰذا وہ اپنے طفیلیوں اور نمک خواروں کے ذریعے ان کو دکھ اور نقصان پہنچانے کے درپے رہتے ہیں۔ فقراء مخلوقِ خدا کی بُرائی نہیں چاہتے لیکن جب کوئی بلا وجہ انہیں آزار پہنچائے اور ان کا دل دکھائے تو بعض اوقات ان کی نظریں طلبِ انصاف کی غرض سے ملتجیانہ درگاہِ خداوندی کی جانب اٹھ جاتی ہیں، پھر بربادی دکھ پہنچانے والوں کا مقدر بن جاتی ہے۔

۱۹۴۷ء کا زمانہ تھا۔ ہندو بٹوارے کی وجہ سے یکے بعد دیگرے کلاچی سے بھارت کو جا رہے تھے۔ اس موقع پر آزاد علاقہ سے وزیر قوم کی بڑی تعداد نے ہندوؤں کو لوٹنے کی غرض سے کلاچی کا رخ کر رکھا تھا۔ وہ مسلمانوں کو کچھ نہ کہتے تھے لیکن مسلمان ان سے خوفزدہ رہتے تھے۔

صاحبِ عرفانؒ ان دنوں دربار شریف گئے ہوئے تھے۔ لہٰذا آپؒ کی زوجۂ محترمہ (راقم الحروف کی والدۂ صاحبہ) قبائلیوں کے ڈر اور محلے کے بدخواہوں کے خوف کی وجہ سے اپنے کم سن بچوں کو لے کر اپنی ہمشیرہ کے گھر منتقل ہو گئیں۔ گھر کو افرادِ خانہ سے خالی پا کر بدخواہوں نے آپ کے گھر سے چوری کی۔ انہوں نے سامان کی چوری کے ساتھ ساتھ حضرت بادشاہ صاحبؒ کی ان قلمی فارسی کتب کو بھی بربنائے حسد و کینہ پرزہ پرزہ کر ڈالا جن کو آپؒ نے تیس سال کی طویل مدت میں انتہائی محبت و عقیدت کے ساتھ پاکیزہ ہاتھوں سے لکھ لکھ کر ذخیرہ کیا تھا۔ ان بدبختوں کو بغض و کینہ کے دھوئیں نے ایسا اندھا کر رکھا تھا کہ انہوں نے قرآنِ کریم کا بھی لحاظ نہ کیا اور اسے بھی سامان کی الٹ پلٹ میں زمین پر پھینک دیا۔ سامان کی تو آپؒ کو پرواہ نہ تھی لیکن ان کتب کی ضیاع کا آپ کو بے حد دکھ تھا۔ اس موقع پر بعض احباب نے آپؒ کو تھانے میں رپورٹ درج کرانے کا مشورہ دیا لیکن آپؒ نے جواباً فرمایا کہ پولیس سے بھلائی کی توقع عبث ہے، میرا کیس خدا کے حوالے ہے اور وہ بہتر فیصلہ کرنے والا ہے، تاہم

Marfat.com

آپؒ نے محلے کے نمبردار کو جتلا دیا کہ تمہاری نمبرداری میں میری پاکیزہ محنت تو برباد ہو گئی ہے لیکن آباد وہ بھی نہیں رہیں گے جنہوں نے اس بربادی میں حصہ لیا ہے۔ پھر کچھ عرصہ بعد چوروں کا سرغنہ اپنے مخالفوں کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ بعد میں مقتول کے باپ نے رو رو کر آپؒ سے معافی مانگی تھی۔ چوری میں شامل ایک لمبا تڑنگا جوان بیمار ہو کر چل بسا، چوروں کا ایک اور مشیر اور معاون دیوانہ ہو گیا اور تادم آخر اسی حال میں رہا۔ اس سلسلے میں شامل دیگر پشت پناہ اور ہمنوا بھی سزا سے ہمکنار ہوئے۔ یوں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی زیادتیوں کا ان سے بدلہ لیا۔

ایسا ایک واقعہ ۱۹۵۴ء کے موسم گرما کا ہے۔ صاحب عرفانؒ اپنے دو معتقدوں کے ہمراہ کلاچی سے دربار شریف جا رہے تھے۔ ان دنوں دریائے سندھ پر ڈیرہ کے قریب پختہ اور مستقل پل نہیں تھا سردیوں میں دریا پر کشتیوں کا عارضی پل ہوا کرتا تھا۔ جبکہ گرمیوں میں طغیانی کے باعث کشتیوں کا پل ختم کر دیا جاتا لہذا ڈیرہ اسمٰعیل خان سے دریا خان کے پتن پر پہنچ کر لاری اڈہ تک عموماً پیدل جانا پڑتا تھا۔ مذکورہ سفر میں آپ پتن پر پہنچے تو وہاں آپؒ کو دور پار کا ایک نوجوان رشتہ دار مل گیا جس کا باپ کلاچی شہر میں صرافے کی دکان کرتا تھا۔ وہ جوان صرافے کا کچھ کام کروانے ملتان جا رہا تھا۔ اس کے پاس سامان زیادہ تھا لہذا آپؒ نے ازراہِ ہمدردی اس سے کہا کہ میرے معتقد خالی ہاتھ ہیں تم اپنا اضافی سامان ان کو اٹھوا دو۔ یہ لاری اڈے تک تمہارے ساتھ لے جائیں گے لیکن اس نے آپؒ کی پیش کش قبول نہ کی اور اپنا سامان جوں توں اٹھا کر چل دیا۔ آپؒ نے اصرار نہ فرمایا اور اسے جانے دیا۔

آپؒ دربار شریف جا کر قیام پذیر ہو گئے۔ وہ نوجوان تین چار روز بعد لوٹا تو اس نے کلاچی میں افواہ پھیلا دی کہ فقیر صاحب دریا خان کے پتن پر اسے اپنے مریدوں کے ہاتھوں قتل کروا کر اس کی نقدی اور سونا وغیرہ لوٹنا چاہتے تھے۔ یہ افواہ ایک سازش کے تحت پھیلائی گئی تھی جس کے پیچھے آپؒ کے بدخواہوں کا ہاتھ تھا، جس کا مقصود آپؒ کی بے عزتی اور دلآزاری تھی۔

آپؒ بیس پچیس روز بعد دربار شریف سے لوٹے اور عصر کے وقت کسی کام سے بازار

گئے تو اس گمراہ کن پروپیگنڈے سے آگاہ ہوئے اس معاملے کا آپ پر سخت منفی اثر ہوا اور آپ انتہائی کوفت اور افسردگی کے عالم میں گھر لوٹ آئے اور چار پائی پر لیٹ گئے۔ گھر والوں نے اس حال کا سبب دریافت کیا تو آپؒ نے انہیں اس تکلیف دہ پروپیگنڈے اور بہتان تراشی کے بارے میں بتایا اور انتہائی دکھ کے ساتھ فرمایا! کہ میں نے تو اس بدبخت کے ساتھ ہمدردی کرنی چاہی تھی اور میرا تو نہ اسے قتل کا ارادہ تھا نہ لوٹنے کا، لیکن رب نے چاہا تو وہ کسی اور کے ہاتھوں ضرور ذلت کی موت مرے گا۔ پھر کچھ عرصہ بعد یونہی ہوا اور وہ اپنے ہونے والے بہنوئی کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔

نگاہِ مردِ مومن:

فقراء جب اپنی باطنی ہمت اور پاکیزہ ارادے سے کسی کافر یا مشرک کی جانب متوجہ ہوتے ہیں تو وہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ پاتا۔ فقراء اور اولیاء سے ایسی کرامات کا اظہار اور اجراء بفضل مولا ہوتا رہتا ہے۔

صاحبِ عرفان بعض اوقات ریل گاڑی کے ذریعے دریا خان سے ملتان اور ملتان سے شورکوٹ اور شورکوٹ سے دربار شریف جایا کرتے۔ ایک بار ایسے سفر میں آپؒ کے چھوٹے بھائی حافظ صالح محمد صاحب بھی آپؒ کے ہمراہ تھے۔ رات ملتان میں قیام کرنا پڑا۔ ان دنوں حافظ صاحب کو آپؒ کے احترام کا بڑا خیال رہتا تھا۔ دونوں بھائی ایک مسافر خانے میں ٹھہرے جس چارپائی پر قبلہ فقیر صاحبؒ کو سونا تھا اس کے سرہانے ایک ہندو کی چارپائی تھی، جس پر لیٹتے وقت ہندو کے پیر آپؒ کی جانب ہوتے تھے۔ حافظ صاحب نے یہ صورت حال دیکھی تو ازراہِ ادب ہندو کو قبلہ فقیر صاحبؒ سے چارپائی تبدیل کرنے کا کہا، لیکن ہندو نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ حافظ صاحب نے اس امر پر اصرار کرنا چاہا تو صاحبِ عرفانؒ نے انہیں روک دیا اور فرمایا کہ یہ عام مسافر خانہ ہے، اگر ہندو کے پیر میری جانب ہوتے ہیں تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

آخر شب قبلہ فقیر صاحبؒ نمازِ تہجد کے لیے اٹھے۔ سرائے کا چراغ جل رہا تھا۔ چارپائیوں کے درمیان جگہ تھوڑی تھی۔ نماز کے لیے جب آپؒ نے جگہ کی مناسبت سے مصلے

Marfat.com

بچھایا اور بغرضِ قیام کھڑے ہوئے تو ہندو کا چہرہ آپؒ کے سامنے تھا۔ ہر بار نیت باندھنے سے قبل آپؒ کی نظر اس کے چہرے پر جا پڑتی۔ دو چار بار ایسا ہوا تو سوتے میں ہندو کی زبان پر کلمہ شہادت جاری ہو گیا۔ جس سے حافظ صاحب کی بھی آنکھ کھل گئی اور وہ ہندو کے تماشے میں مصروف ہو گئے۔ ہندو ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا اور باوجود کوشش کے اپنی زبان پر جاری کلمے کو نہ روک سکا۔ حافظ صاحب محو حیرت تھے جبکہ ہندو گھبرا کر سرائے سے بھاگ نکلا۔ تاہم اس کی زبان پر کلمہ جاری رہا جس کی صدا اندھیرے میں دور تک اور دیر تک سنائی دیتی رہی۔

سرمایہ تسخیر اور متاعِ فقر:

صاحبِ عرفانؒ نے طلب و تحقیق کے زمانے میں بے شمار مزارات اور زندہ پیروں کو دیکھا۔ اس زمانہ میں پنجاب کے ایک پیر صاحب کی تسخیرات اور کرامات کی بڑی دھوم تھی۔ ان کے متعلق کہا جاتا تھا کہ ایک مقام پر بیٹھے رہنے اور مجاہدہ کرنے کے باعث ان کے جسم کے نچلے حصے میں زخم پڑ گئے تھے۔ آپؒ نے جب ان کا چرچا سنا تو ان سے ملاقات کا ارادہ کیا، جس قصبے میں پیر صاحب مقیم تھے ریلوے لائن اس کے قریب سے گزرتی تھی۔ ان دنوں ریلوے اسٹیشن سے ان کے قصبے تک پیدل چلنا پڑتا تھا۔ گرمیوں کے دن تھے۔ جب آپ اسٹیشن پر پہنچے تو دوپہر کا وقت ہو رہا تھا۔ آپؒ اسٹیشن سے نکل کر کچھ دور تک پیدل چلے، پھر آرام کے خیال سے ایک درخت کے نیچے لیٹ گئے۔ تھکاوٹ کے باعث آپؒ کی آنکھ لگی تو آپؒ نے واقعے میں دو آدمیوں کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ ان میں سے ایک سرہانے کی جانب اور دوسرا پیروں کی طرف آ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ آؤ اس نو وارد کو پکڑ کر پیر صاحب کی خدمت میں پیش کریں۔ دوسرے نے قدرے توقف کے بعد جواب دیا کہ یہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ العزیز کا خاص درویش ہے لہٰذا اس پر قدرت پانا اور پکڑ کر پیر صاحب کے ہاں لے جانا ہمارے بس کی بات نہیں، یہ کہہ کر وہ لوٹ گئے۔ آپؒ بیدار ہوئے تو سمجھ گئے کہ یہ پیر صاحب کے مسخر کردہ موکلات ہیں جو لوگوں کو پکڑ پکڑ کر ان کے ہاں لے جاتے ہیں۔ آپؒ کو تسخیرات سے دلچسپی نہ تھی بلکہ آپؒ راہِ فقر کے راہی تھے اور اسی حوالے سے پیر صاحب سے ملاقات کے خواہش مند تھے۔ آپؒ وہاں پہنچے تو

دیکھا کہ لوگوں کا ایک اژدھام ہے، ظہر کی نماز کا وقت ہو رہا تھا۔لہٰذا قبلہ فقیر صاحبؒ بھی تیاری کر کے اگلی صف میں شامل ہو گئے۔ جماعت کا وقت قریب ہوا تو پیر صاحب بھی معتقدین کے ہجوم میں پہلی صف میں پہنچ گئے۔فرض نماز ادا ہو چکی تو مریدین نے پیر صاحب کے احترام میں اگلی صف خالی کر دی اور پچھلی صفوں میں چلے گئے۔قبلہ فقیر صاحبؒ چونکہ وہاں کے آداب و اطوار سے واقف نہ تھے۔ لہٰذا آپؒ بدستور اگلی صف میں موجود رہے۔ پیر صاحب کے مریدین نے آپؒ کے اس نادانستہ طرزِ عمل کو خلافِ ادب جان کر دبے لفظوں میں اعتراض کیا اور ناراضگی ظاہر کی، جس کا آپؒ کو احساس ہو گیا، لیکن آپؒ ان سے بے نیاز باقی نماز میں مصروف رہے۔

آپ پیر صاحب سے ملاقات اور گفتگو کے خواہش مند تھے لیکن وہ اسی طرح ارادتمندوں کے جمگھٹے میں واپس لوٹ گئے لہٰذا آپؒ کی ان سے ملاقات نہ ہو سکی۔عقیدت مندوں کی کثرت، پیر صاحب کی مصروفیات اور ان امور کے نتیجے میں ملاقات کے عدم امکان کے پیشِ نظر آپؒ نے اگلی صبح بعد نماز فجر واپسی کا ارادہ کر لیا۔اگلی صبح نماز سے فراغت پر آپؒ کو پتہ چلا کہ پیر صاحب علماء کی خاص مجلس میں بیٹھے ہوئے ہیں جہاں اژدہام کی کیفیت نہیں ہے۔آپؒ نے اس موقع کو غنیمت جانا لہٰذا اس مجلس میں جا پہنچے۔آپؒ نے دیکھا کہ علماء و فضلاء کی ایک بڑی جماعت پیر صاحب کے گرد حلقہ کی صورت میں مودب اور خاموش بیٹھی ہے جبکہ خود پیر صاحب کسی پرانی کتاب کے مطالعے میں منہمک ہیں۔قبلہ فقیر صاحبؒ بھی حلقے کے ایک سرے پر جا بیٹھے۔ پیر صاحب اس کتاب میں درج ایک شعر کے مفہوم پر کافی دیر سے غور کر رہے تھے۔ جب یہ شعر ان کی سمجھ میں نہ آیا تو انہوں نے وہاں موجود علماء سے اس کی شرح کرنے کو کہا اور کتاب اپنے قریب بیٹھے ہوئے ایک معمر عالم کے ہاتھ میں دے دی۔تھوڑی دیر کی مغز ماری کے بعد انہوں نے بھی نفی میں سر ہلا دیا اور کتاب اپنے ساتھ والے مولوی صاحب کو تھما دی۔وہ بھی اس کی تشریح سے عاجز رہے۔یوں یکے بعد دیگرے ہوتی ہوئی یہ کتاب حلقے کے آخری آدمی تک جا پہنچی جس کے ساتھ قبلہ فقیر صاحبؒ تشریف فرما تھے جب وہ بھی اس کی وضاحت نہ کر سکا تو آپؒ نے اس سے کتاب لے کر شعر

پڑھا اور فوراً اس کے مفہوم تک پہنچ گئے۔ ایک تو یہ شعر تصوف کا خاص مطلب لیے ہوا تھا دوسرا اس کی کتابت مدہم اور غیر واضح تھی جس کے باعث وہ زیادہ پیچیدہ ہو رہا تھا۔ یہ حضرت شمس تبریزیؒ کا فارسی شعر تھا جو یوں تھا۔

بہ درونِ تست مصرے کہ توزاں شکر ستانی
چہ غمست اگر زبیروں مددِ شکر نداری

آپؒ نے پیر صاحب سے اس کی وضاحت کی اجازت چاہی تو انہوں نے بخوشی اس کی اجازت دے دی۔ آپؒ کی سادہ وضع قطع اور اس پر یہ بے باکی دیکھ کر پیر صاحب اور علماء نہ جانے آپؒ کے متعلق کیا گمان کر رہے تھے تاہم اس حال میں جب آپؒ نے پروقار لہجے اور فقر و تصوف کی روشنی میں اس کی تشریح شروع کر دی تو موجودہ علماء دم بخود ہو کر رہ گئے جبکہ پیر صاحب کی زبان پر مرحبا مرحبا کی تکرار جاری تھی۔

مذکورہ شعر کی وضاحت کرتے ہوئے آپؒ نے فرمایا! کہ تیرے اندر خود مصر موجود ہے جہاں سے تو شکر یعنی چینی لے سکتا ہے۔ اب اگر تجھے باہر سے شکر نہ بھی ملے تو تجھے اس کا غم نہیں کرنا چاہیے۔ پہلے مصرعے میں مصرے اور شکر کی نسبت پیر صاحب اور علماء کے لیے معمہ بنی ہوئی تھی۔ پیر صاحب نے اس کی وضاحت چاہی تو آپؒ نے فرمایا! کہ شکر یعنی چینی پہلے پہل ملک مصر میں تیار ہوئی اور مصری یعنی نبات کو بھی مصر کی نسبت سے مصری کہا جاتا ہے۔

پھر اس شعر کا حقیقی مفہوم بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ دراصل یہاں نور کو چینی یا مصری سے تشبیہہ دی گئی ہے اس لیے کہ نور اور چینی میں سفید رنگ قدرِ مشترک ہے لہٰذا شعر کا مطلب یہ ہوا کہ نور جو چینی کی مانند ہے اور اس کا مرکز یا بننے کی جگہ جو مصر کی مثل ہے تیرے اندر موجود ہے، لہٰذا تو اس شکر نور کے لیے بیرونی وسائل کی طرف نہ دیکھ بلکہ اس نور کو اپنی ذات اور نفس میں تلاش کر اور آفاق و شہادت میں اس کے لیے دوڑ دھوپ نہ کر۔

یہ جاندار تشریح سن کر پیر صاحب بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے آپ کو اپنی مسند پر ساتھ بٹھا کر دیر تک گفتگو کی اور آپؒ کا پورا تعارف حاصل کیا۔ اس روز پیر صاحب نے آپ کو اپنی قیام گاہ پر خاص مہمان کی حیثیت سے ٹھہرایا۔ موجود لوگ ایک درویش صورت اور سادہ

Marfat.com

لباس اجنبی کی خلاف معمول ایسی عزت افزائی دیکھ کر حیران تھے۔

اس روز آرام کے وقت آپؒ جب سو گئے تو آپؒ نے واقع میں دیکھا کہ پیر صاحب آپؒ کو اپنی تسخیر کا اسیر بنانے کے لیے ایک موکل کو آپؒ پر مسلط کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جسے آپؒ نے اپنی خداداد قوت سے جھٹک کر دور پھینک دیا۔ اس کے ساتھ ہی آپؒ کی آنکھ کھل گئی۔ آپؒ نے پیر صاحب کو کچھ پڑھتے ہوئے اپنی جانب متوجہ پایا۔ جب آپؒ کی ان سے آنکھیں چار ہوئیں تو انہوں نے اپنی لاحاصل کوشش پر شرمسار ہو کر منہ پھیر لیا' ان کا ارادہ اور حیثیت آپؒ پر واضح ہو چکی تھی۔ لہٰذا آپؒ اگلے روز وہاں سے لوٹ آئے۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ ان کے ہاں سرمایۂ تسخیر تو تھا لیکن متاعِ فقر سے ان کا دامن خالی تھا۔

شیخ یوسف صاحب کی چھیڑ:

ڈیرہ اسمٰعیل خان شہر میں شیخ یوسف صاحب کی خانقاہ اور مزار کافی شہرت کا حامل ہے۔ شیخ صاحب جنات کے بڑے عامل تھے۔ قبلہ فقیر صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ مسخر شدہ جنات لوگوں کو مریض بنا کر اپنے عاملوں کے پاس لانے اور ان کی آمدنی بڑھانے کا سبب بنتے ہیں۔ شیخ یوسف صاحبؒ کے مزار پر بھی اپاہج اور بیمار لوگ لائے جاتے ہیں۔ مزار کے متولی ان کا علاج جوتوں سے کرتے ہیں۔ جن سے مریض اچھے ہو جاتے ہیں۔ ایک بار فقیر صاحبؒ نے باطنی طور پر بھورے رنگ کے جنوں کا ایک بہت بڑا لشکر دیکھا۔ آپؒ نے ان سے دریافت کیا کہ کون ہو اور کہاں جا رہے ہو؟ تو وہ بولے کہ "ہم شیخ یوسف صاحب کی چھیڑ یعنی ریوڑ ہیں اور لوگوں کو بیمار بنا کر اپنے متولیوں کے پاس لانے اور ان کی آمدنی بڑھانے کی غرض سے علاقے میں پھیلنے کے لیے جا رہے ہیں"۔

آپؒ اپنے ابتدائی ایام کا ایک واقعہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے محلے کی ایک عورت کے پاس مذکورہ خانقاہ والوں کا دیا ہوا تیل اور تعویز تھا۔ ہم نے اس عورت سے تعویز طلب کیا تا کہ کھول کر دیکھیں کہ اس میں کیا لکھا ہے، تو اس عورت نے کہا کہ اسے کھول کر نہ دیکھیں، کہیں اُدھر سے چھک یعنی کشش اور اثر نہ ہو جائے۔ ہم نے اس سے کہا کہ تم اس کی فکر نہ کرو، لہٰذا اس نے تعویز دے دیا۔ ہم نے کاغذ کھولا ہی تھا کہ پیروں کے نیچے زمین گھومتی

Marfat.com

ہوئی معلوم ہوئی جس سے حیرت اور گھبراہٹ ہوئی۔

فرمایا! کاغذ کے اس ٹکڑے پر مختصر تحریر کے ساتھ جن وابستہ اور اس کا تابع تھا۔ فرمایا عوام کی مادی عقول ان امور کی سمجھ سے معذور ہیں۔

جن وانس کی ہم مذاقی:

قبلہ فقیر صاحبؒ کو کتب کی طباعت کے سلسلے میں اکثر لاہور جانا اور وہاں رہنا پڑتا تھا۔ ایسے ہی ایک قیام کے دوران ایک نوجوان آپؒ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوا۔ اس نے دو تین دن بعد حاضر ہو کر جن کے مسلط ہونے کی شکایت کی۔ آپؒ نے اس سے فرمایا! جن تم پر مرید ہونے سے پہلے مسلط ہوگا ورنہ ہمارے مرید کو اس قسم کی شکایت پہلے کبھی نہیں ہوئی۔ یہ گفتگو جاری تھی کہ جن اس پر مسلط ہو گیا جس سے اس کا حلیہ بگڑ گیا۔ جن آپؒ سے ہم کلام ہوا تو آپؒ نے اس سے کہا کہ جوان کو تنگ نہ کرو اور اسے چھوڑ دو۔ اس نے کہا کہ اسے اس نوجوان سے محبت ہے لہٰذا وہ اسے چھوڑ کر نہیں جا سکتا اور یہ کہ آپ لوگ محبت کے جذبے کو کیا جانیں؟ قبلہ فقیر صاحبؒ نے اسے بتاکید فرمایا کہ چلے جانا بہتر ہے تو وہ آمادہ ہو گیا اور چھوڑ کر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد اہل محفل نے کہا کہ یہ مخلوق جھوٹ بولتی ہے، وقتی طور پر چھوڑ کر چلی جاتی ہے اور بعد میں پھر مسلط ہو جاتی ہے۔ اتنا کہنا تھا کہ وہ پھر نوجوان پر وارد ہو گیا اور بولا کہ تم لوگوں نے مجھے جھوٹا کہا تو ٹھیک ہے، اب میں بھی اسے چھوڑ کر نہیں جاتا۔ جن نے بتایا کہ وہ نوجوان سے مرید ہونے سے قبل مربوط ہے۔ اسے پوچھا گیا کہ پہلے کیوں ظاہر نہ ہوا تو بولا کہ پہلے جوان ہم خیال اور ہم مذاق تھا لہٰذا غیر محسوس طور پر تعلق تھا۔ مرید ہونے کے بعد نماز وغیرہ کی پابندی کے باعث ہم خیال وہمنوا نہ رہا بنا بریں ظاہر ہو کر تنگ کرنا شروع کر دیا تاکہ نیکی ترک کر کے ہمنوائی پر آمادہ ہو جائے۔ پھر قبلہؒ کے کچھ کہے پڑھے بغیر وہ اسے چھوڑ کر چلا گیا۔

یونہی ایک بار ایک بوڑھا شخص آپؒ کی خدمت میں آیا۔ اس نے بتایا کہ جب وہ سورہ مزمل پڑھتا ہے تو جن مائل ہو کر اسے روکتا ہے۔ وہ عجب تماشا شخص تھا۔ آپؒ نے اس کا قصہ سن کر اس سے فرمایا! معلوم نہیں جن تجھے چمٹا ہوا ہے یا تو جن کو چمٹا ہوا ہے۔ یہ سن کر و

Marfat.com

کھسیانا سا ہو گیا۔ قبلہؒ نے فرمایا! بعض دفعہ جن اپنے ہم جنس قسم کے نفس والے آدمی کو چمٹ جاتا ہے اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے جیسے دو ساند ھے باہم ٹکرا جائیں۔ مقصد یہ کہ بے خبری میں ہم جنس قسم کا آدمی اور جن آپس میں مل جاتے ہیں پھر ایک دوسرے کے لیے دردِ سر بنے رہتے ہیں۔

جوش و جذبہ ختم ہو گیا:

سچے فقراء اور اولیاء کشف و کرامات اور باطنی معاملات کے اظہار سے بہت کتراتے ہیں اور اپنے پیرو کاروں کو بھی باطنی معاملات کے چھپانے کی تاکید کرتے رہتے ہیں۔ قبلہ فقیر صاحبؒ نے فرمایا کہ جس طرح دولت مند لوگ چوروں چکاروں کے خوف سے اپنے سرمائے کو پوشیدہ رکھتے ہیں۔ یونہی اہلِ باطن بھی اپنی باطنی دولت کے اخفاء کا بہت اہتمام کرتے ہیں۔

صاحبِ عرفانؒ ایک سفر میں کسی مسجد میں فروکش ہوئے، وہاں کہیں سے ایک مجذوب حافظ بھی نمازِ عشاء کے بعد آ گیا جو تھوڑی سی باطنی دولت کا حامل تھا۔ اس نے لوگوں کے سامنے اپنی باطنی قوت واہلیت کا اظہار انتہائی مبالغہ آمیزی اور شدومد سے شروع کر دیا۔ آپؒ کو اس کا یہ انداز پسند نہ آیا۔ تاہم آپؒ خاموش رہے۔ جب وہ حد سے بڑھنے لگا تو آپؒ نے از راہِ اصلاح و تنبیہ اس کی قوتِ جذب و روحانیت کو سلب کر لیا، جس کے ساتھ ہی حافظ صاحب کا جوش و جذبہ ختم ہو گیا۔ پھر اس نے عالمِ بے بسی میں فقیر صاحبؒ کی جانب اشارہ کر کے شور مچانا شروع کر دیا کہ آپ نے مجھ پر یہ ظلم کیوں کیا اور کیوں میری پونجی اور اندوختہ مجھ سے چھین کر مجھے بربادی سے ہم کنار کر دیا۔ لوگ اس کا واویلا سن کر حیران ہو رہے تھے۔ انہوں نے اس سے کہا کہ یہ شخص تو تمہارے قریب تک نہیں آیا اور تم سے فاصلے پر آرام سے بیٹھا ہے پھر تم کس لوٹ اور بربادی کا رونا رو رہے ہو۔ اس پر وہ مجذوب حافظ رقت آمیز لہجے میں گویا ہوا کہ اس شخص نے آدم کی پسلی سے حوا نکال لی ہے۔ تم کیا جانو اس نے میرے ساتھ کیا کیا ہے اس معاملے کو یا میں جانتا ہوں یا یہ شخص جانتا ہے۔ صاحبِ عرفانؒ ان باتوں کو خاموشی سے سنتے رہے۔ جب لوگوں نے اسے کے شور شرابے کو کوئی اہمیت نہ دی اور وہ بھی

تھک ہار کر بیٹھ گیا تو آپؒ نے اسے اپنے قریب بلایا اور اسے سینے سے لگا کر اس کی سلب شدہ متاع واپس کر دی اور اسے نصیحت فرمائی کہ آئندہ اس دولت کی تشہیر سے اجتناب کرنے اور اسے پوشیدہ رکھے۔ اپنی دولت اور آپؒ کی نیک صلاح کو پا کر وہ بے حد خوش ہوا اور شکر گزاری کے جذبے کے تحت آپؒ کے ہاتھوں کو چومتا ہوا خوش خوش لوٹ گیا۔

سانس اور خیالات کا تعلق:

سانس اور خیالات کے گہرے تعلق پر صاحبِ عرفانؒ نے اپنی تصنیف عرفان میں تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اس ضمن میں فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے گھر قریب جو مسجد تھی اس کا موذن کیمیا گری اور مہوسی (سونا بنانے) کا سودائی تھا۔ ایک بار صبح کی اذان دیتے وقت اس کے ذہن میں کیمیاء کا ایک نسخہ گھوم رہا تھا جس کی تفصیل اس کی سانس اور ہوا کے ذریعے ہمارے دل کے کانوں تک صاف صاف پہنچ رہی تھی۔

آپؒ کے دوست عبدالعزیز صاحب حیدرآباد دکن میں رہتے تھے انہوں نے ایک بار آپؒ کو مراسلہ لکھا، فرمایا! انہیں میرے جواب کا انتظار تھا۔ میں نے اس وقت تک ان کے خط کا جواب نہ دیا تھا لیکن اتنے فاصلے سے بھی سانس اور خیالات کی کارفرمائی کی طفیل ان کی حالتِ انتظار کو اپنے گھر میں صاف صاف محسوس کر رہا تھا۔ فرمایا! زندہ اور بیدار دل خیالات کو سانس اور ہوا کی وساطت سے باطنی حواس کے ذریعے سنتے اور محسوس کرتے ہیں۔ پھر حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کے ایک شعر کا مفہوم بیان فرمایا کہ زبانی تسبیح کے مقابلے میں دل کا ذکر بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ پھر آپ قدس سرہ کے درج ذیل اشعار دہرائے:

خوشبوئے وفا شنود از تر آہ یار
صد آہ کہ ایں بے خبراں را خبرے نیست
جوید آن یارِ ز تیر آہ رشتہ بوئے وفا
ہیہات کہ ایں بے خبراں خبر نہ دارند

یعنی دنیا کی خاطر نکلنے والی آہ اور دم کی تہہ میں خوشبوئے وفا کو محسوس کرنا صد افسوس

Marfat.com

کہ بے خبر لوگ اس راز سے نا آشنا ہیں"۔

''اس یار کو تلاش کر جس کی بوئے وفا تیری آہ اور سانس کے راز میں پوشیدہ ہے لیکن افسوس کہ غافلین ان حقائق سے بے بہرہ ہیں''

میرا پیغام تمہیں مل گیا تھا؟

حافظ صالح محمد صاحب مرحوم صاحبِ عرفانؒ کے سگے چھوٹے بھائی تھے۔ انہیں کئی سفروں میں آپؒ کی رفاقت کا شرف حاصل رہا۔ ایک بار حافظ صاحب آپؒ کو چھوڑنے کے لیے ڈیرہ اسمٰعیل خان تک آپؒ کے ہمراہ گئے آپؒ آگے چلے گئے اور حافظ صاحب ڈیرہ میں رہ پڑے۔ گھر والوں میں سے ان دنوں کوئی بیمار تھا بنا بریں قبلہ فقیر صاحبؒ نے ڈیرہ میں جدا ہوتے وقت حافظ صاحب کو جلد گھر لوٹنے اور بذریعہ مراسلہ گھریلو حالات سے آگاہ کرنے کی تاکید کی۔ خلافِ ارادہ ڈیرہ میں حافظ صاحب کا قیام قدرے لمبا ہو گیا۔ انہوں نے ایک رات نیم بیداری کی کیفیت میں صاحبِ عرفانؒ کو غصے کی حالت میں یہ کہتے ہوئے اپنے روبرو پایا۔ ''صالح محمد! تم نے ابھی تک مجھے گھر کے حالات سے باخبر نہیں کیا، گھر پہنچو اور مجھے جلد مراسلے کے ذریعے تفصیلی احوال سے آگاہ کرو''۔ حافظ صاحب چونک کر پوری طرح بیدار ہوئے تو کوئی نہیں تھا تاہم ایسا واضح معاملہ اور اشارہ پا کر آپ بہت حیران اور متاثر ہوئے۔ آپ اگلے روز کلاچی پہنچے اور فقیر صاحبؒ کو گھر کے تفصیلی حالات لکھ بھیجے کچھ عرصہ بعد جب صاحبِ عرفانؒ گھر لوٹے تو حافظ صاحب سے دریافت کیا کہ ''تمہیں میرا پیغام مل گیا تھا''۔ انہوں نے اعتراف کیا اور آپؒ کی اس تصدیق سے مزید حیران ہوئے۔ گویا آپؒ کی خواہش اور ارادہ اتنے فاصلے سے مجسم ہو کر حافظ صاحب کے سامنے آیا، جس سے آپؒ خود بھی آگاہ تھے اور جس کے ذریعے آپؒ نے حافظ صاحب کو بھی مطلع کر کے انہیں تفصیلی حالات لکھ بھیجنے پر آمادہ کیا۔

نـ: بحوالہ حدیث شریف جب اللہ تعالیٰ بندہ کی زائد عبادت کے باعث اس کی آنکھ، کان، وغیرہ بنتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بندے کا ارادہ بھی یونہی مادی اسباب کو بروئے کار لا سکتا ہے۔

حافظ صاحب کا امتحان:

آپؒ کے بھائی حافظ صالح محمد صاحب بہت نیک آدمی تھے۔ انہوں نے دربارِ عالیہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز پر حافظ موسیٰ صاحب کے مشہور درس میں قرآن کریم حفظ کیا تھا۔ اس سلسلے میں وہ کافی عرصے تک وہاں رہے اور نعمتِ حفظ کے ساتھ ساتھ دیگر فیوضات و برکات سے بھی بہرہ ور ہوتے رہے۔

غالباً ۱۹۳۱ء میں اونٹوں پر دربار شریف سے کلاچی آ رہے تھے کہ لیہ کے قریب اونٹ کے بدکنے سے حافظ صاحب مع کجاوے کے زور سے زمین پر گرے جس سے ریڑھ کی ہڈی میں شدید چوٹ آئی، نتیجتاً نچلے دھڑ نے کام چھوڑ دیا اور آپ تقریباً سات آٹھ سال تک صاحب فراش رہے۔ ۱۹۳۹ء میں آپ کا انتقال ہوا۔ آخری وقت میں قبلہ فقیر صاحب نے آپ کے قریب سورۂ یٰسین تلاوت فرمائی۔

انتقال سے اگلے روز واقعے میں فقیر صاحبؒ نے حافظ صاحب کو دیکھا کہ نہایت مشکل امتحان سے دوچار ہیں اور سوالات کے جوابات نہیں دے پا رہے۔ پھر آپؒ نے ان سوالات کو باطنی طور پر حل کر کے ان کو آزمائش میں کامیابی اور سہولت سے ہم کنار کیا۔

آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ قدرت نے زندوں اور مردوں کے مابین استمداد و فوائد کے تبادلے کا سلسلہ قائم کر رکھا ہے جس کی تصدیق روایات میں موجود ہے البتہ اس کے لیے عمل و یقین کی توفیق کا ہونا ضروری ہے۔

سب سے بڑی کیمیا:

صاحب عرفانؒ فرمایا کرتے تھے کہ زندہ دل لوگ سانس اور تنفس کے ذریعے دوسروں کے ذہنی خیالات اور دلی جذبات کو محسوس اور معلوم کر لیتے ہیں۔

ایک بار آپؒ سفر پر تھے کہ اس دوران نماز کا وقت ہو گیا۔ اذان ہو رہی تھی عوام اذان سن رہے تھے لیکن قبلہ فقیر صاحبؒ اذان کے ساتھ ساتھ موذن کی زبانِ دل سے ادا ہونے والے شنگرف، گندھک پارہ اور ہڑتال وغیرہ جیسے الفاظ بھی سن رہے تھے۔ آپؒ نے اس

میں نماز ادا فرمائی۔ نماز سے فراغت کے بعد وہ موذن آپؒ کے پاس آیا اور بولا کہ مجھے آپؒ بہت جہاندیدہ اور تجربہ کار آدمی معلوم ہوتے ہیں، اگر آپؒ کو کیمیاء (سونا بنانے) کا نسخہ معلوم ہو تو براہِ کرم مجھ کو مرحمت فرمادیں۔ آپؒ نے جواباً فرمایا! کہ مجھے تمہاری اس قلبی بیماری کا علم اور احساس اس وقت ہو گیا تھا جب تم اذان سے دے رہے تھے۔ پھر اس کو نصیحتاً فرمایا! کہ اللہ کا ذکر کرو اور رسول اللہ ﷺ کی متابعت اختیار کرو، اس سے بڑھ کر دنیا میں اور کوئی کیمیاء نہیں ہے۔

فاقہ کشی اور اجرائے قلب:

قبلہ فقیر صاحبؒ اور درویش اللہ داد کا ساتھ لمبے عرصے تک رہا۔ اس درویش نے سالہا سال تک مسلسل روزے رکھے۔ اسے فاقے کی ایسی عادت پڑ گئی تھی کہ عید کے روز بھی خلافِ معمول کھانا کھالیتا تو تکلیف سے دوچار ہو جاتا تھا۔ فاقہ کشی موجبِ شفاء ہے بنا بریں اسے کبھی سر درد بھی نہیں ہوا تھا۔ قبلہؒ اس کی تعریف فرمایا کرتے تھے۔ جب آپؒ سے دریافت کیا گیا کہ اس کا قلب جاری ہو گیا تھا؟ تو آپؒ نے نفی میں جواب دیا اور فرمایا کہ دل کے اجراء والا معاملہ بہت کم پایا۔ یہ محنت پر موقوف نہیں بلکہ اس کا انحصار اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم پر ہے جس کی تشریح ممکن نہیں۔ محنت و مجاہدہ کی متعین جزاء حسبِ نیت و ارادہ اللہ تعالیٰ پوری پوری ادا فرماتے ہیں اور کسی کا حق نہیں رکھتے لیکن اجرائے قلب والا معاملہ ''ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ'' (المائدہ ۵) یعنی یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمادے'' کے ضمن میں شمار ہوتا ہے۔

فرمایا! ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں دولت مند تھوڑے اور غرباء بے شمار ہیں۔ جب مادی مال و منصب کا یہ حال ہے تو ابدی اور دائمی دولت و مرتبت کے حاملین کی قلت کا کیا کہنا۔ تاہم ان کا حصول بھی بلا معاوضہ نہیں بلکہ ''ہر دو عالم قیمتِ خود گفتہ'' کی مصداق دارین کو بدلے میں دینا پڑتا ہے۔

خدرا مجھے نجات دلائیے:

دربار شریف پر قیام کے دوران ایک متوحش اور پریشان شخص قبلہ فقیر صاحبؒ کی

خدمت میں حاضر ہوا اور باطنی امداد کے لیے خواستگار ہوا۔ پریشانی کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اس نے کہا کہ وہ جنگ عظیم اول میں ایک اچھے فوجی عہدے پر فائز تھا۔ جنگ کے سلسلے میں اسے کئی دوسرے ممالک کو جانے کا موقع ملا۔ ان سفروں میں ایک بہت گہرا فوجی دوست بھی اس کے ہمراہ تھا۔ فرانس میں قیام کے دوران وہ دوست مارا گیا۔ دوست کی موت کے دو سال بعد ایک روز وہ اپنے دفتر میں مصروفِ کار تھا، اس دن سیاہ بادلوں نے آسمان کو ڈھانپ رکھا تھا اور ہلکی بارش ہو رہی تھی، ہوا کے ایک تند جھونکے سے دفتر کا دروازہ کھل گیا۔ جب وہ اس جانب متوجہ ہوا تو ششدر رہ گیا، اس کا مرا ہوا دوست عین دروازے میں کھڑا تھا۔ مردہ دوست نے اس سے کہا "میں نے تیری تلاش میں جہاں کھنگال ڈالا"۔ پھر وہ متوفی دوست اس پر چھا گیا اور اسے یوں لگا جیسے وہ اس کے دل میں داخل ہو گیا ہو۔ اس نے بتایا کہ وہ اس روز سے سخت بے قراری اور تکلیف سے دوچار ہے۔ وہ اپنے اندر متوفی دوست کی عجیب و غریب آوازیں سنتا ہے جنہوں نے اسے کہیں کا نہیں چھوڑا۔

یہ قصہ بیان کرنے کے بعد اس نے فقیر صاحبؒ سے درخواست کی کہ "خدارا مجھے اس مصیبت سے نجات دلایئے"۔ آپؒ نے اسے اسماءِ الٰہی اللہ، للہ، لہ اور ھو تحریر کر کے دیئے اور فرمایا کہ وہ فرصت کے اوقات میں ان کو دیکھا کرے اور ان کا تصور کیا کرے۔ اس نے آپ کی ہدایات پر عمل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے چند روز میں اسے اس عذاب سے آزاد فرما دیا اور وہ خوش و خرم گھر کو لوٹ گیا۔

نلکے کا پانی چھڑکا دو:

صوفی فضل الٰہی صاحب لاہوری کے ایک غریب دوست نے ایک مکان کرائے پر لے رکھا تھا۔ یہ مکان آسیب زدہ یعنی بھارا تھا لہٰذا اسے کم کرایہ پر ملا تھا۔ جنات وغیرہ نے جب انہیں ستانا شروع کر دیا تو اس نے صوفی صاحب سے بات کی۔ صوفی صاحب نے فقیر صاحبؒ کی خدمت میں اس کی تنگ دستی اور جنات کے ستانے کا تذکرہ کیا تو آپؒ نے صوفی صاحب سے فرمایا کہ اس مخلوق کے لیے ایک آدھ کمرہ مخصوص کر دو اور باقی جگہوں پر نلکے کا پانی چھڑکا دو۔ آپؒ کے فرمان پر عمل کیا گیا تو جنات کا تنگ کرنا اور خوف دلانا بفضلہ

Marfat.com

مولا موقوف ہو گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ختم قرآن:

روایت چلی آ رہی تھی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، گھڑ سواری کے وقت ایک ارکاب سے دوسری رکاب میں پیر ڈالتے تو اس وقفے میں قرآن کریم ختم کر لیا کرتے تھے۔ قبلہ فقیر صاحبؒ نے شروع میں جب یہ روایت پڑھی تو آپؒ کو بڑا تعجب ہوا، کہ اس قدر مختصر وقفے میں ختمِ قرآن جیسا طویل عمل کیونکر ممکن ہے۔ مادی عقل ایسے امور کی توجیہہ سے قاصر رہتی ہے۔

ایک رات عالمِ رویاء میں آپؒ نے خود کو حضرت بادشاہ صاحب قدس سرہ العزیز کے آستانہ عالیہ پر حاضر پایا۔ آپؒ اپنے روضہ اقدس سے گھوڑے پر نمودار ہوئے۔ جب ان کی نظر کیمیاء اثر آپؒ پر پڑی تو آپؒ کا بال بال تلاوتِ قرآن کریم میں مشغول ہو گیا اور ایک ساعت میں کئی بار قرآن مجید ختم ہو گیا۔ جب آپؒ بیدار ہوئے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ختم قرآن والا معمہ حل ہو چکا تھا۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے جسم کے تمام بال تلاوت قرآن میں مصروف ہو جائیں تو ایک بال کے حصے میں ایک حرف بھی بمشکل آتا ہے اس طرح چند لمحوں میں کئی بار ختمِ قرآن ممکن ہے۔

قرآن کریم کی نزولی کیفیات:

حضرت بادشاہ صاحب قدس سرہ اور قبلہ فقیر صاحبؒ کی کتب میں غیبی مخلوقات سے دم ملا کر ان کی صفات سے متصف ہونے کے حوالے اور تعریف جا بجا موجود ہیں۔

صاحبِ عرفانؒ فرمایا کرتے تھے کہ حضور نبی کریم ﷺ سے دم ملانے والے سعادت مند نزولِ قرآن کی کیفیات کو اسی طرح دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں جن کیفیات میں اس کا نزول ہوا تھا، اس لیے کہ وہ نزولی کیفیات ابدی ہیں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا ذاتی معاملہ ہے جو غیر فانی ہے اور حسبِ سابق موجود ہے۔

فرمایا! جبرائیل علیہ السلام اور عزرائیل علیہ السلام سے تو ہم نے بھی دم ملا کر دیکھا ہے اور ان سے استفادہ کیا ہے۔

Marfat.com

صاحب قرآن ﷺ کی قرآن خوانی:

صاحبِ عرفان نے ایک روز دوپہر کے وقت خواب میں صاحبِ قرآن ﷺ کو معصوم بچے کی صورت میں دیکھا۔ فقیر صاحبؒ نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمتِ اقدس میں عرض گزاری کہ حضور! آپ ﷺ کے لب و لہجے میں قرآن کریم سننے کو جی چاہتا ہے۔ فقیر صاحبؒ کا بیان ہے کہ حضور علیہ السلام نے میری التجا قبول کرتے ہوئے تلاوت فرمائی۔ آپ ﷺ کی آواز گراموفون کی مثل سنائی دینے لگی۔ پھر وہ لطف آیا جسے بیان نہ کیا جا سکے۔ میں نے ایسی پیاری تلات کبھی کسی انسان سے نہ سنی تھی آپؐ کی تلاوت کے وقت مجھ پر رقت طاری تھی۔ جس روز سے آپؐ سے تلاوت سنی اس روز سے تلاوت کرنے کو بہت جی چاہتا ہے جبکہ اس سے قبل ایسا نہ تھا۔ اس کے بعد جب بھی تلاوت کی کیف ولذت کی وہی حالت طاری ہوئی اور ساتھ ساتھ قرآن کریم کے عمیق اور گہرے معارف اور معانی خوب خوب سامنے آئے۔

ایامِ مرض الموت میں بھی قبلہ فقیر صاحبؒ کو ایسا ہی معاملہ باطن میں دوبارہ پیش آیا۔ اس بار بھی آپؒ نے حضور علیہ السلام کی جناب میں تلاوت قرآن حکیم کی درخواست اور فرمائش کی۔ آپ علیہ السلام نے اس بار بھی کم سن بچے کی صورت میں تلاوت فرمائی جس سے ویسا ہی ناقابلِ فراموش حظ وافر اٹھایا۔ آپؒ فرماتے تھے کہ اگر زندگی مزید وفا کر سکی تو انشاء اللہ قرآن کریم کو بہت بہت پڑھیں گے۔

قرآن کریم کا اعجاز:

ایک ہکلانے والا قبلہ فقیر صاحبؒ کی خدمت میں لایا گیا۔ وہ بولنے میں اس قدر اٹکتا تھا کہ ایک لفظ بھی صحیح ادا نہ کرسکتا تھا۔ وہ جب بولنے لگتا تو ہکلاہٹ کے باعث ابھرتا تھا اور اس کا جسم اوپر کو اٹھتا تھا۔ اس نے جب آپؒ کو بتایا کہ اس نے قرآن کریم پڑھنا شروع کر رکھا ہے تو آپؒ کو بہت حیرت ہوئی اور فرمایا کہ یہ بے چارہ کیونکر قرآن شریف پڑھ سکتا ہوگا۔ آپؒ نے اس کو رکوع سنانے کا کہا تو اس نے بلا اٹکے صاف صاف سنا دیا۔ آپؒ نے فرمایا یہ

قرآن کریم کا اعجاز ہے ورنہ وہ عام گفتگو میں جس قدر اٹکتا تھا اس سے تو یہی لگتا تھا کہ وہ ایک آیت بھی صحیح طور پر تلاوت نہ کر سکے گا۔ پھر آپؒ نے مزید ایک دو آدمیوں کا ذکر کیا جو اٹکتے تھے لیکن قرآنِ مجید صاف پڑھ لیتے تھے، تاہم یہ شخص ان کی نسبت بہت زیادہ ہکلاتا تھا۔

تصرفِ اہلِ قبور:

بزرگوں کے روحانی تصرف کے سلسلے میں صاحبِ عرفانؒ نے فرمایا کہ گجرات کے قریب کسی غیر آباد علاقے میں واقع ایک بزرگ کی قبر کی زیارت کا قصد کیا۔ ایک ساتھی حافظ کرم دین نامی بھی ہمراہ تھے۔ حافظ صاحب نے کہا کہ اس بزرگ کا تصرف تب مانیں کہ اس ویرانے میں کھانے کو خربوزے ملیں۔ اس بیابان میں بظاہر اس کا امکان نہ تھا۔ پھر کچھ دیر بعد پیچھے سے ایک آدمی ہمیں آوازیں دیتا ہوا اور ہماری جانب بھاگتا ہوا نظر آیا۔ قریب آنے پر اس نے مایوسی سے کہا میں آپ لوگوں کو اپنے آدمی سمجھ کر آوازیں دیتا رہا۔ پھر اس نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا کہ میں اپنے آدمیوں کے لیے خربوزے لا رہا تھا وہ تو ملے نہیں لہٰذا یہ خربوزے آپ صاحبان رکھ لیں۔ ہمنے انکار کیا لیکن وہ ہمیں خربوزے زبردستی تھما گیا۔ یوں حافظ کرم دین کو اس بزرگ کے تصرف کا قائل ہونا پڑا۔

اس ضمن میں مزید فرمایا کہ ایک بزرگ کے مزار کے قریب رات گزارنے کا اتفاق ہوا (یہ مزار غالباً میانوالی کے قریب واقع حاجی مخدوم علی صاحبؒ کا تھا) گرمی کا موسم تھا۔ رات کو آندھی چلی تو ہماری ٹوپی اڑ کر کہیں گم ہوگئی۔ جسے باوجود کوشش کے اندھیرے میں تلاش نہ کر سکے۔ اس کے بعد دعوت پڑھنے کی غرض سے مزار پر حاضری دی۔ دورانِ تلاوت خیال کئی بار ٹوپی کی طرف چلا گیا، اور اس حال میں اونگھ آ گئی۔ پھر جب آنکھ کھلی تو ٹوپی کو ایک بر.جی پر یوں پایا جیسے کسی نے سر پر اوڑھ رکھی ہو، اسے اتار کر دیکھا تو وہی اپنی ٹوپی تھی۔ اس موقعہ پر آپؒ کے بڑے صاحبزادے غلام سرور صاحب مرحوم بھی ہمراہ تھے۔ انہوں نے خواب میں مذکورہ بزرگ کو درمیانہ قد، سفید ریش، ننگے سر اور کھلی آستینوں والی قمیض میں دیکھا۔ انہوں نے غلام سرور صاحب سے مصافحہ کیا، خیریت دریافت کی اور جیسے مزار سے برآمد ہوئے تھے ویسے مزار کو لوٹ گئے۔ غلام سرور صاحب نے صبح قبلہ فقیر صاحبؒ سے اپنا خواب

Marfat.com

کہا تو آپؒ نے تائید کی اور فرمایا کہ یہی اہل مزار تھے۔

آپؒ نے فرمایا! کہ اپنی آنکھوں سے ایسے کئی واقعات دیکھ لینے کے بعد منکروں کے کہنے پر اہل قبور کے تصرف کا کیونکر انکار کر دیں اور موت کے باعث جسم کے ساتھ ساتھ روح کو کیسے بے بس مان لیں۔ فرمایا! دہریت پسند اور مادہ زدہ افراد نے اور قبور کی زندگی سے منکر علماء نے گو اپنے نظریات کو بہت بنا سنوار کر پیش کیا ہے لیکن جن لوگوں نے اہلِ قبور کی محفلوں اور ان میں موجود رحمت و انوارِ الٰہیہ تک کو دیکھا ہو وہ ان منکر علماء کو اپنا استاد کس طرح تسلیم کر لیں۔

فرمایا! کہ زندہ دلی اور برزخی حیات کا دارومدار ظاہری شہرت، جبہ و دستار یا عالی شان مقبروں وغیرہ پر نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے جس پر ہو جائے۔ فرمایا! ہزاروں مریدوں کے پیشواؤں اور عالی شان مقبروں کے حامل اہل قبور کو دولتِ فقر و روحانیت سے تہی دامن پایا اور غیر معروف بزرگوں کے سینوں اور کچی قبروں کو اس دولت سے معمور پایا جنہیں کوئی جانتا تک نہیں۔ قادری بزرگوں کے بارے میں فرمایا کہ گویا شیر ہیں جو کچھار قبور میں برزخی حیات سے بہرہ ور ہیں۔

اپنے بھائیوں میں صلح کراؤ:

قبلہ فقیر صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اہلِ دل اور زندہ لوگ اپنی قبور سے زندوں کی مثل تصرف کرتے اور فیض پہنچاتے رہتے ہیں۔ قبلہؒ کے انتقال کے بعد آپؒ کے دو مخلص مریدوں حافظ محمد حسین صاحب سمندری والے اور ڈاکٹر محمد رفیق حجازی صاحب ٹوبہ ٹیک سنگھ والے نے مل کر لاہور میں ادویات کا کاروبار شروع کیا، جس کا علم صوفی فضل الٰہی صاحب لاہوری کو نہ تھا۔ کچھ روز بعد حافظ صاحب اور ڈاکٹر صاحب میں کسی معاملے پر اختلاف ہو گیا جو باہم رنجش اور ناراضگی کا موجب ہوا۔ قبلہ فقیر صاحبؒ نے صوفی فضل الٰہی صاحب کے خواب میں آ کر ان سے فرمایا کہ فلاں فلاں جگہ جا کر اپنے بھائیوں میں صلح کراؤ۔ صوفی صاحب بتائے ہوئے مقام پر پہنچے تو ایک دکان میں دونوں پیر بھائیوں کو ایک دوسرے سے ناراض پایا۔ صوفی صاحب نے انہیں پیر و مرشد کا پیغام سنایا اور ان میں صلح کرا دی۔

Marfat.com

یونہی ایک رات صوفی صاحب نے خواب میں دیکھا کہ قبلہ فقیر صاحبؒ ان کو لے کر حج بیت اللہ اور مدینہ منورہ زیارت کو جاتے ہیں۔ روضۂ رسول ﷺ کی زیارت سے فراغت کے بعد آپؒ نے صوفی صاحب کو بازارِ مدینہ کی سیر کروائی اور پیالوں میں جمایا ہوا دہی بھی کھلایا۔ کچھ عرصہ بعد صوفی صاحب کے ایک رشتہ دار حج سے لوٹے تو انہوں نے اس حاجی صاحب سے بازارِ مدینہ کا حال، دہی کی اس مخصوص دکان اور پیالوں میں دہی جمانے کے بارے میں دریافت کیا تو حاجی صاحب نے ان باتوں کی تصدیق کی۔

شمس وقمر ایک ساتھ:

صاحبِ عرفانؒ مشقِ تصور کی خاطر اسم اللہ اور اسم محمد ﷺ سے مرقوم چمکدار آئینے کا فریم عموماً اپنے پاس رکھا کرتے تھے۔ جن دنوں آپؒ حیدر آباد دکن تشریف لے گئے تو مذکور فریم آپؒ کے پاس تھا ایک رات آپؒ کے لڑکے عبدالحمید خان نے جو آپؒ کے ساتھ تھے۔ آپؒ کی اجازت سے آپؒ کے متذکرہ ذاتی آئینے پر تصور کی مشق کی اور سو گئے۔ انہوں نے آپؒ کی اجازت کی برکت سے خواب میں دیکھا کہ وہ قبلہؒ کے ہمراہ ایک خوبصورت شہر میں داخل ہو گئے جہاں کی روشنی مادی جہان کی روشنی سے بدرجہا زیادہ ہے اور وہاں کی اشیاء نہایت واضح اور پرکیف ہیں۔ ان کی نگاہ جب اوپر کو اٹھی تو وہ شمس وقمر کو ایک ساتھ دمکتے ہوئے، زمین کو منور کرتے ہوئے اور آنکھوں کو خیرہ کرتے ہوئے دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ انہوں نے جب یہ خواب قبلہؒ کو سنایا تو آپؒ نے فرمایا کہ ''اسم اللہ کی تجلی مثلِ آفتاب ہے، جب کہ اسم محمد ﷺ کی تجلی مثلِ ماہتاب ہے، تم نے چونکہ دونوں اسماء کا تصور یکجا کیا بنابریں تمہیں دونوں اسماء آسمانِ باطن پر اپنی مثالی صورتوں میں یکجا جلوہ افروز دکھائی دیئے''۔

زلزلوں کی سرزمین

قبلہ فقیر صاحبؒ کے پیر علی حیدر صاحب قادری بغدادی کے ساتھ خصوصی مراسم تھے۔ پیر صاحب کو آپ رحمۃ اللہ علیہ ------- کی ذات پر بڑا اعتماد تھا۔ انہوں نے آپؒ کو بطورِ مشیرِ خاص اور اپنی اولاد کا اتالیق مقرر کر رکھا تھا۔ قبلہ فقیر صاحبؒ موسم گرما عموماً کسی ٹھنڈے مقام پر گزارا

Marfat.com

کرتے تھے۔ ۱۹۳۴ء کے موسمِ گرما میں پیر صاحب نے آپؒ کو کوئٹہ چلنے کی دعوت دی تو آپ ساتھ چلنے پر آمادہ ہو گئے۔ کوئٹہ روانگی سے قبل پیر صاحب کو بنوں اور دربار شریف حضرت سلطان العارفینؒ جانا تھا۔ انہوں نے اس سفر میں بھی صاحبِ عرفانؒ کو ساتھ رکھا۔ حضرت سلطان العارفین قدس سرہ، العزیز کی اولاد کو حضور غوث پاک قدس سرہ العزیز کی اولاد سے بہت محبت اور عقیدت رہی ہے۔ ان دونوں صاحبزادہ حبیب سلطان صاحب گدی نشین تھے۔ انہوں نے علاوہ دیگر اعزاز و اکرام کے پیر صاحب کی بھاری مالی خدمت بھی کی۔ دربار شریف پر ایک رات کے قیام کے بعد پیر صاحب کے ہمراہ قبلہ فقیر صاحبؒ کوئٹہ روانہ ہو گئے۔ وہاں انہوں نے آپؒ کا بڑا خیال رکھا۔ موسم گرما آرام سے گزر گیا۔ موسم سرما میں پیر صاحب کراچی منتقل ہو گئے۔ قبلہ فقیر صاحبؒ کو بھی کراچی جانا تھا لیکن آپؒ کے بال بچے کلاچی میں تھے لہٰذا آپؒ انہیں لینے کی غرض سے کلاچی تشریف لے گئے۔ وہاں سے آپؒ اپنی تیسری زوجۂ محترمہ کو اس سے تین کم عمر بچوں عبدالمجید، علی مراد، غلام جیلانی کو اور غلام سرور صاحب کو جو آپؒ کی دوسری اہلیہ صاحبہ مرحومہ سے تھے، کو لے کر کراچی تشریف لے گئے۔ آپؒ کا لڑکا عبدالحمید خان پہلے ہی سے بطورِ منشی پیر صاحب کے ساتھ تھا وہاں آپؒ نے پیر صاحب کے مہمان کے طور پر افضل منزل، نزد گاندھی گارڈن میں مع اہل و عیال کے چھ ماہ گزارے۔

گرمیاں شروع ہوئیں تو یہ قافلہ مئی ۱۹۳۵ء میں دوبارہ کوئٹہ جا پہنچا کوئٹہ اپنی ٹھنڈک اور رونق کے ساتھ ساتھ چھوٹے موٹے زلزلوں اور جھٹکوں کے لیے بھی مشہور تھا۔ ۳۱ مئی ۱۹۳۵ء کو اہل کوئٹہ حسبِ معمول محو استراحت تھے۔ کوئی نہ جانتا تھا کہ بارہ بجے کے بعد تبدیل ہونے والی جون کی پہلی تاریخ کس قیامت کو ساتھ لا رہی ہے۔ اس رات فقیر صاحبؒ شہر گئے ہوئے تھے اور رات قدرے دیر سے گھر لوٹے۔ ایک انجانے خدشے اور غیبی احساس نے آپؒ کو قبل از وقت گھیر رکھا تھا۔ آپؒ چارپائی پر دراز ہو گئے لیکن آپؒ کو نیند نہیں آ رہی تھی۔ انگیٹھی پر دھرا ہوا چراغ جل رہا تھا۔ آپؒ حسبِ عادت دو بجے کے قریب نمازِ تہجد کے لیے اٹھے۔ نماز کے بعد آپؒ تلاوتِ قرآنِ کریم میں مصروف ہو گئے۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ

Marfat.com

چراغ خود بخود بجھ گیا۔ آپؒ کو تعجب سا ہوا لیکن تلاوت میں انہماک کے باعث آپؒ کا دھیان اس کے بجھنے کے سبب کی طرف نہ گیا۔ چراغ جلا کر آپؒ دوبارہ تلاوت میں مشغول ہو گئے۔ دورانِ تلاوت آپ کو اونگھ نے آ لیا، اس میں آپؒ نے دیکھا کہ زلزلہ آیا ہوا ہے۔ اونگھ سے بیدار ہونے پر آپؒ نے اٹھ کر تازہ وضو کیا اور پھر قرآن خوانی شروع کر دی۔ کچھ دیر بعد جھٹکے کے ساتھ چراغ پھر بجھ گیا۔ آپؒ کو یقین ہو گیا کہ پہلی بار بھی چراغ زلزلے کے جھٹکے کے باعث گل ہوا تھا۔ کوئٹہ میں ہلکے پھلکے جھٹکے روزمرہ کا معمول تھے لہٰذا آپ اٹھے اور چراغ کو پھر روشن کر دیا۔ ابھی چند لمحے نہ گذرے تھے کہ ایک زوردار جھٹکا لگا۔ اب آپ کو خطرے کا احساس ہوا' لہٰذا آپؒ اپنی زوجہ صاحبہ کو ساتھ والے کمرے میں سوئے ہوئے چار بچوں کو آوازیں دیتے ہوئے تیزی کے ساتھ باہر کو لپکے، لیکن زلزلہ اس قدر زوردار اور تیز تھا کہ آپؒ کے سوا کوئی بھی باہر نہ نکل سکا۔ آپؒ کی اہلیہ صاحبہ آپؒ کی آواز پر بیدار ہو گئیں تھیں لیکن اس سے اپنے کم سن بچے غلام جیلانی کو سنبھالنے میں تاخیر ہو گئی۔ وہ کمرے سے برآمدے تک پہنچی ہی تھی کہ برآمدہ ان پر آ گیا جس کے نیچے ماں بیٹا دونوں دب گئے۔ باقی چار بچوں میں سے آپؒ کے بڑے صاحبزادے غلام سرور صاحب آپؒ کی آواز پر بیدار ہو سکے۔ وہ باہر نکلنے کی غرض سے دروازے کی جانب بڑھے تو اس کمرے کی چھت بھی زمین پر آ گئی' تاہم وہ بچ گئے۔ دروازہ کھلنے کے قابل نہ رہا البتہ اس کے شیشے ٹوٹ چکے تھے جن میں سے غلام سرور صاحب بصد دقت نکلنے میں کامیاب ہو گئے، لیکن شیشیوں کے باعث زخمی ہو گئے۔ قبلہ فقیر صاحبؒ نے صحن کے شمال مشرقی کونے میں موجود اخروٹ کے ایک درخت کے نیچے پناہ لے رکھی تھی جس نے عقبی دیوار کو تھام کر تقریباً دو مربع گز جگہ کو محفوظ کر رکھا تھا جبکہ باقی جگہ گھر کے ملبے سے اٹ چکی تھی۔ غلام سرور صاحب بھی آپؒ سے آ ملے۔

سخت اندھیرے، عمارات کے گرد و غبار اور ہزاروں مرنے والوں کی دلدوز چیخوں نے رات کو انتہائی دردناک اور رقت انگیز بنا دیا تھا۔ آپؒ اس وقت عجیب ظاہری و باطنی کشمکش اور کیفیت سے دوچار تھے۔ آپؒ کو یوں لگا جیسے کوئٹہ شہر کے ساتھ ساتھ آپؒ کا مادی وجود بھی معدوم ہو رہا ہے اور اس کی جگہ باطنی جثہ ہویدا ہو رہا ہے۔ اس حال میں آپؒ نے غلام سرور

Marfat.com

صاحب سے دریافت کیا کہ یہ کیا منظر ہے؟ کیا قیامت قائم ہو چکی ہے؟ انہوں نے جواباً کہا: نہیں، بلکہ شدید بھونچال آ چکا ہے، شہر زیروزبر ہو رہا ہے، البتہ قیامتِ صغریٰ کا منظر ہے اور ہم دونوں باہر زندہ کھڑے ہیں۔ یہ دونوں صاحبان بے چارگی کی حالت میں سپیدۂ صبح نمودار ہونے تک اسی جگہ کھڑے رہے۔ باقی تینوں لڑکے معجزاتی طور پر زلزلے کی تباہ کاری سے محفوظ بے خبر سو رہے تھے۔ عبدالحمید خان کی چارپائی کمرے کی غربی دیوار کے ساتھ تھی جسے شہتوت کے درخت نے پیچھے سے سہارا دے رکھا تھا۔ شرقی دیوار گری تو شہتیر کا شرقی سرا زمین کے ساتھ لگ گیا جبکہ غربی سرا غربی دیوار پر قائم رہا جس کی وجہ سے چھت نیچے نہ آ سکی اور عبدالحمید خان محفوظ رہا۔ باقی دونوں بھائی عبدالمجید خان اور علی مراد خان نواڑ کے ایک پلنگ پر اکٹھے سو رہے تھے۔ پلنگ سر اور پیروں کی جانب سے ٹوٹ کر پنگھوڑے کی صورت ہو گیا تھا۔ یوں قدرت نے ان دونوں کو بھی محفوظ رکھا تاہم ان پر مٹی اور اینٹوں کا خاصا ڈھیر لگ گیا تھا۔ صبح قبلہ فقیر صاحبؒ اور غلام سرور صاحب نے ان کو آوازیں دیں تو سب سے پہلے عبدالحمید خان بیدار ہوا۔ وہ یہ منظر دیکھ کر حیرت زدہ ہو گیا۔ پھر وہ ایک تنگ سے روزن اور غار نما جگہ میں سے فقیر صاحبؒ کا ہاتھ پکڑ کر باہر آیا۔ بعد میں جب تینوں نے باقی افرادِ خانہ کو پکارنا شروع کر دیا تو عبدالمجید خان اور علی مراد خان کا بہت دھیما اور کمزور جواب موصول ہوا۔ تینوں نے مل کر ان پر سے مٹی اور اینٹیں ہٹائیں، پھر پلنگ کے ملے ہوئے بازوؤں کو علیحدہ کر کے دونوں بھائیوں کو سلامت نکال لیا۔ اس کے بعد ان بچوں کی والدہ اور معصوم بچے کی تلاش شروع کر دی گئی، آواز دینے پر جب کوئی جواب موصول نہ ہوا تو سب نے ملبہ ہٹانا شروع کر دیا۔ کافی محنت اور جستجو کے بعد ان کی لاشیں نکالی جا سکیں۔ پیر علی حیدر صاحب کی ساس اور ایک خادم بھی زلزلے میں جاں بحق ہو گئے تھے۔ قبلہ فقیر صاحبؒ کی زوجہ صاحبہ آپؒ کے معصوم بچے اور پیر صاحب کی ساس کو پیر صاحب کے باغ میں، جو شہر سے باہر تھا، ساتھ ساتھ دفن کر دیا گیا۔

کوئٹہ جیسا پر رونق اور خوبصورت شہر چند لمحوں میں بے گور و کفن اور خون آلودہ لاشوں سے بھر گیا۔ حکومت نے تباہ حال لوگوں کو محفوظ مقامات پر پہنچانے یا اپنے شہروں تک لے

Marfat.com

جانے کی خاطر خصوصی ریل گاڑیوں کو چلایا۔ گاڑیوں کی کمی یا رش کی زیادتی کے باعث قبلہ فقیر صاحبؒ کو سٹیشن پر تین دن تک انتظار کرنا پڑا۔ اس دوران بھی وقفے وقفے سے زلزلے کے جھٹکے آتے رہے۔ شدید جھٹکوں سے قبل درندے، پرندے، اور چرندے وغیرہ عجیب بے قراری کا اظہار کرتے۔ کتوں کے بھونکنے، بلیوں کے چیخنے اور پرندوں کے پھر پھڑانے سے خوف و ہراس جھلکنے لگتا، ارد گرد کے پہاڑوں سے گرد و غبار کے بادل کھڑے ہو جاتے، زمین سے غاں غاں کی آوازیں آنی شروع ہو جاتیں، ان علامات سے غمزدہ اور نڈھال لوگوں کی افسردگی اور مایوسی مزید ہو جاتی اور وہ جان جاتے کہ سخت جھٹکا آنے والا ہے تیسرے دن اس قدر شدید جھٹکا آیا کہ سٹیشن پر موجود لوگوں کا پیروں پر کھڑا رہنا ممکن نہ رہا۔ حتیٰ کہ پیروں کے بل بیٹھنا بھی مشکل ہو گیا اور لوگوں کو چوکڑی مار کر بیٹھنا پڑا۔ بعض لوگ گھبرا کر لیٹ گئے۔ قبلہ نے فرمایا! کہ یہ جھٹکا پہلے والے جھٹکوں سے شدید تھا۔ اس جھٹکے نے شہر کی رہی سہی کسر بھی پوری کر دی۔ کوئی دیوار یا چھت اگر سابقہ جھٹکوں سے بچ رہی تھی تو اس جھٹکے نے اسے بھی پیوند خاک کر دیا۔

اس کے بعد صاحبِ عرفانؒ چاروں بچوں سمیت بدقت تمام سپیشل ٹرین کے ذریعے دریا خان تک پہنچے۔ عرفان کا پہلا مسودہ جسے آپؒ نے بہت محنت سے تحریر فرمایا تھا اس زلزلے میں ضائع ہو گیا۔ کلاچی پہنچ کر آپؒ نے اپنی یادداشت سے کام لے کر عرفان کے مسودے کو دوبارہ مرتب کیا۔

کوئٹہ سے واپسی کے پانچ چھ ماہ بعد آپؒ نے چوتھی شادی کی جس سے آپؒ کے چار لڑکے عبدالرشید صاحب، ظہور احمد، راقم الحروف یعنی سیف الرحمٰن، عبدالرؤف اور تین بیٹیاں متولد ہوئیں۔ ظہور احمد کا بچپن میں انتقال ہوا جبکہ باقی تادمِ تحریر بقیدِ حیات ہیں۔

قدر و قیمت کا احساس:

جن دنوں قبلہ فقیر صاحبؒ اپنی تصانیف کے ابتدائی مسودے مرتب کر رہے تھے اور ان دنوں آپؒ پر وارداتِ غیبی اور معلوماتِ لاریبی کا بھی زور شور تھا تو آپؒ ہر وقت اپنے خیالات و تصورات میں گم رہتے، طبیعت کو لحظہ بھر قرار نہ ہوتا، لکھنے لکھانے کا سلسلہ دن رات جاری رہتا۔ راقم الحروف کی والدہ صاحبہ اپنے معصوم بچوں کے ساتھ رات کے کسی حصے میں

Marfat.com

بیدار ہوتیں تو چراغ کو جلتا ہوا اور آپؒ کو لکھنے میں مصروف پاتیں۔ ایک بار انہوں نے آپؒ سے شب و روز کی اس بے قراری، لکھنے لکھانے اور تصورات میں گم رہنے کا سبب دریافت کیا تو آپؒ نے جواباً فرمایا کہ جو کچھ میں لکھ رہا ہوں اس کی قدر و قیمت کا اندازہ تمہیں کم علمی کے باعث موجودہ حالات میں نہیں ہو سکتا۔ جب میں اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا تو لوگوں کی ان کتب سے محبت اور طلب تمہیں ان کی قدر و قیمت کا احساس کرائے گی۔ آج بفضلہٖ تعالیٰ یونہی ہو رہا ہے۔ اور طالبانِ حق و صداقت کے ہاں جو قدر و قیمت ان کتب کی ہے اس سے آپؒ کی قدر و منزلت اور اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ فقراء کی تصنیفات سے لوگ قیامت تک فیض یاب ہوتے رہیں گے، اس لیے کہ ان میں روح ہوتی ہے اور یہ زندہ انسانوں کی مثل ہوتی ہیں، ان میں حقائق کی نشاندہی کی گئی ہوتی ہے جو غیر متبدل اور حتمی ہوتی ہے۔ جبکہ اہل نفس کی تحریریں مردہ انسان کی مثل ہوتی ہیں جن سے حقیقی اور پائیدار فوائد حاصل نہیں ہوتے، اس لیے کہ یہ تحریریں اندازوں اور قیاسات پر مبنی ہوتی ہیں۔

آپ اس سفر پر ضرور جائیں:

قبلہ فقیر صاحبؒ نے تصنیف و تالیف کا سلسلہ با قاعدہ طور پر ۱۹۳۶ء سے شروع کیا۔ آپؒ نے سب سے پہلے حضرت سلطان العارفینؒ کی فارسی کتاب نور الہدیٰ کو مرتب کیا، پھر اس کا ترجمہ بنام حق نماء کیا، بعدہ فقرِ سلطانی کے تفصیلی تعارف کے طور پر عرفان مرتب فرمائی۔ آپؒ کا ان تینوں کو کتابی صورت میں چھپوانے کا ارادہ تھا لیکن مالی کمزوری اس آرزو کی تکمیل میں پانچ سال تک حائل رہی۔

حیدر آباد دکن کا کتب خانہ آصفیہ نادر قلمی کتابوں کے لیے بڑی شہرت رکھتا تھا۔ لہٰذا حضرت سلطان العارفین قدس سرہ، العزیز کی قلمی کتب کی تلاش اور دیگر نایاب تحریروں کو دیکھنے کے شوق نے آپؒ کو حیدر آباد دکن کے سفر پر آمادہ کیا۔ آپؒ کے کالج کے دور کے ایک دوست مولوی عبدالعزیز صاحب عثمانیہ ٹریننگ کالج حیدر آباد میں بطورِ وائس پرنسپل متعین تھے۔ آپؒ نے ان کو خط لکھ کر اپنی خواہش کا اظہار کیا تو انہوں نے اس پر انتہائی خوشی ظاہر

Marfat.com

کرتے ہوئے جواباً لکھا کہ اگر آپؒ یہاں تشریف لائے تو ایہ امران کے لیے بے حد شادمانی اور خوشگوار ماضی کو پھر سے دہرانے کا باعث ہوگا۔ یہ حوصلہ افزاء جواب پا کر آپؒ کلاچی سے لاہور حکیم سلطان محمد صاحب کے ہاں پہنچے۔ حکیم صاحب آپؒ کے دیرینہ معتمد، ہمدرد دوست، جہاندیدہ انسان اور صائب الرائے شخص تھے۔ لاہور میں آپؒ کا قیام ان کی زندگی تک عموماً انہی کے ہاں ہوا کرتا تھا۔ قبلہ فقیر صاحبؒ نے جب اپنا ارادہ حکیم صاحب پر منکشف کیا تو انہوں نے اس طویل سفر کو بوجوہ بے سودا اور پرخطر بتا کر آپؒ کو حیدر آباد دکن نہ جانے کا مشورہ دیا۔ آپؒ نے ان کی ہمدردانہ صلاح کے پیش نظر اس سفر پر جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اگلی صبح جب حکیم صاحب بیدار ہوئے تو انہوں نے فقیر صاحبؒ سے کہا کہ آپؒ اس سفر پر ضرور جائیں، لگتا ہے اس سفر میں آپؒ کے لیے بھلائی اور حکمت پوشیدہ ہے۔ آپ نے جب حکیم صاحب کے پہلے مشورے کے برعکس اس دوسرے مشورے پر تعجب کا اظہار کیا تو حکیم بولے کہ انہیں رات کو خواب میں کہا گیا ہے کہ فقیر صاحب کو اس سفر سے نہ روکو۔

آپؒ نے عبدالعزیز صاحب کو بذریعہ ٹیلگرام اپنی روانگی سے مطلع کیا اور اگلے روز حیدر آباد کو روانہ ہو گئے۔ کالج کے زمانے کے بچھڑے ہوئے دو دوست بیس سال کے بعد پھر ملنے والے تھے۔ عبدالعزیز صاحب آپؒ کے خیر مقدم کے لیے ریلوے اسٹیشن پر موجود تھے۔ وہ آپؒ کو نہ پہچان سکے لیکن آپؒ نے انہیں پہچان لیا۔ جب آپؒ ان سے بغلگیر ہوئے تو ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ ان کا خیال تھا کہ آپؒ پیرانہ شان و شوکت کے ساتھ مریدوں کے جھرمٹ میں ریل گاڑی سے برآمد ہوں گے، لیکن خلاف توقع انہوں نے جب آپؒ کو سیدھے سادے لباس میں تنہا پایا تو متعجب ہوئے۔ آپؒ نے یہ فرما کر ان کا استعجاب رفع کر دیا کہ جبہ و دستار اور شخصیت کے مصنوعی اظہار سے راہِ حق کے مسافر ہمیشہ بیزار رہا کرتے ہیں۔ یہ سب محض دھوکا اور دکھلاوا ہوتا ہے جس کے پیچھے حقیقت نام کی کوئی شے نہیں ہوا کرتی۔

آپؒ نے عبدالعزیز صاحب کے ہاں ایک ماہ تک قیام فرمایا۔ وہ کالج چلے جایا کرتے اور آپؒ کتب خانہ آصفیہ تشریف لے جا کر کتب بینی کا شوق پورا فرماتے رہتے۔ عبدالعزیز

Marfat.com

صاحب کم گو اور خلوت پسند آدمی تھے، بنا بریں ان کے زیادہ لوگوں سے مراسم نہ تھے۔ پورے شہر میں ان کے ایک ہم وطن مولوی امام بخش صاحب ان کے واحد دوست تھے۔ یہ دونوں صاحبان ڈیرہ غازی خان کے رہنے والے تھے۔ مولوی امام بخش صاحب محکمہ مالیات میں ملازم تھے۔ وہ عموماً عبدالعزیز صاحب سے ملنے آیا کرتے تھے۔ یہاں ان کی ملاقات صاحبِ عرفان سے ہوئی تو وہ آپؒ کی شخصیت سے اس قدر متاثر ہوئے کہ آپؒ سے ہر روز کی ملاقات ان کا معمول بن گیا۔ ایک روز قبلہ فقیر صاحبؒ نے ان کے سامنے حیدر آباد کے کسی اچھے بزرگ کے مزار کی زیارت کی خواہش ظاہر کی تو وہ آپؒ کو یوسف شاہ، شریف شاہ صاحبانؒ کے مزار پر لے گئے۔ یہ دونوں صاحبانِ مزار آپس میں بھائی تھے اور دونوں کا ایک ہی مزار تھا آپ نے صاحبانِ مزار کو بڑی روحانی طاقت کا مالک پایا۔ آپؒ ہر دوسرے تیسرے روز وہاں تشریف لے جاتے۔ ایک رات آپؒ نے وہاں دعوت پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے اپنی کتب کی طباعت کے سلسلے میں آسانی اور امداد طلب کی تو قدرتِ کاملہ نے صاحبانِ مزار کی برکت و روحانیت کی طفیل اس کا اہتمام فرما دیا۔

وہ یوں کہ ریاست دکن کے وزیر اعظم سر اکبر حیدری ان صاحبان مزار کے خاص معتقد تھے، اور عموماً جمعہ کی رات وہاں زیارت کو آیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے قبلہ فقیر صاحبؒ کی ملاقات کا بندوبست فرما دیا۔ سر اکبر حیدری آپؒ سے بہت متاثر ہوئے۔ جب آپؒ نے ان کو اپنی غیر مطبوعہ کتب یعنی عرفان اور نور الہدیٰ کی اہمیت اور افادیت سے آگاہ کیا اور ان کی طباعت کے سلسلے میں مالی عدم استطاعت کا اظہار فرمایا تو انہوں نے اس کے لیے فوراً خاصی رقم مختص کر دی۔ رقم کی وصولی کے سلسلے میں جب آپؒ وزیر مذہبی امور جناب مرزا بہادر یار جنگ سے ملے تو آپؒ کی موثر اور سکون بخش گفتگو نے ان کو بھی آپؒ کا گرویدہ اور معتقد بنا دیا۔ انہوں نے اس معاملے میں کاغذی کاروائی کو بسرعت تمام کر کے دو اقساط میں رقم کی ادائیگی کی منظوری دے دی۔

آپؒ کو گھر سے نکلے تقریباً ایک ماہ ہو چکا تھا لہٰذا آپؒ نے گھر کو واپس لوٹنے کا ارادہ کر لیا۔ مرزا بہادر یار جنگ صاحب کے اصرار کے باوجود آپؒ وہاں مزید قیام پر آمادہ نہ

ہوئے اور اپنے وطن تشریف لے آئے۔

مذکور رقم کی پہلی قسط آپؒ کو کلاچی میں موصول ہوئی۔ آپؒ نے اپنے صاحبزادگان غلام سرور خان اور عبدالحمید خان کو بنوں سے باری باری بلوا کر عرفان اور نور الہدیٰ فارسی کی کتابت کروائی۔ یہ دونوں بھائی خوشنویس تھے۔ پھر ان کتابوں کو پہلی بار کمرشل سٹیم پریس ڈیرہ اسمٰعیل خان سے چھپوا کر نشر کیا۔

حیدر آباد دکن کا دوسرا سفر:

عرفان پہلی بار چھپ کر جب حیدر آباد دکن پہنچی تو لوگ اسے پڑھ کر متاثر ہوئے اور صاحبِ عرفانؒ سے ملنے کے خواہش مند ہوئے۔ حق نماء اردو ترجمہ نور الہدیٰ کے لیے رقم کی دوسری قسط تا حال موصول نہیں ہوئی تھی۔ لوگوں کے شوقِ ملاقات اور دوسری قسط کی ادائیگی کے حوالے سے وزیر مذہبی امور ریاست دکن جناب نواب بہادر یار جنگ نے آپؒ کو ملتجیانہ انداز میں بذریعہ مراسلہ دوسری بار حیدر آباد تشریف لانے کی دعوت دی۔ آپؒ نے اسے منظور فرمایا اور اپنے لڑکے عبدالحمید خان کو ساتھ لے کر ۱۹۴۲ء میں دوبارہ حیدر آباد تشریف لے گئے۔

اس بار قبلہ فقیر صاحبؒ کو نواب صاحب کی ایماء پر شاہی مہمان خانے یعنی صلح سرائے میں ٹھہرایا گیا۔ یہ مہمان خانہ غالباً جنگ عظیم اول کے اختتام پر ہونے والی صلح کی علامت کے طور پر تعمیر کیا گیا تھا۔ بنا بریں اسے صلح سرائے کا نام دیا گیا تھا۔ شاہی مہمان نوازی کے ساتھ ساتھ صاحبِ عرفانؒ کے لیے سرکاری گاڑی کی سہولت بھی موجود تھی۔ یہ سہولت اور صلح سرائے کا قیام خاص اعزاز تصور کئے جاتے تھے جو انتہائی معزز مہمانوں کے لیے مخصوص تھے۔ صلح سرائے کا منتظم ایک عمر رسیدہ ایرانی نژاد پارسی تھا جو عموماً آپؒ کی خدمت میں حاضر رہا کرتا تھا۔

حیدر آباد اور سکندر آباد ریاست دکن کے بڑے اور خوبصورت شہر تھے۔ آپؒ نے ان علاقوں کی خوب سیر کی۔ آپؒ جمعہ کی نماز حیدر آباد کی جامع مسجد، جس کا نام مکہ مسجد تھا، میں ادا فرماتے۔ اس مسجد سے وابستہ دینی مدرسے کا نام جامع عربیہ تھا، جس کے مہتمم مولانا ابو الوفاء

Marfat.com

صاحب تھے۔ یہ صاحب نسلاً پٹھان تھے، افغانستان سے تعلق رکھتے تھے، انتہائی صالح اور متقی شخص تھے، زندگی بھر غیر شادی شدہ رہے اور تمام عمر حیدر آباد میں گذاری۔ مولانا جب قبلہ فقیر صاحبؒ سے متعارف ہوئے تو آپؒ کے محب بن گئے۔ قبلہ فقیر صاحبؒ بھی ان کے ہاں عموماً جایا کرتے تھے۔ آپؒ کی تصنیف عرفان ان کی پسندیدہ کتاب تھی۔ اس کی پہلی اشاعت میں کتابت وعبارت کی کئی غلطیاں رہ گئی تھیں جن کی تصحیح اور درستی بھی مولانا صاحب نے کی تھی۔

صاحبِ عرفانؒ اور ایک اہم اجتماع:

عرفان شائع ہوکر حیدر آباد پہنچ چکی تھی اور پڑھنے والوں کی ایک بڑی تعداد پر اس کی قدر و قیمت آشکارا ہو چکی تھی، لہٰذا جب صاحبِ عرفانؒ دوسری بار ریاست دکن تشریف لے گئے تو قارئین آپؒ سے ملنے کے خواہش مند ہوئے۔ ملنے والوں میں دیگر لوگوں کے علاوہ چیف جسٹس صفدر یار جنگ بہادر، چوٹی کے وکلاء، معروف سیاستکار، اعلیٰ تعلیم یافتہ اور جید علماء بھی شامل تھے۔ اس غرض کی تکمیل کی خاطر نواب بہادر یار جنگ نے قبلہ فقیر صاحبؒ کے لیے ایک رات بعد از نمازِ عشاء پر تکلف دعوت کا اہتمام کیا جس میں مذکورہ تمام حضرات کو بھی مدعو کیا گیا۔ دعوت کے بعد قبلہ فقیر صاحبؒ اور باقی مدعوئین کو ایک بڑے ہال میں لے جایا گیا فقیر صاحبؒ سے تعارف کے بعد گفتگو کا آغاز ہوا تو دین کے مختلف ظاہری و باطنی پیچیدہ مسائل زیرِ بحث آئے۔ اس قسم کی اہم مجلس سے آپؒ پہلے کبھی دو چار نہ ہوئے تھے، لہٰذا اس مجلس کی اہمیت اور اس میں موجود افراد کی علمی حیثیت کا آپؒ کو بھی احساس و اعتراف تھا۔ آپؒ کے دوست عبدالعزیز صاحب اور عبدالحمید خان بھی ایک طرف بیٹھ کر اس محفل سے محظوظ ہو رہے تھے۔

اہل محفل میں سے ایک صاحب نے نظریۂ وحدت الوجود اور نظریہ وحدت الشہود میں فرق کے بارے میں دریافت کیا۔ آپؒ نے جواباً فرمایا کہ نظریۂ وحدت الوجود کی مثال یوں ہے گویا ایک شخص سورج کی روشنی میں دیگر نجوم و کواکب کو نہیں دیکھ پاتا جب کہ یہ آسمان پر ہر وقت موجود رہتے ہیں۔ اور نظریہ وحدت الشہود کی مثال یوں ہے جیسے ایک شخص بصارت کی تیزی کی وجہ سے سورج کے ساتھ ساتھ دیگر ستاروں اور سیاروں کو بھی دیکھ سکتا ہے۔ فرمایا! کہ

Marfat.com

روزِ ازل جب اللہ تعالیٰ نے ارواح پر اپنے نور کی تجلی فرمائی تو بعض ارواح کی نگاہ خیرہ ہو گئی اور انہیں سوائے نورِ خداوندی کے کوئی شے نہ سوجھی لہٰذا انہوں نے دنیا میں آ کر اس اثر کے تحت ہر شے میں ذاتِ خداوندی کو ثابت کیا اور مخلوق اشیاء کی نفی نہ کی اور سمجھا کہ یہ سب کچھ وہی ذات ہے۔ یہ لوگ مجذوبین، معذورین، ہمہ اوستی اور وحدت الوجودی کہلائے۔

اس کے برعکس روزِ ازل جب بعض ارواح نے نورِ خداوندی کو ملاحظہ کیا تو ان کی قوتِ بصارت اپنی جگہ پر قائم اور بحال رہی۔ ان بلند ہمت اور وسیع حوصلہ ارواح نے دنیا میں آ کر سوال الست کے جواب میں اقرار بلیٰ کو عملاً نبھایا اور نورِ ذات کو مقامِ ربوبیت میں اور ظلمتِ وجود کو مقامِ عبودیت میں دیکھا۔ یعنی انہوں نے اقرارِ لسان اور تصدیقِ قلب سے اپنے رب کو ثابت کیا اور علم و عمل سے اپنی ذات کی نفی کی۔ انہوں نے اپنے مرکب وجود میں رنگِ قدم سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کی اور بوئے حدث سے خود کو پہچانا۔ ان خوش بختوں نے جملہ باطل معبودوں اور فانی مقصودوں سے منہ موڑ کر اس کی شمعِ جمال پر پروانہ وار اپنی جانیں نثار کر دیں اور مراحلِ بعد وفنا سے گزر کر قرب و بقا سے ہم آغوش ہو گئے۔ ان عقل مندوں نے موجودات کو اس ذات کا ذریعہ اظہار جانا اور اس ذات کو جیسا تھا ویسا ہی مانا۔

یہ دور بین اصحاب محبوبین، ہمہ از اوستی اور وحدت الشہودی کہلائے۔ فرمایا! یہی صحیح ترین نظریہ ہے۔ اہل سنت والجماعت اور حق پرستوں کا یہی مذہب ہے اور ہم خود اس نظریے کے مقلد ہیں۔ نظامِ ہستی کو اس ذات سے قیام ہے اور یہ سب اس کی تخلیق و ملکیت ہے تاہم وہ خود اس کے گرد و غبار سے ماوراء اور منزہ ہے۔ فرمایا! قرآن کریم کی یہ آیت اس بات کی گواہ ہے ﴿فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ﴾ (محمد۔ آیت: ۱۹) یعنی اس بات کو جان لے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس آیت میں پہلے باطل معبودوں کی نفی ہے پھر معبودِ برحق کا اثبات ہے۔ یہی سیدھا راستہ، حقیقی توحید اور عرفانِ ذات ہے۔

فرمایا! مشرب ہمہ اوست اور عقیدہ وحدت الوجود رجعتوں اور لغزشوں سے معمور ہے۔ اگر اس کا رنگ توحیدی اور حالی ہے تو اس کی قبولیت اور جواز کا امکان ہو سکتا ہے، اس کے برعکس اگر تقلیدی اور قالی ہے تو یہ عوام کے لیے غیر پرستیوں اور گمراہیوں کا باعث ہو سکتا

Marfat.com

ہے۔ ایسے لوگوں نے ذات واجب الوجود کو مخلوقات میں خیال کر کے حسن پرستی، اصنام پرستی، پیر پرستی، قبور پرستی، اجرام پرستی، اوتار پرستی اور دیگر غیر پرستیوں کو اپنا لیا۔ فرمایا! منصور حلاجؒ کا انا الحق کہنا حالی تھا لیکن شریعت نے مواخذہ کر کے منصورؒ کو سولی چڑھا دیا کہ عوام اہلِ تقلید وقال کی گمراہی کا اندیشہ تھا، جبکہ فرعون کا ''انا ربکم الاعلی'' کہنا دجالی تھا۔ فرمایا! نفسانی لوگوں کا اظہارِ کبروانانیت بوجہ نفس ہوتا ہے جبکہ اہل اللہ روحانی لوگوں کی انا اور تفاخر ذاتِ کبریا سے ہوتا ہے۔ مشرب ہمہ اوست اور وحدت الوجود میں جو لوگ اہل توحید اور صاحبِ حال ہوتے ہیں۔ وہ معذور مجذوب تصور کئے جاتے ہیں اور جو لوگ اہل تقلید وقال ہوتے ہیں وہ ضالین اور گمراہ متصور ہوتے ہیں۔ اس مدلل اور مکمل جواب سے سائل اور سامعین پوری طرح مطمئن ہو گئے۔

اہل محفل میں سے ایک اور شخص نے، جو غالباً تفضیلی شیعہ تھا، ایک متنازعہ مسئلہ اٹھاتے ہوئے پوچھا کہ خلفائے راشدین میں سے کس کو فضیلت حاصل تھی: آپؒ نے جواباً فرمایا! کہ خلفائے راشدین بحوالہ صفات ایک دوسرے سے مختلف تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی اپنی خوبی میں حدِ کمال تک پہنچایا ہوا تھا صفات و کمالات میں اختلاف کے باعث ہم ان کے درمیان مقابلہ نہیں کر سکتے۔ مقابلہ ایک صفت کے حامل افراد کے مابین کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً: ظاہری فنون کے حوالے سے یوں نہیں کہا جا سکتا کہ فلاں پہلوان کو فلاں گویے پر یا فلاں گویے کو فلاں خطاط پر فوقیت حاصل ہے۔ یونہی باطنی خصوصیات کے لحاظ سے عدل کو صدق سے اور علم کو حیا سے نہیں بڑھایا جا سکتا۔ ہم صدقِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، عدلِ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، حیا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ اور علم علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنے اپنے مقام پر تسلیم کرتے ہیں اور ظاہری ترتیبِ خلافت کو رائے زنی کئے بغیر مانتے ہیں۔ اس کافی جواب سے اختلاف کئے بغیر سائل اور موجود احباب مطمئن ہو گئے۔

میزبان نواب بہادر یار جنگ نے بھی گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا کہ آپؒ نے کتابِ عرفان میں ترکِ دنیا اور ذکرِ اللہ پر بہت زور دیا ہے اور آپؒ عملاً خود بھی اس پر کاربند رہے ہیں جبکہ قدرت نے انسانوں کو مختلف صفات پر پیدا فرمایا اور ان سے مختلف کام لے

رہی ہے۔ اب اگر تمام انسان بقول عرفان اپنے فرائض کو چھوڑ کر ذکر اللہ اور ترکِ دنیا کو اپنا لیں تو کاروبارِ ہستی کیونکر چلے گا۔ صاحبِ عرفانؒ نے جواباً فرمایا کہ عرفان کے مندرجات سے یہ ہرگز مراد نہیں کہ دنیوی امور سے کلیتاً پہلوتہی کر لی جائے بلکہ مقصد یہ ہے کہ اخروی امور کو ان پر فائق تصور کیا جائے اور فقط دنیا داری کو ہی مقصدِ حیات نہ بنا لیا جائے۔ عام آدمی یادِ الٰہی اور کاروبار دنیوی کو ساتھ ساتھ چلا سکتا ہے۔ البتہ قدرت بعض انسانوں کو بعض ادوار میں بے اختیار کر کے پوری طرح ذکر اللہ اور ترکِ دنیا کے لیے وقف کر لیتی ہے۔ فرمایا! جب میرے ساتھ یہ معاملہ ہوا تو جذبۂ ذکر خداوندی اور غیر مرئی کشش نے مجھے گھیر کر مجبور و بے بس کر دیا تھا جس نے مجھے ایک زمانہ تک گوشہ نشین اور فارغ الدنیا بنائے رکھا۔ جس کی بعد میں وہ شدت نہ رہی۔ یہ دلچسپ محفل رات گئے تک جاری رہی۔

قیامِ حیدر آباد کے دوران چند احباب نے آپؒ کی ملاقات نظامِ دکن نواب میر عثمان علی خان سے کرانی چاہیے لیکن آپؒ نہ مانے اور فرمایا کہ میں مزید شہرت و تعارف نہیں چاہتا۔ میری کتب کی طباعت کا بڑا مقصد اللہ تعالیٰ نے پورا فرما دیا ہے اور میں اتنے پر راضی ہوں۔ آپؒ پورے دو ماہ گزارنے کے بعد اپنے وطن واپس لوٹ آئے اور یوں حیدر آباد دکن کا اہم اور یادگار سفر تمام ہوا۔

کتاب عرفان کا اثر و سفر:

صاحبِ عرفانؒ فرمایا کرتے تھے کہ طلب حق و معرفت کے جن شدید جذبات و احساسات سے میں گزرا ہوں انہیں لفظوں کا جامہ پہنا کر کتاب عرفان کی صورت میں دنیا کے سامنے پیش کر دیا، اس لیے اس کی تحریروں میں ان جذبات و احساسات کا حال اور اثر موجود ہے، لہٰذا قاریٔ عرفان دورانِ مطالعہ حسبِ ظرف ان کیفیات و اثرات سے دوچار ہوتا ہے۔ کیونکہ تحریر و تقریر میں محرر و مقرر کا ارادہ اور روح کارفرما ہوتے ہیں جو قاری اور سامع کو متاثر کرتے ہیں۔ انہی خوبیوں کے باعث ذرائع ابلاغ کے فقدان کے باوجود عرفان کی پہلی اشاعت ہی اس قدر مقبول ہوئی کہ بہت مختصر وقت میں تمام ہو گئی۔ اسے جس نے ایک بار پڑھا اسی کا ہو کر رہ گیا۔

Marfat.com

عرفان کے ایسے قارئین میں سے آپؒ کے ایک مخلص یوسف حسن سروری صاحب بھی تھے۔ موصوف کلکتہ شہر کے رہائشی تھے۔ اور انڈین نیوی میں ملازم تھے، بنابریں ان کو غیر ممالک جانے کا موقع ملتا رہتا تھا۔ ان اسفار میں وہ عرفان کو اپنے ساتھ رکھتے اور جہاں کہیں موقع ملتا اس کے مندرجات سے لوگوں کو آگاہ کرتے رہتے۔ یہ صاحب تقسیم ہند سے قبل محرم الحرام کے دنوں میں حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کے دربارِ مقدس پر بغرضِ زیارت حاضر ہوا کرتے تھے۔ تقسیم کے بعد ویزا اور پاسپورٹ کی شرائط اور مشکلات کے سبب اس سعادت سے محروم و معذور ہو گئے۔

یوسف حسن صاحب کو ۱۹۵۰ء میں جنوبی آسٹریلیا جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں ان کی ڈاکٹر محمد عالم سے ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے حسبِ عادت ڈاکٹر صاحب کو کتاب عرفان دکھائی تو وہ اسے پڑھ کر اس قدر متاثر ہوئے۔ کہ باقاعدہ صاحبِ عرفانؒ کے عقیدت مندوں میں شامل ہو گئے۔ ڈاکٹر صاحب نسلاً پٹھان تھے اور قندھار (افغانستان) سے تعلق رکھتے تھے۔ آسٹریلیا کے شہر ''ایڈی لائیڈ'' (Adelaid) میں عرصہ سے مقیم تھے اور طب و حکمت کے کام سے وابستہ تھے۔ انہوں نے اپنا ہسپتال کھول رکھا تھا جس میں وہ مخلوقِ خدا کا مفت علاج کیا کرتے تھے۔ اس سے قبل وہ سونے کی کانوں کے ٹھیکیدار تھے جس سے انہوں نے کروڑوں کی دولت کمائی۔ انہوں نے قبلہ فقیر صاحبؒ کو کتب کی طباعت کے سلسلے میں دو تین بار خاصی رقم بھی بھیجی۔ غالباً ۱۹۵۵ء میں جب وہ افغانستان گئے تو واپسی پر کراچی میں ایک ماہ تک مقیم رہے۔ بڑھاپے، ناواقفیت اور سفر کی مشکلات کی وجہ سے قبلہ فقیر صاحبؒ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے۔ اس دوران وہ آپؒ سے خط و کتابت کرتے رہے۔ انہوں نے ملاقات کی غرض سے آپؒ کو کراچی آنے کی دعوت دی لیکن آپؒ نے قبول نہ فرمایا۔ ڈاکٹر صاحب ایک ماہ بعد بمبئی کے راستے آسٹریلیا کو واپس لوٹ گئے۔ انتقال کے وقت ان کی عمر سو سال سے زائد تھی۔

اسرارِ سلطانی اور سی حرفی:

اسرارِ سلطانی حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کے پنجابی ابیات پر مشتمل مختصر

Marfat.com

سی کتاب ہے جس کے آخر میں حضرت سلطان صاحبؒ کی شان میں کہی گئیں چند مناجات بھی درج ہیں جو بہت مقبول ہیں۔ جن دنوں آپؒ اسرار سلطانی کو شائع کرنے کا ارادہ رکھتے تھے تو ایک روز حافظ محمد حسین صاحب سے فرمایا کہ ہم نے گزشتہ رات اپنے مرشد حضرت سلطان نور احمد صاحبؒ کو خواب میں دیکھا۔ آپؒ اپنے بڑے بھائی حضرت سلطان نور محمد عرف نور جانن صاحبؒ کی کہی ہوئی درد و محبت سے معمور پنجابی سی حرفی پڑھ رہے ہیں اور کیفیت یہ ہے کہ آپؒ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور ساتھ ہی ہم بھی رو رہے ہیں۔ فرمایا! لگتا ہے کہ حضرت نور احمد صاحبؒ اس سی حرفی کے شائع ہونے کے خواہش مند ہیں۔ لہٰذا آپؒ نے اسے بھی اسرار سلطانی میں شامل کر کے شائع کر دیا۔

کجائی شاہ محی الدین کجائی:

صاحب عرفانؒ نے اپنی تصنیف ''مخزن الاسرار و سلطان الاوراد'' کے اور ادوالے حصے میں حضرت غوث اعظم سید شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کی شان میں کہی گئی ایک فارسی مدحیہ نظم شامل فرمائی ہے جو ''کجائی شاہ محی الدین کجائی'' سے شروع ہوتی ہے۔ جن دنوں آپؒ نے اسے نظم کیا تھا ان دنوں ایک بزرگ آپؒ کو خواب میں ملے اور خوش ہو کر فرمایا کہ ''تیر خوب نشانے پر مارا ہے''۔ آپؒ اس منقبت کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ یہ حالتِ مقبولیت و اجابت میں زبان پر جاری ہوئی تھی۔ بقول آپؒ کے یہ فارسی قصیدہ حضرت پیرانِ پیر قدس سرہ کے قصیدۂ غوثیہ شریف کے جواب میں لکھا گیا۔ چونکہ یہ پاکیزہ خال اور مقبول ساعتوں میں لکھا گیا تھا، لہٰذا اچھے اثرات کا حامل ہے جو شخص اسے قصیدہ غوثیہ کے بعد یمن و برکت کے لیے پڑھے گا انشاء اللہ اسے مراد براری کے لیے تیر بہدف اور کارگر پائے گا۔

حقیقتِ روایات اور روحانی قوتوں میں فرق:

صاحبِ عرفانؒ فرمایا کرتے تھے کہ بزرگوں سے منسوب روایات کو عموماً لوگ خوش عقیدتی کے باعث بڑھا چڑھا کر غلط رنگ میں پیش کرتے ہیں اور کچھ کا کچھ بنا دیتے ہیں۔ عدم واقفیت اور اندھی تقلید ایسی روایات کو تاریخ کا حصہ بنا دیتے ہیں جن کی تحقیق و تردید عام آدمی

Marfat.com

کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ البتہ زندہِ دل لوگ دعوت ومراقبہ کے ذریعے ان حقائق سے پردہ اٹھا سکتے ہیں۔ فرمایا! کہ اس طرح کی مبالغہ آمیز روایات حضرت بابا فرید گنج شکرؒ سے بھی منسوب چلی آرہی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ بابا صاحبؒ بارہ سال تک کچے دھاگے کے ساتھ کنویں میں الٹے لٹکتے رہے ہیں۔ دوسری یہ کہ آپؒ نے بارہ سال تک روٹی نہیں کھائی اور جب بھوک ستاتی تو آپؒ کاٹھ کی روٹی کو منہ میں لے کر بھوک کی شدت کو کم کرلیا کرتے۔

قبلہ فقیر صاحبؒ نے فرمایا! ایک بار بابا صاحبؒ سے دعوت کے ذریعے باطن میں ملاقات ہوئی تو مذکورہ روایات کے بارے میں استفسار کیا۔ انہوں نے جواباً فرمایا! حقیقت یہ ہے کہ ''میں نے بارہ سال تک روزانہ ایک مقرر وقت پر درخت کے ساتھ رسہ اور رسے کے ساتھ پاؤں باندھ کر اور الٹا لٹک کر ایک خاص وظیفہ پڑھا ہے جبکہ عوام نے رسے کو کچا دھاگہ اور درخت کو کنواں بنا دیا''۔ پھر فرمایا کہ دوسری روایت کی اصل اس طرح ہے کہ ''میں نے بارہ سال تک روٹی نہیں کھائی اور جنگلی میوؤں پر گزر بسر کی ہے''۔ قبلہ فقیر صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ بابا صاحبؒ کا رنگ سانولا، آنکھیں موٹی اور چہرہ بہت بارعب تھا۔

قبلہ فقیر صاحبؒ نے فرمایا! یونہی ایک غیر قادری بزرگ کی روحانی قوت کا بڑا چرچا تھا۔ ایک دفعہ باطن میں ان سے ملاقات ہوئی۔ اختتامِ ملاقات پر انہوں نے چڑیا کی شکل اختیار کی جس سے ان کی باطنی حیثیت کا اندازہ ہوا۔ اس معاملے کی توجیہہ کرتے ہوئے فرمایا کہ قادری بزرگ فضائے باطن میں شہبازانِ لامکانی کی مانند ہوا کرتے ہیں۔ ان کے مقابلے میں دیگر سلاسل کے بزرگ کمتر پرندوں کی مثل ہوا کرتے ہیں۔ پھر قادری بزرگوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ لوگ قدرت کے خاص فضل وکرم کے حامل ہوا کرتے ہیں۔ یہ حضرات بیشۂ ناسوت میں شیروں کی مانند نمودار ہوتے ہیں۔ ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ ہوا کرتا ہے۔ اللہ کے رنگ میں رنگے ہوئے ان بندوں کی دعا اور توجہ سے قدرت ناممکن امور کو بھی ممکن بنا دیتی ہے۔

آواز کا جادو

صاحبِ عرفانؒ خود بھی خوش آواز تھے اور اچھی آواز کو پسند بھی فرماتے تھے۔ آپؒ فرمایا

کرتے تھے ایک جگہ دو قبور ساتھ ساتھ تھیں ان میں سے ایک پر دعوت پڑھی۔ پھر جب عالمِ استغراق میں گئے تو باطن میں آسمان پر وہ ستاروں کی مانند دکھائی دیئے۔ ان کو دیکھ کر اپنا باطنی وجود بھی ان کی جانب پرواز کر گیا۔ وہاں عرشِ الٰہی کو اسماء عظام سے منقش و منور پایا۔ پھر ایسی غیر مخلوق پیاری آواز سنی جس کی لذت بیان سے باہر تھی۔

ظاہر و باطن میں تضاد:

اکثر لوگوں میں ظاہر و باطن کا تضاد اور اختلاف پایا جاتا ہے۔ جب ان سے واسطہ پڑتا ہے اور بے تکلفی بڑھتی ہے تو ان کا دوغلا پن بھی سامنے آجاتا ہے۔

ایک بار ایک اچھا بھلا صوفیانہ وضع کا آدمی قبلہ فقیر صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ پہلے سنجیدہ دینی گفتگو کرتا رہا پھر مطلب پر اتر آیا اور بولا کہ ''مجھے بچوں کی شادیوں کے لیے ایک لاکھ روپے کی ضرورت ہے''۔ ان دنوں لاکھ روپے آج کل کے کروڑ سے بھی زیادہ تھے۔ آپؒ نے اس کو اپنی مالی کمزوری اور بے سروسامانی سے آگاہ کیا اور فرمایا کہ میں خود بے گھر ہوں، اگر میرے پاس دولت ہوتی تو سر چھپانے کا سامان نہ کر لیتا۔ لیکن وہ اپنے مطالبے پر مصر رہا اور یوں طلب کرتا تھا جیسے رقم ابھی نکال کر دے دیں گے۔

ایک اور شخص نے آپؒ کی کتاب پڑھ کر ہندوستان سے آپؒ کے ساتھ بڑی عقیدت مندانہ خط و کتابت شروع کر دی۔ آپؒ بھی اس کی مراسلت اور بظاہر نیک جذبات سے متاثر تھے لیکن اس نے آخر میں لکھا کہ کوئی ایسا نقش اور تعویز بنا کر بھیجیں جس سے انزال جلدی نہ ہو۔

آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ زندگی میں قسم قسم کے مطلبی اور خبطی لوگوں سے واسطہ رہا ہے، جو دنیوی اغراض اور نفسانی خواہشات کو چھپائے رکھتے ہیں اور شروع میں خود کو طالبِ مولا ظاہر کرتے ہیں لیکن آخر کار آشکارا ہو جاتے ہیں۔

پھر آپؒ نے کسی کا حوالہ دیا جو کہا کرتا تھا کہ ''بندے بنانے کا کام غالباً فرشتوں کو ٹھیکے پر دے دیا گیا ہے۔ اس لیے ایسے دوغلے اور عجیب لوگ مارکیٹ میں آرہے ہیں، جن میں سے کسی کا دماغ نہیں ہے، کسی کا دل نہیں ہے، اور کوئی بصیرت سے محروم ہے۔

Marfat.com

تحریک پاکستان اور دعوت:

حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز نے اپنی تصنیف لطیف نور الہدیٰ میں دعوت کے مختلف طریقے تحریر فرمائے ہیں۔ ان میں ایک خاص الخاص اور منتہی دعوت کا تذکرہ بھی فرمایا ہے جسے حضور پاک ﷺ کی روحِ مقدسہ سے رابطہ پیدا کرنے کے لیے پڑھا جاتا ہے۔ یہ دعوت عموماً بڑے امور جیسے، کفر و اسلام کی جنگ میں اسلام کی فتح کے لیے یا قوموں کی تقدیریں بدلنے کے لیے پڑھی جاتی ہے اور آپ علیہ السلام کی روحِ مبارکہ سے معاونت و استمداد حاصل کی جاتی ہے۔ اس کے لیے آبادی سے باہر جا کر پاک ریت پر نبی کریم ﷺ کے روضۂ منورہ کا نقشہ بنا کر دعوت پڑھی جاتی ہے۔ ایسے مشکل اوقات میں فوری طور پر آپ ﷺ کے روضۂ اطہر تک پہنچنا ممکن نہیں ہوتا لہٰذا ریت پر اصلی روضہ پاک کا متبادل بنا کر دعوت پڑھی جاتی ہے۔

قبلہ فقیر صاحب سے اس دعوت کے پڑھنے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ تحریکِ پاکستان کے وقت یہ دعوت پڑھی تھی، کیونکہ اکثر لوگ پاکستان بننے کے مخالف تھے۔ خود مسلمان علماء اور ان کے مقلدین کی ایک بڑی تعداد ایک قومی نظریئے اور اکھنڈ بھارت کے علمبردار تھے۔ تحریک پاکستان کے نامور اور مخلص لیڈروں پر کفر اور سامراجی ایجنٹ ہونے کے فتوے اور الزامات عائد کیے جا رہے تھے لہٰذا ہمیں بڑی فکر اور پریشانی دامن گیر تھی کہ مسلمانوں کا اور ان کے الگ وطن کے خواب کا کیا بنے گا۔ ان حالات میں یہ منتہی دعوت پڑھی جس کی طفیل حضور علیہ السلام کی زیارت فیض بشارت سے مشرف ہوئے۔ آپ علیہ السلام نے اپنے دور کا قدیم عربی لباس زیب تن فرما رکھا تھا۔ روضۂ اقدس کی عمارت بھی ابتدائی تھی۔ آپ علیہ السلام روضۂ منورہ سے برآمد ہوئے، چہرہ مبارک پر نقاب ڈال رکھا تھا۔ آپ ﷺ نے تحریکِ پاکستان کی کامیابی اور تکمیل کے لیے دعا فرمائی۔ جب آپ علیہ السلام واپس ہوئے تو آپ علیہ السلام کے دائیں بائیں دو باوردی سپاہی دکھائی دیئے۔ اس دعا کی یمن و برکت سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں اور ان کے لیڈروں کی کوشش و مشقت کو کامیابی سے ہم کنار فرمایا اور پاکستان باوجود شدید مخالفتوں اور نامساعد حالات کے معرضِ وجود میں آ گیا۔

Marfat.com

قبلہ فقیر صاحبؒ فرماتے تھے کہ دنیا میں ہونے والے امور پہلے عالم امر کے باطنی جہان میں طے ہوتے ہیں بعد میں ان کے نتائج مادی صورت میں مادی دنیا میں رونما ہوتے ہیں۔ آپؒ سے دریافت کیا گیا کہ عام قبور پر دعوت پڑھ سکنے والا شخص یہ منتہی دعوت پڑھ سکتا ہے؟ آپؒ نے جواباً فرمایا کہ عام نفسانی آدمی پڑھتا رہے کچھ نہیں بنتا، جب تک کوئی دعوت پڑھنے میں عامل کامل نہ ہو۔

پاکستانی ہندو:

کسی محفل میں مسلمانانِ ہند کے آزاد ہو جانے اور ہندوؤں کے یہاں سے چلے جانے کا تذکرہ چھڑا تو قبلہ فقیر صاحبؒ نے بمسرت فرمایا! کہ پاکستان کا بن جانا اور مسلمانوں کا آزادی سے بہرہ ور ہو جانا اللہ جل شانہٗ کی خاص مہربانی تھی ورنہ اہل اسلام کا کوئی حال نہ تھا۔ اقتصادی حالت یہ تھی کہ غلے کے خروار اور ڈھیر میں مسلمان برکت اور تحفظ کے خیال سے بسم اللہ (لکڑی پر کندہ کیا ہوا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) چھپاتے تھے کہ شاید یوں ہندوؤں کے تصرف سے بچ جائے لیکن بنیئے سارا غلہ مسلمانوں کے ذمے قرض کے بدلے میں اونے پونے تلوا کر لے جاتے تھے۔ مسلمانوں پر ہندوؤں کے قرضوں کا یہ حال تھا کہ سندھ اور بہاول پور کے بعض علاقوں میں تنگدستی اور افلاس کے باعث مقروضوں سے ان کی عورتیں تک گروی رکھوالی جاتی تھیں۔

فرمایا! ایک بار ایک ہندو زمیندار کے بوٹ ایک بار لیش غریب مسلمان کو اپنی پگڑی سے صاف کرتے ہوئے دیکھا تو انتہائی دکھ ہوا۔ جب وہ جھکا ہوا بوٹ صاف کر رہا تھا تو اس کی داڑھی بھی بوٹوں کو چھو رہی تھی اور یوں ہل رہی تھی جیسے داڑھی سے صاف کر رہا ہوں۔

فرمایا! ہندوؤں کے ایک تہوار میں ایک مسلمان کو معمولی معاوضے پر چمڑے کی پوستین (چمڑے کا کوٹ) پہن کر بندر کی صورت بنا کر ہنومان کا بہروپ اپناتے دیکھا۔ گرمی سے اس کا برا حال ہو رہا تھا۔ ایسے واقعات دیکھ کر پیروں تلے سے زمین نکل جاتی اور زبان سے بے ساختہ نکل جاتا کہ خداوند: اس قوم کا کیا بنے گا؟

فرمایا! جب ہندو دفع ہوئے تو خوشی ہوئی تھی کہ جان چھوٹی لیکن خلافِ توقع قائداعظم

Marfat.com

وغیرہ کے بعد پاکستانی ہندو یعنی قولاً مسلمان اور عملاً کافر حکومت پر قابض ہو گئے۔ اللہ کرے ان سے بھی چھٹکارا حاصل ہو جائے آپؒ کی اس دعا اور تمنا کے کچھ عرصہ بعد ایوب خان کا فوجی انقلاب آیا تو اس پر خوشی اور اطمینان کا اظہار فرمایا۔

سادہ لوحی اور مکاری

جن دنوں قبلہ فقیر صاحبؒ رحمانیہ ٹیکسٹائل ملز، فیصل آباد میں قیام فرما تھے، ان دنوں ایک بھولا بھالا نوجوان مستری چوہدری نیاز الدین صاحب کے توسط سے آپؒ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوا۔ یہ نوجوان پہلے کسی گیلانی سید کا مرید تھا۔ اس کے والد نے اس کی بیعت وہاں سے تڑوا کر ایک مکار پیر کے ہاں پھنسوا دیا۔ یہ پیر خود کو شاعر بھی بتاتا تھا جبکہ وہ شاعر نہ تھا اور دوسروں کے اشعار کو اپنا کہہ کر پڑھتا رہتا تھا۔ پھر قبلہ فقیر صاحبؒ کی کتاب عرفان اس جوان کے ہاتھ آ گئی جسے پڑھ کر وہ آپؒ کے سلسلے میں شامل ہو گیا۔

جنرل ایوب خان کی مارشل لاء کا زمانہ تھا۔ جنرل اعظم خان مغربی پاکستان کے گورنر تھے۔ یہ نوجوان مستری جائیداد کے کلیم کے سلسلے میں جنرل اعظم خان سے ملنا چاہتا تھا۔ اس نے بڑی محنت سے ایک چھری بنوا رکھی تھی جو اس نے بطورِ تحفہ جنرل صاحب کو پیش کرنی تھی۔ اس نے چھری قبلہ فقیر صاحبؒ کو دکھائی اور کہا دعا کریں تا کہ جنرل اعظم خان کو پیش کر سکوں اور زمین کا کام کروا سکوں۔ آپؒ کو اس کے بھول پنے پر ہنسی آئی اور اس سے فرمایا۔ کہ اتنے بڑے آدمی کو پیش کرنے کی غرض سے چھری نکالو گے تو قاتلانہ حملے کے شک یا مغالطے میں گرفتار ہو جاؤ گے لیکن وہ اس معاملے کے اس پہلو کو قابلِ اعتناء نہیں سمجھتا تھا۔ بعد میں وہ چھری جنرل صاحب کو تو پیش نہ کر سکا البتہ اے سی کو دے کر زمین کا کام کروا لیا۔

اس نوجوان کے جانے کے بعد سادہ لوح مریدوں اور مکار پیروں کا ذکر چل پڑا تو فرمایا! جیسی روح ویسے فرشتے کی مصداق مریدوں کے اعمال اور عقائد سے پیروں کے کردار ونظریات کا پتہ چلتا ہے۔ فرمایا! دھوکے باز پیر اور دروغ زن مرشد دراصل باطنی ڈاکو اور رہزن ہیں۔ انہی کی کاروائیوں نے وہابیت کو جنم وفروغ دیا۔ گو ان مکاروں کی نشاندہی کی حد تک وہابیت کو درست کہا جا سکتا ہے، لیکن ان دونوں طبقوں یعنی فریبی پیروں اور وہابیوں نے

بندگانِ خدا کو افراط وتفریط کے دلدل میں پھنسا کر اسلام کے معتدل اور سیدھے راستے سے روک رکھا ہے، اس معتدل راہ سے دائیں بائیں جتنے بھی راستے نکال لیے گئے ہیں وہ سب افراط وتفریط کے مغالطے سے ہم کنار ہیں جو حقیقی منزل سے دور لے جانے والے ہیں۔

اصلی سبقت وفضیلت

قبلہ فقیر صاحبؒ نے ۱۹۳۶ء میں عرفان، نور الہدیٰ فارسی اور بنام حق نماء اس کے اردو ترجمہ وشرح کے مسودات کی تیاری شروع کر دی تھی۔ اگلا مرحلہ کتابت کا تھا۔ آپؒ کی خواہش تھی کہ ان کتابوں کی کتابت ونگرانی گھر پر ہو سکے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے آپؒ اپنے لڑکے عبدالحمید خان کو فنِ کتابت سکھانے کی غرض سے لاہور لے گئے۔ لاہور جاتے وقت آپؒ نے فیصل آباد میں (جو اس وقت لائل پور تھا) ایک مخلص ملک غلام محمد صاحب کے ہاں قیام فرمایا۔ فیصل آباد میں ان دنوں غالباً ایک ہی ٹیکسٹائل ملز تھی جو کاٹن مل کے نام سے معروف تھی۔ اس کا مالک ایک ہندو تھا۔ آپؒ نے اس مل کو اندر سے بھی دیکھا۔ جب آپؒ کو بتلایا گیا کہ اس مل کا ہندو مالک کروڑ پتی ہے تو آپ نے فرمایا کہ اگر ہم عمر بھر مادی تگ ودو اور دنیوی بھاگ دوڑ کر لیں تو بھی اس ہندو بنیئے کی برابری کرنے یا اس پر سبقت لے جانے سے قاصر رہیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے باطنی وروحانی ہمت کے ساتھ اگر ایک قدم بھی اٹھا کر آگے رکھیں گے تو ایسے تمام زرداروں اور سرمایہ داروں سے بدر جہا آگے بڑھ جائیں گے، لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم اس حقیقی اور پائیدار راستے پر محو سفر رہیں تا کہ اہم اصلی سبقت وفضیلت سے ہمکنار ہو سکیں۔

اہل دنیا کی خود غرضی:

دنیاداروں کی مطلب پرستی اور خود غرضی عوام سے بھی پوشیدہ نہیں، خواص فقراء اور اولیاء نے تو ان لوگوں کو خوب سمجھا، پھر ان کی ہجو بھی کی اور ان سے خاص اجتناب برتا۔

حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کے دربارِ اقدس پر ایک شخص کتابیں فروخت کیا کرتا تھا۔ اول تو وہ قبلہ فقیر صاحبؒ کی تصانیف رکھنے اور فروخت کرنے سے گریز کرتا اور

Marfat.com

اگر رکھ کر فروخت کر دیتا تو رقم اونے پونے ادا کرتا اس کے ساتھ ساتھ وہ آپؒ سے اپنے دل کی سختی اور مردنی کی شکایت بھی کرتا اور طنزاً وشکایتاً کہا کرتا کہ اس سلسلے میں آپؒ کچھ مدد و مہربانی کر کے میرا دل زندہ کر دیتے تو آپؒ کا کیا بگڑ جاتا۔ آپؒ فرمایا کرتے کہ جو شخص اپنی کمینی دنیا میں فقیر کو شریک کرنے سے گریزاں اور محترز رہے فقیر اسے کیونکر عقبیٰ کے فوائد میں اپنا شریک بنائے۔

ایک اور حریص دنیا دار کے بارے میں فرمایا کہ ہمیں تنگ کیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ مجھے فقر کی دولت عطا فرما دیں جبکہ وہ ہمیں اپنی کمینی اور پوچ دنیا میں شریک نہ کرنا چاہتا تھا اور ہم سے فقر کی ابدی اور سرمدی دولت کا طلبگار بنتا تھا۔

اصلیت کا اندازہ لگا لیتے:

فقر و تصوف عمر بھر صاحبِ عرفانؒ کا اوڑھنا بچھونا رہا۔ اس سلسلے میں قدرت نے آپؒ کو علماً اور عملاً وہ کچھ عطا کیا جس کی آپؒ نے آرزو کی۔ اس موضوع پر آپؒ کا مطالعہ بہت وسیع اور نظر دور رس تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو آنکھ کے نور کے ساتھ ساتھ دلِ بینا سے بھی نواز رکھا تھا جس کی بدولت آپؒ ملنے والوں کی اصلیت کا اندازہ اپنی باطنی استعداد اور روحانی توفیق سے لگا لیا کرتے تھے، پھر جب تحقیق کی جاتی تو آپؒ کا اندازہ یقینی اور درست قرار پاتا۔

۱۹۳۶ء میں جب آپؒ اپنے لڑکے عبدالحمید خان کو نامور خطاط منشی عبدالمجید پروین رقم کے پاس بٹھانے کے لیے لاہور تشریف لے گئے تو اس وقت منشی صاحب کے ہاں سلسلہ چشتیہ کے ایک پیر صاحب موجود تھے جن کی قبلہ فقیر صاحبؒ سے ملاقات اور گفتگو ہوئی۔ وہاں سے واپسی پر آپؒ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ پیر صاحب کے اندر بہت تھوڑی روحانیت تھی جسے میں نے اپنی معمولی باطنی توجہ سے بطور آزمائش سلب کر لیا لیکن وہ اپنے اندر سے اس قدر بے خبر اور ناواقف نکلے کہ انہیں اپنی روحانیت کے چھن جانے کا احساس تک نہ ہو سکا، جبکہ عموماً سلب ہو جانے والے کو علم ہو جایا کرتا ہے۔

جن دنوں آپؒ حیدر دکن کی صلح سرائے یعنی شاہی مہمان خانے میں بطورِ مہمانِ خصوصی مقیم تھے تو ان دنوں چند افراد آپؒ سے ملنے کے لیے آئے ان میں سے دو بھائی بھی تھے۔

Marfat.com

ان بھائیوں میں سے چھوٹے کی داڑھی تھی جب کہ بڑا داڑھی منڈھا تھا۔ دورانِ گفتگو آپؒ بڑے کی جانب زیادہ متوجہ رہے۔ ان کے جانے کے بعد جب آپؒ سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو جواباً فرمایا کہ بظاہر بڑا ریش تراشیدہ تھا لیکن اس میں قدرے روحانی برکت تھی، جبکہ باریش روحانیت سے بے بہرہ تھا۔ بعد میں تحقیق پر تصدیق ہوئی کہ بڑا تہجد گزار اور زیادہ پرہیز گار تھا۔ آپؒ ظاہر شریعت کا بڑا لحاظ اور اہتمام فرماتے تھے لیکن درون بینی کے باعث باطنی صفائی کو بھی ملحوظِ خاطر رکھتے تھے۔

آپؒ کے محلے کا ایک لڑکا تھا جو تیرہ چودہ سال کی عمر میں بہت خاموش اور ہم عمروں سے لاتعلق رہتا تھا۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ اس عمر میں لڑکے اس قدر خاموش اور علیحدگی پسند نہیں ہوتے۔ یہ لڑکا ضرور پاگل ہو جائے گا۔ بعد میں وہ لڑکا واقعی پاگل ہو گیا۔

قبر یقیناً موجود ہے:

قبلہ فقیر صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ زندہ دل آدمی کو بغیر دیکھے بھی کسی قبر کی موجودگی کا احساس ہو جاتا ہے۔ جب پوچھا گیا کہ ایسا کیونکر ہوتا ہے تو جواب میں فرمایا کہ اہل قبر بھی اگر باطنی بیداری اور روحانی زندگی کا حامل ہو تو وہ باطنی طور پر گویا ہو کر اپنی زندگی اور موجودگی کا احساس کرواتا ہے۔ یہ احساس روحانی اور باطنی لہروں کے ذریعے زندہ قلب انسان کو ہو سکتا ہے۔ مردہ دل آدمی بہرے کی مثل ہوتا ہے جو روحانی آواز کو سننے سے عاری ہوتا ہے۔ باطنی احساس کا یہ دائرہ روحانی اہل قبر کی طاقت و استعداد کے مطابق کم وبیش ہوتا ہے۔

ایک بار قبلہ فقیر صاحبؒ اپنے فرزند غلام سرور صاحب کے ہمراہ میانوالی میں حضرت حاجی مخدوم علی صاحبؒ کے مزار کے قریب سے گزر رہے تھے۔ آپؒ نے ان کی روحانیت کو محسوس کیا تو بغرضِ زیارت وہاں حاضری دی۔ بعد میں اپنے فرزند سے فرمایا کہ صاحبِ مزار بڑی روحانی قوت کے حامل ہیں۔ اگرچہ آج کل ان کا مزار مرجع انام نہیں ہے تاہم ایک روز اسے بڑی شہرت حاصل ہو گی۔ وہ رات آپؒ نے ان کے مزار پر گزاری۔ تہجد کے وقت آپؒ نے مزار پر دعوت پڑھی۔ اس دوران غلام سرور صاحب نے خواب میں کھلی آستینوں والی قمیض میں ملبوس ایک میانہ قد، سفید ریش بزرگ کو دیکھا، وہ مزار سے باہر آئے انہوں نے

Marfat.com

غلام سرور صاحب سے ہاتھ ملایا اور دوبارہ مزار میں روپوش ہو گئے۔ صبح جب انہوں نے یہ خواب قبلہ فقیر صاحبؒ کو سنایا تو آپؒ نے فرمایا کہ یہی صاحبِ مزار تھے۔

یونہی ۱۹۳۵ء میں آپؒ اپنے لڑکے عبدالحمید خان کے ہمراہ لاہور کی کسی گلی سے گزر رہے تھے۔ آپؒ نے اس سے فرمایا کہ مجھے نزدیک کسی قبر کا احساس ہو رہا ہے۔ اس نے وہاں موجود چند افراد سے قبر کی بابت دریافت کیا تو انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ آپؒ نے فرمایا کہ قبر یقیناً موجود ہے کیونکہ مجھے اس کا احساس بڑا واضح اور صاف ہو رہا ہے۔ دوبارہ تحقیق کی گئی تو ایک معمر شخص نے تصدیق کی اور آپؒ کو پر پیچ گلیوں میں سے گزار کر اس قبر تک پہنچا دیا۔ آپؒ نے وہاں فاتحہ خوانی کی اور واپس آ گئے۔

فرمایا! عوام میں جن پیروں اور خانقاہوں کا بڑا چرچا ہے ان میں سے کئی ایک کو دولتِ فقر و معرفت سے بالکل تہی دست پایا جبکہ بعض گمنام کچی قبروں اور سادہ منش گوشہ نشینوں کے ہاں اس سرمایہ کو فراواں پایا۔

آپؒ کا پسندیدہ صوبہ اور شہر:

پنجاب صاحبِ عرفانؒ کا پسندیدہ صوبہ اور لاہور پسندیدہ شہر تھا۔ آپؒ کی طلب و تعلیم کا خاص دور لاہور ہی سے شروع ہوا تھا، اور آپؒ کا باقاعدہ باطنی سفر یہیں سے جاری ہوا تھا۔ اس لیے کہ یہیں سے آپؒ ترکِ دنیا کر کے حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کے دربار مقدس پر جا کر مقیم ہوئے تھے۔ بنا بریں اس کی گزر گاہوں، عمارات اور مزارات سے آپؒ یوں مانوس تھے جیسے کوئی اپنے آبائی وطن سے ہوتا ہے۔

کلاچی کے قیام کے دوران آپؒ سال میں دوبار حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کے دربارہ عالی پر حاضری دیا کرتے، یہ ایک طرح کا معمول تھا، پھر یہاں سے پنجاب کے بعض دیگر شہروں کا بھی حسبِ ضرورت چکر لگاتے، تاہم لاہور کا چکر تقریباً ہر دورے میں شامل ہوتا۔ جب آپؒ کو کلاچی سے کتاب کی چھپائی کے سلسلے میں لاہور جانا ہوتا تو بھی آپؒ دربار شریف پر حاضری دیا کرتے، اس کے بعد عموماً ٹوبہ ٹیک سنگھ ڈاکٹر محمد رفیق حجازی صاحب کے ہاں تشریف لے جاتے، پھر وہاں سے لاہور کو چلے جایا کرتے۔

Marfat.com

۱۹۳۶ء سے پہلے جب آپؒ لاہور تشریف لے جایا کرتے تو آپؒ کا قیام اچھرہ میں عبدالغنی صاحب کے پاس ہوا کرتا تھا۔ بعد میں جب حکیم سلطان محمد صاحب سے تعلق بنا تو اندرون شیرانوالہ گیٹ میں ان کے ہاں قیام فرمانا شروع کر دیا۔ حکیم صاحب کے انتقال کے بعد اپنے مرید صوفی محمد علی صاحب کے ہاں اندرون یکی دروازہ میں قیام فرمایا کرتے۔ کبھی کبھار باغبانپورہ میں اپنے مرید مولوی محمد ارشد صاحب کے ہاں بھی اقامت گزیں ہو جایا کرتے۔

لاہور کے مزارات میں سے آپؒ حضرت میاں میر صاحبؒ، حضرت شاہ محمد غوث صاحبؒ اور حضرت شاہ چراغ صاحبؒ کے مزارات پر اکثر حاضر ہوا کرتے، تاہم حضرت میاں میر صاحبؒ کی زیادہ تعریف فرماتے اور ان کے مزار پر بغرضِ زیارت و دعوت عموماً تشریف لے جایا کرتے۔

ہر جگہ اپنی مرضی نہیں چلتی:

صوفی محمد علی صاحب مرحوم لاہوری اندرون یکی دروازہ رہا کرتے تھے۔ ان کا مکان تین منزلہ تھا اور غالباً اڑھائی، تین مرلے میں تھا۔ حکیم سلطان محمد صاحب کی وفات کے بعد جب قبلہ فقیر صاحبؒ کتب کی چھپائی کے سلسلے میں لاہور تشریف لے جاتے تو آپؒ کا قیام صوفی محمد علی صاحب کے مذکورہ مکان میں ہوا کرتا۔ عموماً مکان کی درمیانی منزل آپؒ کے لیے مخصوص ہوا کرتی۔ صوفی محمد علی صاحب لوہے کی چھتوں کے ٹھیکیدار تھے۔ انتہائی شریف، مخلص اور کم گو انسان تھے۔ صوفی صاحب اور ان کی والدہ صاحبہ قبلہؒ کے حلقہ ارادت میں شامل تھے۔ آخر میں صوفی صاحب جگر کے مستقل مریض ہو گئے تھے۔ علاج معالجہ بہت کروایا لیکن افاقہ نہ ہو سکا۔

ایک بار ایک حکیم صاحب جنہیں اپنی حکمت اور تجربے پر بہت بھروسہ اور ناز تھا صوفی صاحب کے مکان پر قبلہ فقیر صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر سرمایۂ فقر و عرفان کے طلبگار ہوئے۔ آپؒ نے اس سے فرمایا کہ آپ اپنی حکمت اور تجربے سے ہمارے مخلص صوفی محمد علی کو تندرست کر دیں، ہم آپ کو دولتِ فقر سے نواز دیں گے۔ یہ سن کر حکیم صاحب لاجواب

Marfat.com

ہو گئے۔

آپؒ نے فرمایا! جیسے صحت و تندرستی دنیا حکیم اور ڈاکٹر کے بس کی بات نہیں، البتہ وہ اپنی حکمت و تجربے کو آزما سکتا ہے، یونہی دولتِ فقر و عرفان بھی اللہ تعالیٰ کے حکم اور حضور علیہ السلام کے توسط و نوازش سے دے جا سکتی ہے۔ اگر فقیر کسی کی خدمت و محنت کو دیکھ کر اپنی مرضی سے کچھ دے بھی دے تو بھی لینے والا اپنی کم علمی اور نا اہلی سے اسے کھو دیتا ہے۔

فرمایا! کسی بچے کو پڑھایا اور لکھایا تو جا سکتا ہے لیکن اسے ذہانت و فطانت سے بہرہ ور نہیں کیا جا سکتا کہ یہ چیزیں خداداد ہیں۔

عظیم راز کا تفصیلی افشاء:

تصورِ اسم اللہ ذات اور دعوت القبور کی اصطلاحات اور ان کی اہمیت کے ذکر سے حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کی کتب معمور ہیں۔ لیکن آپ قدس سرہ العزیز کا طرز بیان اجمالی اور جداگانہ ہے، جس کی وجہ سے قاری ان کے صحیح مفہوم اور طریق کار تک نہیں پہنچ پاتا۔ صاحب عرفانؒ نے اس عظیم راز کو اپنی تصنیف عرفان میں ایسی شرح و بسط کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ ان اصطلاحات کو سمجھنا، ان پر عمل درآمد کرنا اور ان کے فوائد سے ہم کنار ہونا بالکل آسان ہو گیا ہے۔ حضرت سلطان صاحبؒ کے اجمالی اندازِ تحریر میں پوشیدہ خزانے کا مفصل تشریح کے ذریعے افشاء طالبانِ حق پر آپؒ کا ایک طرح سے عظیم احسان ہے۔

آپؒ کے انتہائی مخلص دوست حکیم سلطان محمد صاحب نے قبل ازیں حضرت سلطان صاحبؒ کی کتب کے ذریعے تصور اسم اللہ ذات کی اہمیت و ضرورت سے واقفیت حاصل کر لی تھی لیکن آپ قدس سرہ کے اندازِ تحریر کو پوری طرح نہ سمجھ سکنے کے باعث تصور کے درست طریقِ کار اور اثرات سے آشنا نہ تھے۔ عرفان کے مطالعے کے بعد ان پر اس کی صحیح صورت اور حقیقت واضح ہوئی تو انہوں نے عرفان کے مطابق تصور کی مشق از سرِ نو شروع کر دی۔

قبلہ فقیر صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اسم اللہ ذات کے تصور سے جسمانی حرارت میں اضافہ ہو جایا کرتا ہے اور بخار سا محسوس ہونے لگتا ہے لہٰذا اس اضافی گرمی کو زائل کرنے کے

Marfat.com

لیے اسم محمد (صلی اللہ علی صاحبھا) کا تصور شروع کر دینا چاہیے۔ اسم محمد (صلی اللہ علی صاحبھا) کی جمالیت اور ٹھنڈک سے اسم اللہ کے جلالی اور گرم اثرات کم ہو جایا کرتے ہیں اور جسم اعتدال پر آ جاتا ہے۔

مشقِ تصور کے لیے آپؒ نے مختلف طریقوں اور ذریعوں کو اپنایا آپؒ آئینہ لے کر اس پر اسماء تحریر کر کے باقی حصے کو کھرچ لیا کرتے اور خالی شیشے کو پشت سے سیاہ کاغذ یا رنگ وغیرہ سے ڈھک لیا کرتے، پھر چمکدار اسماء کا تصور فرمایا کرتے۔ آپؒ ایسے آئینے کو زیادہ سود مند اور زود اثر بتایا کرتے۔ اس کے علاوہ کاغذ پر کچی سیاہی سے اسماء خوش خط لکھ لیا کرتے، پھر باقی کاغذ کو تیل ملے کالک سے سیاہ کر لیا کرتے، بعد میں کاغذ کو نرمی کے ساتھ دھو لیا کرتے جس سے کچی سیاہی اتر جاتی اور کالک بحال رہ جاتی، یوں اسماء بیچ میں سے سفید نکل آتے۔ اس کے علاوہ مٹی کا دل بنا کر اس پر سرخ رنگ دے لیا کرتے، پھر اس کے اوپر سفید رنگ سے اسم اللہ لکھ کر اس کا تصور کیا کرتے۔

آج کل کے جدید مشینی دور میں ان چیزوں کا حصول بہت آسان ہے۔ آپؒ کے زمانۂ طلب میں طالبوں کو سب کچھ اپنے ہاتھوں سے بنانا پڑتا تھا۔

ان تمام طریقوں کے بتانے میں آپؒ نے کبھی بخل سے کام نہ لیا اور پوری فراخدلی سے مبتدیوں اور متلاشیوں تک ان کو پہنچایا۔ پھر اپنی کتب میں ان کو تفصیل سے درج فرمایا۔ تصور کے لیے اسماء کو علیحدہ اچھے کاغذ پر چھپوایا جسے فریم کروا کر تصور کی مشق کی جا سکتی ہے۔ سینکڑوں طالبانِ حق نے ان طریقوں کو اپنا کر گوہرِ مقصود سے اپنے قلوب کی جھولیاں بھریں۔

اسی میں راستہ کھلے گا:

آنکھیں بند کر کے خاموشی کے ساتھ تصور اسم اللہ ذات کی مشق سے جب لذت وغیرہ حاصل نہ ہوئی اور ایک طرح سے تھکاوٹ و اکتاہٹ کا احساس ہوا تو مولوی محمد ارشد صاحب نے قبلہ فقیر صاحبؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر اپنی اس کیفیت کی شکایت کی۔ آپؒ نے جواباً فرمایا! تصور کیے جاؤ اسی میں راستہ کھلے گا۔ فرمایا! پہلے طالب کو راہِ مولا میں جانی و مالی قربانی سے گزرنا پڑتا ہے اور دنیا کی گندگی سے استنجا کرنا پڑتا ہے نیز خواہشات نفسانیہ سے

دستبردار ہونا پڑتا ہے۔ صفائی کے بعد شیخ کامل کی توجہ سے طالب صادق کے دل میں اسم اللہ ذات قرار پکڑتا ہے جس کے نور سے باطنی آنکھیں کھلتی ہیں۔ اس سب کچھ کے بعد بھی طالب کو شیخ کامل کا محتاج رہنا پڑتا ہے اور طالب کو مرشد کے ساتھ مربوط رہنا پڑتا ہے اور یہی کامیابی اور ترقی کی کلید ہے۔ پھر مرشد کامل طالب اصلی کو خدا اور رسولِ خدا ﷺ کی مقدس بارگاہوں میں پیش کرتا ہے وہاں سے اس پر فقر و معرفت کی خاص مہربانی ہوتی ہے جس کے نتیجے میں وہ صاحب رشد و ہدایت ہو جاتا ہے۔

شکر و استغنا کی دولت:

صاحب عرفانؒ شکر و استغنا کی دولت سے مالا مال تھے۔ آپؒ دولت مندوں اور متکبرین کی پرواہ نہ کیا کرتے تھے لیکن مسکینوں کے ساتھ آپؒ کا رویہ بہت مشفقانہ ہوا کرتا تھا۔ اسی استغنا اور حق گوئی کے باعث سرمایہ دار اور مغرور لوگ آپؒ سے عناد اور بغض رکھتے تھے ایک وقت محلے کے نمبر دار کی ایما پر محلے والوں نے آپ کا سوشل بائیکاٹ بھی کیا۔ اہل محلّہ رو برو آپؒ سے منافقانہ سلام دعا رکھتے لیکن در پردہ مخاصمت رکھتے اور شادیوں وغیرہ پر آپؒ کو مدعو نہ کرتے، لیکن آپؒ اس کی پرواہ نہ کرتے۔

طبیعت میں غم و غصہ بہت کم تھا۔ آپؒ اکتا دینے والی مصنوعی سنجیدگی کے قائل نہ تھے۔ آپؒ کی عام گفتگو میں بذلہ سنجی اور خوش مزاجی شامل رہتی۔ کسی سے ناراض ہو جاتے تو بھی اس کے حق میں برے اور نازیبا کلمات استعمال نہ فرماتے۔ ہر حال کو صبر و شکر کے ساتھ قبول کر لینا گویا آپؒ کی عادت تھی۔ جذبۂ اطمینان و استغناء کی فراوانی کے باعث لوگ آپؒ کو دولت مند اور مغرور تصور کرتے، حالانکہ آپؒ منکسر المزاج تھے اور آمد و خرچ کے حوالے سے چل چلاؤ کا سا حال تھا۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ ''مجھ میں یہ نقص ہے کہ میں کسی کی ناجائز خوشامد نہیں کر سکتا، شاید اسی لیے لوگ مجھے زردار اور متکبر خیال کرتے ہیں''۔

آپؒ کے ایک مالدار مرید نے آپؒ کو لکھا کہ مجھے فلاں شہر میں آ کر ملیں تو آپؒ نے اس کے خط کا جواب تک نہ دیا اور فرمایا کہ اگر وہ مجھے فیصل آباد میں آ کر نہیں مل سکتا تو میں بھی اسے وہاں جا کر نہیں مل سکتا۔

Marfat.com

ڈاکٹر عالم خان افغانی آپؒ کے مرید تھے۔ وہ ایک بار آسٹریلیا سے افغانستان جاتے ہوئے کراچی میں مقیم ہوئے۔ انہوں نے آپؒ کو لکھا کہ آپؒ کراچی تشریف لے آئیں تو میں ایک خطیر رقم بطورِ نذر پیش کروں گا تاکہ آپؒ اس سے ایک عالیشان مسجد اور گھر تعمیر کروا سکیں جو آپؒ کی ذاتی ملکیت ہوں آپؒ نے صاف انکار کر دیا اور پیش کش کو قبول نہ کیا۔

نور محمد نے کچھ حاصل کیا ہے:

قبلہ فقیر صاحبؒ جب اپنے والد صاحبؒ کے ہمراہ بغداد شریف گئے تو آپؒ کے دو چھوٹے سوتیلے بھائی اور ان کی والدہ بھی ہمراہ تھے۔ وہاں آپؒ نے بہت اچھے باطنی معاملات دیکھے، جن کو آپؒ کے والد صاحبؒ نے بھی محسوس کیا اور کہا کہ ''نور محمد نے کچھ حاصل کیا''، لیکن آپؒ اپنے باطنی معاملات کو پوشیدہ رکھتے۔

آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ مبتدی کو اظہار سے اجتناب کرنا چاہیے ورنہ بعض اوقات ﴿لَا تَقۡصُصۡ رُءۡيَاكَ عَلٰٓى اِخۡوَتِكَ فَيَكِيۡدُوۡا لَكَ كَيۡدًا اِنَّ الشَّيۡطٰنَ لِلۡاِنۡسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيۡنٌ﴾ (سورۃ یوسفؑ آیت:۵)۔ یعنی اپنا خواب اپنے بھائیوں کے سامنے بیان نہ کرو ورنہ وہ تیرے ساتھ مکر کریں گے''۔ کی مصداق قدرت کی عطا میں بھائی بند بھی رشک و حسد کرنے لگ جاتے ہیں، اور وہ خدا کے حضور شکوہ کرتے ہیں کہ ان کو بھی محنت کے باوجود یہی کچھ کیوں حاصل نہ ہوا۔ بقول آپؒ کے اگر مبتدی طالب ان معاملات کا فخریہ اظہار کرتا پھرے تو اس کا معاملہ رک جاتا ہے اور وہ باطنی دولت سے محروم ہو جاتا ہے۔

آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے والد صاحب کو ان چھوٹے بھائیوں سے بہت محبت تھی اور وہ ان کے لیے فقر و ولایت کے خواہش مند رہتے تھے۔ فرمایا! ہمیں تو یہ دولت محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حاصل ہوئی تھی، ہماری خواہش اور کوشش پر اس کا مدار نہ تھا۔

فرمایا کہ مولا کریم کا یہ فضل و کرم چھوٹے چھوٹے معاملوں اور آرزوؤں میں بھی شامل حال رہا۔ بطورِ مثال فرمایا کہ پنجاب لائبریری لاہور کی کتابیں دیکھنے اور پڑھنے کی بہت خواہش پیدا ہوئی جس کی تکمیل کے لیے وہاں جا کر گھنٹوں بیٹھنا پڑتا، لیکن محمد اختر گل

Marfat.com

صاحب لاہوری کے مرید ہو جانے کے بعد یہ خواہش یوں پوری ہوتی رہی کہ گل صاحب پنجاب لائبریری سے کتابیں نکلوا کر آپؒ کے پاس فیصل آباد بھجواتے رہتے اور آپؒ اپنا شوق پورا فرماتے رہتے۔ جناب محمد اختر گل صاحب پنجاب سیکرٹریٹ میں اچھے عہدے پر فائز تھے۔

یہ شعبدہ بازی ہوگی:

قبلہ فقیر صاحبؒ صاحبِ صحو وشریعت بزرگ تھے۔ شہرت کو پسند نہ فرماتے تھے، نمود و نمائش سے کوسوں دور تھے اور دامنِ خمول وگمنامی کو زندگی بھر تھامے رکھا۔

جن دنوں آپؒ حیدر آباد دکن میں مقیم تھے تو نمازِ جمعہ جامع مکہ مسجد میں ادا فرمایا کرتے۔ جمعہ کے روز اس مسجد میں نمازیوں کا اژدہام ہوا کرتا تھا۔ ان دنوں پانڈی چری کے آشرم اور تربیت گاہ کے ایک سادھو کی بڑی شہرت تھی، اس سادھو کو مذکورہ آشرم کا مہا گرو سمجھا جاتا تھا۔ اس کے متعلق مشہور تھا کہ وہ آشرم کے تالاب کی سطحِ آب پر چوکڑی مار کر بیٹھ جاتا اور سارا دن مالا جپتا رہتا لیکن ڈوبتا نہ تھا۔

ایک جمعہ کو قبلہ فقیر صاحبؒ اور آپؒ کے دوست مولوی عبدالعزیز صاحب مکہ مسجد میں وضو والے تالاب کے کنارے کھڑے تھے۔ عبدالعزیز صاحب نے متذکرہ سادھو کا حوالہ دے کر آپؒ سے مذاقاً کہا کہ اگر آپؒ بھی بطور خرقِ عادت اور کرامت اس تالاب پر مصلّٰی بچھا لیں اور ہمیں اپنے پیچھے کھڑا کر کے نماز پڑھانا شروع کر دیں تو موجود تمام لوگ مع نظامِ دکن آپؒ کے معتقد و منقاد ہو جائیں گے۔ آپؒ نے جواباً فرمایا کہ سچے فقراء کے ہاں ایسی شعبدہ بازیوں اور سفلی کارناموں کو معیوب وممنوع خیال کیا جاتا ہے البتہ عزوجاہ اور کمینی دولت کے طالب ایسے چکروں میں مبتلا رہتے ہیں۔ فرمایا! اول تو پانڈی چری کے سادھو کا یہ قصہ قابل یقین نہیں اور اگر واقعی ایسا ہے بھی تو یہ سفلی عمل کا حاصل یا شعبدہ بازی ہوگی جس کا حقیقت و روحانیت سے کوئی واسطہ نہیں۔ ایسے امور فقراء کے نزدیک گناہ تصور کیے جاتے ہیں۔

حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز نے ایسے کاموں کو حیض نساء سے تعبیر فرمایا،

یعنی جس طرح عورت اپنے حیض کو چھپاتی ہے اہل حق فقراء اپنی ایسی قوتوں کو اسی طرح چھپاتے اور پوشیدہ رکھتے ہیں۔

موکلات کی تسخیرات:

فیصل آباد میں قیام کے دوران ایک ایم اے پاس شخص صاحبِ عرفانؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔اس نے پہلے اپنے کسی عزیز کے گم ہو جانے کے حوالے سے مبالغہ آمیز رنگ میں واقعات سنائے۔ پھر موکلات کی تسخیر کا تذکرہ شروع کر دیا کہ ان کو قابو کرنے کا عمل بہت آسان ہے اور یہ کہ قابو کرنے کے بعد ڈربی لاٹری وغیرہ اور دیگر ایسے کام حسبِ مرضی کروائے جاسکتے ہیں۔اس کے بعد وہ آپؒ سے باطنی دولت کا طالب ہوا۔آپؒ نے اس کا بیان سنا تو مسکرا کر فرمایا! ایسے آسان اعمال کو سیکھ کر موکلات کو مسخر کیوں نہیں کر لیتے اور ایک ہی بار جائز فائدہ اٹھا کر زندگی بھر کے لیے غمِ روزگار سے جان کیوں نہیں چھڑوا لیتے۔آپؒ نے جب اسے ایک دو بار اس امر پر آمادہ کیا تو اس کا تسخیرات کے بارے میں یقینی دعویٰ ڈھیلا پڑ گیا اور بہانہ بناتے ہوئے کہا! ڈرتا ہوں کہ کہیں یہ امر مذہباً ناجائز نہ ہو۔آپؒ نے فرمایا! ہوسکتا ہے جادو اور سفلی اعمال کا سیکھنا رحمانی اعمال کے مقابلے میں آسان ہوتا ہم یہ باتیں کہنے کی حد تک آسان ہیں عملاً آسان نہیں، جب کہ رحمانی اعمال اور اسمائے الٰہی کا عامل بننا اور موکلات کے دم سے دم ملانا تو انتہائی قلبی صفائی سے ممکن ہے۔ یہ حال ان مادی حواس سے گزر کر اور پوری طرح پاک صاف ہونے کے بعد حاصل ہوسکتا ہے، نیز ان پاک مخلوقات سے تام استغراق اور موت کی سی کیفیت میں ملاقات ممکن ہے۔فرمایا کہ ہر شے کا عکس اور الٹ موجود ہے، جیسے نیکی کا بدی کی صورت میں، نور کا ظلمت کے رنگ میں، یونہی اچھے اعمال کے مقابلے میں برے اعمال موجود ہیں۔

منزل کے ساتھ راقم وابستگی ہوگئی:

باطنی اصلاح اور روحانی عروج کے لیے جب بندہ عبادات وصدقات کے ذریعے ساعی و کوشاں ہوتا ہے تو ابتداء میں اس کا ناسوتی لطیفہ زندگی اور بیداری حاصل کرتا ہے جس کے ذریعے

Marfat.com

وہ جنات اور ان کے جہان یعنی ناسوت سے دوچار ہوتا ہے، یہ اس راستے کا پہلا پڑاؤ ہے۔

صاحب عرفانؒ جب اس عالم سے ہم کنار ہوئے اور جنات آپؒ کے وظیفہ خوار ہوئے تو انہوں نے آپؒ کو مختلف خدمات اور تسخیرات کی پیش کش کی۔ چونکہ آپؒ ان امور کو راہِ حق میں حائل تصور فرماتے تھے بنا بریں ان کی پیش کش کو قبول نہ کیا۔ فرمایا! بعض اوقات حالتِ خواب و مراقبہ میں یہ مخلوق مجھ کو رقم دیتی ہوئی نظر آتی، پھر بیداری میں ان کی تسخیر کے باعث کوئی اتنی ہی رقم دے جاتا۔ آپؒ اس سلسلے کو چونکہ ناجائز تصور فرماتے تھے اس لیے اسے جلد ترک کر دیا۔

فرمایا! جن دنوں میں حضرت بادشاہؒ صاحب قدس سرہ العزیز کے دربارِ عالی پر معتکف تھا تو ایک وقت آیا کہ سورۂ مزمل کی تلاوت کے ساتھ ایک معین رقم وابستہ ہوگئی۔ میں سورۂ مزمل کی تعداد بڑھا دیتا تو رقم بھی بڑھ جاتی اور جب تعداد گھٹا دیتا تو رقم بھی گھٹ جاتی۔ چونکہ مجھے سورۂ مزمل کی تلاوت سے یہ فانی فائدہ مقصود نہ تھا اس لیے کچھ عرصہ کے لیے اس کا پڑھنا چھوڑ دیا تاکہ اس کا یہ اثر جاتا رہے۔ بعد میں جب اس کی تلاوت دوبارہ شروع کر دی تو رقم کا اجراء نہ ہوا۔

فرمایا! عاملین ایسی تسخیرات کو مطلوب بنا کر عمر بھر اس کے ہو رہتے ہیں اور مقصدِ حیات سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ ایسے عاملین جنات کے ذریعے عوام کو ڈرا دھمکا کر اور انہیں مختلف جسمانی و روحانی تکالیف میں مبتلا کر کے مسخر کیے رکھتے ہیں اور دولتِ دنیا کی متاعِ قلیل کے بدلے آخرت کی متاعِ کثیر کو قربان کر دیتے ہیں۔ عوام میں یہ لوگ بحیثیت بزرگ اور اولیاء کے معروف و مشہور ہوتے ہیں۔ اور یہ لوگ بھی ایسی شہرت اور اختیار پر خوش اور مغرور ہوتے ہیں۔ لیکن اصل میں یہ لوگ راہِ مولا سے دور اور اللہ تعالیٰ کے ہاں مقہور و نامنظور ہوتے ہیں۔ جبکہ اہل حق کاملین ان امور سے پہلو بچا کر آگے نکل جاتے ہیں۔

مادی اور روحانی غذا:

دربار شریف پر قبلہ فقیر صاحبؒ کے قیام کے دوران ایک ڈرائیور اپنے گھر والوں سے ناراض ہو کر آیا۔ اس نے احتجاجاً کھانا چھوڑ رکھا تھا۔ تین دن گزر جانے پر اسے بہت بھوک

Marfat.com

لگی لیکن کھانا نہ کھانے کا مصمم ارادہ کر بیٹھا تھا۔ اسے سورۂ یٰسین زبانی یاد تھی، جب بیقراری بڑھی تو اس نے سورہ یٰسین شریف پڑھنی شروع کر دی جس سے بھوک اور کمزوری کی جگہ جسم میں طاقت اور برداشت پیدا ہوگئی۔

یونہی بمبئی کا ایک فربہ اندام سیاہ فام سیٹھ بھی ایک بار دربار شریف پر آ کر مقیم ہوا۔ وہ بھی کھانا نہ کھاتا تھا البتہ آٹھ پہر میں تھوڑا سا پانی پی لیتا تھا۔ وہ زیادہ وقت حضرت سلطان صاحب قدس سرہ کے محل شریف کے ساتھ لگ کر بیٹھا رہتا۔ ان دنوں دربار شریف پر رش نہیں ہوا کرتا تھا، اس لیے نئے آنے والوں کے معمولات پوشیدہ نہیں رہا کرتے تھے۔ حافظ موسیٰ صاحب نے اپنے شاگردوں کے ذریعے مذکورہ سیٹھ کے بارے میں تحقیق کروائی تو تصدیق ہوگئی کہ وہ کچھ نہیں کھاتا۔ قبلہ فقیر صاحبؒ نے اس سے اس کے حالات دریافت کئے تو اس نے بتایا کہ وہ بمبئی میں کافی مال دولت اور وسیع کاروبار کا مالک تھا جسے وہ سٹہ بازی میں ہار بیٹھا۔ اس نے بیوی کو بچوں سمیت اس کے میکے میں چھوڑا اور خود چھپ کر نکل آیا۔ ان ناگفتہ بہ حالات میں اس نے حصولِ اطمینان و توجہ کی خاطر زندہ بزرگوں اور صاحبان مزارات کے ہاں حاضری شروع کر دی۔ ایک رات اسے خواب میں ایک مزار نظر آیا وہ شق ہوا اور اس میں سے حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز برآمد ہوئے۔ آپ قدس سرہ کو دیکھتے ہی اس کا ذکر اللہ جاری ہوگیا۔ اسے آپ قدس سرہ کے مزارِ اقدس کا اتہ پتہ معلوم نہ تھا۔ پوچھ گچھ اور کوشش بسیار کے بعد اسے آپ قدس سرہ کے دربار شریف تک رسائی حاصل ہوئی۔ ذکر اللہ کے اجراء اور برکت نے اسے بھوک اور نیند سے بے نیاز کر دیا تھا۔ گویا اسے روحانی غذا اور آرام مل رہا تھا جس سے اس کی بدنی اور جسمانی ضرورت بھی پوری ہو رہی تھی۔

ان دنوں دربار شریف پر ایک اور درویش بھی تھا جس نے پورا رمضان المبارک گڑ کے شربت پر گزار دیا تھا۔ وہ کھانا وغیرہ نہ کھاتا تھا۔ رمضان شریف کے بعد جب کھانا کھانا شروع کر دیا تو وہ صبر اور برداشت بھی جاتی رہی اور بھوک لگنی شروع ہوگئی۔

قبلہ فقیر صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اسلام کی روح اور مقصدِ حیات ذکر اللہ ہے۔ اعمال اس کے فروعات ہیں جن سے مقصود یہی ذکر اللہ ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ میں

Marfat.com

اصل شے ذکر ہی ہے۔ نماز میں روزمرہ کے معمولات سے فراغت پا کر، روزہ میں خورد و نوش اور مباشرت وغیرہ سے فرصت پا کر اور حج میں خویش و اقارب اور وطن و علاقہ سے خلاصی پا کر یکسوئی کے ساتھ ذکر اللہ کا حق ادا کرنے کا اہتمام ہے۔

بھوک کے فوائد کے بارے میں فرمایا کہ مادی قوت اور قوت سے جسم فارغ اور خالی ہو تو روحانی غذا اور طاقت کے لیے جگہ بنتی ہے۔ پیٹ بھرا ہوا ہو تو دس شیطان زندہ اور بیدار ہو جاتے ہیں جس کے نتیجے میں زبان، آنکھیں اور شرمگاہ وغیرہ طاقت پا کر اپنے اپنے مرغوبات طلب کرتے ہیں۔ پیٹ خالی ہو تو یہ ماند اور کمزور رہتے ہیں اور ان کا شر بھی خفتہ اور خاموش رہتا ہے۔

ذکر اللہ روح کی غذا ہے یہ غذا روح کو ملتی ہے تو نفس بھی پڑوس میں ہونے کی وجہ سے متمتع ہوتا رہتا ہے۔ پھر روحانی غذا نفس و بدن کو لمبے عرصے تک کھانے وغیرہ سے بے نیاز رکھ سکتی ہے۔ بزرگوں کے چالیس چالیس روز تک بھوک پیاس برداشت کر لینے کے واقعات تاریخ میں موجود ہیں۔

سادھو جگہ چھوڑ کر چلا گیا:

حدیث شریف میں ہے کہ روزِ قیامت جب کسی مومن متقی کا گزر پل صراط پر ہوگا تو دوزخ اسے جلدی گزرنے کا کہے گی کیونکہ مومن کے نور سے اس کی آگ بجھنا شروع ہو جائے گی۔

صاحب عرفانؒ نے فرمایا کہ یونہی جب اس دنیا میں کسی ایماندار آدمی کا گزر کسی کافر، فاسق اہل نار پہ ہوتا ہے تو موخر الذکر کی نارِ معصیت مومن کے نورِ ایمان کی وجہ سے بجھنا شروع ہو جاتی ہے، بنا بریں اہل نار و استدراج اہلِ نور سے بچتے اور کتراتے ہیں۔

ایک بار قبلہ فقیر صاحبؒ پنجاب کے کسی شہر میں اپنے ایک مخلص معتقد کے ہاں قیام فرما تھے۔ ان دنوں ایک لنگوٹیے ہندو سادھو نے اس شہر کے قریب ڈیرا جما رکھا تھا۔ اس نے اپنے استدراجی کرشموں اور سفلی اعمال کے باعث بہت جلد شہرت حاصل کر لی۔ ہندوؤں کے ساتھ ساتھ مسلم مرد و زن نے بھی اس کے ہاں جانا شروع کر دیا۔ یہ امر خصوصاً مسلم خواتین کا وہاں جانا اہلِ اسلام کے لیے باعثِ شرم تھا۔ قبلہ فقیر صاحبؒ کو اپنے مخلص کے ذریعے ان افسوسناک حالات کا علم ہوا تو آپؒ اس مخلص کو لے کر اس سادھو کے ڈیرے پر تشریف لے

گئے۔

سادھو نے جب آپؒ کو دور سے آتے دیکھا تو اس نے آپؒ کی طرف پیٹھ پھیر لی۔ آپؒ اس کے قریب جا کر گھنٹہ بھر کھڑے رہے لیکن اس نے آپؒ کی جانب اپنے چہرہ نہ پھیرا۔ آپؒ واپس تشریف لے آئے۔ بعد میں فرمایا کہ اس نے اپنے کشفِ جنونی اور سفلی علم کے ذریعے ہماری رحمانی قوت کا کسی قدر اندازہ لگا لیا تھا۔ اگر وہ ہمارے ساتھ آنکھیں چار کرتا تو اس کی سفلی شیطانی قوت زائل ہو جاتی، لہٰذا اپنی قوت کے تحفظ کے لیے وہ پشت پھیر کر بیٹھا رہا۔ پھر وہ سادھو جلد اس جگہ کو چھوڑ کر چلا گیا۔

فرمایا! اہل باطن آنکھ، سینہ اور ہاتھ وغیرہ ملا کر ایک دوسرے کی قوب سلب کیا کرتے ہیں۔ اہل نار کو اہلِ نور سلب کر سکتے ہیں لیکن اہلِ نور کو اہلِ نار سلب نہیں کر سکتے۔

فقیر کو زیبا نہیں:

قبلہ فقیر صاحبؒ بڑے خوددار اور باوقار بزرگ تھے۔ آپؒ خوشامد اور چاپلوسی سے نفرت کرتے تھے۔ ان عادات نے آپؒ کو اہلِ سلف کی مثل دنیا داروں اور مالداروں سے محترز اور کنارہ کش رکھا۔

حیدر آباد دکن میں قیام کے دوران جب بعض احباب نے نظامِ دکن سے آپؒ کی ملاقات کروانی چاہی تو آپؒ نے اپنی فطرتی خوداری کے باعث اس سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں شاہی آداب بجا لانے سے قاصر ہوں اور فقیر ہونے کے ناطے مجھے زیبا نہیں کہ میں کسی دنیا دار کے آگے جھکوں۔ دنیا داروں کے ہاں ہونے والے تکبر آمیز سلوک سے آپؒ واقف تھے۔ لہٰذا آپؒ ان سے ملاقات نہ فرماتے۔

فرمایا! ایک بار دکن کے وزیر اعظم سر اکبر حیدری کو نظام دکن سے ملنا تھا۔ نظام اس وقت مرغی خانے میں چھوٹی سی کرسی ڈالے مرغیوں کے معائنے میں مصروف تھا۔ مرغی خانے کا دروازہ اور چھت اس قدر نیچے تھی کہ آدمی سیدھا کھڑا نہیں ہو سکتا تھا۔ سر اکبر حیدری جب وہاں پہنچے تو نظام کو ان کی آمد کی خبر نہ ہوئی لہٰذا انہیں مرغی خانے کے اندر تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک جھک کر حالتِ رکوع میں کھڑا رہنا پڑا، اس لیے کہ بغیر اجازت بیٹھنا یا لوٹ جانا آدابِ شاہی

کے خلاف تھا۔ ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد نظام کی نظر ان پر پڑی تو مختصر گفتگو کے بعد وزیر اعظم کو واپسی کی اجازت مل گئی۔ چند منٹوں کی بات کے لیے انہیں اتنی طویل اذیت سے دو چار ہونا پڑا۔ فرمایا! اس قسم کے حالت کو فقیر کیونکر برداشت کرسکتا ہے۔

فقر اور ہوسِ دنیا:

محمد اسلم خٹک قبلہ فقیر صاحبؒ کے مرید تھے۔ جن دنوں افغانستان پر ظاہر شاہ مسند آرائے حکومت تھا ان دنوں خٹک صاحب پاکستان کی جانب سے کابل میں بطور سفیر متعین تھے۔ انہوں نے آپؒ کو کئی بار افغانستان آنے کی دعوت دی لیکن آپؒ نہ گئے۔ آپؒ کے آسٹریلوی پٹھان مرید غلام محمد مرحوم نے بھی آپؒ کو اپنے ہاں آنے اور وہاں سے حج کو چلنے کی دعوت دی لیکن آپؒ نے قبول نہ فرمائی۔ کسی مخلص نے اس دعوت کو قبول کر لینے کا مشورہ دیا تو جواباً فرمایا! دوسروں کی دولت پہ حج کیوں؟ اللہ تعالیٰ اپنے پیسے سے کروائے گا تو کریں گے۔

ایک محفل میں مخلصین نے خٹک صاحب کی دعوت کے حوالے سے عرض گزاری کہ حضور! بغرضِ سیاحت افغانستان چلنا چاہیے۔ آپؒ نے جواباً فرمایا! بڑھاپے میں لاش خراب کرنے والی بات ہے۔ پھر سید اولیاء حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز کی رباعی پڑھی جس کا مطلب ہے کہ اگر فقر کے ساتھ ہوسِ دنیا اور خواہشاتِ نفس بھی رکھیں تو دعوٰیِ فقر بے معنی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے امور سے مامون رکھے۔

اس ضمن میں ایک مولوی صاحب کا واقعہ سنایا کہ فصل کے حاصل کے وقت ان کے شاگرد متعلقہ علاقوں سے گندم وغیرہ اکٹھی کرنے جایا کرتے تھے۔ ایک بار قحط سالی ہوئی تو حرص اور لالچ کے باعث خود نکل کھڑے ہوئے کہ لوگ ان کا لحاظ کر کے زیادہ غلہ دیں گے۔ پھر خشک پہاڑوں میں راستہ بھول گئے اور پیاس سے موت واقع ہوگئی۔ گیدڑوں نے لاش خراب کر ڈالی۔ فرمایا! بڑھاپے میں لالچ کے پیشِ نظر یوں نکل پڑنا ٹھیک نہیں۔

زندہ فقیر اور زندہ تحریر:

انبیاء اور اولیاء بعد از انتقال بھی باطنی جثوں کے ساتھ بیدار اور برسرکار رہتے ہیں جسے

باطنی زندگی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ان کی تحاریر اور ان کی قبور کے ساتھ ان کی روحانیت وابستہ رہتی ہے اور ان ذرائع سے ان کے معتقدین تک ان کا فیض پہنچتا رہتا ہے۔

کراچی کی کسی خاتون کو اپنے پڑوس سے قبلہ فقیر صاحبؒ کی تصنیف عرفان پڑھنے کو مل گئی، کتاب نئی اور بلا جلد تھی، خاتون اسے پڑھ کر بہت متاثر ہوئیں انہوں نے عقیدتاً اور احتراماً اس کی جلد بنوائی۔ اس پر غلاف چڑھایا اور پڑوس کو واپس کر دی۔ اسی شب خواب میں انہیں صاحبِ عرفان کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپؒ نے اس سے فرمایا کہ میں تم سے بہت خوش ہوں اس لیے کہ تم نے میری کتاب کا احترام کیا۔ میرا نام فقیر نور محمد ہے اور میں مصنفِ عرفان ہوں۔

مجھے ان سے نفرت ہے:

فقراء نے ہمیشہ دنیا اور دنیا داروں سے پہلو تہی کی ہے۔ اس کا اہتمام وہ مبالغہ کی حد تک کرتے تھے۔ فقراء کے ایسے واقعات سے تاریخ معمور ہے۔

مریدوں کو اپنے پیروں کے حلقے اور سلسلے بڑھانے کا شوق ہوتا ہے۔ ایسا شوق قبلہ فقیر صاحبؒ کے بعض مریدوں کو بھی تھا۔ اس خیال کے تحت وہ لوگوں کے سامنے آپؒ کی تعریف کر کے انہیں مرید کروانے کے خواہش مند رہتے۔ اس سلسلے میں ایک بار اپنے مرید مولوی محمد ارشد صاحب کو تنبیہاً فرمایا کہ ''میری تعریف میں مبالغہ مت کیا کرو اور اگر کوئی غلط بات مجھ سے منسوب کرو گے تو بارگاہ الٰہی میں خود ذمہ دار ہو گے۔''

ایک بار مولوی صاحب نے مرید کروانے کی غرض سے ایک دولت مند آدمی کو قائل کر کے آپؒ کی اجازت کے بغیر آپؒ کے لیے اس کی دعوت بھی قبول کر لی۔ یہ لاہور کا واقعہ ہے اور آپؒ ان دنوں حکیم سلطان محمد صاحب کے ہاں مقیم تھے۔ جب دعوت کنندہ کی کار لینے کے لیے آئی تو مولوی صاحب نے آپؒ کو دعوت کے بارے میں بتایا۔ اس وقت اور لوگ بھی موجود تھے۔ آپؒ نے دوسرے کمرے میں جا کر مولوی صاحب کو بلوایا۔ غصہ سے آپؒ کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ آپؒ نے ان سے فرمایا! یاد رکھو آئندہ مجھے کسی امیر آدمی سے ملنے اور ان کی دعوت کھانے کا کبھی نہ کہنا، مجھے ان سیاہ باطن لوگوں سے نفرت ہے، ان لوگوں کی ملاقات ذہنی

کوفت اور تیرہ قلبی کا باعث ہوتی ہے۔ تاہم اس بار مولوی صاحب کی منت سماجت پر ان کی عزت کے خیال سے دعوتِ مذکور پر تشریف لے گئے۔

تم وہابی ہی رہو گے:

پروفیسر ابو بکر غزنوی ایم اے۔ ایل ایل بی، اہلِ حدیث کے معروف رہنما داؤد غزنوی کا بیٹا تھا۔ اس نے شادی کے سلسلے میں کسی اسم کا وظیفہ کیا تو موکل جن وغیرہ کے قابو میں آ گیا جس سے وہ سخت پریشانی سے دو چار ہوا۔ اس معاملے نے اسے اپنے ہم مسلکوں کے برعکس عالمِ غیب اور غیر مرئی قوتوں کا اچھی طرح قائل کر دیا۔ اس کے ہم عقیدہ سے اُسے خبطی تصور کرتے تھے جبکہ وہ انہیں احمق خیال کرتا تھا۔ اس عذاب سے چھٹکارا پانے کی خاطر وہ مارا مارا پھرتا تھا۔ ایک روز داتا صاحبؒ کے مزار پر اس کی ملاقات مولوی محمد ارشد صاحب سے ہو گئی۔ اس نے مولوی صاحب کے سامنے اپنی مصیبت بیان کی اور کہا کہ اسے بعض اوقات بے شمار مکھیوں کی موجودگی اور بھنبھناہٹ کا احساس ہوتا ہے جس سے سخت بے چینی اور تکلیف ہوتی ہے۔

قبلہ فقیر صاحبؒ ان دنوں فیصل آباد میں رہائش پذیر تھے۔ مولوی صاحب اسے لے کر آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ابو بکر نے آپؒ سے کہا کہ وہ روحانی طاقت کا تو قائل نہیں تاہم آپؒ جیسے علاج فرمائیں میں عمل کروں گا۔ آپؒ نے جواباً فرمایا! جب تم باطنی قوت کا انکار کرتے ہو تو یہاں کیا لینے آئے ہو، جاؤ کہ اس حال میں اپنے غیر مقلد بھائیوں کے لیے علامتِ عبرت اور عالمِ غیب پر ایمان لانے کی اچھی دلیل ہو۔ یہ سن کر وہ منت سماجت پر اتر آیا۔ آپؒ نے فرمایا کہ میرے مجوزہ علاج سے تمہاری بیماری اور پریشانی تو جاتی رہے گی لیکن تم رہو گے وہابی ہی۔ آپؒ نے اسے رسالہ روحی شریف پڑھنے کو کہا۔ اس نے بعد میں مولوی ارشد صاحب سے کہا کہ فقیر صاحب نے ایسا نسخہ تجویز فرمایا ہے کہ جسے نہ نگلا جا سکتا ہے نہ اگلا جا سکتا ہے۔ رسالہ روحی کے ورد سے اس کا مذکورہ مرض تو جاتا رہا لیکن مرضِ وہابیت برقرار رہا۔ بعد میں اپنے ہم مسلکوں کی مثل وہ بھی یہی کہتا تھا کہ پیر حضرات کے مسخر شدہ جنات لوگوں پر مسلط ہو جاتے ہیں اور پھر انہی کی تحریک پر نکل جاتے ہیں اور یوں پیروں کا

Marfat.com

کاروبار جاری رہتا ہے۔

ابوبکر غزنوی بعد میں کار کے حادثے میں انگلستان میں انتقال کر گیا۔

ہر ایک کو مفید نہیں رہتا:

صاحب عرفانؒ جلالی کاموں کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ ان کا ورد ہر ایک کے لیے سودمند نہیں رہتا۔ آپؒ کے مخلص کرنل نور بادشاہ صاحب نے اپنے کسی محبّ اور دوست کے لیے آپؒ سے ''دعائے سیفی'' کے پڑھنے کی اجازت طلب کی تو آپؒ نے اجازت دے دی لیکن ساتھ یہ بھی فرمادیا کہ اگر وہ بجائے دعائے سیفی کے ''صلوٰۃ الکبریٰ'' پڑھ لیا کریں تو زیادہ بہتر ہے کیونکہ صلوٰۃ الکبریٰ کے پڑھنے میں کوئی خطرہ نہیں ہے جبکہ دعائے سیفی کے پڑھنے میں رجعتوں، لغزشوں اور موکلات وغیرہ کی دراندازی کا خطرہ موجود رہتا ہے آپؒ جناب غوث پاک حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کے ''قصیدہ غوثیہ شریف'' کے بارے میں بھی فرمایا کرتے تھے کہ یہ بھی جلالی کلام ہے اور ہر ایک کو مفید نہیں رہتا، اس کے پڑھنے سے بھی رجعت وجلال کا احتمال رہتا ہے۔ مولوی محمد ارشد صاحب بہت حلیم الطبع انسان تھے۔ انہوں نے قبلہ فقیر صاحبؒ سے قصیدہ غوثیہ شریف کے پڑھنے کی اجازت طلب کی تو آپؒ نے اجازت دے دی۔ لیکن اس کے ورد سے ان کے مزاج میں تبدیلی واقع ہوگئی اور حلم و بردباری کی جگہ ترش روئی، سخت گیری اور لڑائی جھگڑے کے جذبے نے لے لی، یہ تبدیلی ان کی سمجھ میں نہ آسکی تو انہوں نے مراسلہ لکھ کر حالات بتانا چاہے کہ اس سے قبل قبلہ فقیر صاحبؒ کا خط ان کو پہنچ گیا جس میں آپؒ نے انہیں تحریر فرمایا کہ اگر ایسے حالات اور اثرات پیدا ہوں تو قصیدہ کا پڑھنا ترک کر دیں، لہٰذا انہوں نے ترک کر دیا۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ نے قبلہ فقیر صاحبؒ کو باطنی طور پر ''نور الہدیٰ'' اور ''صلوٰۃ الکبریٰ'' کے پڑھنے کی تلقین و اجازت فرما رکھی تھی۔ نور الہدیٰ شریف حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی تصنیف ہے اور صلواۃ الکبریٰ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کا مرتب کردہ طویل درود شریف ہے جو سات حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور روزانہ ایک حصہ ہفتے کے دنوں کی مناسبت سے پڑھنا پڑتا ہے۔

Marfat.com

ظاہری عمل اور شکل وصورت:

ایک کلین شیو یعنی داڑھی مونچھ مونڈھا شخص صاحبِ عرفانؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؒ سے بہ اصرار ولایت ومعرفت کا طالب ہوا۔ آپؒ نے جواباً فرمایا کہ ہمیں دولتِ فقر دینے سے انکار تو نہیں لیکن آپ کے پاس اس دولت ونعمت کے شایانِ شان باطن نہیں تو کم ازکم ظاہری عمل اور شکل وصورت تو ان لوگوں جیسی ہونی چاہیے جو اس دولت کے حامل ہیں۔ اب آپ اپنی شکل وعمل کا جائزہ لیں کہ شارع علیہ السلام سے کتنی مشابہ ہے۔ پھر ''من تشبہ بقوم فھو منھم''۔ یعنی جو شخص جس قوم کے مشابہ ہوتا ہے وہ اسی میں شمار ہوتا ہے''۔ پڑھ کر فرمایا کہ فقر وولایت کے طلب وحصول کے لیے ظاہر وباطن کا اسلام وایمان کے مطابق ہونا ضروری ہے۔

صاحب اکسیر نظر تو موجود ہیں:

قبلہ فقیر صاحبؒ نے زندگی میں کئی طالبوں کو فیض یاب کیا اور کئی راہ گم کردہ آپؒ کی کتب پڑھ کر راہِ راست پر آ گئے۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہماری عرفان جیسی کتاب نہ پہلے کسی نے لکھی ہے نہ آئندہ لکھ سکے گا۔ فرمایا کرتے کہ ہمیں اپنی قوت وہمت کے مطابق آج تک صاحبِ استعداد، وسیع حوصلہ اور اہل یقین طالب مولا نہیں ملا۔ پھر افسوس کے ساتھ فرمایا کہ کامل صاحب اکسیر نظر تو موجود ہیں لیکن دنیا میں استعداد کے حامل طالب مثلِ کبریتِ احمر مفقود ہیں۔

جاؤ اسے جوہر دکھادو:

جنرل ایوب خان کی مارشل لاء کا زمانہ تھا۔ صوفی فضلِ الٰہی صاحب نے اپنا دوسرا مکان ایک شاہ صاحب کو جو فوجی بھی تھے کرایہ پر دے رکھا تھا۔ ان دنوں حکومت نے اعلان کر دیا کہ کرایہ دار آئندہ مالک ہوں گے۔ صوفی صاحب نے یہ اعلان سنا تو اگلے روز اپنے کرایہ دار کے ہاں گئے اور اسے مکان خالی کرنے کو کہا۔ شاہ صاحب نے جواباً کہا! تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے، تم نے اعلان نہیں سنا کہ کرایہ دار مالک ہوں گے۔ صوفی صاحب نے

یہ سنا تو دل برداشتہ ہو کر واپس لوٹ آئے۔ پھر جب ان کی ملاقات قبلہ فقیر صاحبؒ سے ہوئی تو انہوں نے ان حالات سے آپؒ کو مطلع کیا۔ آپؒ نے فرمایا! اب جا کر سمجھاؤ انشاء اللہ وہ مکان خالی کر دے گا۔ صوفی صاحب نے دوبارہ جا کر شاہ صاحب کو سمجھایا اور اپنے پیرو مرشد کا حوالہ بھی دیا لیکن وہ نہ مانا اور بولا! جاؤ تم اور تمہارا پیر جو کچھ کر سکتے ہو کر دیکھو۔

صوفی صاحب نے اگلی ملاقات پر قبلہ فقیر صاحبؒ کے آگے اس کے کورے جواب اور بے لحاظی کا تذکرہ کیا تو آپؒ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور صوفی صاحب سے فرمایا! جاؤ اسے جوہر دکھا دو۔ صوفی صاحب کو آپؒ کے پر جلال حال کے پیش نظر ''جوہر دکھا دو'' کی تفصیل پوچھنے کی ہمت نہ ہوئی اور خاموشی سے چلے آئے۔ اس روز وہ شام کو شاہ صاحب کے ہاں جا پہنچے اور اس سے کہا کل صبح چھ بجے تک مکان خالی کر کے چابی میرے گھر پہنچا دینا۔ فوجی شاہ حسبِ سابق بدتمیزی سے پیش آیا۔

صوفی صاحب ریلوے میں ملازم تھے، ان کی ڈیوٹی صبح چھ بجے شروع ہوا کرتی تھی لہٰذا وہ گھر سے چھ بجے سے پہلے نکل جایا کرتے تھے۔ ڈیوٹی کو جاتے وقت انہوں نے اپنی اہلیہ سے کہا کہ کرایہ دار صبح چھ بجے چابی دینے آئے تو نہ لینا اور کہنا کہ شام کو صوفی صاحب کام سے لوٹیں گے تو آ کر انہیں دے جانا صبح وقتِ مقرر پر فوجی شاہ چابی دینے آیا تو صوفی صاحب کی اہلیہ نے اسے ان کا پیغام سنا دیا۔ شاہ صاحب اعتقاد کی اس پختگی کو دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ شام کو صوفی صاحب کام سے لوٹے تو کرایہ دار کو اپنی گلی کے سرے پر ٹہلتے ہوئے پایا۔ اس نے صوفی صاحب کو دیکھا تو ہاتھ جوڑ کر بولا ''تمہارا پیر بڑا ڈاڈھا ہے''۔ یہ کہہ کر اس نے گھر کی چابی حوالے کر دی۔ صوفی صاحب نے دریافت کیا! شاہ صاحب کیا بات ہوئی؟ تم نے میرے مکان کو اپنی ملکیت بنا لیا تھا۔ وہ رونی صورت بنا کر بولا: صوفی صاحب! خدا معلوم تم ہمارے ہاں کیا چھوڑ آئے تھے کہ ہمارے بستروں کو آگ لگ گئی، چارپائیاں الٹتی رہیں۔ بچے رات بھر روتے رہے جس کے باعث ہم نے پوری رات جاگ کر گزاری۔

ترقی ملتوی کرا دی:

مادی دنیا میں مختلف امور پر مختلف لوگ مقرر ہیں اس طرح لوگ ایک دوسرے کے کام

Marfat.com

آتے رہتے ہیں۔ قبلہ فقیر صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہر مادی امر کی اصل عالم باطن میں موجود ہوتی ہے۔ ہر کام پہلے باطن میں طے ہوتا ہے پھر اس کے مطابق اس دنیا میں انجام پذیر ہوتا ہے۔

صوفی فضل الٰہی صاحب ریلوے میں ملازم تھے۔ انہوں نے ترقی کے لیے درخواست دے رکھی تھی جبکہ پروموشن لسٹ میں ان کا نمبر بہت پیچھے تھا لہٰذا ان کی ترقی کے امکانات نہیں تھے۔ ان دنوں وہ قبلہ فقیر صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے آپؒ سے اس سلسلے میں دعا کے لیے کہا۔ آپؒ متوجہ ہو کر مراقب ہوئے اور تھوڑی دیر بعد فرمایا: فضل الٰہی! تمہاری ترقی کے آرڈر کروا دیئے۔ چند لمحے بعد دوبارہ مراقب ہوئے اور فرمایا: فضل الٰہی! ترقی ملتوی کرا دی۔

صوفی صاحب چند لمحوں میں دو متضاد فیصلوں پر حیرت زدہ ہوئے تو آپؒ نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اصولاً تم ترقی کے حق دار نہ تھے، یہ ترقی عمل میں آ جاتی تو باقی حق دار اپنے حق کے لیے تمہاری زندگی کے درپے ہو جاتے لہٰذا تمہاری جان کے خطرے کے پیش نظر التواء کا اقدام کیا۔ پھر آپؒ نے ان سے پوچھا کہ اس ترقی سے تمہاری تنخواہ میں کتنا اضافہ ہوسکتا تھا۔ انہوں نے معمولی رقم بتائی۔ آپؒ نے فرمایا! اس کا بندوبست مولا کریم کسی اور جانب سے فرما دیں گے۔ پھر وہ مکان جسے وہ فوجی شاہ صاحب چھوڑ گیا تھا اچھے کرائے پر چڑھ گیا۔ کرایے کی رقم اس رقم سے خاصی زیادہ تھی جو ترقی کی صورت میں حاصل ہونی تھی۔

واپسی پر صوفی صاحب نے ریلوے کے دفتر میں جا کر اپنی درخواست کو دیکھا تو اس پر افسر مجاز کے سرخ قلم سے پہلے ترقی کے آرڈر، پھر تنسیخ کے احکامات موجود تھے جنہیں دیکھ کر صوفی صاحب کا یقین دو چند ہو گیا۔

اللہ والوں کی کرم نوازیاں:

حافظ عطا محمد صاحب نابینا تھے۔ زندگی کا بڑا حصہ دربار حضرت سلطان العارفینؒ پر گزارا۔ شروع میں انہیں قرآنِ کریم حفظ نہ ہوتا تھا بنابریں وہ مغموم اور بے قرار رہتے تھے۔ ان کے استاد حافظ محمد موسیٰ صاحب ان کی حوصلہ افزائی کرتے رہتے تھے۔ ایک رات انہوں

نے خواب میں دیکھا کہ ان کے استاد انہیں حضرت سلطان صاحبؒ کے محل شریف یعنی روضہٴ اقدس میں لے گئے ہیں اور انہیں حضرت بادشاہ صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔ آپ قدس سرہ نے عطا محمد صاحب کے سینے پر ہاتھ پھیرا۔ اس کے بعد ان کا حافظہ ایسا کھلا کہ انہیں قرآن کریم نہایت آسانی سے یاد ہو گیا۔ پختگی کا یہ عالم تھا کہ پورا سال عام حافظوں کی طرح دور اور تکرار وغیرہ بھی نہ کرتے لیکن تراویح میں قرآن حکیم بلا تکلف سنا دیا کرتے۔

حافظ عطا محمد صاحب آپ کے ساتھ بہت بے تکلف تھے۔ وہ قبلہ فقیر صاحبؒ سے مذاقاً کہا کرتے تھے کہ آپؒ پٹھان لوگ بہت سخت ہوا کرتے ہیں، پھر شکوہ کرتے کہ دولتِ فقر کے حامل ہوتے ہوئے بھی آپؒ نے ہمیں کبھی اس کی لذت سے آشنا نہ کیا۔ اس سلسلے میں ایک بار انہوں نے بہت منت سماجت اور اصرار کیا تو آپؒ آمادہ ہو گئے۔ قبلہ فقیر صاحبؒ نے ایک لمبی آہ بھری جس پر حافظ صاحب کا قلب ذکر اللہ سے جاری ہو گیا اور وہ اس حال میں مست ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد آپؒ نے پھر آہ کھینچی تو وہ معمول پر آ گئے۔

حافظ صاحب کو حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کی فارسی تصنیف نور الہدیٰ شریف ازبر تھی۔ وہ قبلہ فقیر صاحبؒ کو نور الہدیٰ سنا کر اس کی شرح پوچھا کرتے۔ لفظ تصرف آیا جسے حضرت سلطان صاحب قدس سرہ نے اپنی تصنیفات میں بارہا استعمال کیا ہے تو انہوں نے اس کا مطلب دریافت کیا۔ آپؒ نے انہیں کئی بار سمجھایا لیکن وہ ہر بار کہتے کہ سمجھ میں نہیں آیا۔ بالآخر قبلہؒ نے ان کے دل پر عملاً تصرف فرمایا تو حافظ صاحب بولے: قبلہ! اب سمجھا ہوں۔

حافظ صاحب دینی کتب فروخت کیا کرتے تھے۔ زیادہ تر حضرت سلطان صاحبؒ کی اور حضرت فقیر صاحبؒ کی تصنیفات فروخت کیا کرتے تھے۔ ایک بار ایک پیر صاحب نے ان سے کہا کہ آپ حضرت فقیر نور محمد صاحبؒ کی تصنیفات فروخت کرتے ہیں، میری تصنیفات بھی فروخت کر دیا کریں۔ حافظ صاحب نے ان سے کہا میں سچے لوگوں کی کتابیں رکھتا اور بیچتا ہوں اور یہ کہ حضرت فقیر صاحبؒ کی سچائی اور بزرگی کو میں نے دیکھا اور آزمایا ہے بنا بریں ان کی تصنیفات بیچتا ہوں، اگر آپ میں بھی کوئی کمال اور صداقت ہے تو مجھے بطور ثبوت

دکھا دیں پھر آپ کی تصنیفات بھی فروخت کر دیا کروں گا۔

حافظ صاحب کی عمر کافی ہو گئی تھی۔ ایک روز قبلہ فقیر صاحبؒ نے ان سے کہا: حافظ صاحب! لگتا ہے آپ کی شادی ہو گی۔ وہ بولے! جوانی میں تو ہو نہ سکی اب بڑھاپے میں کیونکر ہو گی۔ آپؒ نے فرمایا! میں دیکھتا ہوں کہ آپ کے ساتھ اہل وعیال ہیں۔ چنانچہ پچاس بچپن برس کی عمر میں ان کے چچا نے ان کی شادی زبردستی اپنی لڑکی سے کر دی۔ حافظ صاحب کی غربت کا یہ حال تھا کہ نکاح خوان کو نکاح پڑھانے کی رقم تک ان کے چچا نے اپنی گرہ سے ادا کی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تین لڑکے عطا فرمائے۔ انہیں جب اہل وعیال کی روزی کا غم دامنگیر ہوا تو ایک روز خواب میں حضرت سلطان العارفین قدس سرہ نے ان کی ہتھیلی پر ایک لکیر کھینچی۔ اس کے بعد قدرت نے ان کے رزق کو فراخ اور آسان فرما دیا۔

فقیر صاحبؒ پر سلطان صاحبؒ کا سایہ ہے:

صاحبزادہ محمد سلطان صاحبؒ مستوار تھے۔ آپؒ کا تعلق موضع جمعہ شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان سے تھا۔ آپؒ حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کی اولاد میں سے تھے۔ صاحبزادہ صاحب جب کلاچی تشریف لاتے تو اپنے عقیدت مند ملک حجام مرحوم کے ہاں قیام کرتے۔ امراء کے ہاں قیام نہ کرتے اور کہتے کہ امراء کے دنیوی دھندے اور مسئلے بہت ہوتے ہیں لہٰذا وہ ان کے حل اور تکمیل کے لیے تنگ کرتے ہیں۔ قبلہ فقیر صاحبؒ کبھی انہیں ملنے جاتے تو صاحبزادہ صاحب کھڑے ہو کر آپؒ کا استقبال کرتے اور قبلہ فقیر صاحبؒ کے انکار کے باوجود وہ اصرار کر کے آپؒ کو چارپائی پر سرہانے کی طرف بٹھاتے۔ کلاچی کے لوگ قبلہؒ کی حقیقت سے ناواقف تھے لہٰذا صاجزدہ صاحب کے ایک معتقد نے ان سے پوچھا کہ آپ فقیر صاحب کو چارپائی پر سرہانے کی جانب کیوں بٹھاتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب میں کہا کہ فقیر صاحب پر حضرت سلطان صاحب قدس سرہ کی شفقتوں کا سایہ ہے۔

آپؒ کے مرید کو منتظر پایا:

حاجی غلام مرتضیٰ مرحوم کلاچی کے پرانے دکاندار تھے۔ قبلہ فقیر صاحبؒ کے گھر کے

Marfat.com

نزدیک ان کی پرچون کی دکان تھی۔ قبلہ کے ان سے اچھے مراسم تھے اور آپؒ اکثر ان کی دکان پر بیٹھا کرتے تھے۔ حاجی غلام مرتضیٰ صاحب اپنی دکان کے لیے عموماً فیصل آباد سے کریانے کا سامان لایا کرتے تھے۔ قبلہؒ کے انتقال کے بعد ایک بار حاجی صاحب سامان لانے کی غرض سے فیصل آباد گئے۔ وہاں رات گزارنے کے لیے انہیں مناسب جگہ نہ ملی تو انہوں نے ایک مسجد میں قیام کیا۔ رقم پاس تھی اس لیے فکر کی وجہ سے نیند نہیں آ رہی تھی۔ کسی وقت تھوڑی سی آنکھ لگی تو ان کی خواب میں قبلہؒ سے ملاقات ہوگئی۔ آپؒ نے حاجی صاحب کو ایک گلی دکھا کر فرمایا کہ اس میں چلے جاؤ، فلاں رنگ کے دروازے والا گھر میرے مرید کا ہے، وہ تمہارا منتظر ہو گا، وہاں رات گزار لو، حاجی صاب اٹھے اور بتائی ہوئی گلی میں چلے گئے۔ اس رنگ کے دروازے پر پہنچے تو آپؒ کے مرید کو منتظر پایا۔ انہوں نے حاجی صاحب کی بہت آؤ بھگت کی۔ یوں حاجی صاحب نے آرام اور بے فکری سے وہاں رات گزاری۔

مسخ شدہ لوگ:

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جب کوئی انسان باطنی طور پر حیوانیت سے عروج کر کے حقیقی آدمیت سے ہم کنار ہوتا ہے، تب اسے حقیقی تمیز حاصل ہوتی ہے جس کی بدولت وہ انسانوں کی باطنی صورتوں اور حالتوں کو ان کی نیتوں اور عقیدوں کے موافق دیکھتا ہے۔

صاحب عرفانؒ فرمایا کرتے تھے کہ قدرت نے جب مجھے باطنی نظر اور قلبی صفائی سے بہرہ ور فرمایا تو لوگوں کی باطنی حیثیتیں مجھ پر عیاں ہونے لگ گئیں۔ فرمایا! اس دور میں اکثر افراد کے بواطن کو حیوانی شکلوں میں دیکھا اور بہت کم لوگوں کو انسانی صورتوں میں دیکھا، حالانکہ ان لوگوں کی ظاہری صورتیں بہت بھلی ہوتی تھیں۔ عدالتی اور انتظامی امور کے راشی اور ظالم لوگوں کو، بد مذہب زرداروں اور لہو لعب میں گرفتار مالداروں کو مسخ شدہ صورتوں کے ساتھ دیکھا۔

قبلہ فقیر صاحبؒ ایسے انسان نماء حیوانوں سے ملنا ملانا قطعاً پسند نہ فرماتے تھے، اس لیے آپؒ تھانہ، کچہری کو جانے سے بہت کتراتے اور گھبراتے تھے کہ وہاں ایسے لوگوں سے واسطہ پڑتا تھا۔

Marfat.com

جس دنوں آپؒ کوئٹہ میں پیر سید علی حیدر صاحب قادری بغدادی کے ہاں قیام پذیر تھے۔ ان دنوں پیر صاحب نے بلوچستان کے کسی نواب کی شاندار دعوت کی تھی۔ نواب مذکور کی آمد سے ایک روز قبل آپؒ نے اپنے لڑکے عبدالحمید خان سے کہا کہ میں نے اس نواب کو باطن میں ایک درندے کی مانند دیکھا ہے۔ بعد میں تحقیق کی تو پتہ چلا کہ وہ نواب پر لے درجے کا شرابی، زانی اور بدکردار شخص تھا۔

ایک بار آپؒ ایک مولوی کی اقتداء میں باجماعت نماز ادا کر رہے تھے۔ دوران نماز جب آپؒ کا دھیان اس کے باطن کی جانب گیا تو مصلیٰ امامت پر آپؒ کو بجائے امام کے سرخ رنگ کا کتا نظر آیا۔ آپؒ نے سلام پھیر کر اپنی نماز ادا کی۔ بعد میں معلوم کیا تو پتہ چلا کہ مولوی مذکور سود خور تھا اور اس نے اس حوالے سے لوگوں لوگوں کے اموال غصب کر رکھے تھے۔

فرمایا! لوگوں کو کتوں، ریچھوں، بھیڑیوں اور گدھوں وغیرہ کی صورتوں میں دیکھ کر دکھ اور افسوس ہوتا، لہٰذا لوگوں کے بواطن کی جانب ارادتاً دیکھنا چھوڑ دیا۔

نیستی اور ہستی:

قبلہ فقیر صاحبؒ ایک بار ریل گاڑی کے ذریعے سفر کر رہے تھے۔ دورانِ سفر آپؒ کسی کے ساتھ مذہب اور موت کے بعد زندگی کے بارے میں گفتگو فرما رہے تھے۔ اس ڈبے میں موجود ایک خاصے پڑھے لکھے دہریہ شخص نے اس گفتگو میں دخل انداز ہوتے ہوئے کہا کہ مذاہب کی بنیاد اوہام اور مفروضات پر رکھی گئی ہے اور موت کے بعد زندگی کا تصور بھی انہی مفروضوں میں سے ایک مفروضہ ہے، اور یہ کہ مادی زندگی سے محبت اور اس کی لذتوں کی طلب نے اخروی لذتوں اور نعمتوں کے امکان کو گھڑ لیا ہے جس نے انسانوں کو مذاہب وادیان کا مقلد و مقید بنا دیا ہے ورنہ نہ ان کی کوئی اصل ہے اور نہ اس ضمن میں کوئی عقلی دلیل موجود ہے۔

اس نے صاحبِ عرفانؒ کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر آپ روایتی مذہبی دلائل سے قطع نظر کر کے کوئی عقلی دلیل دے سکیں تو البتہ میں اسے تسلیم کر لوں گا۔ آپؒ نے جواباً فرمایا کہ تمہیں اس امر کا تو اقرار ہے کہ ہم موجودہ مادی زندگی سے قبل موجود نہیں تھے اور ہماری اس

Marfat.com

حالت کو عدم یا نیست سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ پھر کسی محرک یا ضرورت نے ہمیں وجود بخش دیا اور ہم نیست سے ہست ہو گئے۔ نیز اس بات کا بھی تمہیں اقرار ہو گا کہ ہم جو مادی زندگی گزار رہے ہیں۔ اسے ایک روز موت کی وجہ سے عدم اور نیست ہو جانا ہے۔ یہ نیستی تمہارے تجربے اور دیکھنے میں آ چکی ہے اس لیے کہ تم لوگوں کو روزانہ موت سے ہم کنار ہوتا ہوا دیکھتے ہو۔ موت کے بعد جی اٹھنے پہ تمہیں اس لیے یقین نہیں کہ تمہیں اس کا ابھی تک تجربہ نہیں ہوا۔ اس طرح تم نیستی اور ہستی کے تین رخوں کو تو تسلیم کرتے ہو لیکن آخری رخ کا انکار کرتے ہو۔ حالانکہ وہی تحریک اور ضرورت پھر بھی موجود رہے گی جو ہمیں پہلی نیستی سے موجودہ ہستی کی طرف لائی ہے، لہٰذا وہی تحریک اور ضرورت ہمیں دوبارہ نیستی سے ہستی کی جانب لے جا کر جفت و زوج کے عمل کو مکمل کر دے گی۔ جس طرح ہم دنیا میں دن رات، حرارت و برودت، مرد عورت، نشیب و فراز وغیرہ کے دو رخوں کو ضدین اور جوڑہ بندی کی صورت میں دیکھتے ہیں اس طرح نیست و ہست اور عدم و وجود کے بھی دو رخ ہیں۔ پہلی نیستی اور عدم کے لیے اگر ہستی اور وجود ثابت اور مسلم ہے تو دوسری کے لیے بھی ہونی چاہیے۔ اس جفت و زوج کے سلسلے اور چکر کو تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں۔ فرمایا! تمہارے پاس کوئی دلیل اور ثبوت ہے جس کے ذریعے تم تصدیق کر سکو کہ یہ تحریک اور ضرورت جس نے ہمیں پہلی بار نیست سے ہست کیا موت کے بعد نہ رہے گی۔ فرمایا! پہلا عدم غیر معین ہے اور آخری عدم نہ ختم ہونے والا ہے اور ان دونوں حالتوں کے سنگھم اور ملاپ سے ابدیت اور ہمیشگی تعمیر ہوتی ہے۔ آپؒ کا مسکت جواب سن کر وہ قائل ہو گیا اور بولا کہ واقعی موت کے بعد دوسری زندگی کا قوی امکان موجود ہے اور اس سے فرار اور انکار ممکن نہیں۔

مدنی صاحب یاد کرتے رہے:

اللہ تعالیٰ جب کسی بندے پر مہربانی فرماتا ہے اور اس سے اپنی مخلوق کی رشد و ہدایت اور رہبری کا کام لینا چاہتا ہے تو اسے ظاہری و باطنی اثر و جاذبیت سے بہرہ ور فرماتا ہے۔ پھر مخلوق اس کی جانب کھنچتی چلی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے صاحبِ عرفانؒ کو بھی ایسی ظاہری و باطنی خوبیوں سے نواز رکھا تھا کہ جب

Marfat.com

کوئی ایک بار آپؒ سے ملتا اور گفتگو کرتا تو وہ آپؒ کا گرویدہ ہو جاتا۔

۱۹۳۶ء میں جن دنوں آپؒ کا لڑکا عبدالحمید خان خطاطِ مشرق عبدالمجید پروین رقم لاہوری سے فنِ خوش نویسی سیکھ رہا تھا، ان دنوں روضۂ رسول ﷺ کے خاص کنجی برادر جناب طاہر بے لاہور تشریف لائے اور انار کلی میں واقع دہلی مسلم ہوٹل میں مقیم ہوئے۔ ایک دن ان کا ہندوستانی ترجمان منشی پروین رقم صاحب سے خطِ نستعلیق میں ان کا تعارفی کارڈ لکھوانے آیا۔ حسنِ اتفاق سے اس وقت قبلہ فقیر صاحبؒ بھی پروین رقم کے ہاں موجود تھے۔ ترجمان نے تعارفی کارڈ کے حوالے سے جب طاہر بے صاحب کا ذکر کیا تو پروین رقم صاحب کو ان سے ملاقات کا شوق پیدا ہوا، لہٰذا انہوں نے مدنی صاحب یعنی طاہر بے صاحب کو اپنے ہاں کھانے کی دعوت دی اور ساتھ ہی قبلہ فقیر صاحبؒ کو بھی مدعو کیا۔ مدنی صاحب نے دعوت قبول کی اور اگلے روز اپنے ترجمان کے ہمراہ تشریف لے آئے۔ کھانے کے بعد گفتگو کا سلسلہ چلا تو مختلف امور پر قبلہ فقیر صاحبؒ کی دلآویز گفتگو سن کر مدنی صاحب اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے آپؒ کو اپنے ہاں دعوت پر بلایا۔ وہ چونکہ خود مسافر تھے اس لیے آپؒ نے معذرت کی لیکن انہوں نے اصرار کر کے آپؒ کو دعوت قبول کرنے پر آمادہ کر لیا۔ لہٰذا آپؒ ان کے ہاں کھانے پر تشریف لے گئے۔ طعام کے بعد جب اور باتوں کے علاوہ تصوف و روحانیت زیرِ بحث آئے۔ اور صاحب عرفانؒ نے اعمال و وظائف کی حقیقت کو اپنے تجربات و مشاہدات کی روشنی میں انتہائی مدلل اور مکمل انداز میں بیان فرمایا تو مدنی صاحب اتنے متاثر ہوئے کہ انہوں نے آپؒ سے دو تین وظائف کی باضابطہ اجازت طلب کی۔ وہ ہر وظیفے کے لیے کھڑے ہو کر اور آپؒ سے ہاتھ ملا کر اجازت طلب کرتے اور آپؒ ہر بار بڑی کشادہ دلی سے اجازت مرحمت فرما دیتے۔

پھر ۱۹۴۲ء میں جناب طاہر بے کے ہندوستان ترجمان کی قبلہ فقیر صاحبؒ سے حیدر آباد دکن میں ملاقات ہوئی۔ اس وقت وہ کسی اور عرب شیخ کی ترجمانی کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ اس نے قبلہ فقیر صاحبؒ کو بتایا کہ مدنی صاحب کافی عرصہ تک آپؒ کو محبت سے یاد کرتے رہے۔

Marfat.com

فقر کے ساتھ مکر:

قبلہ فقیر صاحبؒ لنگر خانے، قیام گاہ، دم تعویز، مشائخانہ ٹھاٹھ باٹھ اور جبہ و دستار سے ہمیشہ مجتنب رہے۔ آپؒ لباس، خوراک، رہن سہن میں سادگی اور گمنامی کو بہت پسند فرماتے تھے۔ ایک بار حکیم سلطان محمد صاحب نے آپؒ کو مشورہ دیا کہ لوگ نرے فقر کو قبول نہیں کرتے، اس کے ساتھ تھوڑی بہت ظاہر داری، پیرانہ تصنع و بناوٹ، مصنوعی ادب آداب اور مکر وغیرہ بھی ہو تو لوگ مائل ہوتے ہیں، اس لیے آپؒ بھی فقر کے ساتھ تھوڑے سے مکر کو رکھیں۔ آپؒ نے جواباً فرمایا کہ مکر کرنے والوں کا فقر بھی جاتا رہتا ہے اور سچا فقیر یہ سب کچھ نہیں کر سکتا۔

مولوی محمد ارشد صاحب نے بھی ایک بار آپؒ کو ایسا مشورہ دیا تھا اور مہمان خانے کی تعمیر، لنگر کے اجراء کے لیے رقم کی فراہمی کی حامی بھری تھی، لیکن آپؒ نے اس مشورے کو قبول نہ کیا اور فرمایا ہمارا مسلک حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کے اس فرمان کے موجب ہے۔

تا توانی خویش را از خلق پوش.
عارفانے کے بوند ایں خود فروش

یعنی "جہاں تک ہو سکے خود کو مخلوق سے پوشیدہ رکھ، جو لوگ خود فروشی اور ریا کاری کرتے ہیں وہ عارف نہیں ہو سکتے"۔

پھر مولوی محمد ارشد صاحب سے فرمایا کہ دم تعویز اور رجوعاتِ خلق روحانی رجعت اور باطنی طاقت میں کمی کا باعث ہوا کرتے ہیں۔ تسخیرِ خلائق کے لیے وظائف پڑھنے والے خام فقیر دراصل پکے دنیا دار ہوتے ہیں جبکہ حقیقی سالک اس شکار کی مانند دبکا رہتا ہے جسے شکاری تلاش کر رہے ہوں۔ یہ دعوتیں کھلانے والے اور دست بوسی کرنے والے معتقدین روحانی ترقی کرنے والوں کو کھینچ کر پستی میں گرا دیتے ہیں۔ فرمایا! جن تعویزات وغیرہ کا شرعاً جواز موجود ہے ہم ان کی مخالفت یا ان کی تاثیر کا انکار نہیں کرتے لیکن طالبِ مولا کے لیے یہ امور رجوعات اور کاروبار کا باعث ہو کر رکاوٹ کا موجب بنتے ہیں۔ نیز دم تعویز کے سلسلے میں

Marfat.com

وہی لوگ خصوصاً کوتاہ علم عورتیں جب سچی بات سے مطمئن نہیں ہوتیں یا ان کا اثر جلدی نہیں ہوتا تو عاملین کو جھوٹ بھی بولنا پڑتا ہے۔ اس ضمن میں فرمایا کہ ایک بار چند عورتوں نے اپنی مصیبت بیان کر کے ہم سے کہا کہ ہمارے لیے کتاب دیکھیں، ہم نے کہا ہمارے پاس ایسی کوئی کتاب نہیں ہے البتہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق صدقہ و خیرات کرو تا کہ مولا کریم تکلیف رفع فرما دیں، لیکن وہ اس تقریر سے متاثر نہ ہوئیں اور اپنی بات پر اڑی رہیں۔ فرمایا! ہم نے تنگ آ کر اور جان چھڑانے کی غرض سے ان سے کہا کہ کسی کنواری عورت سے گندم پسوا کر اسے سات کنوؤں کے پانی سے گوندھو، پھر اس کی یوں روٹی پکاؤ کہ اس کی ایک طرف کچی رہے، بعد میں وہ کالے کتے کو کھلا دو۔ یہ سن کر ان کی آنکھیں چمک اٹھیں اور بولیں کہ اب آپؒ نے صدقے کا صحیح طریقہ بتایا۔

فرمایا! مکار پیر اور دھوکہ باز عاملین ایسی من گھڑت باتوں سے لوگوں کو بے وقوف بناتے ہیں اور ان سے رقوم بٹورتے ہیں۔ سالک کو ایسی تجارت اور متاعِ قلیل سے اپنا دامنِ روحانیت بچاتے رہنا چاہیے۔

ایک اور موقع پر چند عورتوں نے تعویز طلب کیا تو آپؒ نے فرمایا ہم دعا کریں گے لیکن وہ تعویز کے لیے مُصر رہیں۔ آپؒ نے فرمایا! میری دعا پر یقین نہیں اور تعویز پر یقین ہے چلی جاؤ ہم دعا ہی کریں گے لیکن وہ بیٹھی رہیں۔ آپؒ نے ان سے فرمایا! اگر تم نہیں جاتیں تو ہم چلے جاتے ہیں۔ لہٰذا وہ شرمندہ ہو کر چلی گئیں۔

آپؒ قدرت کی عطا کردہ قوت کے باوجود کشف و کرامات کے اظہار سے گریزاں رہتے اور مخلصین کو بھی نصیحتاً فرماتے کہ ظاہر کو عوام کی طرح رکھو اور باطن کو خواص کی مانند درست کرنے کی کوشش کرو۔ اس سلسلے میں جناب بادشاہ صاحب قدس سرہ کے نقل کردہ شعر کو دہراتے۔

از دروں شو آشنا و وزبروں بیگانہ وش
کہ بوند اندر زمانہ ایں چنیں زیبا روش

یعنی اپنے باطن سے آشنا اور ظاہر سے ناواقف بنا رہ، اس قسم کے زیبا صورت لوگ دنیا میں بہت کم ہوتے ہیں۔

آپؒ کے علاقے میں ایک پیر صاحب نے ایک دفعہ آپؒ سے کہا! اگر میں آپؒ جیسی اہلیت اور تحریری قوت کا مالک ہوتا تو تھوڑی سی بناوٹ اور پیرانہ وضع قطع سے کام لے کر ہندوستان بھر کے لوگوں کو اپنا حلقہ بگوش بنالیتا لیکن ایک آپ ہیں کہ کنج تنہائی میں زندگی گزار رہے ہیں۔ آپؒ نے ان سے کہا کہ میں حقیقت میں بناوٹ کی کھوٹ ملا کر اسے مکدر اور خراب نہیں کرنا چاہتا، اگر کوئی منجانب اللہ باطنی بصیرت سے بہرہ ور ہے تو وہ خود بخود پہچان لے گا۔

فقیر کا ادب:

صاحب عرفانؒ غیر ضروری رسمی تکلفات کے قائل نہ تھے آپؒ فرماتے کہ اس سے طرفین خواہ مخواہ جکڑے اور بندھے رہتے ہیں۔ اور یہ کہ ادب و احترام کے جذبے دل سے تعلق رکھتے ہیں۔ دل میں یہ جذبے نہ ہوں اور جسم و زبان سے ان کا اظہار کیا جائے تو اسے ریا اور نفاق سے تعبیر کیا جائے گا۔

ایک بار ایک شخص آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ادب و لحاظ کے باعث دو زانو ہو کر بیٹھ گیا۔ وہ ہر بات جھجک کر کر رہا تھا۔ آپ نے اسے بے تکلف ہو کر بیٹھنے اور آزادی سے گفتگو کرنے کا کہا لیکن وہ بدستور تنگ ہو کر ادب کے تقاضے پورے کرنے میں مصروف رہا۔ بالآخر آپؒ نے اس سے فرمایا! میاں کھل کر بیٹھو اور بلا جھجک بات کرو، تکلف میں نہ پڑو، فقیر کا ادب کوئی نہیں کرسکتا۔ مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو عزت فقراء کو عطا کر رکھی ہے ان رسمی تکلفات اور دکھلاوے سے اس کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا۔

مریدین اگر تعظیم کے لیے بار بار کھڑے ہوتے تو فرماتے بیٹھے رہا کرو، مجھے تمہارے بار بار اٹھنے سے کوفت ہوتی ہے۔ فرماتے! مجھے ان پیروں پر رحم آتا ہے جو مخصوص لباس، نشست و برخاست اور متقیانہ و صوفیانہ گفتگو وغیرہ کے خود ساختہ بندھن میں خود کو جکڑے رکھتے ہیں اور اس فکر میں مبتلا رہتے ہیں کہ کہیں ان امور میں کوتاہی کی وجہ سے ارادت مندوں کی عقیدت میں فرق نہ آجائے یوں وہ اپنے بنائے ہوئے عذاب اور قید سے دوچار رہتے ہیں۔

آپؒ کے ہاں ہاتھوں کو بوسہ دینے کا رواج بھی ایسا نہ تھا جیسا آج کل کی پیری

Marfat.com

مریدی میں رائج ہے، کہ دل چاہے نہ چاہے ایک ہی حاضری میں اور ایک ہی دن میں رسماً بیسیوں بار ہاتھ چومے جاتے ہیں۔ آپؒ کے معتقدین عموماً ابتدائے ملاقات میں اور رخصت ہوتے وقت یعنی دو بار آپؒ کی دست بوسی کرتے، جبکہ اتنا بھی آپؒ پر گراں گزرتا اور اس کے بھی آپؒ خواہش مند نہ ہوتے۔

حاجی میر صادق مرحوم آپؒ کے پرانے اور خدمت گزار مریدوں میں سے تھے۔ انہوں نے ایک بار آپؒ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا، پھر آپؒ کے پیروں کو چومنے کے لیے جھکے تو آپؒ نے پاؤں سمیٹ لیے اور سخت غصے کے ساتھ فرمایا! کیا یہ کم ہے کہ ہم نے ہاتھوں کو چومنے کی اجازت دے رکھی ہے؟

ہمارا دورِ مشقت گزر چکا:

تکمیل فقر کے بعد بھی قبلہ فقیر صاحبؒ اپنے سلسلے کے مختصر اور مخصوص وظائف پر کار بند رہے۔ آپؒ تسبیح وغیرہ کا استعمال بہت کم فرماتے۔ جب دیگر سلاسل کے مشائخ کے طول طویل اوراد و وظائف کا حوالہ دے کر آپؒ کے مختصر وظائف کا ذکر کیا جاتا تو آپؒ فرماتے کہ قلب کی زندگی اور لطائف کی بیداری کے بعد لمبی چوڑی پڑھائی اور سخت محنت کی ضرورت نہیں رہتی، محنت و مجاہدہ کی ضرورت نفس کی سرکوبی اور دل کی بیداری تک ہوتی ہے۔ آپؒ فرماتے کہ سلسلۂ قادری فضل و کرم کا حامل سلسلہ ہے جس میں دل کی زندگی مقصود رہتی ہے۔ قلب و روح کی زبانوں سے کیے گئے تھوڑے ذکر کا نور اور اجر مادی زبان کے بے شمار ذکر اذکار کے ثواب سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ دستی کھڈی اور ٹیکسٹائل ملز کی نیز ہاتھ والی چکی اور فلور ملز کی نسبت کو بطورِ مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جولاہا کھڈی پر دن بھر میں چند گز کپڑا بناتا ہے اور دستی چکی سے چند سیر گندم پیسی جا سکتی ہے جبکہ ٹیکسٹائل ملز اتنے وقت میں ہزاروں گز کپڑا بنا لیتی ہے اور فلور ملز ہزاروں من غلہ پیس ڈالتی ہے۔

فرمایا! ایٹمی، برقی اور ریڈیائی توانائی سے اس دور میں بڑے بڑے کام جس سرعت اور تیزی سے لیے جا رہے ہیں۔ باطنی دنیا میں اولیاء اور فقراء اپنی روحانی قوتوں سے بڑے بڑے امور اس سے ہزاروں لاکھوں گنا بڑھ کر تیزی سے سرانجام دے لیتے ہیں۔ جس

Marfat.com

رسمی پیر اور تقلیدی مشائخ قطعاً نابلد اور بے خبر ہیں۔

فرمایا! مردہ دل آدمی کی مثال ایسے مزدور اور جولاہے کی ہے جو دن بھر کی محنت سے قلیل مقدار میں معاوضہ حاصل کرتا ہے۔ حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز نے بھی مردہ دل اور زندہ زبان شخص کی ریاضت و مجاہدہ کو مزدوری سے تعبیر فرمایا ہے۔ فرمایا! ہمارا دورِ مشقت گزر چکا اور اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہماری تھوڑی محنت اجر و ثواب کے لحاظ سے بڑے مجاہدے پر بھاری ہے۔

اس کے باوجود فرائض، واجبات، سنن اور نماز تہجد وغیرہ کی ادائیگی میں آپؒ نے کبھی سستی اور کوتاہی نہ فرمائی۔ سفر و حضر، صحت و بیماری میں ان پر سختی سے کاربند رہے۔ ایک بار آپؒ کو سفر کی تھکاوٹ، سخت بخار اور پیٹ درد لاحق تھا لیکن اس کے باوجود آپؒ نے پورے آداب سے نمازیں ادا فرمائیں، انہیں مختصر نہ کیا اور تہجد کے وقت اٹھ کر نوافل کا اہتمام فرمایا۔

ایک بار آپؒ بس میں سفر فرما رہے تھے۔ ایک پیر صاحب بھی آپؒ کے ہمراہ تھے۔ عصر کے وقت بس ایک چھوٹے سٹاپ پر چند لمحوں کے لیے رکی تو آپؒ نمازِ عصر کے لیے اتر پڑے۔ پیر صاحب نے کہا کہ بس آپؒ کا انتظار نہیں کرے گی۔ بہتر ہے کہ منزل پر پہنچ کر عصر کو مغرب کے ساتھ ملا کر پڑھ لیں۔ لیکن آپؒ نے پیر صاحب کی تقریر کا اثر نہ لیا اور جواباً فرمایا کہ میں نماز کو قضا نہیں کروں گا چاہے بس مجھے چھوڑ کر چلی جائے۔ پھر اتر کر آرام سے نماز شروع کر دی۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ بس کی مشینری میں خلل واقع ہو گیا، یہاں تک کہ آپؒ نے نماز پوری کر لی۔ بعد میں پیر صاحب کو اپنی نماز قضا کرنے اور آپؒ کو نماز سے روکنے پر بہت افسوس ہوا۔

آپؒ نماز کو بہت محبوب رکھتے تھے، حتیٰ کہ ایام مرض الوفات میں جب تک طاقت رہی تو کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے رہے، جب کھڑے ہونے کی ہمت نہ رہی تو بیٹھ کر نماز ادا فرماتے رہے۔ بیٹھنے کی سکت بھی جاتی رہی تو لیٹے لیٹے اشاروں سے ادا فرماتے رہے یہاں تک کہ انتقال کی رات بھی نمازِ عشاء کو قضاء نہ فرمایا۔

Marfat.com

دکھ کے بعد سکھ:

قبلہ فقیر صاحبؒ طلب و شوق کے ابتدائی دور میں ایک روز گھر کے کمرے میں تصورِ اسمِ اللہ ذات میں مصروف تھے۔ سخت گرمی کی وجہ سے آپؒ پسینے میں شرابور تھے فرمایا! اس وقت بجلی کا موجودہ پنکھا کئی بار نظروں کے سامنے آیا حالانکہ اس وقت تک نہ اس پنکھے کو دیکھا تھا نہ اس کے بارے میں سنا تھا، اس لیے کہ بجلی کا رواج نہ تھا، بجلی اور بجلی کی مصنوعات سے واسطہ نہ پڑا تھا۔ بجلی کے پنکھے کا بار بار نظروں کے سامنے آنا گویا اس بات کی علامت اور بشارت تھی کہ دکھ اور تکلیف کے بعد سکھ اور راحت میسر آتی ہے۔

مرضیِ مولا از ہمہ اولیٰ:

رضاءِ الٰہی فقراء کو مطلوب و مقصود ہوا کرتی ہے۔ یہ جذبہ انہیں مخلوق سے بہت حد تک بے نیاز کر دیتا ہے۔ لہٰذا استغنا اور بے پروائی ان کی فطرت کا حصہ بن جاتے ہیں۔ بے نیازی کا یہ رنگ صاحب عرفانؒ پر بھی پوری طرح غالب تھا۔ محض اللہ تعالیٰ کے لیے وقف ہونے کا جذبہ کبھی شدت اختیار کر جاتا تو فرماتے! اگر میرا بس چلے تو میں کسی سے بھی ملاقات نہ کروں۔'' اس فطرتی استغنا کے باعث امیر غریب اور بڑا چھوٹا آپؒ کی نظر میں برابر تھا۔ کسی بڑے زردار اور منصب دار سے بھی وہی معاملہ فرماتے جو ایک مفلس اور نادار سے فرماتے بلکہ مسکینوں اور غریبوں پر زیادہ شفقت فرماتے اور ان کے ساتھ بیٹھ کر خوش ہوتے۔ اس کے علاوہ کسی بڑے سے بڑے جانی و مالی نقصان نے آپؒ کے پایۂ استقلال کو کبھی متزلزل نہ کیا۔

کوئٹہ کے زلزلے میں آپؒ کی زوجۂ محترمہ اور ایک بچہ رب تعالیٰ کو پیارے ہو گئے اور گھر کا سارا سامان ضائع ہو گیا لیکن آپؒ کو سوائے کتاب عرفان کے مسودے کے کسی شے کا دکھ نہ تھا۔ جبکہ دیگر متاثرین زلزلہ کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ ان کے ہوش و حواس بجا نہ تھے اور ان کی قوتِ گویائی گویا سلب ہو چکی تھی۔ ان سے کوئی زلزلے کی تفصیلات دریافت کرتا تو وہ مارے دہشت اور دکھ کے پوچھنے والے کا منہ تکتے رہ جاتے اور شدتِ جذبات سے ان کی

آوازیں ان کے گلے میں اٹک کے رہ جاتیں۔ لیکن اس کے برعکس کسی نے اگر قبلہ فقیر صاحبؒ سے اس ضمن میں دریافت کیا تو آپؒ نے ایسے اطمینان سے پوری تفصیل بتائی گویا آپؒ کا سب کچھ محفوظ رہا اور آپؒ کسی دکھ اور نقصان سے دوچار نہیں ہوئے۔ جو لوگ آپ کی اس حالت کا دوسرے متاثرین کی کیفیت سے موازنہ کر کے جتلاتے تو آپ فرماتے کہ فقیر کو 'مرضیِ مولا از ہمہ اولیٰ' کی مصداق ہر حال میں صابر وشاکر رہنا چاہیے۔ بعض بدگمان لوگ آپؒ کے اطمینان کے باعث خیال کرتے کہ آپؒ کوئٹہ سے کوئی بڑی دولت سمیٹ لائے ہیں حالانکہ آپؒ بھی دیگر لوگوں کی طرح سب کچھ گنوا کر آ رہے تھے۔

۱۹۵۵ء میں جب کلاچی میں سیلاب نے بربادی پھیلائی تو آپؒ کا مکان منہدم ہوا اور جملہ سامان ضائع ہوا لیکن آپؒ نے اس موقع پر بھی دکھ اور بے قراری کا اظہار نہ کیا بلکہ فرمایا کہ اس مکان اور سامان نے ہمیں کلاچی کے ساتھ باندھ رکھا تھا، اب قدرت نے ہمیں اس سے آزاد کر دیا ہے اور اب اپنی مرضی کے مقام پر بقیہ زندگی گزاریں گے۔ چونکہ آپؒ اس سے قبل بھی یہاں سے پنجاب منتقل ہونے کے خواہش مند تھے لہٰذا سیلاب کے بعد آپؒ لائل پور (موجودہ فیصل آباد) کو منتقل ہو کر وہاں مستقلاً رہائش پذیر ہو گئے۔ آپؒ فرمایا کرتے کہ ان عارضی گھروں اور علاقوں سے دل لگانا اور ان پر بھروسہ کرنا نادانی ہے کیونکہ یہ چیزیں چند روزہ اور فانی ہیں۔

اس اجتماع کا حال کیا ہوگا:

قدرت کے دبدبہ وجلال اور حسن وجمال کے دیوانوں اور پروانوں کے لیے اس کی تخلیقات تسکین و تحقیق کا ذریعہ ہوا کرتی ہیں۔ اور وہ ان مظاہر میں اس کے جلال وجمال کے متلاشی رہتے ہیں۔ ایسے مواقع پر جہاں عوام مجاز پر فریفتہ ہو رہی ہوتی ہے وہاں خواص پس منظر میں حقائق کو ڈھونڈ رہے ہوتے ہیں۔ ایسے افراد اپنی فطرتی تنہا پسندی اور گوشہ گیری کے باوجود سیر وسیاحت اور مختلف اجتماعات کے توسط سے مطلوب تک معنوی راستوں سے ہو کر پہنچتے رہتے ہیں۔

صاحب عرفانؒ نے بھی ایسے جذبات واحساسات کے تحت ہندو پاک کے بیشتر شہروں

Marfat.com

کی سیاحت فرمائی۔ جب عراق تشریف لے گئے تو بغداد شریف کے علاوہ دوسرے شہروں کو دیکھا۔ ۱۹۵۵ء میں آپؒ نے حج اور اسلامی ملکوں کی سیاحت کے خیال سے پاسپورٹ بھی بنوایا لیکن حالات کی ناسازی کے باعث یہ شوق پورا نہ ہوسکا۔ شہروں اور ملکوں کی سیر اور سفر سے جہاں آپؒ کا مزارات کی زیارت اور ان پر دعوت پڑھنے کا شوق پورا ہوتا وہاں خاص مقامات، لوگوں کے زندگیاں گزارنے کے مختلف طور طریقے اور رنگ و نسل میں امتیاز کا مطالعہ بھی آپؒ کے پیش نظر ہوتا۔ یوں مخلوقات کے ان آئینوں میں خالق کی صفات و اعمال سے محظوظ ہوتے رہتے۔

کالج کے زمانہ میں آپؒ اکثر لاہور ریلوے اسٹیشن کی طرف نکل جایا کرتے۔ برصغیر کے اس مصروف ترین سٹیشن پر پلیٹ فارم ٹکٹ لے کر آپؒ تھوڑی دیر بعد آنے والی ریل گاڑیوں کو اور ان پر چڑھنے اور ان سے اترنے والی سواریوں کو دیکھ کر خالق کی قوت صنعت و بناوٹ کے مظاہرے اور نظارے سے بصارت و بصیرت کو بہرہ ور کرتے رہتے۔

اسی زمانے میں غالباً یونیورسٹی گراؤنڈ میں ایک بین الاقوامی ہاکی میچ منعقد ہوا۔ میچ دیکھنے والوں کا بے پناہ ہجوم تھا۔ آپؒ بھی ٹکٹ لے کر شامل ہو گئے۔ فرمایا! لوگ میچ دیکھنے میں مشغول تھے اور میں لوگوں کے اجتماع کو دیکھ کر سوچ رہا تھا کہ روزِ قیامت جب اللہ تعالیٰ میدانِ حشر میں اپنے بندوں کو یکجا کریں گے تو اس وقت اس اجتماع کا کیا حال ہوگا اور مخلوق کیسی کیسی امیدوں اور اندیشوں سے دوچار ہوگی۔

بندگانِ خدایوں اپنے مالک کو لیٹے، بیٹھے، چلتے پھرتے ہر حال میں یاد کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ کھیل کود کے اجتماعات میں بھی ان کے قلوب اس انداز سے ذکرِ مولا میں مصروف رہتے ہیں

وہ بلند عظیم ذات ہے:

زمین پر پہاڑ اور دریا اللہ تعالیٰ کی عظمت و مہربانی کی عجیب علامتیں ہیں۔ زمین گویا کتابِ قدرت کا ورق ہے جس پر مندرج ان گونا گوں تحریروں کے مطالعے میں اہل عقل و دل مصروف رہتے ہیں۔

صاحبِ عرفانؒ پہاڑی اور دریائی ماحول کو بہت پسند فرماتے تھے۔ ایسے ماحول میں

آپؒ کو تنہائی اور یک سوئی بھی میسر ہوتی تو اس سے بہت محظوظ ہوتے۔ ان مادی آیات کی عظمت و ہیبت دیکھ کر آپؒ کے قلب ولسان اس دانا اور توانا ذات کی حمد وثنا میں گویا ہو جاتے اور آپؒ بے ساختہ پکار اٹھتے کہ ''وہ ذات بہت بلند اور عظیم ہے''۔

ایسے ماحول کے حصول کا شوق آپؒ کو اکثر ایسے علاقوں میں لے جاتا جہاں ایسے مواقع اور مناظر موجود ہوتے۔ خصوصاً آپؒ موسمِ گرما کا رمضان المبارک ایسے علاقوں میں جا کر گزارتے۔ اس سلسلے میں آپؒ متعدد بار سون سکیسر اور جنوبی وزیرستان کے ٹھنڈے پہاڑ کو تشریف لے گئے۔ مری اور ایبٹ آباد بھی کئی بار تشریف لے گئے۔ ایک دو بار نتھیا گلی اور کوہ شیخ الدین کی بھی سیر فرمائی۔

۱۹۴۱ء کا گرمیوں کا ماہِ صیام کالا باغ میں دریائے سندھ کے کنارے ایک مسجد میں گزارا۔ اس موقع پر آپؒ کا صاحبزادہ علی مراد خان مرحوم بھی آپؒ کے ہمراہ تھا جسے آپؒ نے بنوں سے گزرتے ہوئے ساتھ لے لیا تھا۔

کالا باغ اگرچہ گرم علاقہ ہے تاہم لبِ دریا نسبتاً ٹھنڈک رہتی۔ یہ منظر آپؒ کا من پسند تھا۔ اس علاقے میں آپؒ قطعاً اجنبی تھے لہٰذا آپؒ پوری فراغت اور محویت سے اپنے مشاغل میں مصروف رہتے۔ صبح کی نماز کے بعد مزمل شریف کا ورد اور شغلِ تصور اسم اللہ ذات پوری توجہ اور یکسوئی سے فرماتے۔

سیر و سیاحت آپؒ کی کمزوری تھی لہٰذا اس حوالے سے آپؒ نے دو تین بار سندھ کا بھی دورہ کیا۔ ان سفروں میں آپؒ حضرت لال شہباز قلندرؒ کے مزار پر بھی تشریف لے گئے۔

اعتدال کی صراط مستقیم:

قبلہ فقیر صاحبؒ افراط و تفریط کی قباحتوں سے آشنا اور اعتدال و میانہ روی کے حسن سے آگاہ تھے۔ آپؒ عقیدتاً اہل سنت والجماعت سے تھے اور مسلک اعتدال یعنی ''خیر الامور اوسطھا وشرا لا مور تفریطھا وافراطھا'' کے مقلد تھے۔ جس کا مطلب ہے کہ میانہ روی میں خیر اور بھلائی ہے اور افراط و تفریط میں شر اور برائی ہے۔

بنا بریں آپؒ کٹر قسم کی وہابیت ونجدیت کو اور گمراہی کی حد تک پہنچی ہوئی بریلویت کو

Marfat.com

ناپسند فرماتے تھے۔ آپؒ فرماتے کہ انسان جسم و روح سے مرکب ہے لہٰذا وہ ان دونوں وجودوں کی طفیل مادی اور روحانی دنیاؤں میں کارفرما رہتا ہے۔ آپؒ انبیائے عظام، اولیائے کرام، شہداء اور صلحاء کی ظاہری و باطنی قوتوں، برکتوں اور تصرفوں پر یقین رکھتے تھے اس لیے کہ آپؒ بارہا ایسے مشاہدات و تجربات سے گزر چکے تھے اور ان امور کا معائنہ فرما چکے تھے۔ آپؒ فرمایا کرتے ہم اپنے حال اور تجربے کو کسی کے قیل وقال اور قیاس پر کیونکر جھٹلا سکتے ہیں۔

آپؒ مزارات کی زیارت مسنون طریقے سے فرمایا کرتے، آپؒ مزار کے پیروں کی جانب سے پھرتے ہوئے اس کے چہرے کی طرف آ کر فاتحہ خوانی کرتے، اگر مزید پڑھائی اور تلاوت مقصود ہوتی تو عموماً بیٹھ کر پڑھتے اور اُس کا ثواب صاحبِ مزار کو بخش دیتے۔ آپؒ قبور کو سجدے کرنے اور ان کو مختارِ مطلق تصور کرنے کو سخت جہالت اور ضلالت سے تعبیر فرماتے۔ دوسری جانب بلاتمیز تمام قبور کو اصنام کہنے والوں اور زائرین کو کافر و مشرک جاننے والوں کے نظریات کو شیطانی توحید اور استکبار سے تعبیر فرماتے۔

آپؒ فرمایا کرتے کہ جس طرح زائر تلاوت و فاتحہ کا ثواب اہلِ قبر کو پہنچاتا ہے یونہی اہل قبر باطن میں اللہ تعالیٰ سے زائر کی بھلائی اور اس کی مشکلات میں آسانی کا طالب رہتا ہے، یوں اللہ تعالیٰ نے اہلِ اجساد اور اہلِ ارواح کے مابین لین دین کے اس طریقے کو رائج فرما رکھا ہے۔ آپؒ فرطِ محبت سے بزرگوں، والدین، مرشد، اساتذہ اور دیگر محبوب لوگوں کی قبور اور ان کے غلاف وغیرہ کو بوسہ دینا اور چومنا جائز جانتے تھے اور فرماتے تھے کہ قرآن کریم، کعبہ اور غلاف کعبہ وغیرہ کو بھی فرطِ عزت و محبت سے چوما جاتا ہے، حالانکہ یہ سب بظاہر انسانی ہاتھوں سے لکھے اور بنائے گئے ہیں لیکن ان میں موجود نور اور روح کے باعث ان کا احترام کیا جاتا ہے، فرمایا! حجر اسود کا بوسہ لازمی قرار دیا گیا ہے حالانکہ بظاہر وہ بھی ایک بے جان پتھر ہے۔ مذہب کے معاملے میں آپؒ محض تقلید اور شنید کی حد تک قائل نہ تھے نہ ہی محض اوہام وظنون پر قانع ہوتے بلکہ آپؒ ہر ظاہر کو باطن کے ذریعے اور ہر باطن کو ظاہر کے وسیلے سے پرکھنے اور حق الیقینی کی حد تک جاننے کے قائل تھے۔

فقیر کا اعزاز و اکرام:

خدا داد لیاقت اور ذہانت کے باعث صاحب عرفانؒ کا تعلیمی سفر بڑا کامیاب اور روشن

نظر آ رہا تھا۔ اپنوں کی بہت سی امیدیں اور کامیاب دنیوی زندگی کے امکانات آپؒ کی ذات سے وابستہ تھے لیکن جب آپؒ نے فقر و تصوف کا راستہ اپنا کر تعلیم اور مادی مستقبل کو خیر باد کہہ دیا تو بعض لوگوں نے آپؒ پر دیوانگی کا شبہ کیا اور حاسدین نے طرح طرح کی ملامتوں اور استہزاء سے کلیجوں کو ٹھنڈا کیا۔

اس حوالے سے ایک خواب بیان کرتے ہوئے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ میں محلے کی مسجد (مسجد میاں خیل) میں موجود ہوں۔ مسجد سے نکلنے سے قبل جب میں اپنی جانب خیال کرتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ میں نے انتہائی خوبصورت لباس پہن رکھا ہے اور میری جوتی زریں اور سیمیں تار اور تلے سے مزین اور معمور ہے۔ اپنا یہ حال دیکھ کر خیال کرتا ہوں کہ مجھے کہیں نظر نہ لگ جائے، جب مسجد کے دروازے پر پہنچتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ میرے لیے سیاہ رنگ کی ایک بہت خوبصورت موٹر کار کھڑی ہے، میں اس میں سوار ہو کر مشرق کی طرف (گویا جانب پنجاب) یہ کہتے ہوئے روانہ ہو جاتا ہوں کہ اب انشاء اللہ حاسدین میری شان دیکھیں گے۔ اس خواب کی تعبیر کے طور پر فرمایا کہ قدرت نے اپنے ہاں اس فقیر کو جو عزت بخشی ہے اس کا اظہار انشاء اللہ ایک روز مادی طور پر بھی ان حاسدین پر ہوگا۔ یہ معاملہ آپؒ نے سیلاب سے قبل دیکھا تھا۔ سیلاب کے بعد آپؒ پنجاب کو مستقلاً منتقل ہو گئے۔ انتقال کے بعد آپؒ کا مزار کلاچی میں بنا اور آج یہاں کے لوگ خالق و مالک کے ہاں آپؒ کی عزت اور توقیر ملاحظہ کر رہے ہیں۔ نظر لگنے کے بارے میں فرمایا! لگتا ہے کہ میری اولاد نظر بد کا شکار ہوگئی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ کا ارشاد پاک ہے نبوت ختم ہوگئی ہے اور مبشرات باقی ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا کہ حضور: مبشرات کیا ہیں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا! رویاء صادقہ یعنی سچے خواب۔ نیک لوگوں کے باطنی معاملے یہی مبشرات ہیں جو اپنے وقت پر پورے ہو جاتے ہیں۔

حضرت بادشاہ صاحبؒ کی سنت:

اس سے قبل تحریر کیا جا چکا ہے کہ قبلہ فقیر صاحبؒ موسم گرما خصوصاً گرمی کے روزے ٹھنڈے مقام پر گزارا کرتے تھے۔ ۱۹۵۵ء میں غالباً آخر مئی یا اوائل جون میں اس غرض سے

Marfat.com

آپؒ ایبٹ آباد تشریف لے گئے یکم اگست کو گھر کو واپسی کے ارادے سے بنوں پہنچے۔ یہاں کچھ روز اپنے لڑکوں کے ہاں قیام فرمایا۔ پھر جب کلاچی کے لیے روانگی کا ارادہ کیا اور لاری اڈہ پہنچے تو بس کے انتظار میں بیٹھے ابھی تھوڑی دیر گزری تھی کہ ریڈیو نے صبح کی خبریں نشر کرنا شروع کر دیں۔ آپؒ ان کی طرف متوجہ نہ تھے، لیکن جب نیوز کاسٹر نے کلاچی میں تباہ کن سیلاب کی آمد کی خبر پڑھی اور بتایا کہ اس سے آدھا شہر برباد ہو چکا ہے تو متوجہ ہوئے لیکن یہ مختصر خبر بغیر مزید تفصیل کے ختم ہو گئی۔ آپؒ کی آخری اور کمسن اولاد چونکہ کلاچی میں تھی لہٰذا اس خبر نے آپؒ کو پریشان کر دیا۔ آپؒ تیار تو تھے ہی لہٰذا اس پریشانی کے عالم میں گھر کو روانہ ہو گئے۔ ڈیرہ اسمٰعیل خان شہر پہنچنے پر آپؒ کو معلوم ہوا کہ سیلاب نے کلاچی کو جانے والے راستے مسدود کر رکھے ہیں لہٰذا آپؒ مجبوراً ڈیرہ میں رہ پڑے۔ آپؒ کے لڑکوں کو سیلاب کی خبر ہو چکی تھی لیکن وہ اس وقت آپؒ کے ساتھ روانہ نہ ہو سکے البتہ رات کی خبروں سے تفصیلات کا علم ہوا تو اگلے روز کلاچی کو روانہ ہو پڑے۔ ان کی ڈیرہ میں آپؒ سے ملاقات ہو گئی۔ آپؒ نے ان کو کلاچی کے حالات معلوم کرنے کی غرض سے کلاچی روانہ کر دیا۔ سیلاب سے دور دور تک علاقہ اور سڑک متاثر ہوئی تھی۔ ہتھالہ سے کلاچی تک کی سڑک کافی خراب تھی، لہٰذا دونوں بھائی صبح کے چلے عشاء کے وقت کلاچی پہنچے۔

صاحبِ عرفانؒ کا مکان اور مہمان خانہ زمین بوس ہو چکے تھے اور علاوہ چند چیزوں کے گھر کا سارا سامان، قلمی اور طبع شدہ کتب سب مکان کے ملبے تلے دب چکا تھا یا سیلاب کی نذر ہو چکا تھا۔ آپؒ کے اہل و عیال البتہ جانیں بچانے میں کامیاب رہے۔ وہ پہلے محلے کی اونچی مسجد میں پناہ گزین ہوئے اور بعد میں آپؒ کے بھائی سیف اللہ خان کے گھر منتقل ہو گئے۔ آپؒ کے بھائی کا گھر بلند جگہ پر ہونے کی وجہ سے سیلاب سے محفوظ رہ گیا تھا۔ اکا دکا گھروں کے علاوہ باقی شہر منہدم ہو چکا تھا۔ خشکی کے راستے مخدوش ہونے کی وجہ سے سیلاب زدگان کے لیے ہوائی جہاز کے ذریعے خشک راشن گرایا جاتا تھا جو قلیل ہونے کے باعث بہت کم لوگوں تک پہنچتا تھا۔ آپؒ کے لڑکوں نے کلاچی میں دو روز گزارے۔ واپسی پر انہوں نے قبلہ فقیر صاحبؒ کو حالات سے مطلع کیا اور پھر بنوں کو روانہ ہو گئے۔ سیلاب کا زور

Marfat.com

کم ہو چکا تھا چنانچہ اس سے اگلے روز آپؒ کلاچی کو روانہ ہو گئے۔ روانگی سے قبل آپؒ نے حافظ محمد حسین صاحب کو ٹیلیگرام بھیج دیا اور لکھ دیا کہ آپ حاجی میر صادق صاحب کو لے کر ڈیرہ میں عبداللہ خان اور شہزاد خان کی دکان پر پہنچ جائیں۔ آپؒ غالباً ان دنوں انہی کے ہاں قیام پذیر تھے یا پھر دن کا بیشتر حصہ ان کی دکان پر گزارتے تھے۔

حافظ محمد حسین صاحب نے حاجی صاحب کی طرف قبلہؒ کے پیغام کے ساتھ آدمی روانہ کر دیا اور خود جلد پہنچنے کی غرض سے ڈیرہ کو روانہ ہو گئے۔ حافظ صاحب کے پہنچنے تک سیلاب کا ایک اور ریلا بھی کلاچی میں داخل ہو چکا تھا جس نے شہر کی تباہی میں رہی سہی کسر بھی پوری کر دی۔

حافظ صاحب جب ڈیرہ میں شہزاد خان کی دکان پر پہنچے تو انہیں بتایا گیا کہ قبلہ فقیر صاحبؒ کلاچی جا چکے ہیں۔ حافظ صاحب کلاچی کو روانہ ہونے لگے تو شہزاد خان نے یہ کہہ کر روکنے کی کوشش کی کہ سیلاب کے باعث موضع پوٹہ کے قریب سڑک کا بڑا پل ٹوٹ چکا ہے، اس سے آگے بس نہیں جا سکتی اور وہاں سے کلاچی تک بیس میل کے علاقے میں پانی ہی پانی ہے جس میں سفر ممکن نہیں، لیکن حافظ صاحب نہ مانے اور روانہ ہو پڑے۔ خبروں میں پانی کے نئے ریلے کا سن کر غلام سرور خان اور عبدالحمید خان بھی کلاچی کو روانہ ہو پڑے۔ اتفاق سے وہ دونوں اور حافظ صاحب کلاچی کی ایک ہی بس میں سوار ہوئے۔ ان دونوں کا حافظ صاحب سے تعارف نہیں تھا لہٰذا ایک دوسرے کو نہ جانتے تھے۔ موضع پوٹہ پر جب بس نے سواریوں کو اتارا تو ان کا آپس میں تعارف ہوا، پھر آگے کا سفر تینوں نے پیدل شروع کر دیا۔ پوٹہ سے موضع ہتھالہ تک نو، دس میل کا راستہ پانی اور کیچڑ میں جوں توں کر کے طے کیا۔ ہتھالہ سے آگے کلاچی تک گیارہ میل کا سفر پانی کی زیادتی اور سڑک کی خستہ حالی کے سبب زیادہ مشکل تھا۔ یہ صورت حال دیکھ کر آپؒ کے لڑکوں نے ٹانک کے راستے واپس بنوں جانے کا ارادہ کر لیا لیکن حافظ صاحب کے عزم و اصرار نے انہیں طوعاً و کرہاً ساتھ چلنے پر آمادہ کر لیا۔ یہ لوگ رات گئے کلاچی پہنچے۔ رات گزار کر آپؒ کے لڑکے صبح واپس بنوں کو روانہ ہو گئے۔ حافظ صاحب ٹھہر گئے۔ دو روز بعد حاجی میر صادق صاحب بھی کلاچی پہنچ گئے۔ حافظ

Marfat.com

صاحب، حاجی صاحب اور صاحبزادہ عبدالرشید خان نے مل کر پانی اور گارے سے گھر کا کچھ تباہ شدہ سامان نکالا۔ ایک جستی پیٹی میں طبع شدہ کتابیں تھیں اس پر کمرے کی چھت اور دیواریں گر گئی تھیں جس سے وہ ٹیڑھی ہو کر سختی سے بند ہو گئی تھی۔ اسے کلہاڑی سے توڑ کر اس سے کتابیں نکالیں۔ پھر ان سے مٹی گارا ہٹا کر یہ لوگ مسجد کے صحن میں انہیں سکھاتے رہے۔ یہ مسجد آپؒ کے منہدم گھر کے بالکل قریب مغرب کی جانب واقع تھی جو اب بھی موجود ہے۔

حاجی صاحب جس روز کلاچی پہنچے تو بار بار آپؒ کے تباہ شدہ مکان کی طرف جاتے۔ آپؒ نے ان سے بار بار جانے کی وجہ دریافت تو انہوں نے بتایا کہ ''مجھے آپؒ کے مکان اور سامان کے نقصان کا بہت افسوس ہو رہا ہے۔ یہ دکھ اور بے قراری مجھے بار بار وہاں لے جاتی ہے۔ آپؒ نے فرمایا! حاجی صاحب: قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے پیدا کیا ہے مجھے اس نقصان کا تنکے برابر بھی غم اور افسوس نہیں، تم کیوں غمزدہ ہوتے ہو۔

آپؒ فرمایا کرتے کہ ہمارے محبوب مربی حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کے تابوت مبارک کو دریا اور سیلاب کی وجہ سے دو بار نئی جگہوں پر منتقل کرنا پڑا اور پرانے مقبرے دو بار شہید ہوئے۔ قدرت نے اس کی تبع میں ہمارے مکان اور سامان کو بھی دوہرے سیلاب سے ہمکنار کر کے گویا ایک طرح سے اس روایت کو ادا کرنے اور دہرانے کی صورت بنا دی ہے۔

اس دوران قبلہ فقیر صاحبؒ ایک روز حافظ صاحب کو اس جگہ لے گئے جہاں سیلاب سے قبل آپؒ نے عبادت اور تنہائی کے حصول کے لیے تہہ خانہ بنوا رکھا تھا، جسے سیلاب نے پیوند خاک کر دیا تھا۔ اس تہہ خانے والی جگہ کی نشاندہی کر کے حافظ صاحب سے فرمایا! میرا خیال ہے کہ میری قبر یہاں ہو اور مجھے دفن کرتے وقت مجھے لکڑی کے تابوت میں رکھا جائے۔ پانچ سال بعد آپؒ کا فیصل آباد میں انتقال ہوا تو کلاچی لا کر آپؒ کے اس فرمان کے موجب آپؒ کو اسی جگہ سپرد خاک کیا گیا۔

کچھ روز بعد حافظ صاحب اور حاجی صاحب کو واپسی کی اجازت دے دی گئی اور جو تھوڑا بہت سامان ہاتھ آیا تھا۔ ان کے حوالے کر کے فرمایا کہ اسے ڈیرہ لے جا کر شہزاد خان

Marfat.com

کے ہاں رکھوا دینا۔ پھر جب راستے آمدورفت کے قابل ہو گئے تو آپؒ بھی اہل وعیال کو لے کر ڈیرہ شہر کو منتقل ہو گئے اور محلہ تھلہ لعل شاہ میں ایک نہایت معمولی مکان کرایہ پر لے کر اس میں رہنا شروع کر دیا۔ فرمایا کرتے تھے کہ فقراء یونہی خانہ برباد اور باطن آباد رہا کرتے ہیں اور دنیا میں رہنے کا ان کا یہی طور طریقہ ہے۔

سیلاب کے چند دن بعد کلاچی میں ہی آپؒ کے ہاں آخری بیٹی پیدا ہوئی تو ہم قوم مخالفین اور حاسدین نے طعنہ زنی کی کہ آپؒ کی یہ بچی کم بخت ہے جس کی آمد سے قبل آپؒ کا سب کچھ سیلاب کی نذر ہو گیا۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ میری یہ بچی بڑی خوش بخت ہے جس کی آمد کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان حاسدین اور بدخواہوں سے نجات بخشی۔ فرماتے اگر بلا عذر اپنا وطن چھوڑ کر جاتے تو یہ لوگ ڈر اور خوف کے مارے چھوڑ کر جانے کا الزام عائد کرتے۔

فیصل آباد کو ہجرت:

صاحبِ عرفانؒ ایک عرصے سے مستقلاً پنجاب منتقل ہونے کے خواہش مند تھے، لیکن آبائی گھر اور گھر والے اس خواہش کی تکمیل میں حائل رہتے۔ آپؒ کے اہل وعیال اپنے وطن کو خیرباد کہنے اور پردیس میں آباد ہونے کا حوصلہ نہیں کر پا رہے تھے۔ آپؒ کے پنجاب منتقل ہونے کی کئی وجوہات تھیں۔ آپؒ کو اپنے روحانی مربی حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کے مزارِ اقدس سے والہانہ عقیدت اور محبت تھی لہٰذا آپؒ اس کے قریب ہونا چاہتے تھے۔ لاہور میں آپؒ نے شباب اور تعلیم کا خوشگوار دور گزارا تھا، اس حوالے سے بھی آپؒ کو پنجاب سے لگاؤ تھا۔ اپنی کتب کی چھپوائی کے لیے بھی آپؒ کو عموماً لاہور جانا پڑتا تھا لہٰذا پنجاب میں مستقل رہائش سے اس کام میں بھی آسانی ہو جاتی۔ آپؒ کے زیادہ تر عقیدت مندوں کا تعلق پنجاب سے تھا، یہ لوگ آپؒ کو دیکھنے اور آپؒ سے ملنے کی آرزو مند رہتے تھے۔ ان کی آرزو کلاچی اور پنجاب کے درمیان فاصلے کی وجہ سے تشنہ رہتی تھی، پھر ان دنوں سفر کی سہولتیں بھی میسر نہ تھی نیز دریائے سندھ پر باقاعدہ پل نہ ہونے کے باعث یہ سفر بہت

Marfat.com

تکلیف دہ اور وقت طلب ہوتا تھا، بنا بریں آپؒ کو مریدوں کی تمنائے ملاقات اور سفر کی تکلیفات کا بہت احساس رہتا تھا۔ کلاچی انتہائی پسماندہ اور ہر وقت سیلاب کے خطرات سے دو چار رہنے والا غیر محفوظ علاقہ تھا۔ آپؒ کے اکثر ہم وطن آپؒ کی خوداری اور استغنا کے باعث آپؒ سے خدا واسطے کا بیر اور حسد رکھتے تھے اور ایذا رسائی کے درپے رہتے تھے۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ کلاچی کے لوگ میرے لیے ایسے ہیں جیسے نبی کریم ﷺ کے لیے قریش مکہ تھے۔ حضرت بادشاہ صاحب قدس سرہ کی قلمی کتب آپؒ کا سرمایۂ حیات تھیں، آپؒ کے اپنوں نے محض بغض و کینہ کے سبب آپؒ اور آپ کے اہل و عیال کی عدم موجودگی میں تالے توڑ کر سامان چوری کر لیا اور قلمی کتب کے نایاب خزانے کو محض ذہنی کرب و کوفت پہنچانے کے خیال سے اور اپنی خباثتوں کی تسکین کی خاطر پرزے پرزے کر ڈالا، حتیٰ کہ ان بدبختوں نے قرآنِ کریم کی بھی بے حرمتی کی۔ ان وجوہات اور واقعات نے آپؒ کو اپنے آبائی شہر سے دل براشتہ کر دیا۔

۱۹۵۵ء کے سیلاب نے پنجاب منتقل ہونے میں رکاوٹوں کو دور کر دیا۔ سیلاب کے بعد آپؒ نے ڈیرہ میں عارضی طور پر قیام کیا۔ آٹھ ماہ بعد آپؒ نے اپنے مخلص مرید ڈاکٹر محمد رفیق حجازی صاحب ٹوبہ ٹیک سنگھ والے کو مراسلہ لکھ کر اپنے پنجاب منتقل ہونے کے ارادے سے آگاہ فرمایا۔ انہوں نے اس خیال کے تحت ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ایک بہت اچھا مکان کرائے پر لے لیا۔ تاہم آپؒ کو فیصل آباد کا علاقہ زیادہ پسند تھا۔ آپ کے مرید محمد سلیم صاحب فیصل آبادی کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے جھال خانواہ میں واقع اپنے مکان کو دو تین ماہ پہلے ہی خالی کروا لیا جو اچھے خاصے کرائے پر چڑھا ہوا تھا۔ آپؒ نے اسے پسند فرمایا اور فیصل آباد کو ہجرت فرما کر اس میں رہنا شروع کر دیا۔ اس مکان میں آپؒ سوا سال تک قیام فرما رہے۔ اس دوران آپؒ محمد سلیم صاحب کو کرایہ لینے پر مجبور کرتے رہے لیکن وہ نہ مانے اور کہتے کہ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ اس حوالے سے آپؒ نے حافظ محمد حسین صاحب کو تحریر فرمایا کہ ہم پندرہ ماہ سے اس مکان میں رہ رہے ہیں لیکن مخلص محمد سلیم کرایہ لینے پر آمادہ نہیں ہو رہا۔ ہمارے شرم کا پیمانہ اب لبریز ہو چکا ہے۔ آپ آ کر ہمارے لیے کرایے کا مکان تلاش کر

Marfat.com

دیں ورنہ ہم واپس اپنے وطن کو لوٹ جائیں گے، ہمارا مقصود غریب اور ضرورت مند مریدوں کو تنگ کرنا نہیں۔

ان دنوں چوہدری نیاز الدین صاحب آپؒ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے موصوف فورٹ عباس بہاولپور میں آڑھت کا کاروبار کرتے تھے، بی اے تک تعلیم یافتہ اور جہاندیدہ فرد تھے۔ انہیں کسی دکان سے قبلہ فقیر صاحبؒ کی کتاب عرفان مل گئی جسے پڑھ کر وہ بہت متاثر ہوئے۔ انہیں معلوم ہوا کہ قبلہ فقیر صاحبؒ حیات ہیں اور جھال خانوانہ فیصل آباد میں رہائش فرما ہیں۔ چوہدری صاحب ایک عرصہ سے مرشد کی تلاش میں تھے لہٰذا جب وہ آپؒ سے ملے تو دو تین ملاقاتوں کے بعد مرید ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد انہوں نے آپؒ کی خدمت میں عرض گزاری کہ میرا آڑھت کا کاروبار ناکام ہو چکا ہے، ذاتی مزروعہ زمین بھی بٹائی پر دے رکھی ہے، اگر آپؒ اجازت دیں تو میں بھی فیصل آباد میں مستقل رہائش اختیار کر کے آپؒ کے قریب ہو جاؤں، آپؒ نے اجازت فرما دی۔ رحمانیہ ٹیکسٹائل ملز، جھنگ روڈ، فیصل آباد کے دین دار مالک میاں عمر دین صاحب بھی فورٹ عباس میں آڑھت کا کاروبار کر چکے تھے۔ اس حوالے سے میاں صاحب اور چوہدری صاحب باہم متعارف تھے۔ چوہدری صاحب نے ان کی مل میں ملازم ہونا چاہا تو میاں صاحب نے انہیں بخوشی بطور لیبر آفیسر رکھ لیا۔ پھر چوہدری صاحب کی تعریف اور تحریک پر میاں صاحب، ان کی اہلیہ محترمہ اور ان کے بڑے فرزند میاں محمد امین صاحب قبلہ فقیر صاحبؒ کے حلقہ عقیدت میں داخل ہو گئے۔ انہی دنوں قبلہ فقیر صاحبؒ کی رہائش کا مسئلہ زیر بحث آیا تو میاں صاحب نے کہا کہ اگر حضرت صاحب (فقیر صاحبؒ) رہائش کے لیے پسند فرمائیں تو ہماری مل حاضر ہے۔ چوہدری صاحب تو خواہاں تھے ہی انہوں نے آپؒ سے بات کی تو آپؒ نے فرمایا کہ ہم اپنے مخلص حافظ محمد حسین صاحب سے مشورہ کر کے آپ کو اطلاع کریں گے۔ جناب حافظ صاحب ۱۹۵۲ء میں آپؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے تھے۔ پھر قبلہ فقیر صاحبؒ کے وصال تک یعنی آٹھ سال تک آپؒ کے مشیرِ خاص اور معاونِ کار رہے۔ آپؒ کی کتب کے مشن کو آپؒ کی زندگی میں اور آپؒ کی زندگی کے بعد ۱۹۸۹ء تک یعنی اپنے انتقال تک پوری

Marfat.com

محبت اور اخلاص سے چلاتے رہے، انہوں نے اپنے تن من دھن کو قربان کئے رکھا اور فقر و تصوف کے خارزار میں گوناگوں مصائب کو گلے سے لگائے رکھا۔

آپؒ نے حافظ صاحب کو سمندری سے بلوا کر مشورہ کیا اور انہیں رحمانیہ مل میں جا کر مکان دیکھنے کا فرمایا۔ حافظ صاحب اور راقم الحروف مل میں جا کر مکان دیکھ اور پسند کر آئے۔ جس کے چند روز بعد آپؒ مع اہل و عیال کے وہاں منتقل ہو گئے۔ مل مالک میاں عمر دین صاحب بظاہر دنیا دار لیکن بباطن بہت دین دار اور فقیر دوست انسان تھے۔ انہوں نے آپؒ کے آرام و احترام کا بہت خیال رکھا۔ رحمانیہ مل میں آپؒ کا یہ پہلا قیام تقریباً ڈیڑھ پونے دو سال تک رہا۔

گزارہ ہوتا رہے گا:

جب صاحبِ عرفانؒ مستقل طور پر فیصل آباد میں اقامت گزیں ہو گئے تو ایک روز حافظ محمد حسین صاحب کو تین سو روپے دے کر فرمایا کہ ہمارے لیے گندم خرید لو۔ حافظ صاحب کو معلوم تھا کہ قبلہؒ کا تقریباً سارا سامان سیلاب کی نذر ہو چکا ہے۔ انہوں نے جب گندم کی رقم وصول کی تو انہیں خیال آیا کہ آپؒ بے سروسامانی کے حال میں فیصل آباد تشریف لائے ہیں، نہ معلوم گزارے کے لیے مزید رقم بھی پاس ہے یا نہیں، اس خیال نے انہیں افسردہ اور غمگین کر دیا۔ انہیں ان خیالات میں غلطاں دیکھ کر آپؒ نے فرمایا: محمد حسین! ہمارے محل اور کوٹھیاں تو نہیں بنیں گی تاہم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے گزارہ ہوتا رہے گا۔ پھر آپؒ نے حضرت سلطان صاحب قدس سرہ سے خواب میں ملاقات کا واقعہ دہرایا جس میں آپؒ نے ان سے ابتدائی ایام میں مالی تنگی کی شکایت کی تھی۔ جس کے جواب میں آپ قدس سرہ نے دنیا اور دنیا داروں کی ہجو فرمائی تھی اور آخر میں مسکرا کر قبلہ فقیر صاحبؒ کو پہلو میں لے لیا تھا۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب آپ قدس سرہ نے مسکرا کر مجھے پہلو میں لیا تو میں جان گیا کہ میری بات آپ قدس سرہ کو پسند آ گئی۔ اس روز سے قدرت ضرورتوں کو پورا فرما رہی ہے اور فاقہ و پریشانی کی وہ شدت نہ رہی جو پہلے تھی۔

Marfat.com

سچ بتاؤ کس سے ملے ہو:

جن دنوں قبلہ فقیر صاحبؒ رحمانیہ ٹیکسٹائل ملز، فیصل آباد میں مقیم تھے۔ ان دنوں تھل (منکیرہ وغیرہ) کا ایک معمر شخص آپؒ کے ہاں مہمان ہوا۔ یہ شخص آپؒ کا مرید یا معتقد تھا۔ اس وقت حافظ محمد حسین صاحب، صوفی فضل الٰہی صاحب اور حکیم ضیاء الحق صاحب بھی آپؒ کے مہمان تھے۔ یہ تینوں صاحبان ان دنوں جوان تھے اور آپس میں بہت بے تکلف تھے۔ قبلہ فقیر صاحبؒ جب رات کو مہمان خانے سے گھر تشریف لے گئے تو یہ جوان ہنسی مذاق اور لطیفہ بازی میں مصروف ہو گئے۔ تھل کا معمر مہمان پہلے تو برداشت کرتا رہا لیکن جب ان کا شغل طول پکڑ گیا تو اس نے ان تینوں کو ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا! تمہیں شرم نہیں آتی کہ پیر خانے میں بیٹھ کر آداب کو نظر انداز کر کے ہنسی مذاق کرتے ہو۔ تمہیں معلوم نہیں کہ قدرت نے تمہارے پیرو مرشد کو کس عزت اور مرتبے سے نوازا ہے۔ یہ جوان خاموش ہو گئے تو بزرگ مہمان نے قبلہ کی برکت و کرامت کا ایک واقعہ یوں بیان کیا۔ انہوں نے کہا:

''میں ان دنوں لڑکا تھا، مجھے قرآن پاک پڑھنے کا بہت شوق تھا لیکن غبی اور کند ذہن اس قدر تھا کہ کئی سالوں میں ابتدائی قاعدہ بھی نہ پڑھ سکا۔ آخر مسجد کے مولوی نے میرے آگے ہاتھ جوڑ کر کہا! لگتا ہے کہ تمہاری قسمت میں قرآن کریم کا پڑھنا اور سیکھنا نہیں ہے، لہٰذا میرا اور اپنا وقت ضائع نہ کرو اور اپنے آبائی کام یعنی کھیتی باڑی میں مشغول ہو جاؤ۔ میں یہ سن کر انتہائی مایوسی کی حالت میں گھر لوٹ آیا۔ اس واقعے کا مجھ پر بہت اثر تھا اور میں افسردہ خاطر رہنے لگ گیا۔ ان دنوں قبلہ فقیر صاحبؒ ہمارے علاقے میں تشریف لائے، آپؒ کے ہمراہ ایک دو مرید بھی تھے۔ ہمارے علاقے کے باسی بھی آپؒ کے معتقد تھے۔ لہٰذا آپؒ دربار شریف یا پنجاب آتے جاتے تو ہمارے علاقے میں بھی قیام فرمایا کرتے۔ ہمارے علاقے کے کسی شخص نے کچھ عرصہ قبل بھینس کی کٹی (بچھڑی) بطورِ نذرانہ پیش کی تھی جو ان دنوں جوان اور گابھن ہو چکی تھی۔ تب آپؒ اسے ساتھ لے جانا چاہتے تھے۔ تھل اور ڈیرہ اسمٰعیل خان کے درمیان دریائے سندھ حائل تھا۔ بھینس کو

Marfat.com

ہمارے علاقے سے دریا تک لے جانا آسان تھا البتہ دریا پار کرانا مسئلہ تھا۔ ان دنوں دریا پر پختہ پل نہ تھا۔ سردیوں میں کشتیوں کا عارضی پل ہوا کرتا تھا۔ یہ گرمیوں کا موسم تھا اور دریا طغیانی پر تھا۔ میں جوان بھی تھا اور اچھا تیراک بھی، لہٰذا بھینس کو دریا سے پار لے جانے کے لیے میرا نام تجویز ہوا۔ قبلہ فقیر صاحبؒ اور آپؒ کے مخلصین نے کشتی وغیرہ کے ذریعے دریا پر کیا۔ میں نے اور بھینس نے تیر کر دریا عبور کیا۔ اس پار بھینس آپ کے حوالے کر کے میں واپس اس کنارے آ گیا۔ میں اس کنارے سے اس کنارے پر آپ' آپ کے مخلصین اور بھینس کو دیکھ رہا تھا۔ میں نے لوگوں سے سن رکھا تھا کہ جب کوئی کسی اللہ والے کی پرخلوص خدمت بجالاتا ہے تو قدرت اسے اس کا اجر عطا فرماتی ہے۔ میرے دل میں خیال گزرا کہ میں نے بھی ایک خدمت سرانجام دی ہے، کیا اس کی بھی کوئی جزا ہوگی؟ پھر تھوڑی دیر بعد یہ خیال ادھر ادھر ہو گیا۔ ظہر کا وقت ہو رہا تھا۔ میں نے سوچا وضو کرلوں اور جیسی تیسی نماز آتی ہے ادا کر کے گھر کو روانہ ہو جاؤ۔ وضو کر کے نماز کے لیے کھڑا ہوا تو زبان پر بے ساختہ قرآن کریم جاری ہو گیا۔ مجھے حیرت و استعجاب نے گھیر لیا، یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں قرآن پڑھ سکتا ہوں۔ نماز کے بعد قرآنی آیات کو تصدیق و اطمینان کی خاطر بار بار دہراتا رہا۔ اس حال میں گھر پہنچا، قرآن پاک اٹھایا اور مسجد کو روانہ ہو گیا۔ مولوی صاحب نے دیکھا تو گھبرا کر بولے! تم پھر آ گئے ہو، میں نے کہا! آج میں پڑھنے یا سیکھنے کے لیے نہیں آیا بلکہ سنانے آیا ہوں۔ ان کے دل کو میری بات نہ لگی انہوں نے مجھ سے قرآن شریف لے کر اس کا ابتدائی حصہ کھولا اور کہا پڑھو، میں نے پڑھنا شروع کر دیا۔ مولوی صاحب حیران رہ گئے۔ پھر انہوں نے درمیان میں سے کھول کر کہا پڑھو۔ میں نے پڑھ کر سنا دیا۔ پھر آخری حصہ کھولا، میں نے وہاں سے بھی فرفر سنا دیا۔ وہ بولے یہ تمہارا کمال نہیں کسی صاحبِ نظر کی مہربانی اور برکت ہے۔ سچ سچ بتاؤ کس سے ملے ہو؟ میں نے پورا واقعہ بیان کر دیا۔ مولوی صاحب بولے! میں نہ کہتا تھا کہ یہ

Marfat.com

کسی اور کی برکت و کرامت ہے''۔

یہ واقعہ سن ہنسی مذاق میں مشغول تینوں جوانوں کو چپ لگ گئی لیکن ان کے سینوں میں مرشد مہربان کی محبت و عقیدت کے جذبے کا شور برپا ہو گیا اور پھر پوری رات ان نیک جذبات کی نذر ہو گئی۔

نالے منگنا نالے ٹنڈ چھپانی:

ان دنوں قبلہ فقیر صاحبؒ کا قیام جھال خانوانہ فیصل آباد میں ہوا کرتا تھا۔ گرمی کا موسم تھا۔ صوفی فضل الٰہی صاحب لاہور سے ملاقات کی غرض سے آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بیٹھک کا دروازہ ملا ہوا تھا۔ صوفی صاحب نے اسے کھولا تو آپؒ کو اور ایک اچھی وضع قطع کے خوش لباس شخص کو مصروفِ گفتگو پایا۔ آپ علیہ الرحمۃ اس وقت چارپائی پر تشریف فرما تھے جبکہ دوسرے صاحب چٹائی پر بیٹھے تھے۔ صوفی صاحب اجازت لے کر اندر داخل ہوئے اور قدمبوسی کے بعد اس صاحب کے قریب چٹائی پر بیٹھ گئے۔ قبلہ کا مکان تب بجلی کی سہولت سے محروم تھا، البتہ ہاتھ سے کھینچا جانے والا پنکھا چھت کے ساتھ آویزاں تھا۔ صوفی صاحب دھوپ سے ہو کر آ رہے تھے، انہیں گرمی محسوس ہوئی تو انہوں نے اٹھ کر دروازہ کھڑکیاں کھول دیں۔ دو تین منٹ کے بعد دوسرے صاحب اٹھے اور دروازہ کھڑکیاں بند کر دیں۔ صوفی صاحب کو تعجب ہوا لیکن ان کے ساتھ تعارف نہ ہونے کی وجہ سے خاموش رہے، تاہم چند لمحوں بعد اٹھ کر دروازہ اور کھڑکیاں دوبارہ کھول دیں۔ دوسرے صاحب پھر بلا تامل اٹھے اور حسبِ سابق انہیں بند کر دیا۔ یہ عمل خاموشی سے تین چار بار دہرایا گیا۔ قبلہ فقیر صاحبؒ اس مقابلے کو دیکھ کر مسکراتے رہے۔ آخر کار وہ صاحب اٹھے، قبلہؒ سے اجازت لی اور پھر کسی وقت حاضر ہونے کا کہہ کر چل دیئے۔ ان کے جانے کے بعد صوفی صاحب نے قبلہؒ سے ان کے بارے میں دریافت کیا۔ آپؒ نے فرمایا! یہ خاصے بڑے پیر ہیں اور مریدوں کا وسیع حلقہ رکھتے ہیں۔ ہمارے اس محلے میں بھی ان کے کافی مرید ہیں، کچھ عرصہ قبل ہماری کتاب عرفان کو پڑھ بیٹھے ہیں، یہاں ہمارے قیام اور قیام گاہ کا انہیں علم ہوا تو ملنے چلے آئے۔ دروازہ اور کھڑکیاں اس لیے بار بار بند کرتے تھے کہ ان کا کوئی مرید گلی میں سے

Marfat.com

گزرتے ہوئے انہیں نیچے چٹائی پر اور ہمیں اوپر چارپائی پر نہ دیکھ لے۔ فرمایا! بندہ حقیقت پسند ہے، ہمارے سامنے اعتراف کر رہا تھا کہ فقر و تصوف کے حوالے سے جو کچھ عرفان میں تحریر ہے وہ اس سے بالکل بے خبر ہے اور عملاً اسے ایسا کچھ بھی حاصل نہیں۔ پیری مریدی کا سلسلہ پھیلا بیٹھا ہے جسے اب بے عزتی کے ڈر سے چھوڑ بھی نہیں سکتا۔ فرمایا! ہم سے کہہ رہا تھا کہ کچھ توجہ اور مہربانی فرما دیں جس سے قول و فعل میں اثر اور برکت پیدا ہو جائے۔ ہم اس کے آباؤ اجداد کی جانب متوجہ ہوئے تو انہیں نیک اور اچھے لوگوں میں پایا، نیز اس کے اعتراف اور عاجزی کے باعث اتنا کر دیا کہ قدرت اس کے چھوٹے موٹے کام کر دیا کرے گی۔

صوفی صاحب نے یہ سن کر پنجابی مثل دہراتے ہوئے کہا: حضور! نالے منگنا نالے ٹنڈ چھپانی"۔ یعنی بھیک بھی مانگنا اور کشکول بھی چھپانا، مقصد یہ کہ آپؒ کے پاس اپنی خامیوں کا اعتراف کر کے تسخیر کا طالب بھی بنتا ہے اور مریدوں سے بھی چھپتا ہے۔

میرا کام ختم ہو گیا ہے:

صاحبِ عرفانؒ اپنی تصنیف عرفان اردو کا انگریزی زبان میں ترجمہ کرانے اور اسے شائع کرانے کے خواہش مند تھے تاکہ یورپین، امریکن اور دیگر انگریزی دان طبقہ پر بھی اسلام کی حقیقت و اہمیت آشکارا ہو سکے اس سلسلے میں آپؒ نے اپنے ایک معتقد محمد سرفراز خاں خٹک ایڈووکیٹ سے بات کی تو وہ بخوشی اس کام کا بیڑا اٹھانے پر آمادہ ہو گئے۔ یہ صاحب بنوں میں سکونت پذیر تھے۔ اس سے قبل ان تک آپؒ کی اردو عرفان پہنچ چکی تھی جس کے وہ بہت مداح اور معترف تھے۔ انہوں نے پوری لگن اور عرق ریزی سے عرفان کے پہلے حصے کا انگریزی ترجمہ کیا۔ اس کے ابتدائی رف مسودات کو ایڈووکیٹ صاحب کے داماد کرنل عبدالحفیظ آفریدی صاحب نے صاف لکھوایا۔ پھر چند اہل اشخاص نے مل بیٹھ کر نظر ثانی کر کے اسے حتمی شکل دی۔ اس کے بعد ۱۹۵۸ء میں اسے شائع کیا گیا۔ تاہم عرفان کے دوسرے حصے کا ترجمہ نہ ہو سکا۔

عرفان اول کا انگلش ایڈیشن طبع ہو گیا تو قبلہ فقیر صاحبؒ ایک رات خواب میں اس قدر زور سے ہنسے کہ آپؒ کی آواز سے راقم الحروف کی والدۂ محترمہ کی آنکھ کھل گئی۔ صبح بیدا

Marfat.com

ہونے پر انہوں نے آپؒ سے رات کو خواب میں ہنسنے کی بابت دریافت کیا تو آپؒ علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ رات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ عرفان انگلش کی طباعت پر آپ علیہ السلام بہت راضی تھے۔ اور انتہائی مسرت کا اظہار فرما رہے تھے، جس پر مارے خوشی کے نیند میں میرے منہ سے ہنسی نکل رہی تھی۔

عرفان انگریزی کی طباعت کے بعد فرمایا کرتے کہ میرا کام اب ختم ہو چکا ہے، لہٰذا مجھے مزید زندہ رہنے کی آرزو اور ضرورت نہیں۔ اس کے دو سال کے بعد آپؒ رحلت فرما گئے۔

رحمانیہ ٹیکسٹائل ملز میں قیام کے دوران چوہدری نیاز الدین صاحب کی تحریک پر آپؒ کا ایک ماہوار اسلامی روحانی رسالہ جاری کرنے کا ارادہ بھی ہوا تاہم اسے عملی جامہ پہنانے کی نوبت نہ آ سکی۔

تین لاکھ اشخاص کو فیض:

قدرت اپنے راستے کے سالک کو منتہی کر کے مخلوق کی جانب لوٹا دیتی ہے، پھر اس سے انسانیت کی رشد و ہدایت کا کام لیتی ہے۔ یوں سالک مرجوع اپنی حاصل شدہ باطنی دولت کی زکوٰۃ سے مستحقین کی امداد کرتا رہتا ہے۔

حافظ عطا محمد صاحب مرحوم شہر وہوہ، ضلع ڈیرہ غازی خان کے رہنے والے تھے۔ آنکھوں سے نابینا تھے۔ حافظ قرآن تھے۔ وہ لمبے عرصے تک حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کے دربارِ اقدس پر مقیم رہے۔ انہوں نے قرآن کریم بھی یہیں حفظ کیا۔ ان کی آخر عمر میں شادی ہو گئی تھی۔ شادی کے بعد وہ چند ماہ دربار شریف پر اور باقی وقت اپنے علاقے میں گزارتے۔ وہ قبلہ فقیر صاحبؒ کے مرید تو نہ تھے۔ لیکن آپؒ سے عقیدت بہت رکھتے تھے۔ انہیں ایک بار ایک حاجت درپیش ہوئی تو انہوں نے حضرت بادشاہ صاحب کے مزارِ اقدس پر اللہ تعالیٰ سے اس کی تکمیل کی درخواست کی۔ قدرت نے اسے منظور فرمایا اور اس حاجت کو قبلہ فقیر صاحبؒ کے توسط سے پورا فرما دیا۔ اس سے حافظ صاحب کے دل میں قبلہؒ کی عقیدت و محبت مزید ہو گئی۔

Marfat.com

حافظ صاحب نے اپنے حجرے مین ایک بار خواب دیکھا، جس مین انہوں نے کسی شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ''حضرت فقیر نور محمد صاحبؒ نے تین لاکھ اشخاص کو فیض دیا ہے''۔ دوسری رات بھی انہوں نے یہی معاملہ دیکھا۔

انہوں نے یہ خواب حافظ محمد حسین صاحب سمندری والے سے بیان کیا۔ حافظ صاحب نے یہ خواب آپؒ کے گوش گزار کیا اور دریافت کیا کہ حضور! واقعی آپؒ نے تین لاکھ اشخاص کو فیض دیا ہے؟ آپؒ نے جواباً فرمایا! فی الحال تو نہ میرے اتنے مرید ہیں نہ اتنے لوگوں تک میری کتابیں پہنچی ہیں۔ ہوسکتا ہے آئندہ اتنے لوگ میرے حلقۂ اعتقاد میں داخل ہو جائیں اور مجھ سے اور میری کتب سے اس قدر لوگ فیض یاب ہوں۔

حافظ عطا محمد صاحب خدا کے نیک بندے اور حضرت سلطان صاحبؒ کے پسندیدہ معتقد تھے۔ قبلہؒ کے مریدوں کا خیال تھا کہ ایسے شخص کا خواب جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ اور قبلہؒ کی ذات، کتب اور مزار اقدس سے اس قدر لوگ یقیناً فیض حاصل کریں گے۔ آج بحمد اللہ آپؒ کی محبت وعقیدت کا دائرہ ہزاروں افراد کو محیط ہے۔ یہ دائرہ دن بدن وسیع ہو رہا ہے۔ آپؒ کی کتب لاکھوں افردتک پہنچ گئی ہیں۔ اس وقت ان کا نواں دسواں ایڈیشن جاری ہے یہ کتابیں آپؒ کے حقیقی فیض کا ذریعہ ہیں۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے فیض حضرت سلطان صاحب قدس سرہ کی کتب اور ذات سے حاصل کیا ہے، یونہی لوگ قبلہؒ کی کتب اور روحانیت سے فیض یاب ہورہے ہیں۔

یہ سلطانی درویش ہے:

صوفی فضل الٰہی صاحب لاہوری ایک وقت موت کے بعد قبر کے حالات کے بارے میں متردد اور پریشان تھے کہ قبر میں معاملات کیونکر پیش آتے ہیں۔ انہوں نے اس کا ذکر قبلہ فقیر صاحبؒ سے کیا تو آپؒ نے فرمایا! اچھا تم دیکھ لوگے۔ پھر ایک رات صوفی صاحب نے خواب میں دیکھا کہ کوئی فوت ہوگیا ہے جس پر خویش واقارب رو رہے ہیں۔ جب میت کو تختے پر غسل کے لیے لٹایا گیا اور اس کے سر پر پانی ڈالا گیا تو صوفی صاحب کو احساس ہوا کہ وہ خود فوت ہوگئے ہیں اور انہیں نہلایا جا رہا ہے۔ ان کے بعد انہیں کفنایا گیا، جنازہ پڑھا گیا

اور دفنا دیا گیا۔ جب احباب گھروں کو لوٹ گئے تو صوفی صاحب نے قبر میں لیٹے لیٹے ہاتھ کے ٹیک پر سر کو اونچا کر کے اِدھر اُدھر دیکھا۔ انہوں نے قبرستان کو زیرِ زمین ایک وسیع میدان کی صورت میں پایا۔ انہوں نے دیکھا کہ اپنے اپنے مقام پر بعض اہل قبر سکون سے سو رہے ہیں۔ اور بعض سزا پا رہے ہیں، اور فرشتے نئے آنے والوں کے حساب کتاب میں مصروف ہیں۔ انہوں نے دو فرشتوں کو اپنے قریب سے گزرتے دیکھا۔ ان میں سے ایک نے صوفی صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دوسرے سے کہا کہ یہ شخص بھی ابھی ابھی آیا ہے، آؤ اس کا حساب کریں، دوسرے نے جواب دیا! اسے آرام کرنے دو یہ سلطانی درویش ہے۔ صوفی صاحب بیدار ہوئے تو اس خوشی میں فیصل آباد قبلہ فقیر صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے آپؒ کے دولت کدے پر حاضر ہو کر دستک دی تو قبلہ فقیر صاحبؒ نے دروازہ کھولا اور دیکھتے ہی فرمایا! فضل الٰہی: اب تو خوش ہو اب تو تم سلطانی درویش بن گئے ہو۔ صوفی صاحب نے آپؒ کی زبان مبارک سے یہ تصدیقی کلمات سنے تو انکا اطمینان دو چند ہو گیا اور بولے: حضور! یہ سب میرے مولا کریم کی کرم نوازی اور آپؒ کی مہربان توجہ کا نتیجہ ہے۔

بیعت ایک دو روز کا معاملہ نہیں:

صاحب عرفانؒ کے مریدوں کا حلقہ بہت محدود تھا۔ آپؒ اس کو بڑھانے سے ہمیشہ مجتنب رہے، کسی نے وجہ دریافت کی تو جواباً فرمایا کہ میں زیادہ مرید بنانے کا خواہش مند نہیں ہوں نہ پیری مریدی کو پھیلانا میرا مقصود ہے۔ یہ تھوڑا بہت جال جو پھیلا رکھا ہے یہ اس لیے ہے کہ کوئی مستحق طالب صادق اس میں پھنس جائے تاکہ باطنی دولت کی زکوٰۃ جو قدرت کی جانب سے مجھ پر واجب ہے اسے ادا کر کے اپنی گردن چھڑوا سکوں۔

جب کوئی بیعت ہونے کی غرض سے آتا تو بجائے بیعت کرنے کے عموماً اپنی کتاب عرفان اسے دے کر فرماتے کہ پہلے اسے پڑھو اور سمجھو تاکہ مرشدی و طالبی کے مقصد سے اور بیعت کی حقیقت سے آگاہ ہو سکو۔ فرماتے کہ اس معاملے میں پورا اطمینان حاصل کر لینا چاہیے۔ بیعت ایک دو روز کا معاملہ نہیں بلکہ اس پر اخروی زندگی کا دارومدار ہے۔ لہٰذا ایسے

Marfat.com

متردد امور میں مسنون طریقہ پر استخارہ کر لینا چاہیے۔

ڈاکٹر محمد رفیق حجازی صاحب ٹوبہ ٹیک سنگھ والے آپؒ کے پرانے مریدوں میں سے تھے۔ انہوں نے جناب سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کے باطنی اشارے اور ارشاد پر قبلہ فقیر صاحبؒ کی بیعت کی تھی۔

مولوی محمد ارشد صاحب پناہوی بہت عالم فاضل شخص تھے۔ جب وہ بیعت ہونے کی غرض سے حاضر ہوئے تو انہیں اپنی کتاب عرفان دے کر فرمایا! اس کا مطالعہ کریں اور استخارہ کر کے رہنمائی حاصل کریں۔ انہیں تین راتوں کے استخارے میں متواتر آپؒ کا چہرہ نظر آیا۔ آخری رات تو انہیں جھنجھوڑ کر پوچھا گیا کہ مولوی صاحب! کچھ یقین بھی آیا کہ نہیں"۔ وہ قائل ہو کر بیعت کے لیے دربار حضرت سلطان العارفین قدس سرہ پر آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپؒ نے خواب والے الفاظ دہراتے ہوئے فرمایا: مولوی صاحب! کچھ یقین بھی آیا کہ نہیں"۔ پھر متبسم ہو کر پنجابی میں فرمایا کہ "مولوی آدمی دا یقین بھناں بڑا مشکل ہونداا ے"۔

آپؒ کے مرید صوفی عبدالرحیم صاحب بھی باطنی آگاہی کے بعد آپؒ کی بیعت ہوئے تھے۔ صوفی عبدالرحیم صاحب آپؒ کی زندگی میں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر آپؒ کی خدمت کے لیے وقف ہو گئے تھے۔ آپؒ کے انتقال کے بعد وہ آپؒ کی وصیت کے موافق آپؒ کے مزارِ اقدس اور آپؒ کی آخری اولاد سے وابستہ رہے اور بیس سال تک اس خدمت پر کمر بستہ رہے۔

کرنل نور بادشاہ صاحب مردان کے رہنے والے تھے۔ وہ جن دنوں میجر تھے تو ان کے دوست حاجی میجر جمرود خان صاحب نے قبلہ فقیر صاحبؒ کو خط لکھ کر سفارش کی کہ آپ میجر نور بادشاہ صاحب کو اپنے حلقۂ ارادت میں شامل کر لیں۔ آپؒ نے انہیں جواباً تحریر فرمایا کہ نور بادشاہ صاحب نیک دل آدمی معلوم ہوتے ہیں تاہم ہمارا قاعدہ نہیں کہ ہم از خود کسی کو حلقۂ ارادت میں شمولیت کی ترغیب دیں، البتہ اپنی خوشی سے کوئی ہمارے سلسلے میں داخل ہونے کا ارادہ کرے اور اس کا روحانی و باطنی رشتہ روز ازل سے ہمارے ساتھ وابستہ ہو تو

Marfat.com

قدرت ظاہراً و باطناً اسے ہمارے ساتھ ملانے کا اہتمام فرما دیتی ہے۔ اسی طرح میجر نور بادشاہ صاحب کا بھی اپنے وقت پر انشاء اللہ انتظام ہو جائے گا۔ ان کے دل کی زمین عمدہ اور زرخیز معلوم ہوتی ہے، ایسی زمین میں تخم ڈالنے کی دیر ہوتی ہے۔

کرنل نور بادشاہ صاحب نے بھی بیعت ہونے سے کئی برس پہلے ایک خواب دیکھا تھا کہ وہ اپنے دوست کے ہمراہ کسی سنسان راستے پر جا رہے ہیں جس پر سوائے ایک عمارت کے کوئی شے نظر نہیں آتی۔ جب وہ عمارت کے قریب سے گزرنے لگتے ہیں تو عمارت کے دروازے میں سے کوئی ہاتھ بڑھا کر کرنل صاحب کو بازو سے پکڑ کر اندر کھینچ لیتا ہے جبکہ کرنل صاحب کا دوست راستے پر آگے نکل جاتا ہے۔ کرنل صاحب نے دیکھا کہ عمارت کے اندر ایک وجیہہ، خوش رنگ اور قد آور بزرگ تشریف فرما ہیں جن کے اردگرد سانولے رنگ کے، مختصر ریش والے، کوتاہ قد افراد کافی تعداد میں موجود ہیں۔ اس محفل میں سورہ حشر کی آیات ''هو الله الذی لا اله الا هو الخ'' کی ایسی پیاری تلاوت ہو رہی ہے کہ اہلِ محفل جھوم رہے ہیں جبکہ کرنل صاحب باطنی لذت سے معمور اور ہیبت و دبدبہ سے پسینے میں شرابور ہیں۔ اس حال میں ان کی آنکھ کھلی تو مذکورہ آیات ان کی زبان پر جاری تھیں، جسم پسینے میں ڈوبا ہوا تھا اور لذت بیان سے باہر تھی۔ اس لذت کے اثرات کئی روز تک قائم رہے جس کی توجیہہ کرنل صاحب سے اس وقت نہ ہو سکی۔

عرصے بعد جب کرنل صاحب قبلہ فقیر صاحبؒ کے بیعت ہوئے اور قبلہؒ کو خواب والے بزرگ کی شکل و صورت میں پایا تو ان پر اس خواب کی حقیقت واضح ہوئی کرنل صاحب کے خواب والے دوست جو راستے پر آگے نکل گئے تھے قبلہ فقیر صاحبؒ سے تعارف کے باوجود بیعت سے محروم رہے۔

صوفی فضل الٰہی صاحب کی تعلیم تو بہت تھوڑی تھی لیکن نام کی مناسبت سے فضلِ خداوندی سے بہرہ ور تھے۔ بچپن سے پابندِ صوم و صلوٰۃ اور تہجد گزار تھے۔ تلاشِ مرشد کے سلسلے میں بہت سے پیروں اور عاملوں سے ملے، پھر پرکھ اور تمیز کا یہ حال ہو گیا تھا کہ عامل اور غیر عامل کو پہچان لیتے تھے۔ بات کرنے میں بے باک تھے جس کے باعث اکثر نام نہاد پیروں کو

Marfat.com

لاجواب کر دیا کرتے تھے۔ پہلی بار جب قبلہ فقیر صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اسی بیباکانہ جذبے اور تمیز و تجربے کو ساتھ لے کر گئے اور خیال تھا کہ آپؒ کے ہاں ان صفات کو آزمائیں گے لیکن آپؒ کو دیکھتے ہی بیباکی احترام میں اور تجربہ بے ساختگی میں یوں تبدیل ہوا کہ محض اتنا کہہ سکے، حضور! مجھے بیعت فرما لیجئے۔ بعد میں کہا کرتے تھے کہ وہ عجیب وقت تھا، ایسی بے خودی اور سرور کی کیفیت تھی کہ دل و دماغ بغیر بیعت ہوئے وہاں سے ملنے پر آمادہ نہیں ہو رہے تھے۔ بقول صوفی صاحب اس وقت قبلہؒ بھی عجیب رنگ میں تھے، بیعت کے بعد فرمانے لگے بیٹا! جو چاہتے ہو کہو اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے یہ فقیر اس عالی درگاہ سے دلوا سکتا ہے۔

فقیر اور عالم میں فرق:

صوفی محمد شفیع صاحب لاہور کا شمار قبلہ فقیر صاحبؒ کے مخلص اور خدمت گزار مریدوں میں ہوتا ہے۔ کتب کے پھیلاؤ کے سلسلے میں ان کی خدمات قابلِ صد ستائش ہیں۔ صوفی صاحب محکمہ جیل خانہ جات میں ملازم تھے ان دنوں آپ نے قبلہؒ کی کافی کتابیں جیلوں کی لائبریریوں تک پہنچائیں۔ قبلہؒ کی عرفان انگریزی مختلف ممالک کی لائبریریوں تک پہنچانے میں ان کا بڑا ہاتھ ہے۔ صوفی صاحب اس وقت تک قبلہؒ کی کتب کے فروغ اور آپؒ کے تعارف کے سلسلے میں پوری لگن اور محبت سے کوشاں ہیں۔

صوفی صاحب زمانۂ طلب میں بیعت ہونے کے خیال سے کئی پیروں اور گدی نشینوں سے ملے لیکن گوہرِ مقصود ہاتھ نہ آ سکا۔ صوفی صاحب کی رہائش دربار حضرت میاں میر صاحبؒ کے قریب بستی میاں میر صاحبؒ میں تھی۔ وہ اکثر بغرض، نماز اور زیارت دربار میاں میر صاحبؒ پر حاضری دیا کرتے تھے۔ صاحبِ عرفانؒ جب کتب کی چھپائی کے سلسلے میں لاہور تشریف لے جاتے تو حضرت میاں میر صاحبؒ کے مزار شریف پر ضرور حاضر ہوتے اور دعوت بھی پڑھتے۔ اس غرض سے آپؒ مسجد میاں میر صاحبؒ میں رات گزارتے۔ ایک بار حسبِ معمول آپؒ رات کو اپنے ایک مخلص صوفی محمد اصغر صاحب کے ہمراہ شب باشی کی غرض سے وہاں تشریف لے گئے۔ اتفاق سے صوفی محمد شفیع صاحب بھی اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ

Marfat.com

اس وقت وہاں موجود تھے۔ ان حضرات نے صوفی محمد اصغر صاحب سے قبلہ فقیر صاحبؒ کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ قبلہؒ کی باطنی نسبت حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہ العزیز سے ہے اور آپ قدس سرہ کے خاص خلفاء میں شمار ہوتے ہیں۔ یہ تینوں حضرات ملاقات کے ارادے سے آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان میں سے ایک صاحب کو پیروں سے ملنے اور پوچھ گچھ کا تجربہ تھا اور انہیں کسی قلندر سے کسی حد تک قوتِ سلب بھی حاصل تھی۔ انہوں نے آزمائش کی غرض سے آپؒ سے پہلا سوال کیا کہ "عالم اور فقیر میں کیا فرق ہے؟ آپؒ نے جواباً فرمایا کہ عالم کا معاملہ قال وشنید تک ہوتا ہے، مثلاً وہ بتاتا ہے کہ انگلینڈ میں شہر لندن ہے جہاں چڑیا گھر ہے عجائب گھر ہے وغیرہ وغیرہ۔ جبکہ فقیر کا معاملہ دید و حال کا ہوتا ہے اور وہ لندن کو باطنی طور پر سامنے لاکر طالب سے کہتا ہے لو دیکھ لو یہ لندن ہے۔ آپؒ سے دوسرا سوال کیا گیا کہ فقیر باطنی امور کی دیکھ بھال کے ساتھ ساتھ ظاہری حکومت کو بھی کیوں نہیں سنبھال لیتے تاکہ دنیا کو عدل و امان میسر آسکے؟ جواباً فرمایا! ہمارا دور بلحاظ وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دورِ اقدس سے کافی دور ہو گیا ہے لہٰذا اس دور کا فقیر ضعفِ ظاہری سے ہم کنار ہے اور وہ قوت نہیں رکھتا کہ وہ تصرفِ باطنی کے ساتھ ساتھ حکومتِ ظاہری کو بھی ہاتھ میں لے سکے۔ آخر میں سوال کنندہ نے درخواست کی کہ مجھے کچھ باطنی توجہ دیجئے۔ وہ چونکہ کسی اور سلسلے میں بیعت تھے لہٰذا آپؒ نے فرمایا کہ ہر شخص اپنی بکری کو گھاس ڈالتا ہے دوسرے کی بکری کو کوئی گھاس نہیں ڈالتا۔ یہ سن کر اس نے اپنی قوتِ سلب استعمال کرنے کی غرض سے کلام پڑھنے کا ارادہ کیا لیکن آپؒ نے اپنی باطنی ہمت سے اس کی زبان بند کر دی۔ جب یہ حضرات آپؒ سے فارغ ہو کر باہر آئے تو سوال کنندہ نے باقی دو صاحبان سے کہا کہ اگر کوئی مرید ہونا چاہے تو ان کا ہو جائے یہ بہت بڑی ہستی ہے۔ اس کے بعد صوفی محمد شفیع صاحب تو آپؒ کے بیعت ہو گئے جبکہ باقی دو حضرات آپؒ کی بیعت سے سرفراز نہ ہو سکے۔

فضلِ خداوندی کے شعلے:

راہِ مولا میں خواہشاتِ نفس کو قربان کرنے والوں کی رب تعالیٰ کے ہاں جو توقیر ہوتی

Marfat.com

ہے اس کے اظہار کا سامان بھی وقتاً فوقتاً قدرت کے ہاتھوں ہوتا رہتا ہے۔

صاحب عرفانؒ موسمِ گرما میں ایک رات اپنے ایک مخلص میاں عبدالغنی صاحب لاہوری کے ہاں اچھرہ میں مہمان تھے۔ سونے کا وقت ہوا تو انہوں نے آپؒ کی چارپائی صحن میں بچھا دی اور خود کچھ فاصلے پر چارپائیاں ڈال کر سو رہے۔ رات کو ڈیڑھ دو بجے کے قریب عبدالغنی صاحب کی آنکھ کھلی تو انہوں نے قبلہ فقیر صاحبؒ کی چارپائی کو شعلوں میں گرا ہوا پایا۔ وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھے اور باقی گھر والوں کو جگا کر پانی کی طرف دوڑے۔ وہ لوگ جب پانی سے بھری بالٹیاں اور برتن لے کر آپؒ کی چارپائی کے قریب پہنچے تو شعلے غائب تھے۔ اس دوران قبلہؒ کی آنکھ کھل گئی، آپؒ نے ان سب کو پانی لیے ہوئے چارپائی کے اردگرد کھڑے دیکھا تو حیران ہوئے، دریافت کرنے پر جب انہوں نے واقعہ بتایا تو آپؒ سمجھ گئے اور فرمایا! گھبراؤ نہیں اور جا کر آرام کرو، جو تمہیں شعلے لگتے تھے شعلے نہ تھے، فضلِ خداوندی تھا جو تجلیات کی صورت میں وارد ہو رہا تھا۔ اور تمہیں آگ کی مثل نظر آ رہا تھا۔ یہ سن کر وہ اپنی چارپائیوں کو لوٹ گئے۔

چہرہ اور دائرہ نور:

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی عطا کردہ ہمت و توفیق سے جب بندے کا باطن مزکی اور صاف ہو جاتا ہے تو اس کے اثرات ظاہر بدن سے بھی کبھی کبھی مترشح ہوتے ہیں جسے دیکھ کر مادی انسان دنگ رہ جاتا ہے۔

ڈاکٹر غلام محی الدین صاحب عرف ڈاکٹر قادری صاحب قبلہ فقیر صاحبؒ کے مرید تھے۔ وہ حکمت اور ڈسپنسنگ کا کام کرتے تھے۔ اس سلسلے میں انہوں نے کچھ وقت قائد آباد، خوشاب میں بھی گزارا۔ قبلہؒ جب پہلی باران کے ہاں قائد آباد تشریف لے گئے تو چند روز وہاں قیام فرمایا۔ ڈاکٹر قادری صاحب کہا کرتے تھے۔ کہ پہلا روز تھا اور آپؒ ہمارے گھر کے صحن میں تشریف فرما تھے۔ میں نے آپؒ کے چہرے کی جانب دیکھا تو مجھے آپؒ کے چہرے کے گرد ایک نورانی ہالہ اور دائرہ دکھائی دیا، پہلے تو میں نے اسے نظر کا دھوکا تصور کیا لیکن دو تین بار آنکھیں ملنے کے بعد بھی جب ویسا ہی پایا تو شک و شبہ یقین میں تبدیل ہو

Marfat.com

گیا۔ اس کے بعد آپؒ جتنے روز ہمارے ہاں رہے اور میں نے جب بھی آپؒ کے چہرے کی جانب نگاہ کی تو میں نے ہالۂ نور کو اس کے اردگرد پایا، یہ ایسی ٹھوس حقیقت تھی جسے فریب نظر کہنا خود کو فریب دینے کے مترادف تھا۔

موت سے غفلت:

حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کے دربارِ اقدس سے باہر مغرب کی سمت کافی بڑا قبرستان ہے۔ اس میں صاحبِ عرفانؒ کی دوسری زوجۂ محترمہ، انہی سے ایک بچہ اور آپؒ کی پہلی شادی سے ہونے والی بچی مدفون ہیں۔ آپؒ محرم کے موقع پر ان کے قبور کی لپائی کروایا کرتے تھے۔ ایک موقع پر لپائی کے دوران اپنے مخلصین کو مخاطب کر کے فرمایا! موت بھی عجیب شے ہے، جو بھی ادھر گیا واپس نہ لوٹ سکا اور نہ ہی بتا سکا کہ وہاں اس کے ساتھ کیا ہوا۔ فرمایا! اگر وہاں کے صحیح حالات کا لوگوں کو علم ہو جائے تو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر آہ وزاری شروع کر دیں اور اس دنیا کو فراموش کر کے اس جانب کے ہو رہیں، لیکن لاعلمی کے باعث اس طرف سے غافل ہیں۔ فرمایا! دنیا کی موجودہ رونق اور چہل پہل اسی غفلت اور انہی غافلین کے دم سے ہے۔

دعائے فقیر کرم خداوندی:

حدیثِ قدسی ہے کہ جب بندہ کثرتِ نوافل سے میرے نزدیک ہو جاتا ہے تو میں اس کے ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان اور زبان وغیرہ ہو جاتا ہوں، پھر وہ مجھ سے پکڑتا، دیکھتا، سنتا اور کلام کرتا ہے۔

ایسا خوش بخت بندہ جب ایسی پاک اور مقبول زبان سے اپنے خالق کے حضور کسی امر کے لیے ملتجی ہوتا ہے تو اس کی درخواست کو شرفِ قبولیت سے نوازا جاتا ہے۔

سید فضل حسین شاہ صاحب مرحوم کا تعلق علاقہ رسول، ضلع گجرات سے تھا، ان کا بیان ہے کہ ایک اندھی عورت حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کے دربار عالی پر زیارت کی غرض سے آئی۔ وہ وہاں اپنی بینائی کے لیے ہر وقت دعائیں مانگا کرتی تھی۔ صاحبِ عرفانؒ

Marfat.com

بھی ان دنوں وہیں تھے۔ کسی نے اس عورت کو آپؒ سے دعا کروانے کا مشورہ دیا۔ اس نے آپؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزاری تو آپؒ ازراہِ کرم دعا کے لیے راضی ہو گئے۔ آپؒ نے اس خاتون کو فرمایا کہ میں حضرت بادشاہ صاحب قدس سرہ کے روضۂ اقدس کے اندر آپؒ کے مزار شریف کے سرہانے کھڑا ہو کر اللہ تعالیٰ سے تمہارے لیے دعا کرتا ہوں، تم محل شریف کے باہر پیروں کی طرف کھڑے ہو کر میری دعا میں شامل رہنا۔ عورتوں کو محل شریف کے اندر جانے کی اجازت نہیں ہے۔ اس خاتون نے آپؒ کے فرمان کے مطابق کیا۔ ادھر دعا تمام ہوئی ادھر قدرت نے اس کی آنکھوں پر سے اندھیروں کو لپیٹ لیا اور وہ وہاں سے بینا ہو کر لوٹی۔

ایسا ہی معاملہ ایک فالج زدہ شخص کے ساتھ بھی ہوا۔ اسے بھی آپؒ نے پائنتی کی جانب کھڑا کیا اور خود سرہانے کی طرف کھڑے ہو کر اس کے لیے دعا کی۔ جب وہ مفلوج محل شریف سے باہر آیا تو اس کا فالج رخصت ہو چکا تھا۔

دین و دنیا کا راستہ:

ایک وقت صوفی فضل الٰہی صاحب لاہوری کافی مقروض ہو گئے۔ اور قرض اترنے کے اسباب نہیں بن رہے تھے۔ وہ ہر بار ملاقات پر قبلہ فقیر صاحبؒ کی خدمت میں اس بارے میں دعا کی استدعا کرتے۔ آپؒ ہر بار فرماتے فکر نہ کرو اللہ تعالیٰ کی ذات مہربان ہے۔ جب قرضخواہوں نے بہت تنگ کیا تو وہ آپؒ کی خدمت میں فیصل آباد پہنچ گئے۔ اس روز اور معتقدین بھی آپؒ کے مہمان تھے۔ قبلہؒ کے گھر سے سب کے لیے کھانا آیا تو صوفی صاحب نے احتجاجاً نہ کھایا اور عذر یہ کیا کہ انہیں بھوک نہیں ہے۔ جب سب معتقدین گھروں کو لوٹ گئے تو قبلہؒ نے ان سے پریشانی کا سبب دریافت کیا۔ انہوں نے اپنی مجبوری اور خستہ حالی اس انداز سے بیان کی کہ آپؒ کو جلال آ گیا۔ اس وقت آپؒ اور صوفی صاحب ایک چٹائی پر آمنے سامنے چوکڑی مار کر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؒ نے چٹائی پر انگلی سے ضرب کا فرضی نشان بناتے ہوئے فرمایا: فضل الٰہی: ایک لکیر دین کا راستہ ہے اور دوسری دنیا کا۔ اگر تم دنیا کا راستہ اختیار کرنا چاہو تو قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے

Marfat.com

کہ تمہارے گھر پہنچنے سے قبل تمہارے بکسے اور صندوق نوٹوں سے بھرے ہوئے نہ ہوں تو مجھے فقیر نہ کہنا۔ یہ سن کر صوفی صاحب پر ایسا شدید گریہ طاری ہو گیا کہ بقول ان کے اگر قبلہؒ دلاسہ نہ دے دیتے تو فرطِ جوش سے ان کا دل پھٹ جاتا۔ پھر آپؒ نے فرمایا: فضل الٰہی! دین کے راستے میں اس طرح کی پریشانیاں آتی رہتی ہیں اور اس راہ میں قربانیاں دینی پڑتی ہیں لہٰذا ان سے گھبرانا نہیں چاہیے اور صبر و استقامت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔ میرا اللہ بہتری فرمائے گا۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے قرض کے اترنے کے ایسے اسباب پیدا کر دیئے جن کا بظاہر کوئی امکان نہ تھا۔

بریلویت کی حد:

قبلہ فقیر صاحبؒ دربار شریف پر مقیم تھے۔ چند مخلصین بھی ہمراہ تھے۔ جمعہ کے روز وعظ میں خطیب نے کسی بنگالی بزرگ کی کرامت کا ایک واقعہ بیان کیا کہ ایک عورت کے ہاں اولاد نہ ہوتی تھی۔ اس عورت نے اس سلسلے میں بنگالی بزرگ سے دعا کروائی۔ اس بزرگ نے دعا کی اور پیش گوئی کی کہ لڑکا ضرور ہو گا خواہ ہوتے ہی مر جائے۔ سو لڑکا پیدا ہوا، جب مرنے لگا تو عورت بزرگ کے ہاں بھاگی گئی اور اسے یہ کہہ غیرت دلائی کہ ان کی دعا سے ہونے والا بچہ مر گیا تو لوگ باتیں بنائیں گے۔ لہٰذا بچہ صحت یاب ہو گیا۔ بزرگ نے کہا کہ اب لڑکپن میں مرے گا۔ جب وہ لڑکا ہو کر مرنے لگا تو عورت پھر ان کے ہاں جا پہنچی، لڑکا پھر بچ گیا۔ اس کے بعد جب بھی وہ مرنے لگتا عورت بزرگ کو جوش دلانے پہنچ جاتی۔ یہ حربہ کارگر رہا۔ یوں اس بچے کے ختنے ہوئے، وہ جوان ہوا، اس کی شادی ہوئی، بال بچے ہوئے، اور کرتے کرتے عورت نے اس کی عمر سو سال کروالی۔ آپؒ نے یہ سن کر بعد میں ہنس کر فرمایا! مبالغے کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ عزرائیل علیہ السلام کو ساری عمر رکوائے رکھا۔ فرمایا! بریلویت کی بھی ایک حد ہوتی ہے، حد سے آگے بریلویت بھی جائز نہیں۔

اس کے علاوہ دیگر کئی فرقے بھی حقائق سے ناآشنا اور افراط و تفریط کا شکار ہیں۔

فرمایا! جہاں دنیوی لالچ، دنیا داروں سے تعلق اور ان کی خوشامد موجود ہے وہاں ملمع اور دھوکہ بازی کا امکان یقیناً موجود ہے۔ فرمایا! بعض فرقوں کے نزدیک دنیا داروں کی خوشامد

Marfat.com

اور اکرام شرک نہیں لیکن اولیاء اللہ کے اعزاز و احترام میں انہیں فوراً شرک نظر آنا شروع ہو جاتا ہے، جبکہ یہی امر حقیقی بدبختی اور ابدی حرمان کا باعث ہے۔

صاحب عرفانؒ کو موجود پایا:

تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب وغیرہ سے سالکین ناسوتی اور ملکوتی جثوں اور وجودوں سے بہرہ ور ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ ناسوتی اور ملکوتی مخلوق کی طرح حسبِ مرضی دوسری جگہوں پر حاضر ہو سکتے ہیں جبکہ ان کے مادی وجود اپنے مقام پر موجود رہتے ہیں۔

کرنل عبدالحفیظ آفریدی صاحب مرحوم قبلہ فقیر صاحبؒ کے پرانے اور مخلص مریدوں میں سے تھے۔ جن دنوں ان کی پوسٹنگ اور تعیناتی راولپنڈی میں تھی ان دنوں کرنل سردار حسین صاحب بھی وہیں تھے۔ ان صاحبان کا آپس میں دوستانہ بھی تھا اور ان کے بنگلے بھی باہم قریب تھے۔ کرنل سردار حسین صاحب دین دار آدمی تھے۔ کرنل آفریدی نے انہیں صاحبِ عرفانؒ کی تصنیف عرفان پڑھنے کے لیے دی جسے پڑھ کر وہ بہت متاثر ہوئے، جس کے نتیجے میں انہیں قبلہ فقیر صاحبؒ سے عقیدت و محبت پیدا ہوگئی۔ ایک رات وہ اپنی خلوت گاہ میں نوافل ادا کر رہے تھے۔ دورانِ نماز اُنہیں یوں لگا جیسے کمرے کا دروازہ کھول کر کوئی اندر داخل ہوا ہو۔ سلام پھیرنے کے بعد جب انہوں نے مڑ کر پیچھے دیکھا تو سامنے ایک بزرگ کو موجود پایا۔ کرنل صاحب کافی دیر تک باادب کھڑے ہو کر اس بزرگ کو دیکھتے رہے۔ یہ سلسلہ خاموشی کے ساتھ جاری رہا، پھر وہ بزرگ واپس لوٹ گئے۔ صبح ہوئی تو کرنل سردار حسین صاحب حیرت و خوشی کے ملے جلے جذبات کے ساتھ کرنل آفریدی صاحب کے ہاں گئے اور انہیں رات والے واقعے سے آگاہ کیا۔ کرنل سردار صاحب نے جب اس بزرگ کا حلیہ بیان کیا تو کرنل آفریدی سمجھ گئے۔ انہوں نے کرنل سردار صاحب کو بتایا کہ ایسا حلیہ قبلہ فقیر صاحبؒ کا ہے، بعدۂ وہ اندر گئے اور قبلہ فقیر صاحبؒ کی تصویر اٹھا لائے۔ کرنل سردار صاحب نے جب تصویر دیکھی تو بے ساختہ پکار اٹھے کہ رات والے بزرگ کی ہو بہو یہی شکل و صورت تھی۔ قبلہ فقیر صاحبؒ ان دنوں بقیدِ حیات تھے لیکن کرنل سردار صاحب کی ان سے ملاقات نہ ہوئی تھی۔ کرنل سردار حسین صاحب کسی زمانے میں ڈیرہ اسمٰعیل خان میں بھی بطورِ

Marfat.com

سٹیشن کمانڈر متعین رہے۔

تمہارا پیر کامل ہے:

قبلہ فقیر صاحبؒ جب جھال خانوانہ لائل پور (موجودہ فیصل آباد) میں رہائش رکھتے تھے تب حکیم ضیاء الحق صاحب آپؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے تھے۔ آپؒ نے بیعت کے بعد ان سے فرمایا ہمارا خیال ہے کہ تجھے اللہ کا بندہ بنا دیں۔ اس کے بعد وہ دنیا کے بندے نہ رہ سکے۔

ایک بار حکیم صاحب نے آپؒ سے رسالہ روحی شریف کے پڑھنے کی اجازت طلب کی۔ آپؒ نے اجازت دے دی لیکن کوشش کے باوجود رسالہ شریف انہیں زبانی یاد نہ ہو سکا۔ انہوں نے حاضرِ خدمت ہو کر اس امر کی شکایت کی تو آپؒ نے فرمایا! اب یاد ہو جائے گا۔ آپؒ کے اس فرمان پر انہیں لگا جیسے رسالہ شریف یاد ہو گیا ہو۔ انہوں نے گھر جا کر آزمائش کی تو بغیر کوشش کے رسالہ شریف ان کی زبان پر جاری ہو گیا۔

حکیم صاحب کو ایک دفعہ باطن میں کسی عامل پر فتح حاصل ہوئی۔ انہوں نے اس واقعے کی آپؒ کو اطلاع کی تو آپؒ نے فرمایا! تمہارا پیر کامل ہے، اس لیے تمہیں عامل پر غلبہ حاصل ہوا۔

ایک بار قبلہؒ نے حکیم صاحب سے فرمایا! لگتا ہے تمہارے خاندان میں لڑکیاں بکثرت ہیں۔ انہوں نے کہا! حضور: واقعی ایسا ہی ہے۔ پھر انہوں نے اس باب میں دعا کی درخواست کی تو آپؒ خاموش ہو گئے۔ کچھ روز بعد حکیم صاحب سے فرمایا! یہ سال انشاء اللہ لڑکوں کی پیدائش کا ہے۔ پھر حکیم صاحب کو اپنے رشتہ داروں کے ہاں سے لڑکوں کی ولادت کی اطلاعیں موصول ہونی شروع ہو گئیں، حتیٰ کہ ان کے خاندان میں آٹھ لڑکے پیدا ہوئے۔

اب تو تم رجسٹرڈ ہو گئے ہو:

بحوالۂ حدیث شریف رویائے صادقہ یعنی سچے خوابوں کو مبشرات سے تعبیر کیا گیا ہے۔ راہروانِ باطن کو ان کی ترقی و تنزلی اور ردو قبول کا حال خواب اور مراقبے کے ذریعے ملتا رہتا

Marfat.com

ہے جس کی روشنی میں وہ اپنے عمل و ارادے کی اصلاح کرتے رہتے ہیں۔

ایک بار صوفی فضل الٰہی صاحب لاہوری نے خواب میں دیکھا کہ وہ قبلہ فقیر صاحبؒ کے ہمراہ ہیں۔ قبلہؒ انہیں ایک دفتر نما عمارت میں لے گئے۔ وہاں ایک شخص ڈیوٹی پر موجود تھا۔ قبلہؒ نے اس شخص کو رجسٹر لانے کی ہدایت فرمائی۔ اس نے حکم کی تعمیل کی اور ایک رجسٹر لے آیا۔ اس رجسٹر میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کے سلسلۂ عالیہ قادریہ میں داخل ہونے والوں کے ناموں کا اندراج تھا۔ اس رجسٹر میں نمبر شمار، نام طالب اور نام مرشد کے الگ الگ خانے بنے ہوئے تھے۔ قبلہؒ نے ڈیوٹی پر موجود شخص کو کہہ کر صوفی فضل الٰہی صاحب کا نام اس میں درج کروایا۔ پھر مرشد کے خانے میں اپنا نام ''فقیر نور محمد بقلم خود'' تحریر فرمایا۔ بقول صوفی صاحب ان کا نمبر شمار ۲۵۲ یا ۲۵۳ تھا۔ اس خوشخبری کی اطلاع دینے کے لیے اگلے روز صوفی صاحب لاہور سے فیصل آباد قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؒ نے ان کے بتانے سے قبل ہی فرمایا! فضل الٰہی: اب تو خوش ہو اب تو تم رجسٹرڈ ہو گئے ہو۔

ڈیرہ اور فیصل آباد کو مراجعت:

صاحبِ عرفانؒ نے فروری ۱۹۵۹ء میں بعض امور کے باعث فیصل آباد کو خیر باد کہا اور ڈیرہ اسمٰعیل خان تشریف لے آئے۔ یہاں آپؒ نے اندرون فقیرنی گیٹ، محلہ پتھر فقیر میں ایک مکان کرایہ پر لیا اور اس میں رہائش پذیر ہو گئے۔ ڈیرہ کے اس پورے قیام میں حکیم ضیاء الحق صاحب خدمت کے لیے موجود رہے۔ اس دوران آئندہ کے حالات اور تقاضوں کے پیش نظر آپؒ نے محلہ شہزاد خیل کلاچی شہر میں ایک کمرے اور بیٹھک پر مشتمل اپنا انتہائی سادہ اور کچا مکان عرفان منزل کے نام سے تعمیر کروایا۔ اس سے قبل آپؒ کا آبائی مکان محلہ کمال خیل میں تھا۔ جو ۱۹۵۵ء میں سیلاب کی نذر ہو گیا تھا۔ اسے دوبارہ تعمیر نہ کروایا اس لیے کہ وہ محلہ آپؒ کو پسند نہ تھا۔

ڈیرہ میں آپؒ نے تقریباً نو ماہ تک قیام فرمایا۔ آپؒ کے مرید عموماً غریب اور نادار تھے اور زیادہ تر کا تعلق پنجاب سے تھا۔ لہٰذا ان کی غربت اور ڈیرہ تک کے سفر میں حائل مشکلات کا آپؒ کو احساس رہتا تھا۔ آپؒ تنہائی اور گوشہ نشینی کے خواہش مند تھے۔ ڈیرہ میں تنہائی کے

Marfat.com

میسر آ جانے کے باوجود آپؒ کا یہاں دل نہ لگا، لہٰذا آپؒ نے پنجاب کو مراجعت کا ارادہ کر لیا۔ رحمانیہ ٹیکسٹائل ملز کے مالک میاں عمرؒ دین صاحب کو آپؒ کے ارادے کا علم ہوا تو انہوں نے چوہدری نیاز الدین صاحب کی وساطت سے آپؒ کو لکھا کہ آپؒ کا اگر پنجاب کو واپسی کا ارادہ ہو تو ہماری مل آپؒ کے قیام کی زیادہ حق دار بنتی ہے۔ لہٰذا آپؒ ہمارے ہاں تشریف لائیے گا۔

قبلہ فقیر صاحبؒ نے حافظ محمد حسین صاحب سمندری والے کو لکھ بھیجا کہ وہ رحمانیہ مل کو جائیں اور میاں عمر دین صاحب سے مل کر ان کے حقیقی خیالات معلوم کریں۔ حافظ صاحب جب اس سلسلے میں میاں صاحب سے ملے تو انہوں نے کہا کہ ''قبلہ جب مل کو چھوڑ کر ڈیرہ اسمٰعیل خان تشریف لے گئے تو آپؒ کے جانے کا سب سے زیادہ دکھ مجھے ہوا تھا۔ اب اگر آپؒ دوبارہ یہاں تشریف لائیں گے تو سب سے زیادہ خوشی بھی مجھے ہو گی''۔ انہوں نے مزید کہا! میں خود موجود ہوں اور قبلہؒ والا سابقہ مکان بھی تا حال خالی پڑا ہے۔ آپؒ کا جس وقت جی چاہے تشریف لے آئیں۔

قبلہ فقیر صاحبؒ کو ان احوال کی اطلاع کی گئی تو آپؒ نے حافظ محمد حسین صاحب اور ڈاکٹر قادری صاحب کو خطوط لکھ کر معاونت کے لیے بلوا لیا۔ حکیم ضیاء الحق صاحب پہلے سے موجود تھے لہٰذا یہ تینوں حضرات فیصل آباد کو مراجعت کے اس سفر میں آپؒ کے ہمراہ رہے۔ ان دنوں دریائے سندھ طغیانی پر تھا، بنا بریں اس راستے سے سفر ممکن اور مناسب نہیں تھا۔ لہٰذا میانوالی، سرگودھا والا متبادل لیکن نسبتاً لمبا راستہ اختیار کرنا پڑا۔ اس سفر میں ایک رات قائد آباد میں ڈاکٹر قادری صاحب کے ہاں گزاری اور اگلے روز فیصل آباد پہنچے۔ معتقدین کو آپ کی واپسی پر بہت زیادہ خوشی ہوئی اور یوں رحمانیہ مل کی رونقیں اور برکتیں ایک بار پھر لوٹ آئیں۔ اس بار قبلہ فقیر صاحبؒ کے مہمانوں اور عقیدت مندوں کے لیے میاں عمر دین صاحب نے علیحدہ مہمان خانہ بنوا دیا جس میں دو کمروں، باورچی خانہ اور غسل خانے وغیرہ کی سہولت موجود تھی۔

رحمانیہ مل میں قیام کے دوران جمعہ کی نماز آپؒ پڑھایا کرتے تھے۔ آپؒ کی تقریر

بالکل سادہ اور مختصر ہوتی، لیکن اس میں اثر اور لطف بڑی بڑی مزین اور زوردار تقریروں سے زیادہ ہوتا تھا۔ نمازِ جمعہ میں عوام کے علاوہ آپؒ کے مقامی مریدین بھی عموماً شرکت کرتے۔

مختلف معلومات کا فائدہ:

صاحب عرفانؒ کو فیصل آباد سے دربار شریف کا سفر درپیش تھا۔ رات جھنگ میں گزاری اور اگلے روز دربار شریف کو روانگی ہوئی۔ آپؒ کے ہمراہ چند مرید بھی تھے جو مختلف موضوعات پر آپؒ سے گفتگو کر رہے تھے۔ بس میں سوار ایک صوفی صاحب نے بھی گفتگو میں شریک ہو کر آپؒ سے سوالات کرنے شروع کر دیئے۔ یہ سلسلہ جب طول پکڑ گیا تو چوہدری نیاز الدین صاحب نے احباب کو خصوصاً اس صوفی صاحب کو روکا کہ غیر ضروری اور پیش از وقت قسم کے سوالات کر کے قبلہؒ کو تھکایا اور پریشان نہ کیا جائے، لیکن آپؒ نے خندہ پیشانی سے فرمایا! چوہدری صاحب: پوچھنے دیں' اس لیے کہ مختلف لوگوں سے مختلف باتیں حاصل ہوتی ہیں جن سے معلومات میں اضافہ ہوتا ہے، ان میں بعض ایسے سوالات آ جاتے ہیں جو پہلے سامنے نہیں آئے ہوتے۔ ان معلومات کی بدولت آدمی بعض چیزوں سے بچتا ہے اور انہیں پہچان سکتا ہے۔ فرمایا! جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اس لیے ایمان لے آئے کہ وہ جادو جانتے تھے لہٰذا وہ جادو اور معجزہ میں تمیز کر سکتے تھے، لیکن فرعون اور اس کے امراء اور وزراء وغیرہ معجزہ کو بھی جادو سمجھتے رہے اور ایمان نہ لا سکے۔

روحانی معالجاتی قوت:

میجر صادق صاحب بطور روحانی معالج جب بہت شہرت پا چکے تو قبلہ فقیر صاحبؒ نے انہیں دیکھنا چاہا۔ ''الملاقات قسمة یعنی ملاقات قسمت سے ہوتی ہے''۔ کی مصداق اس کی امید تو نہ تھی لیکن قدرت نے ملاقات کا ایسا بندوبست فرمایا کہ میجر صاحب کو آپؒ کے گھر پہنچا دیا۔ ہوا یوں کہ میجر صاحب کسی کرنل دوست کے ہمراہ فوجی قافلے کے ساتھ فیصل آباد میں سے گزر رہے تھے۔ کرنل صاحب قبلہ فقیر صاحبؒ سے متعارف تھے۔ انہوں نے آپؒ سے ملاقات کرنی چاہی تو میجر صادق بھی ان کے ہمراہ چلے آئے۔ میجر صاحب کو کسی امریکن

Marfat.com

عیسائی نے بتایا تھا کہ ان میں زبردست روحانی قوت پوشیدہ ہے، لہٰذا انہیں اس روحانی قوت یعنی Heeling Power کو ترقی دے کر اس سے مخلوق خدا کو فائدہ پہنچانا چاہیے، قبلہ فقیر صاحبؒ نے جب ان سے اس بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے افسوس کے ساتھ کہا کہ واقعی ان میں پوشیدہ روحانی استعداد کی اطلاع کسی مسلمان بزرگ کی بجائے ایک امریکن عیسائی نے بہم پہنچائی آپؒ نے میجر صاحب سے فرمایا کہ وہ امریکن یقیناً کوئی میڈیم اور وسیط ہوگا جس پر کوئی روح مسلط ہوگی کیونکہ ایسی اطلاعات ارواح پہنچا سکتی ہیں۔ میجر صاحب نے اثبات میں جواب دیا اور کہا کہ وہ امریکن اس روح کو اپنے زعم اور خیال میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منسوب کرتا تھا۔ اس کے پاس ارواح کی تصاویر بھی تھیں۔

قبلہ فقیر صاحبؒ نے میجر صاحب سے فرمایا کہ جب آپ بغرضِ علاج کسی مریض پر ہاتھ پھیرتے ہیں تو مریض کا درد اور تکلیف آپ کے جسم میں سے گزر کر ختم ہو جاتی ہوگی میجر صاحب نے تصدیق کی کہ درد از قسم دردِ سر، دردِ دل وغیرہ کو میں وقتی طور پر محسوس کرتا ہوں اور مریض کو افاقہ ہو جاتا ہے۔ قبلہ فقیر صاحبؒ نے دریافت کیا کہ مریض کے علاج کے وقت آپ کو کسی روح کے اثر اور تسلط کا احساس ہوتا ہے؟ میجر صاحب اس کی وضاحت نہ کر سکے البتہ ان کے دوست انوار الحق صاحب نے تائید کی اور کہا کہ روح کا اثر ان پہ ہوتا ہے لیکن ان کا مادی وجود ایک طرح سے بے خودی اور بے خبری سے ہم کنار ہوتا ہے اور انہیں یہ امتیاز نہیں رہتا کہ سامنے موجود مریض کوئی آئی جی پولیس ہے یا کوئی غریب آدمی۔ انہوں نے فیلڈ مارشل ایوب خان کے کندھے کے درد کا اور اس کے علاج کا واقعہ بھی آپؒ کو سنایا۔ میجر صاحب نے بتایا کہ ان کے پاس بے شمار لوگ آتے ہیں۔ لیکن یہ شہرت انہیں غرور اور تکبر میں مبتلا نہیں کرتی اور وہ اسے اللہ تعالیٰ کی عطا اور مہربانی تصور کرتے ہیں نیز وہ بزرگوں کے نیاز مند اور معتقد ہیں۔ قبلہ فقیر صاحبؒ نے ان کے جذبے کی تعریف کی اور فرمایا کہ عاجزی اور انکساری کا یہ انداز اچھا اور قدرت کے ہاں پسندیدہ ہے۔

بعد میں آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ اس قسم کی تسخیرات اور مخفی قوتیں ظاہر ہو کر شہرت کا باعث ہو جاتی ہیں۔ جب آدمی ان میں گرفتار اور مبتلا ہو جاتا ہے تو ان سے چھٹکارا نہیں پا

Marfat.com

سکتا۔ بعض فریب دہندہ لوگ تو اس قسم کا جال خود بن لیتے ہیں جبکہ ان کے پاس کچھ بھی نہیں ہوتا، لیکن عوام پھر بھی کوتاہ علمی کے باعث بلا تحقیق و تفتیش ان کے پیچھے چل پڑتی ہے۔

سونا اہل اللہ کی کسوٹی:

۱۹۵۵ء کے سیلاب کے بعد جب صاحبِ عرفانؒ فیصل آباد کو منتقل ہو گئے تو آپؒ کو وہاں معتقدین کے مکانوں میں رہنا پڑا۔ ایک بار مریدین کی صلاح ٹھہری کہ آپؒ کے ذاتی مکان کے لیے کوئی پلاٹ خریدا جائے اس سلسلے میں آپؒ سے کہا گیا کہ اگر آپؒ تین چار ہزار روپوں کا بندوبست کر دیں تو مل ملا کر پلاٹ لیا جا سکتا ہے۔ آپؒ نے جواب میں ﴿يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا﴾ (سورۃ بقرہ ۲۷۳) پڑھا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ خوددار فقراء لوگوں سے لپٹ کر اور پیچھے پڑ کر سوال نہیں کرتے لہٰذا ناواقف لوگ ان کو قناعت اور عدم اظہار کی وجہ سے غنی اور مالدار تصور کرتے ہیں۔

فرمایا! اپنے ہاں تو تازہ بتازہ اور آئی چلائی والا معاملہ ہے۔ زندگی میں بڑی بڑی تنگی اور عسرت دیکھی لیکن استغناء طبعی اور فطرتی خودداری کے باعث لوگ دولت مند اور کھاتا پیتا تصور کرتے رہے۔ یہاں تک کہ خویش و اقارب اور ہم وطنوں نے کیمیا گری، مہوسی اور جنات کے ذریعے دولت حاصل کرنے کا شک بھی کیا۔

فرمایا! سونے کی پرکھ کسوٹی پر ہوتی ہے۔ جبکہ مردانِ خدا اور فقراء کی کسوٹی خود سونا ہوتا ہے۔ مقصد یہ کہ فقراء اور اولیاء کو سونے چاندی اور مال و دولت کا لالچ نہیں ہوا کرتا۔ اس حقیقت کو آزمایا بھی ہے اور سمجھا بھی۔ فرمایا! سید الاولیاء حضرت پیرانِ پیر قدس سرہ العزیز کے متعلق جو عالیشان گھوڑوں اور سرمائے کی ریل پیل کے افسانے مشہور ہیں وہ سب درست نہیں ہیں بلکہ دنیا دار پیروں نے ایسے قصوں کو ہوا دے کر دنیا جمع کرنے کا جواز پیدا کیا ہے۔

کتب بینی کا شوق:

قدرت نے ہر شے اور ہر شخص کو کسی خاص مقصد اور کام کے لیے تخلیق کر رکھا ہے اور مقصد اور کام کے حوالے سے ایسے اسباب بھی فراہم کر دیتی ہے جن کے ذریعے مقصد

حصول آسان ہو جاتا ہے۔

صاحبِ عرفانؒ کو بھی اللہ تعالیٰ نے فقر و تصوف کے لیے مخصوص کر رکھا تھا۔ لہٰذا آپؒ حالات کے تقاضوں اور ذاتی اہلیت و شوق کے باوجود انگریزی اور دنیوی تعلیم کا سلسلہ جاری نہ رکھ سکے اور آخرکار اسے خیر باد کہہ کر حضرت سلطان صاحب قدس سرہ العزیز کے دربارِ عالی پر معتکف ہو گئے۔ یہاں جب حضرت بادشاہ صاحب قدس سرہ کی قلمی فارسی کتب آپؒ کو حاصل ہوئیں تو آپؒ کو یوں لگا گویا بھلائیوں کا خزانہ ہاتھ آ گیا ہے، پھر ان کتابوں کے پڑھنے اور ہاتھ سے لکھنے کا ایسا سلسلہ شروع ہوا کہ تادمِ آخر قائم رہا۔ ان کتب کے حصول نے آپؒ کو دور دراز کے سفروں پر کمربستہ رکھا۔ اس کے بعد جب آپؒ کا خود تصنیف و تالیف کا ارادہ ہوا تو آپؒ نے دین کے ظاہری و باطنی پہلوؤں کی تحقیق و جستجو کے حوالے سے متعلقہ موضوعات پر بہت سی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ اس سلسلے میں آپؒ نے عربی، فارسی، اردو اور انگریزی کی بہت سی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ حضرت سلطان صاحب قدس سرہ العزیز کی قلمی تصنیفات میں سے تقریباً چالیس کتابیں آپؒ نے حاصل کی تھیں جن میں کچھ آپؒ کے بدخواہ رشتہ داروں نے چرا کر ضائع کر دی تھیں اور کچھ سیلاب کی نذر ہو گئیں تھیں۔ حضرت سلطان صاحب قدس سرہ العزیز کی تصنیفات کے حصول کا شوق ۱۹۴۱ء میں آپؒ کو کتب خانہ آصفیہ، حیدرآباد دکن تک لے گیا۔

حضرت امیر سلطان صاحبؒ نے اپنے دورِ جانشینی میں دربار شریف کے قریب موضع گڑھ مہاراجہ میں انگریز افسروں اور خاص مہمانوں کے لیے ایک بنگلہ بنوا رکھا تھا جس میں انگریزی کتب کی ایک لائبریری بھی بنا رکھی تھی۔ قبلہ فقیر صاحبؒ اس لائبریری سے بھی کتب لا لا کر اپنے شوقِ مطالعہ کی تسکین کرتے رہتے حضرت امیر سلطان صاحبؒ نے جب اس لائبریری کو ختم کرنا چاہا تو اس کی بہت ساری کتابیں آپؒ کو عطا کر دیں۔

کتب بینی کے اس شوق کی وجہ سے لاہور میں قیام کے دوران آپؒ پنجاب پبلک لائبریری کو بھی جایا کرتے۔ جب محمد اختر گل صاحب آپؒ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے تو ان کے ذریعے مذکورہ لائبریری سے وقتاً فوقتاً آپؒ اپنی مطلوبہ کتب منگواتے رہتے۔ گل

Marfat.com

صاحب پنجاب سیکرٹریٹ میں ملازم تھے اور آپؒ کے مخلص و خدمت گزار مریدوں میں شمار ہوتے تھے۔

آپؒ کو پرانی تواریخ، فراعنہ مصر کے دور کے بارے میں تحریروں، پرانے مذہبی آسمانی صحیفوں اور قدیم کتبوں پر کندہ عبارتوں کے تراجم سے بھی گہری دلچسپی تھی۔ اس حوالے سے ایامِ مرض الوفات میں آپؒ نے انگریزی کتب "دی پیپل آف دی ڈیڈ سی سکرالز، تھرلنگ سٹوریز اور قدیم سلطنتوں کے بارے میں دیگر کتابیں طلب فرمائی تھیں۔ ان میں سے اول الذکر کا کچھ حصہ آپؒ کو پڑھ کر سنایا گیا تھا، اس کتاب میں وادی قمران سے نکالی گئی پرانی تحریروں اور صحیفوں کا تذکرہ تھا جن کی رو سے قدیم توراۃ و انجیل کی عبارتیں موجودہ توراۃ اور انجیل سے مختلف تھیں اور اس دور کے یہود و نصاریٰ کے طریقہ ہائے عبادات موجودہ زمانے کے یہودیوں اور عیسائیوں کے طریقہ عبادت سے مختلف تھا۔

مہربان روحانی باپ:

قدرت نے قبلہ فقیر صاحبؒ کو شکر و شفقت کے جذبے سے بہرہ ور کر رکھا تھا۔ آپؒ میں لالچ و حرص نام کو نہ تھا جس کے باعث لوگ آپؒ پر دولت مند ہونے کا گمان کرتے۔ مخلوق خدا پر عموماً اور اپنے مریدوں پر خصوصاً بہت مہربان تھے۔ دوسروں پر وسعت سے زیادہ مالی و جانی بوجھ ڈالنے سے سخت اجتناب فرماتے۔ مریدوں کی بار بار کی درخواستوں کے باوجود ان کے ہاں بلا ضرورت مہمان بننے کو ناپسند فرماتے۔ کوئی مجبور کرتا تو فرماتے! بھئی تم آ جاتے ہو اور ملاقات ہو جاتی ہے، ہمیں گھر لے جاؤ گے تو خود مہمان داری اور خرچ اخراجات کے باعث تنگ ہو گے اور ہمیں بھی سفر کی تھکاوٹ اور بلا ضرورت بوجھ بننے کی ندامت سے دو چار کرو گے۔ آپؒ آج کل کے پیروں کی طرح فوج ظفر موج کے ساتھ کسی کے ہاں جانے کو سخت ناروا تصور کرتے۔ کوئی بہت اصرار کرتا تو صرف ایک آدمی کو ساتھ لے کر جاتے۔ ایسے موقع پر آپؒ کے مخلص مرید حافظ محمد حسین صاحب عموماً آپؒ کے ساتھ ہوتے، محض ایک آدمی کو آپؒ کے ہمراہ دیکھ کر میزبان حیرت زدہ ہو جایا کرتے، انہیں توقع ہوتی کہ عام پیروں کی مثل تیس چالیس مرید ساتھ ہوں گے۔

نذر نیاز لینے کے سلسلے میں بھی آپؒ انتہائی شفیق اور اصول پسند تھے، کسی کی مالی استعداد سے بڑھ کر کبھی کوئی شے قبول نہ فرماتے۔ خصوصاً غریب مریدوں سے نذرانہ نہ لیا کرتے۔ صوفی فضل الٰہی صاحب لاہوری کو جب اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ سال بعد بیٹی کی صورت میں اولاد عطا فرمائی تو انہوں نے اس خوشی میں مع بیوی اور بچی کے حاضر ہو کر پانچ سو روپے خدمت میں پیش کیے۔ آپؒ نے جیب سے گیارہ روپے ان میں شامل کر کے پانچ سو گیارہ روپے ان کی بچی کے نام پر لوٹا دیے۔

ایک بار عید سے چند روز قبل ایک غریب مرید نے اپنی بے روزگاری اور عید کی آمد کا تذکرہ کیا تو آپؒ نے ساٹھ روپے جیب سے دے کر فرمایا! جاؤ اور بچوں کے ساتھ عید مناؤ۔ یہ اس زمانے کی باتیں ہیں جب عام تنخواہیں پینتالیس پچاس روپے ہوا کرتی تھیں۔

کتابوں کی چھپائی کے وقت اگر رقم کم ہوتی تو صاحبِ استطاعت مریدوں کو اس کارِ خیر میں شمولیت کی دعوت دیتے لیکن کسی کی پیش کش کو اس کی حیثیت دیکھ کر قبول فرماتے۔ عموماً رقم ادھار لے کر بدلے میں اتنی کتابیں دے دیا کرتے جسے فروخت کر کے قرض خواہ اپنی رقم وصول کر لیا کرتے۔

ایک بار حکیم ضیاء الحق صاحب نے عرفان کی اشاعت کے سلسلے میں پانچ سو روپے دینا چاہے تو آپؒ نے لینے سے انکار کر دیا، اس لیے کہ ان کے گھریلو مصارف کے لیے یہی ساری جمع پونجی تھی۔ ان سے فرمایا! کہ قدرت عرفان کی طباعت کا بندوبست فرما دے گی۔ ایک اور موقع پر محمد اختر گل صاحب نے کتابت کی پوری رقم اپنی گرہ سے ادا کرنی چاہی تو ان کی مالی حیثیت کے پیش نظر ان کی پیش کش کو قبول نہ فرمایا۔ آپؒ کے ایک مرید دلباز خان خٹک نے بھی اپنی بیروزگاری کے ایام میں کئی بار ایسی پیش کشیں کیں لیکن آپؒ نے منظور نہ فرمایا۔ مرض الوفات میں جب آپؒ کو بغرضِ علاج لاہور لے جایا گیا تو لاہور کے مریدین ملاقات کے لیے آتے۔ اگر وہ نذرانہ دینا چاہتے تو آپؒ فرماتے! میرے مرید غریب ہیں لہٰذا وہ مجھے کوئی رقم نہ دیں۔ آپؒ کے مریدوں میں اکثریت غرباء کی تھی۔

استغناءِ قلبی کا یہ حال تھا کہ کتب کی طباعت میں بے شمار مالی مشکلات کے باوجود ان

Marfat.com

کی بکری اور ان سے حاصل ہونے والی رقم کے بارے میں کبھی فکر مند نہ ہوا کرتے۔ مختلف افراد کے پاس آپؒ کی کتابیں برائے فروخت سالہا سال پڑی رہتیں لیکن آپؒ ان کے حساب کتاب سے بے نیاز رہتے۔ بعض دکاندار آپؒ کی رقم کھا جاتے تو آپؒ درگزر فرما جاتے۔ اس سے زیادہ آپؒ اس بات کے خواہش مند رہتے کہ خدا اور رسول خدا ﷺ کے دین سے منسوب یہ پاکیزہ تحریریں زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچ جائیں۔

آپؒ اپنے مریدوں کو اپنی اولاد کی مثل تصور کرتے، ان کا بہت خیال فرماتے اور ان سے ہمیشہ محبت سے پیش آتے۔ آپؒ کے گھر میں ایک ہی قسم کا سیدھا سادا کھانا پکتا۔ وہ خود کھاتے اور مریدوں کو بھی کھلاتے۔ زیادہ تر کھانا مہمان خانے میں مریدوں کے ساتھ مل کر تناول فرماتے۔ کوئی مرید بے وقت آ جاتا اور گھر والے موجود نہ ہونے یا سو رہے ہوتے تو سالن خود گرم کر لیتے اور روٹی چنگیر میں رکھ کر کھانا خود لے جاتے۔

حضرت بادشاہ صاحب قدس سرہ کے عرس مبارک کے موقع پر برتن کم ہوتے تو اپنے ساتھ کسی مرید کو بٹھا کر کھانا کھا لیتے۔ چنگیروں کی کمی ہوتی تو روٹی کو زانو پر رکھ لیتے۔ کسی کا سالن کم ہوتا تو اپنے برتن سے اسے دے دیتے۔ کبھی معتقدین آپؒ کو پہلے کھلانا چاہتے تو قبول نہ کرتے اور فرماتے! یہ نہیں ہو سکتا کہ میں کھاؤں اور تم لوگ میرا منہ دیکھتے رہو، سب کے ساتھ مل کر کھاتے، عموماً مریدوں کے ہمراہ مہمان خانے میں صبح سے عشاء تک بیٹھے رہتے۔ دور سے آنے والے مریدں کی تھکاوٹ، سفر اور آرام کا بہت لحاظ کرتے۔ کوئی ادب آداب کے غیر ضروری تکلفات میں پڑتا یا دوزانو بیٹھنے پر اصرار کرتا تو فرماتے کہ آسانی سے بیٹھو۔ خود کو تکلیف میں اور ہمیں ذہنی کوفت میں مبتلا نہ کرو۔

ایک بار مولوی محمد ارشد صاحب حاضرِ خدمت ہوئے تو باوجود بخار اور سردی کے احساس کے ان کے پاس بیٹھے رہے اور انہیں اپنی طبیعت کی خرابی کا احساس اس لیے نہ کروایا کہ وہ دور سے آئے تھے اور آپؒ کو ان کی دل شکنی منظور نہ تھی۔ مولوی صاحب خوش الحان اور اچھے مقرر بھی تھے۔ آپؒ بعض اوقات حضرت سلطان صاحب قدس سرہ العزیز کے عرس مبار ک پر ان سے تقریر کی فرمائش بھی کیا کرتے تھے۔

Marfat.com

کوئی جھجک کے مارے اپنا مُدعا بیان نہ کر سکتا تو اس سے خود دریافت فرما لیتے۔ جب وہ مقصد بیان کر چکتا تو معقول جواب سے اس کی تسلی فرماتے اور کہتے! ہم فقیر آدمی ہیں دعا کریں گے کہ خداوند کریم تمہاری حاجت پوری فرما دے۔ غریبوں، مسکینوں کو پسند فرماتے اور متکبرین کو ناپسند فرماتے خواہ کتنا قریبی ہوتا۔ کبھی کسی مرید سے اپنی ضرورت کی شے منگواتے تو اس کی قیمت ضرور ادا فرماتے اور اسے بطورِ ہدیہ یا تحفہ قبول نہ فرماتے۔

آپؒ مریدین کے معقول مشوروں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور اس پر عمل فرماتے۔ آپؒ نے عرفان جلد دوم کے مسودے میں قربانی کے فلسفے کو باطنی پیرائے میں پوری وضاحت کے ساتھ شامل کیا تھا۔ ماسٹر غلام نبی صاحب بہاول پوری کو، جو آپؒ کے مخلص مرید ہیں، اس وضاحت اور تفصیل کا علم ہوا تو انہوں نے عرض گزاری کہ علماء ظاہر باطنی حقائق سے لاعلمی کے باعث اس وضاحت پر اعتراض کریں گے اور فتوے جڑیں گے۔ جب ماسٹر صاحب اپنے گھر کو لوٹ گئے تو انہیں مراسلہ لکھ کر مطلع کیا کہ ہم نے عرفان جلد دوم کے مسودے سے مذکورہ تفصیل آپ کی رائے اور مشورے کے موجب خذف کر دی ہے۔

کتب کے سلسلے میں آپؒ کے مخلص مرید حافظ محمد حسین صاحب کی خدمات بے شمار ہیں۔ اس سلسلے میں ان کے مشوروں کو بہت صائب تصور کرتے اور انہیں قبول فرماتے۔ کتب میں اغلاط کی تصحیح کی آپؒ کی جانب سے انہیں اجازت تھی لیکن وہ پاسِ ادب کے خیال سے اس اختیار کو بلا پوچھے استعمال نہ کرتے۔ حافظ صاحب دیگر امور میں بھی آپؒ کے مشیر اور معتمدِ خاص تھے آپؒ انہیں اولاد کی طرح سمجھتے اور ان کی آمد پر ان سے رات گئے تک گفتگو فرماتے۔

ہم نے کسی کی نماز جنازہ پڑھی:

آخری عمر میں صاحبِ عرفانؒ کی آنکھ میں موتیا اتر آیا تھا۔ زندگی بھر لکھنے پڑھنے کی وجہ سے دوسری آنکھ کی بصارت بھی کمزور ہو گئی تھی۔ ان وجوہات کے باعث آپؒ کو لکھائی پڑھائی میں کافی دقت پیش آتی تھی۔ ان دنوں موتیا کے اپریشن کے لیے گوجرہ کے ڈاکٹر عنایت اللہ صاحب خاصے مشہور تھے۔ آپؒ حافظ محمد حسین صاحب اور حکیم ضیاء الحق صاحب کو

Marfat.com

ہمراہ لے کر فیصل آباد سے گوجرہ بغرضِ اپریشن تشریف لے گئے۔ گوجرہ میں قیام کے دوران ایک روز صبح کے وقت حکیم ضیاء الحق صاحب سے فرمایا! رات کو خواب میں ہم نے کسی کی نماز جنازہ ادا کی ہے۔ جب آپؒ فیصل آباد کو لوٹے تو چند روز کے بعد رحمانیہ ٹیکسٹائل ملز کے مالک اور آپؒ کے مخلص مرید میاں عمر دین صاحب کا انتقال ہو گیا جن کی نماز جنازہ آپؒ نے پڑھائی۔ اس کے بعد آپؒ کا وہاں دل نہ لگا اور آپؒ نے وطن واپسی کا ارادہ فرما لیا، لیکن حق نماء ترجمہ نور الہدیٰ کی کتابت و اشاعت کے سلسلے میں چند ماہ کے لیے وہاں رکنا پڑا۔

خوش بخت روحیں:

رحمانیہ ٹیکسٹائل ملز کے مالک میاں عمر دین صاحب کا انتقال بروز جمعرات ۱۹ مئی ۱۹۶۰ء کو ہوا تھا۔ مرض الموت میں میاں صاحب کا پتہ پھٹ گیا تھا جس کا زہر پورے جسم اور دماغ میں سرایت کر گیا تھا۔ اس کے نتیجے میں ان کا ذہن موت سے دو تین روز قبل کام چھوڑ چکا تھا۔ ان کی گفتگو بے ربط ہو چکی تھی اور وہ کسی کو مطلق پہچان نہ سکتے تھے۔ انتقال سے ایک روز قبل قبلہ فقیر صاحبؒ رات کے وقت ان کی تیمار داری کو تشریف لے گئے۔ میاں صاحب کی چارپائی کی پائینتی کی جانب سرکنڈوں کا بنا ہوا ایک موڑھا دھرا ہوا تھا۔ قبلہؒ اس پر بیٹھ گئے۔ میاں صاحب کے صاحبزادے میاں محمد لطیف صاحب بھی اس وقت موجود تھے۔ ان کا بیان ہے کہ قبلہؒ جونہی موڑھے پر بیٹھے باوجود اس کے کہ میاں صاحب کا ذہن کام نہ کرتا تھا وہ اچانک اٹھے اور اپنی پوزیشن بدل لی، یعنی انہوں نے اپنا سر پائینتی کی طرف کر لیا اور پاؤں سرہانے کی طرف کر لیے۔ قبلہؒ پندرہ بیس سیکنڈ تک بیٹھے رہے پھر اٹھ کر چلے گئے۔ آپؒ کے اٹھتے ہی میاں صاحب اپنی سابقہ پوزیشن پر ہو گئے۔ پندرہ منٹ بعد قبلہؒ پھر تشریف لائے اور اسی موڑھے پر بیٹھ گئے۔ میاں صاحب نے سر پھر آپؒ کی جانب کر لیا اور پاؤں سرہانے کی جانب کر لئے۔ آپؒ حسبِ سابق پندرہ بیس سیکنڈ تک بیٹھ واپس تشریف لے گئے۔ آپؒ کے جانے کے بعد میاں صاحب بھی اپنی پہلی پوزیشن پر ہو گئے۔ قبلہؒ پندرہ منٹ بعد تیسری بار تشریف لائے اور موڑھے پر تشریف فرما ہو گئے۔ میاں صاحبِ پھر لپکے اور سر آپؒ کی جانب کر لیا۔ اس کے بعد آپؒ چلے گئے اور پھر تشریف نہ لائے۔

Marfat.com

اگلے روز میاں صاحب کی عین وفات کے وقت قبلہ فقیر صاحبؒ بھی موقع پر موجود تھے۔ بعد وفات کے فرمایا کہ ہم نے تو میاں صاحب کی روح کو پرواز کرتے ہوئے دیکھ لیا تھا لیکن ڈاکٹر صاحبان ان کو انجکشن لگاتے رہے۔ پھر قبلہؒ نے ڈاکٹروں کو ہٹایا اور کہا کہ اب جانے دو۔ پھر افسوس کے ساتھ فرمایا کہ ڈاکٹروں کے گھیراؤ اور علاج معالجے کی لاحاصل تگ و دو نے یٰسین شریف کی تلاوت اور کلمہ شریف کی تلقین کا موقع بھی نہ دیا۔ لیکن تجہیز و تکفین کے بعد کسی وقت تنہائی میں آپؒ نے چوہدری نیاز الدین صاحب سے فرمایا کہ میاں صاحب کی جو برزخی حالت دیکھی اچھے اچھے بزرگوں کی قبروں میں وہ حالت نہ دیکھی۔ ایک معروف اور نیک نام شاعر کا حوالہ دے کر فرمایا کہ ان کے مزار پر ایک بار دعوت پڑھی تھی، پھر ان کی برزخی حالت ملاحظہ کی تھی جو بہت اچھی تھی، لیکن میاں صاحب کی حالت کو ان سے بھی بہتر پایا۔

اگلے روز چوہدری صاحب نے چند آدمیوں کی موجودگی میں میاں صاحب کی موت اور برزخی کیفیات کی تفصیلات معلوم کرنا چاہیں تو قبلہؒ نے ٹالتے ہوئے فرمایا کہ یہ باتیں عام محفلوں میں کہنے کی نہیں ہوتیں۔ عوام ناسمجھی کے باعث ایسی باتوں کو مبالغہ آرائی اور دروغ گوئی پر محمول کرتے ہیں۔ چوہدری صاحب نے عرض گزار دی کہ حضور! ہم تو ان امور کو جھوٹ نہیں سمجھتے اور "لتطمئن قلبی" یعنی اطمینان قلب کے لیے دریافت کرتے ہیں۔ آپؒ نے جواباً فرمایا! چوہدری صاحب: ہمارے ہاں جھوٹ نہیں، خدا جانے تھوڑا ہے یا بہت، جتنا ہے مبنی برحق ہے۔ فرمایا! میاں صاحب کی تعریف ہم اس لیے نہیں کر رہے کہ وہ سرمایہ دار تھے اور ہمارے مرید تھے بلکہ جو نظر آیا وہ بیان کر رہے ہیں۔ فرمایا! دنیا دار کی مریدی پر اور اس کی دولت و منصب پر فخر کرنا اولیاء اور فقراء کا کام نہیں، اگر کوئی پیر ایسا کرتا ہے تو وہ خود بھی دنیا دار ہے۔

فرمایا! موت اور جنازے کے وقت میاں صاحب کی طرف متوجہ ہوئے تو اس وقت ان کی حالت کو بہتر نہ پایا۔ موت کے وقت گناہ اور ثواب کے تصورات و خیالات کا حال ایسا ہوتا ہے گویا ان اشیاء کا ٹوکرا بھرا ہوا سر پر دھرا ہے۔ موت کے باعث یہ سر سے گرتا ہے تو سب چیزیں بکھر جاتی ہیں۔ پھر جب کوئی خوش بخت روح قدرت کے ہاں پاس اور کامیاب

Marfat.com

قرار دے دی جاتی ہے تو فرشتے ان بکھری ہوئی چیزوں میں سے اچھی اچھی چیزیں اکٹھی کر کے اس کے لیے اوپر لے جاتے ہیں۔ پھر جب خوش قسمت روح وہاں سے لوٹتی ہے تو دلہن کی طرح سجی ہوئی ہوتی ہے۔

فرمایا! فقراء اور اولیاء کے باطنی جثے اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی اور نگہبانی میں پایۂ تکمیل کو پہنچتے ہیں۔ اللہ والے انہی جثوں کے ذریعے حکمِ خداوندی سے بندگانِ خدا کو فیض یاب کرتے ہیں کاملین کے یہ جثے دوسروں کے بواطن اور برازخ سے رابطہ کر کے ان کے بارے میں صحیح معلومات اور حقائق حاصل کرتے ہیں۔ ان لطیف وجودوں کے فیصلے اتنے صحیح اور مکمل ہوتے ہیں کہ بعد کے اوقات ان فیصلوں کی سو فیصد تصدیق اور تائید کرتے ہیں۔
فرمایا! اللہ والے کا ظاہر تو لوگوں کے ظاہری ادب آداب اور خدمات کو دیکھ کر معاوضہ دینے کی خواہش اور ارادہ کرتا ہے لیکن یہ لطیف جثہ نہ چاہے تو اس مادی وجود کا بس نہیں چلتا۔

فرمایا! میاں عمر دین صاحب ہمارے مخلص دوست، مہربان بھائی اور مضبوط پشت پناہ تھے۔ یہ مل جس کے وہ بانی تھے گویا ایک چھوٹا سا پودا تھا جسے انہوں نے لگایا اور خونِ جگر سے سینچا۔ اب وہ تناور درخت بن گیا ہے، جس کے سائے میں ہزاروں مزدور غمِ روزگار سے بے غم سکون سے وقت گزار رہے ہیں۔ سینکڑوں خویش و اقارب اور یار دوست اس کا پھل کھا رہے ہیں۔ مل کے جسد میں وہ روحِ رواں کی حیثیت رکھتے تھے، دنیا دارانہ لباس میں ایسے فرشتہ صفت اور فقیر منش آدمی بہت کم ملتے ہیں۔ وہ سادہ مزاج، متواضع، دیندار اور اللہ والوں کے قدر دان تھے۔ وہ ان پڑھ تھے لیکن قدرت نے ایسی سوجھ بوجھ عطا کر رکھی تھی کہ اس زمانے کے افلاطون اور جالینوس ان کے سامنے زبان کھولنے سے قاصر تھے۔ دیگر مل مالکان تکبر کے باعث کسی سے بات تک نہیں کرتے اور عیش و عشرت میں غرق ان لوگوں تک ضرورت مندوں کی رسائی تک ممکن نہیں۔

میاں صاحب کے انتقال کے اگلے روز جمعہ کے وعظ میں قبلہؒ نے میاں صاحب کے متعلق فرمایا کہ وہ بظاہر مل مالک اور دنیا دار تھے لیکن بباطن فقیر تھے۔ نمازِ جمعہ سے فراغت کے بعد آپؒ میاں صاحب کی قبر پر تشریف لے گئے جو مسجد کے ملحق ہے۔ چوہدری صاحب

بھی آپؒ کے ہمراہ تھے۔ بقول چوہدری صاحب قبلہ کھڑے کھڑے استغراق کی سی کیفیت مین چلے گئے جس میں آپؒ کے خراٹوں کی آواز سنی گئی۔ حالتِ استغراق سے باہر آنے پر فرمایا کہ میاں صاحب کی حالت اچھوں سے بہتر پائی اور انہیں دلہن کی مثل سجا ہوا پایا۔

کیا پر لطف زمانہ تھا:

خالق سے مشغول اور مانوس ہونے والے سالکین کے لیے مخلوق سے اختلاط میں دلچسپی نہیں رہ جاتی۔ تاہم قانون قدرت کے تحت مخلوق کو فیض یاب کرنے کی خاطر انہیں کسی حد تک مرجوعِ خلائق ہونا پڑتا ہے لیکن اس ذمہ داری کے باوجود وہ تنہائی اور آزادی کے خواہش مند رہتے ہیں۔ البتہ تسخیرات کے شوقین عاملین رجوعاتِ خلق اور شہرت وجاہ کی طلب وحصول میں مبتلا رہتے ہیں۔

صاحبِ عرفانؒ کے گرد کتاب عرفان کی اشاعت وفروغ کے بعد جب لوگوں کا قارئین معتقدین کی صورت میں قدرے اجتماع ہوا تو آپؒ بہت جلد اس سے اکتا گئے۔ آپؒ فطرتاً خودنماء اور اختلاط پسند نہ تھے لہٰذا تادم آخر گوشہ نشینی اور تنہائی کے آرزومند رہے۔

ایک بار مولوی محمد ارشد صاحب کی موجودگی میں کچھ لوگ دم و دعا کے لیے آئے تو آپؒ نے ایک لمبی آہ کھینچ کر فرمایا کہ ''کیا پر لطف زمانہ تھا جب میں تنہا جنگلوں میں پھرا کرتا تھا، باطنی لذت وسرور کا دور دورہ ہوا کرتا تھا، قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کے انوار وتجلیات سے سابقہ رہتا تھا۔ اب ان نااہلوں میں پھنس گیا ہوں جو دنیوی اور ذاتی اغراض لیے چلے آرہے ہیں اور مولا کریم تک پہنچنے کا راستہ کوئی بھی دریافت نہیں کرتا'' یہ فرماتے ہوئے آپؒ کی پلکیں بھیگ گئیں۔

۱۹۵۹ء میں جب آپؒ فیصل آباد سے ڈیرہ چلے آئے تو اپنے مرید ڈاکٹر محمد رفیق حجازی صاحب ٹوبہ ٹیک سنگھ والے کو مراسلہ لکھا کہ ''لائل پور (موجودہ فیصل آباد) میں رجوعاتِ خلق کی کثرت کے باعث طبیعت پر بوجھ رہتا تھا۔ اب یہاں بالکل تنہائی میں اللہ تعالیٰ سے خوش وقت اور محظوظ ہوں۔

Marfat.com

ایک بار مولوی محمد ارشد صاحب نے اپنے کسی جلسے کی صدارت کے لیے آپؒ کو دعوت دی جسے آپؒ نے قبول نہ فرمایا۔ انہوں نے اصرار کیا کہ اگر آپؒ صدارت قبول نہیں فرماتے تو کم از کم جلسے میں شمولیت فرمالیں تا کہ اس میں برکت ہو۔ آپؒ نے فرمایا کہ ایک اور مولوی صاحب نے بھی یونہی ایک جلسے میں مجھے مدعو کیا تھا۔ جب میں وہاں پہنچا تو انہوں نے نعرہ تکبیر اور فقیر نور محمد صاحب زندہ باد کے نعرے لگوائے اور گلے میں ہار ڈلوائے جبکہ میرا یہ حال تھا کہ مارے شرم کے زمین میں گڑا جا رہا تھا اور چاہ رہا تھا کہ یہاں سے بھاگ نکلوں۔ پھر بمشکل چند منٹ وہاں ٹھہرا اور واپس چلا آیا، اس کے بعد جلسے جلوسوں سے توبہ کر لی"۔ پھر مولوی محمد ارشد صاحب سے کہا کہ تم لوگ بھی میرے ساتھ یہی کچھ کرو گے۔

آپؒ جب لاہور کو کتب کی چھپوائی کے سلسلے میں جاتے تو عصر کے بعد عموماً حضرت شاہ محمد غوثؒ کے مزار پر حاضری دیا کرتے جو بیرون دہلی دروازہ واقع ہے۔ اس وقت آپؒ کے ہمراہ عموماً اکیلے حافظ محمد حسین صاحب ہوا کرتے تھے۔ ایک روز دیگر مخلصین بھی زیارت کے شوق میں ساتھ ہو لیے۔ اس روز راستے میں لوگوں نے اٹھ اٹھ کر سلام کرنا شروع کر دیا۔ آپؒ نے رک کر مسکرا کر فرمایا کہ "آج تم لوگ ٹولی کی صورت میں ساتھ چل رہے ہو تو لوگ سلام کر رہے ہیں ورنہ میں محمد حسین کے ہمراہ یہاں سے روزانہ گزرتا ہوں تو لوگ مجھے سلام نہیں کرتے اور نہ مجھے کوئی جانتا ہے پھر معتقدین سے فرمایا کہ یا تو مجھ سے آگے نکل جاؤ یا میرے اور اپنے درمیان فاصلہ بڑھا لو۔ مقصد یہ تھا کہ اس پیرانہ طرز سے تعارف نہ بڑھے۔

لوگوں کی بکثرت آمد سے اور خطوط کی زیادتی سے آپؒ خوش نہ ہوتے۔ فرماتے کہ یہ دونوں امور مجھے اللہ اللہ کرنے اور تحقیق و تصنیف کے ضروری کام سے روکتے ہیں خصوصاً بے مقصد اور غیر ضروری مراسلے آپؒ کی ذہنی کوفت کا باعث بنتے۔

ایک بار دربار شریف حضرت سلطان صاحب قدس سرہ العزیز پر آپؒ کی مجلس میں ایک شخص حاضر ہوا۔ آپؒ اس وقت اپنے عقیدت مندوں سے محو گفتگو تھے۔ اس شخص نے احسان جتلانے کے انداز میں کہا کہ میں آپؒ کی عرفان پڑھ کر دور سے آیا ہوں لہٰذا میری جانب بھی توجہ فرمایئے۔ آپؒ نے جواباً فرمایا! ہاں میں عرفان لکھ کر بھاری غلطی کر بیٹھا ہوں

Marfat.com

جس نے مجھے شہرت سے ہمکنار کر دیا اور اب پریشانی سے دوچار ہوں۔ اسے تصنیف نہ کرتا تو آرام سے کسی کونے میں پڑا رہتا۔

آپؒ کا طریقۂ بیعت:

قبلہ فقیر صاحبؒ نے غالباً ۱۹۳۵ء میں مرید بنانے کا سلسلہ شروع کر دیا تھا، تاہم یہ سلسلہ بہت محدود رکھا آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے پیری مریدی کا قطعاً شوق نہیں۔ بیعت کا یہ تھوڑا بہت جال اس لیے پھیلایا ہے کہ کہ کوئی لائق اور صاحبِ استعداد طاب پھنس جائے تا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جس دولتِ فقر و معرفت سے نوازا ہے اس کی زکوٰۃ دے کر اپنی گردن چھڑا سکوں۔

آپؒ کسی کو بیعت کرنے کا ارادہ فرماتے تو پہلے اسے وضو کا کہتے، پھر اسے اپنے سامنے دو زانوں بٹھا کر اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں ہاتھوں میں مثلِ مصافحہ لے لیتے، پھر اس سے فرماتے جو کچھ میں پڑھتا جاؤں تم اسے دل میں دہراتے جاؤ۔ اس کے بعد درج ذیل کلام پڑھتے۔

تسمیہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم ط............ ایمان مفصل: امنت باللہ وملئکتہ وکتبہ و رسلہ والیوم الاخر والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت ط ...... ایمان مجمل: امنت باللہ کما ھو باسمائہ وصفاتہ وقبلت جمیع احکامہ اقرار باللسان وتصدیق بالقلب ط ......کلمہ طیب: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ......کلمہ شہادت: اشھد ان لا الہ اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ...... باقی کلام کو ایک ایک بار اور کلمہ شہادت کو تین بار پڑھتے اس کے بعد شجرۂ طریقت ''مرا نور محمد نور احمد ے بود کافی'' آخر تک پڑھتے۔

بیعت کر لینے کے بعد مرید سے فرماتے! نماز دل سے پڑھا کرو، اسم اللہ ذات اور اسم سرور کائنات ﷺ یعنی ''محمد'' کا تصور کیا کرو۔ تہجد گزار آدمی کو نماز تہجد میں گیارہ بار سورہ مزمل شریف پڑھنے کا فرماتے، پھر اس کے بعد دیگر صالحات کی ادائیگی پر زبانی زور نہ دیتے بلکہ کچھ عرصہ بعد آپؒ کی باطنی توجہ اور ذکر فکر کی برکت سے طالب خود صالحات کی جانب راغب ہو جاتا

Marfat.com

اور سلسلہ کے باقی اَورادو وظائف، نوافل وتہجد اور قرآن خوانی وغیرہ کا پابند ہو جاتا۔

ایک خدمت گزار مرید نے ابتدائی جوش و جذبے کے تحت ضرورت سے زیادہ وظائف کی اجازت چاہی تو اسے جواباً تحریر فرمایا کہ یہ راستہ دراصل ریاضت کے قدموں سے نہیں بلکہ عنایت کے قدموں سے طے ہوتا ہے، ریاضت اس لیے کرائی جاتی ہے تاکہ اس باطنی دولت کی قدر ہو اس لیے کہ مفت کی دولت کی قدر نہیں ہوا کرتی۔ یہ معاملہ رب کریم کے محض فضل وعنایت پر موقوف ہے، اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس۔

فرمایا! جب ہم کسی کو بیعت کر لیتے تو گویا اسے ٹکٹ دے کر گاڑی پر سوار کر دیتے ہیں، پھر منزل کی جانب اس کا سفر اسی روز سے شروع ہو جاتا اور قوت و استعداد کے مطابق اپنے وقت پر منزل سے ہم کنار ہو جاتا ہے۔

آپؒ اپنے مریدوں کے لیے ظاہری و باطنی بھلائیوں کے خواہش مند رہتے۔ آپؒ کا سلسلہ سروری قادری تھا۔ مریدوں اور سلسلے کے حوالے سے قدرت نے آپؒ کو ایک باطنی بشارت سے بہرہ ور کر رکھا تھا۔ جس سے آپؒ اور آپؒ کے ارادت مند دولتِ اطمینان و یقین سے ہم آغوش تھے۔ وہ یوں کہ ایک بار آپؒ ایک جمعرات کو تحصیل سمندری، ضلع فیصل آباد میں اپنے مخلص مرید حافظ محمد حسین صاحب کے گھر میں مقیم تھے۔ اس رات آپؒ نے باطن میں خود کو سید الاولیاء حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کی کچہری میں پایا۔ وہاں کسی نے آپؒ سے دریافت کیا کہ نکرین قبر میں کیا سوال کرتے ہیں؟ آپؒ نے جواباً فرمایا! وہ پوچھتے ہیں "من ربك وما دينك ومن نبيك"۔ یعنی تیرا رب کون ہے، تیرا دین کیا ہے اور تیرا نبی کون ہے" ادھر سے آواز آئی کہ وہاں یہ بھی دریافت کیا جاتا ہے "من شيخك" یعنی تیرا شیخ کون ہے" اس وقت حافظ محمد حسین صاحب بھی کچہری میں موجود تھے، انہوں نے جواباً کہا! شَيْخُنَا شيخ عبدالقادر جيلاني، یعنی ہمارے پیر شیخ عبدالقادر جیلانی ہیں"۔ ادھر سے آواز آئی "صدق هذه الطالب" یعنی اس طالب نے سچ کہا۔

قبلہ فقیر صاحبؒ نے فرمایا اس مکالمے سے چند امور مترشح ہوئے، ایک تو یہ کہ قبر میں

شیخ کے بارے میں پوچھا جاتا ہے اور جن کا شیخ اور مرشد نہیں ہوتا ان کا شیخ اور مرشد شیطان ہوتا ہے جیسے آیا ہے۔ ''من لا شیخ له شیخه الشیطن'' یعنی جس کا شیخ نہیں ہوتا ان کا رہنما شیطان ہوتا ہے''۔ دوسرا یہ کہ میرے مرید یعنی حافظ محمد حسین صاحب کے ذریعے میرے سلسلۂ بیعت و طریقت کی صحت کی گواہی دی گئی ہے اور یہ کہ میرے مریدین بفضل پروردگار طریقۂ سروریہ قادریہ میں شامل اور داخل ہیں اور انشاء اللہ حضرت پیران پیر قدس سرہ العزیز کے ارشاد ''لا یموت مریدی الا علی الایمان''۔ یعنی میرا مرید نہیں مرے گا مگر ایمان پر'' کے مطابق میرے ارادت مندوں کا خاتمہ بھی ایمان پر ہوگا۔

۷۸۶
ح۔م

یہ مختصر سا شجرۂ طریقت ہے۔ جو عموماً دست بیعت کرتے وقت سروری قادری طریقہ کے بزرگ پڑھتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مرا نور محمدؒ نور احمدؒ مے بود کافی
دگر صالحؒ محمدؒ صفہ دل راکند صافی
غلام باہوؒ محمدؒ ہم حسینؒ مے بود شافی
ولی سلطان باہوؒ پیر رحمانؒ بس بود کافی
جلیلؒ و ہم بقاؒ ستارؒ فتاحؒ نجم الدینؒ یحیٰؒ
دگر جبارؒ رزاقؒ ہمیشہ شافی و وافی
شفیع غوث الاعظمؒ بو سعیدؒ و بو الحسنؒ کافی
ولی بو الفرحؒ واحدؒ تمیمیؒ و شبلیؒ مراشافی
جنیدؒ و سقطیؒ و معروفؒ داؤدو حبیبؒ عجمی
حسنؒ ہم حیدرؒ و احمد محمدؒ شافی و وافی
رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ

Marfat.com

معمولاتِ صاحبِ عرفانؒ:

جب جذب وطلب جوان ہوتے ہیں اور عشقِ حقیقی کا پودا زمینِ قلب سے سر نکالتا ہے تو طالب کا جذبۂ محبت اور مجاہدہ بھی زوروں پر ہوتا ہے۔ یہ سلسلہ بھی غیر اختیاری سا ہوتا ہے، کیف ولذت کا یہ زمانہ دراصل طفلِ معنوی کے قرار پکڑنے اور پھلنے پھولنے کا زمانہ ہوتا ہے لہٰذا طالب کو بے قرار ماں کی طرح نہ مادی خوراک و آرام کا ہوش ہوتا ہے نہ رشتوں ناطوں کا دھیان،۔ ایسا زمانہ صاحبِ عرفان پر بھی آیا جس کا تذکرہ اس کتاب کے ابتدائی صفحات میں کسی قدر ہو چکا ہے۔ اس دور میں آپؒ پر نوافل وتلاوت کا شوق ایسا غالب تھا کہ گھنٹوں اسی شغل میں گزر جاتے لیکن آپؒ کو وقت، گرمی سردی وغیرہ کا احساس تک نہ ہوتا۔

محنت و مشقت کا یہ دور خاص مدت تک رہتا ہے، پھر اس بوجھ کو ''ووضعنا عنك وزرك'' کی مصداق اٹھالیا جاتا ہے۔ صاحبِ عرفانؒ سے بھی مولا کریم نے اس بوجھ کو ہلکا کیا تو آپؒ نے فرمایا کہ ''ہمارا دورِ مشقت گزر چکا'' جب یہ دور مشقت گزر چکا تو آپؒ کی عمر کا بیشتر حصہ بھی گزر چکا تھا۔ پھر قوائے حیات میں ضعف اور قوائے علم میں قوت آنی شروع ہوگئی جس کے سبب مجاہدانہ معمولات میں کمی واقع ہوگئی اور اس کی جگہ تصنیف وتالیف کی ضرورت و اہمیت نے لے لی۔

آپؒ شروع سے لے کر آخر تک نماز کو پورے آداب وسکون سے ادا فرماتے رہے۔ نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے کا اہتمام کرتے، البتہ کبھی طبیعت زیادہ ناساز ہو جاتی تو گھر پر بھی پڑھ لیتے۔ کلاچی میں قیام کے دوران شاید لکھنے لکھانے کی وجہ سے آپؒ کو ہفتہ عشرہ میں ایک آدھ بار سر درد ہو جاتا تو نماز کو مختصر کر لیتے ورنہ سنن غیر موکدہ اور نفل تک ادا فرماتے۔ فرضوں سے پہلے کی سنتیں عموماً گھر میں پڑھتے، ہر وضو میں مسواک استعمال کرتے۔ کبھی کبھی محلے کی مسجد میں پیاری آواز میں اذان بھی کہتے۔ آپؒ کی موجودگی میں مقتدی کسی اور کو امام بنانا پسند نہ کرتے۔ جب آپؒ صبح اور عشاء کی نمازوں میں قرأت کرتے تو ان خاموش اور پرسکون اوقات میں مقتدیوں کے ساتھ ساتھ مسجد کے متصل گھروں کے باسی بھی محظوظ اور مسحور ہوتے۔ راقم الحروف کی والدہ محترمہ کے قول کے مطابق جب آپؒ گھر میں

قدرے بلند آواز اور خوش الحانی کے ساتھ قرآن خوانی کرتے تو دل چاہتا کہ آپ پڑھتے جائیں اور ہم سنتے جائیں۔ راقم کو بھی آپ کی آخری عمر میں آپ کے پیچھے نمازیں پڑھنے کا موقع ملا۔ خصوصاً شام کی نماز میں بندہ عموماً حاضر ہوتا۔ گو ان دنوں عمر گیارہ بارہ سال تھی پھر بھی آپؒ کی قرأت سن کر عجیب لذت محسوس ہوتی۔ بندہ خود بھی خوش آواز ہے لیکن آپؒ کی آواز میں نرالی تاثیر تھی۔

عشاء کی نماز کے بعد آپؒ جلد سو جاتے، پھر تہجد کی نماز کے لیے بیدار ہوتے آپؒ کے مرید ڈاکٹر محمد رفیق حجازی صاحب کے بیان کے مطابق آپؒ تہجد کی نماز کے لیے عموماً رات کے دو اڑھائی بجے اٹھ جایا کرتے، تہجد کی رکعتیں لمبی لمبی پڑھتے۔ اس کے بعد لیٹ جاتے اور تھوڑی دیر آرام کرتے، پھر صبح کی نماز کے لیے اٹھ بیٹھتے۔

جب آپؒ گھر پر ہوتے اور سردیوں کا موسم ہوتا تو تہجد کے وقت اٹھ کر خود آگ جلاتے جس سے کمرہ بھی گرم کرتے نیز اپنے لیے اور گھر والوں کے لیے وضو کا پانی بھی گرم کرتے۔ واضح رہے کہ آپؒ گرمی کی نسبت سردی زیادہ محسوس کرتے تھے۔

ریاضت و مجاہدہ کے دور میں پھر تصنیف و تالیف کے ابتدائی دور میں آپؒ بہت کم سوتے۔ رات کا زیادہ تر حصہ عبادت و تلاوت میں اور لکھنے پڑھنے میں گزر جاتا۔ راقم السطور کی والدہ محترمہ کے بقول ''رات کو جب بھی میری آنکھ کھلتی یا شیر خوار بچوں کے لیے اٹھنا پڑتا تو آپؒ کے چراغ کو جلتا ہوا پاتی اور آپؒ کو عبادت یا لکھنے پڑھنے میں مصروف دیکھتی''۔

گرمیوں میں رات کی عبادت کے لیے لکڑی کا ایک تخت پوش بنوا رکھا تھا۔ جمعہ کے روز غسل کرنا معمول تھا۔ عمر کے آخری حصہ میں معمولات میں کمی آ گئی تھی تاہم پانچ وقتی نمازوں کے علاوہ نمازِ تہجد کا اہتمام، سورۂ مزمل کا ورد، قرآن کریم پڑھنے اور سننے کا شوق اور تصور کے شغل کا سلسلہ تادم آخر برقرار رہا۔ آخر عمر میں چاہنے کے باوجود ضعف اور کمزوری کی وجہ سے زیادہ تلاوت نہ کر پاتے لہٰذا اکثر راقم الحروف سے قرآن پاک سنا کرتے اور فرماتے کہ مجھے قرآنِ کریم سن کر بہت لطف آتا۔

Marfat.com

صاحب عرفانؒ بحیثیت شاعر و نثر نویس:

کالج کے دور کے بعد صاحب عرفانؒ نے زندگی کا بیشتر حصہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کی کتب کو پڑھنے اور نقل کرنے میں گزار دیا۔ پھر یہ سلسلہ آپؒ کی ذاتی تصنیفات و تالیف پر منتج ہوا اور آپؒ کے ہاتھوں تصوف پر چند ایسی شاندار اور جاندار کتب معرضِ وجود میں آ گئیں جن سے آج ایک زمانہ فیض یاب ہو رہا ہے۔ پڑھنے لکھنے کے اس مسلسل اور طویل عمل نے آپؒ کو پختہ شاعروں اور صاحبِ طرز انشاء پردازوں کی صف میں کھڑا کر دیا۔ جس کی شہادت آپؒ کی نثری اور نظمی تحریریں فراہم کرتی ہیں۔

آپؒ اردو، فارسی اور پشتو تینوں زبانوں میں اشعار موزوں کر لیتے تھے تاہم آپؒ نے اس ذوق کو اپنے سلسلۂ طریقت و تصوف تک محدود رکھا۔ شعر گوئی کے اس محدود اور مخصوص سلسلے کو بھی آپؒ کے جذبۂ استغناء نے متاثر کیا جس کی وجہ سے آپؒ کا سارا شعری مواد محفوظ نہ رہ سکا اور اس کا خاصا حصہ ضائع ہو گیا۔ البتہ وہ اشعار جو آپؒ کی تصنیفات و تالیفات کا حصہ بن کر چھپ گئے محفوظ رہ گئے۔ آپؒ کی تصنیفات عرفان ہر دو حصص اور مخزن الاسرار و سلطان الاوراد میں آپؒ کے اردو فارسی اشعار ابیاتِ مصنف کے عنوان کے تحت اور تالیفات یعنی حق نماء، کنز الانوار ترجمہ عقل بیدار وغیرہ میں ابیاتِ مولف کے عنوان کے تحت شائع ہو چکے ہیں۔ آپؒ نے اپنے روحانی مربی اور پیشوا حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کی شان میں تقریباً ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل ایک خوبصورت اور موثر طویل فارسی مثنوی نظم کی تھی جو آپؒ کے ایک ہم جماعت ملک غلام محمد صاحب نے عاریتاً آپؒ سے لی اور پھر گم کر دی۔ اس مثنوی کے کچھ اشعار کتاب حق نماء کے دیباچے میں اور کچھ مخزن الاسرار میں حضرت سلطان صاحبؒ کے حالاتِ زندگی والے باب میں شائع ہو چکے ہیں۔ یہ کچھ اشعار آپؒ کے حافظے پر محفوظ رہ گئے تھے لہٰذا شاملِ کتب ہو گئے جبکہ باقی نسیان کی نذر ہو گئے۔

آپؒ نے حضرت سلطان صاحبؒ کی مدح میں ایک پشتو منقبت بھی لکھی تھی جسے اس دور میں حضرت سلطان صاحبؒ کے پشتون عقیدت مندوں کی ایک کثیر تعداد نے از بر کر کے بطورِ وظیفہ اپنے معمولات میں شامل کر رکھا تھا۔ یہ پشتو مناجات قلمی کتابچے کی شکل میں راقم

Marfat.com

الحروف کے پاس موجود ہے جسے کسی غلام قاسم نامی کاتب نے ۱۳۲۷ھ میں تحریر کیا۔ آپؒ نے حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کی شان میں ایک پنجابی قصیدہ بھی کہا جس کا محض مطلع میسر آسکا جو درج ذیل ہے۔

اے باد صبا من نامِ خدا ونج آکھیں پیرا عوانڑے نوں
دل شاد توجہ نال کرو کدیں میں مسکین نمانڑے نوں

حضرت بادشاہ صاحبؒ کی فارسی کتب نورالہدیٰ اور عقل بیدار شریف کے ترجے و شرح کے وقت آپؒ نے ان کے فارسی اشعار کو بھی اردو شعروں میں ڈھال لیا جن کے باعث قارئین اب ان کتب سے پوری طرح مستفید ہو پاتے ہیں۔ آپؒ کی شاعری حمد و نعت، اپنے سلسلے کے بزرگوں کی مدح اور اپنی تصنیفات و تالیفات سے متعلق اور مخصوص رہی اور آپؒ غزل و نظم کی مروجہ شاعری سے لاتعلق رہے بنا بریں آپؒ باقاعدہ مشاعروں سے بھی محترز رہے۔ محض ایک مشاعرے میں آپؒ کی غزل کے پڑھے جانے کا ذکر ملتا ہے، یہ طرحی مشاعرہ تھا جو ۱۹۳۴ء میں کوئٹہ میں ہوا تھا، آپؒ ان دنوں وہیں تھے۔ چند دوستوں نے آپؒ کو شرکت کی دعوت دی تو آپؒ نے مذکورہ مشاعرے کے لیے غزل لکھ ڈالی جسے آپؒ کی بجائے ماسٹر عبدالغفار صاحب نے پڑھا۔ اس کے چند اشعار جو میسر آسکے درج ذیل ہیں۔

اپنے تر دامن کو شبنم رو رہی ہے دیکھ کر
اس کی رحمت کا سمندر دیکھ دریا نوش ہے
جس کے قدموں میں تری جنت ہے اے ولد شقی
زن کو دوزانو ہے تو اور اس کے سرپاپوش ہے
شعر ہے یا سحر ہے اے سروری تیرا کلام
جس کے شیشے میں تصوف کی پری روپوش ہے

اردو اور فارسی شاعری میں نے لفظ ''سروری'' کو بطورِ تخلص اختیار کیا جبکہ پشتو نظم میں پورے نام ''نور محمد'' کو اپنایا۔

نثر میں آپؒ کی تصنیفات عرفان، مخزن الاسرار اور تالیفات حق نماء، کنز الانوار اور انوارِ سلطانی کی مسجع و غیر مسجع تحریریں آپؒ کی بہترین مضمون نویسی اور رواں نگاری کا بین ثبوت

ہیں۔

ابتداء میں جب عرفان اور نور الھدیٰ کے مسودے مکمل ہو گئے اور مالی مشکلات کی وجہ سے انہیں جلد شائع نہ کیا جا سکا تو لوگوں تک پہنچانے کے لیے آپؒ نے ان مضامین کو قسط وار شائع کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اس مقصد کے لیے آپؒ نے غالباً ۱۹۴۰ء میں ایک ماہور رسالہ بنام ''نور الاسلام'' جاری کیا جس میں ان اقساط کے ساتھ ساتھ دیگر مضامین بھی شائع ہوتے رہے۔ یہاں بھی مالی تنگی اور لوگوں کی عدم دلچسپی آڑے آئی لہٰذا یہ رسالہ پانچ چھ ماہ سے زیادہ نہ چل سکا۔ پھر اس کی پوری ادارت اور ترتیب بغیر کسی معاون کے پورا مہینہ آپؒ اکیلے کو کرنی پڑتی تھی، لہٰذا آپؒ اس کام سے تھک گئے اور یہ سلسلہ جلد بند ہو گیا تاہم آپؒ اس حوالے سے کچھ عرصہ تک صحافت سے بھی وابستہ رہے۔

رحمانیہ ٹیکسٹائیل ملز، فیصل آباد میں قیام کے دورن احباب کی تحریک پر آپؒ کا ایک مذہبی روحانی ماہوار رسالہ جاری کرنے کا ارادہ بن گیا تھا لیکن اسے عملی جامہ نہ پہنایا جا سکا اور آپؒ جلد واصل بحق ہو گئے۔

صاحبِ عرفانؒ کی تحقیق وتنقید:

آپؒ کا مطالعہ خصوصاً تصوف اور متصوفین کے بارے میں بہت وسیع تھا۔ اسلاف و اخلاف کی بیسیوں کتابیں آپؒ کی نظر سے گزریں۔ مطالعہ کی اس فراوانی نے جہاں آپؒ کو تصوف میں اپنی راہ متعین کرنے میں مدد دی وہاں آپؒ کو شعر و نثر میں بھی ایک خاص تمیز حاصل ہو گئی جس کی بدولت آپ تحریر سے اس کے حقیقی مصنف کا پتہ لگا لیا کرتے تھے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے نام سے منسوب فارسی دیوان کے متعلق آپؒ کی تحقیق تھی کہ اس کی تمام غزلیں ملا معین کاشفی صاحب کی کتاب معارج النبوۃ سے لی گئی ہیں جسے کاروباری ذہنیت کے ناشرین نے زیادہ بکری کے خیال سے خواجہ صاحبؒ کے نام سے منسوب کر دیا۔

فتوح الحرمین کے بارے میں فرمایا کہ یہ مولانا جامی کا ضخیم شعری مجموعہ ہے جسے حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کے نام سے مشہور کر دیا گیا ہے۔ یونہی غنیۃ

الطالبین کے سلسلے میں فرمایا کہ مسئلے مسائل کی یہ کتاب بغداد کے ایک عبدالقادر نامی واعظ کی تصنیف ہے جسے غلط طور پر سید الاولیاء حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے اسم سے موسوم کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ آپؒ کے اندازِ تقریر اور اس کتاب کی تحریر میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ کتاب فتوح الغیب اور فتح الربانی کے ضمن میں فرمایا کہ یہ آپ قدس سرہ کی تصنیف کردہ نہیں ہیں۔ بلکہ آپؒ کے مواعظ کے مجموعے ہیں جنہیں دورانِ وعظ کئی کاتب قلم بند کر لیا کرتے تھے۔ بعد میں آپ قدس سرہ کی اولاد اور معتقدین نے انہیں کتابی شکل دے دی۔

حضرت پیران پیر قدس سرہ العزیز کے قصیدۂ غوثیہ شریف کی چھان بین اور تحقیق و تفتیش میں قبلہ فقیر صاحبؒ طویل عرصے تک سرگردان رہے۔ آپؒ نے اصلی قصیدے کی تلاش میں متعدد علاقوں کا سفر کیا۔ جب آپؒ بغداد شریف گئے تو آپ قدس سرہ کے خاندان اور فقراء کے ہاں موجود قلمی نسخوں کو دیکھا۔ آپؒ مختلف علاقوں کے قصیدہ غوثیہ کے عاملین سے بھی اس سلسلے میں ملے۔ اس ضمن میں آپؒ نے پشاور کا ایک بڑا کتب خانہ بھی دیکھا جہاں قصیدے کے کئی نسخے موجود تھے۔ وہاں آپؒ نے قصیدے کی ایک طویل شرح بھی ملاحظہ فرمائی جس میں شارح نے قصیدے کے ہر شعر کی شرح میں ایک پوری کتاب لکھ رکھی تھی۔ کئی مطبوعہ قصائد بھی آپؒ کی نظروں سے گزرے اور کئی اہلِ حال عارفین سے اس حوالے سے آپؒ نے ملاقاتیں کیں۔ ان امور کے نتیجے میں یہ بات سامنے آئی کہ شروع میں قصیدہ غوثیہ کے نرالے اور فوری اثرات کو دیکھ کر لوگوں کی بہت بڑی تعداد اس جانب دوڑ پڑی۔ پھر صاحبِ قصیدہ کی جانب سے قصیدے میں کیے گئے مواعید و مواثیق کے باعث یہ حال ہو گیا کہ لوگوں نے ضروری اعمال و عبادات میں کوتاہی شروع کر دی۔ دین کے ظاہری اور شرعی پہلو میں نقص کے اندیشے کے پیشِ نظر بزرگانِ دین نے اس قصیدے میں چند ایسے اشعار بھی شامل کر دیئے جن میں ظاہری اعمال و عبادات کی طرف رغبت دلائی گئی تھی۔ مثلاً:

رجالی فی ھوا جرھم صیامٌ   وفی ظلم اللیالی کاللالی

درست العلم حتی صرت قطباً   ونلت السعت من مولی المولی

ومن فی اولیاء اللہ مثلی   ومن فی العلم والتصریف حالی

ان ترمیمات اور اضافے سے خدا معلوم عوام میں اعمالِ شرعیہ کا رجحان پیدا ہوا یا نہ لیکن یہ ضرور ہوا کہ اس ملاوٹ کے باعث قصیدہ میں وہ سابقہ برکت و تاثیر نہ رہی اور بعد میں پڑھنے والوں کی محنتیں ثمر آور نہ ہوئیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ اضافی اشعار مولانا جامی کے وضع کردہ ہیں جنہیں قبلہ فقیر صاحبؒ نے اپنی کتاب مخزن الاسرار و سلطان الاوراد میں طبع کردہ قصید سے خارج کر دیا۔

اردو شعر و شاعری کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ یہ زیادہ تر قدیم فارسی شاعری کی نقل و تقلید ہے۔ فارسی میں مستعمل تشبیہات و استعارات کی تکرار اردو غزل و نظم میں کی گئی ہے۔ اردو شعراء میں آپؒ علامہ اقبالؒ کو پسند فرماتے تھے اور اپنی تحاریر میں ان کے اشعار کو لاتے تھے۔

آفتابِ عرفانؒ غروب ہو گیا:

تین ایسی بڑی وجوہات تھیں جن کے باعث صاحبِ عرفان صوبہ سرحد سے مستقلاً پنجاب کو منتقل ہونے کے آرزو مند تھے۔ پہلی یہ کہ آپؒ کے روحانی پیشوا حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کا مزارِ اقدس پنجاب میں تھا اور آپؒ اس کے قریب ہونا چاہتے تھے۔ دوسری یہ کہ آپؒ اپنی کتابوں کی چھپوائی لاہور (پنجاب) سے کرواتے تھے۔ تیسری یہ کہ آپؒ کے اکثر عقیدت مندوں کا تعلق پنجاب سے تھا۔ اور ان کی سرحد کو آمد روفت میں مالی اور سفری مشکلات حائل تھیں۔ کلاچی میں ۱۹۵۵ء میں سیلاب کی آمد کے باعث گویا قدرت نے آپؒ کے پنجاب منتقل ہونے کا سامان کر دیا۔

فیصل آباد منتقل ہونے سے مذکور آرزوں کی تکمیل کے ساتھ ساتھ دوسری معاشرتی سہولتیں بھی میسر آ گئیں تاہم یہاں کی آب و ہوا آپؒ کو راس نہ آسکی۔ جھال خانوانہ (فیصل آباد) کے ابتدائی قیام میں آپؒ کو جگر کی تکلیف لاحق ہو گئی۔ عمر رسیدگی اور اعضاء و قوٰی کے ضعف و اضمحلال کے باوجود چونکہ یہ بیماری بھی ابتدائی مراحل میں تھی اور اس نے ابھی زور نہیں پکڑا تھا لہٰذا آپؒ معمولی علاج سے اس کا مقابلہ کرتے رہے۔ تقریباً سوا سال بعد آپؒ جھال خانوانہ سے رحمانیہ ٹیکسٹائیل ملز، جھنگ روڈ منتقل ہو گئے۔ یہاں جھال کی نسبت زیادہ

آرام میسر تھا لیکن نقصِ جگر میں اضافہ ہوتا رہا۔ پھر اس کے اثرات پیٹ کی خرابی کی صورت میں بھی نمودار ہونے شروع ہو گئے۔ آپؒ نے پرہیز کے خیال سے خوراک بہت کم کر دی جس کی وجہ سے کمزوری اور عدم مدافعت میں مزید اضافہ ہو گیا۔ معمولی گرم شے کھا لینے سے یرقان ہو جاتا، تھوڑی سی گرمی کو شدت سے محسوس کرتے جسے کم کرنے کے لیے گرمیوں میں ریت بچھوا کر اس پر پانی چھڑکواتے اور بدن پر گیلا کپڑا لیے رکھتے۔

اپریل ۱۹۶۰ء میں عرفان جلد دوم کا دوسرا ایڈیشن چھپوانے کے لیے آپؒ لاہور تشریف لے گئے تو وہاں پیٹ کی تکلیف ناقابلِ برداشت ہو گئی۔ نتیجتاً چھپوائی کا کام حافظ محمد حسین صاحب کے سپرد کر کے آپؒ فیصل آباد کو لوٹ گئے۔ گھر کے آرام اور وقتی علاج سے قدرے افاقہ ہوا تو محرم الحرام کا بابرکت مہینہ آ پہنچا۔ حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کے عرس سال میں دوبار یعنی محرم اور جمادی الثانی کے مہینوں میں منائے جاتے ہیں۔ ان دونوں عرسوں پر حاضری آپؒ کا زندگی بھر کا معمول رہا۔ ان دنوں محرم کا عرس جون میں آ رہا تھا۔ لہٰذا آپؒ ۸ محرم بمطابق ۳ جون ۱۹۶۰ء کو میاں محمد امین صاحب مالک رحمانیہ ٹیکسٹائل ملز کی موٹر کار میں دربار شریف کو روانہ ہو گئے اس سفر میں حافظ محمد حسین صاحب، صوفی محمد شفیع صاحب لاہوری، چوہدری نیاز الدین صاحب کے والد صاحب اور راقم الحروف آپؒ کے ہمراہ تھے۔ فیصل آباد سے آٹھ میل کے فاصلے پر کار کے دو ٹائر یکے بعد دیگرے بے کار ہو گئے۔ ڈرائیور کو دوسری گاڑی لانے کے لیے واپس رحمانیہ مل بھیجا گیا لیکن وہ راستے میں انہی ٹائروں کو ٹھیک کروانے میں ایسا مصروف ہوا کہ سہ پہر کے تین بجے تک نہ لوٹ سکا۔ آپؒ اور آپؒ کے ہمراہی سخت گرمی میں لبِ سڑک بھوکے پیاسے محوِ انتظار رہے۔ بالآخر چوہدری صاحب کے والد صاحب کو کار کے پاس چھوڑ کر آپؒ اور باقی افراد بس کے ذریعے جھنگ کو روانہ ہو گئے۔ چار بجے کے قریب جھنگ پہنچ کر ہوٹل میں کھانا کھایا اور اگلی بس میں بیٹھ کر دربار شریف کو روانہ ہو گئے۔ سڑک کے کنارے گرمی میں انتظار کی تکلیف اور بے وقت بازاری کھانا کھانے کے سبب آپؒ کے پیٹ میں ہوا بھر گئی اور درد کے ساتھ پسینہ چھوٹ پڑا۔ اس حال میں بصد وقت اڈہ حضرت سلطان باہوؒ پہنچے۔ یہاں سے عموماً لوگ اونٹوں پر یا پیدل

Marfat.com

دربار شریف کو جایا کرتے تھے۔ اونٹ کرایے پر لے کر آپؒ کو اس کے کجاوے میں سوار کرا دیا گیا اونٹ کے ہچکولوں سے پیٹ کی تکلیف بڑھ گئی، بایں وجہ دو فرلانگ کے سفر کے بعد اس سے اتر پڑے۔ تھوڑی دیر تک چل کر آپؒ پیدل سفر سے بھی عاجز آ گئے، لیکن اس دوران اونٹ آگے نکل چکا تھا سو آپؒ کو دربار شریف تک مجبوراً پا پیادہ جانا پڑا۔ پہنچتے پہنچتے عشاء ہو گئی۔ بیماری، کمزوری اور تکلیف دہ سفر نے آپؒ کو نڈھال کر دیا۔ دربار شریف پر گرمی کے موسم میں رات کے وقت آپؒ خلیفہ غلام حسین مرحوم کے گھر کے سامنے میدان میں آرام کیا کرتے تھے۔ خلیفہ صاحب سے آپؒ کے لیے چارپائی لے کر بچھا دی جاتی جبکہ معتقدین گھاس پھوس پر چٹائیاں بچھا کر آرام کرتے۔ خلیفہ غلام حسین صاحب موضع چودھوان ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کے باسی تھے۔ انہوں نے مستقل دربار شریف پر رہائش اختیار کر رکھی تھی۔ ان کا گھر دربار کے شرقی جانب واقع تھا۔ خلیفہ صاحب آپؒ کے دیرینہ آشنا تھے۔ آپؒ کے دیگر معتقدین جو آپؒ سے پہلے دربار شریف پہنچ چکے تھے آپؒ کا انتظار کر رہے تھے۔ آپؒ سخت تکلیف کے ساتھ دربار شریف پہنچے۔ پہنچنے پر آپؒ کے لیے دستور کے موافق چارپائی بچھا دی گئی۔ سلام دعا کے بعد آپؒ چپ چاپ اس پر لیٹ گئے۔ ہمیشہ اس جگہ اس موقع پر بڑی بابرکت مجلس ہوا کرتی تھی۔ آپؒ کی نظرِ فیض اثر اور زبان گوہر فشاں سے فقر و معرفت کی تشریحات موجوں کی مثل معتقدین کے قلوب و سماعات سے ٹکراتیں جن سے ان کے سینے ٹھنڈے ہوا کرتے اور سماعتیں اطمینان پاتیں، لیکن اس بار گویا دریا خاموش اور ساکن تھا اور پیاسے مغموم و نامراد کنارِ دریا کاسہ ہائے قلوب تھامے حالات کے اس رخ کو رو رہے تھے۔

۱۰ محرم کو صبح سویرے آپ نے فیصل آباد کو واپسی کا ارادہ بنا لیا۔ اس غرض سے ۹ محرم کو فرما دیا کہ کل کے لیے لاری بک اور سپیشل کروا لو۔ لیکن رش کے باعث لاری نہ مل سکی۔ ادھر رحمانیہ مل والوں کو آپ کے دربار شریف تکلیف سے پہنچنے کی اطلاع ہوئی تو آپ کو واپس لانے کے لیے میاں محمد صدیق صاحب کار لے کر ۹ محرم کی شام کو دربار شریف پہنچ گئے۔ ۱۰ محرم کو صبح تین بجے آپ نے حضرت بادشاہ صاحب کے مزار اقدس پر آخری حاضری دی۔ یہ وہ روحانی مرکز تھا جس کے گرداگرد آپؒ نے اپنی باطنی زندگی کا دائرہ مکمل کیا تھا، اسی مرکز پر آپؒ نے

Marfat.com

کالج کی رنگینیوں اور روشن مستقبل کے خوابوں کو قربان کیا تھا۔ قدرت نے اسی روحانی ہاتھ سے وایدنہ بروح القدس کی مصداق آپؒ کی تائید فرمائی تھی اور متاعِ فقر ومعرفت سے بہرہ ور فرمایا تھا۔ الوداعی زیارت سے فراغت کے بعد آپؒ دربار عالی سے باہر تشریف لائے تو آپؒ کو کار کی پچھلی سیٹ پر لٹا دیا گیا۔ حافظ محمد حسین صاحب اور راقم الحروف آپؒ کے قریب کار میں بیٹھ گئے۔ گڑھ مہاراجہ کے قریب آپؒ نے تھوڑی سی گفتگو کی۔ کوٹ بہادر پہنچ کر صبح کی نماز ادا کی، یوں ۱۰ محرم کو صبح ۹ بجے کے قریب گھر پہنچ گئے۔

تین چار روز کے آرام کی وجہ سے آپؒ کی طبیعت قدرے بہتر ہوگئی تاہم جگر کا بڑھاؤ اور ہاضمے کی خرابی کا سلسلہ جاری رہا۔ آپؒ تھوڑا سا کھانا دن رات میں ایک بار عصر کے وقت کھاتے، دربار شریف سے واپسی پر آپؒ اکثر اداس رہتے۔ حافظ محمد حسین صاحب اور کیمسٹ محمد اسحٰق صاحب چنیوٹی کے اصرار پر آپؒ نے ڈاکٹر انوار الحق صاحب ایم بی بی ایس سے معائنہ کروایا۔ ان کا کلینک کچہری بازار فیصل آباد میں تھا۔ ان کی ہدایت پر ایکسرے لیا گیا جس میں جگر اور پتے کے درمیان پھوڑا تشخیص کیا گیا۔ مزید تسلی کے لیے پتے کا الگ ایکسرے لینے کا کہا گیا لیکن آپؒ نے حافظ محمد حسین صاحب کی منت اور اصرار کے باوجود انکار فرما دیا اور ان سے کہا: محمد حسین! اس بات کو اب جانے دو۔ عمر زیادہ ہو چکی ہے۔ آخر کسی بیماری سے مرنا بھی تو ہے، اور بقول ڈاکٹر اگر پھوڑا ہوا بھی تو اس کمزوری اور بڑھاپے میں اس کا آپریشن ممکن نہیں۔ یہ سن کر حافظ صاحب رو پڑے۔ کمزوری اس قدر بڑھ گئی کہ آپؒ نماز باجماعت کروانے سے بھی معذور ہو گئے۔ اس کے بعد مریدین کے شدید اصرار پر آپؒ نے جھنگ بازار فیصل آباد کے ڈاکٹر حاجی سید انوار صاحب ایم بی بی ایس سے علاج کروایا لیکن فرق نہ پڑا لہٰذا ان کا علاج بھی ترک کر دیا۔ ۳۰ ستمبر ۱۹۶۰ء کو طبیعت قدرے بہتر تھی لہٰذا رحمانیہ مل کی مسجد میں نماز جمعہ پڑھائی اس روز شام کو حافظ محمد حسین صاحب کو رقم دے کر فرمایا کہ تم کل لاہور جا کر حق نماء کی کتابت کا بندوبست کر آؤ۔ رات دو بجے کے قریب آپ کو شدید پیٹ درد شروع ہو گیا۔ راقم الحروف کے ذریعے اسی وقت حافظ صاحب کو اطلاع کی گئی کہ وہ لاہور نہ جائیں۔ صبح کی سیر اور چہل قدمی آپؒ کا روزانہ کا معمول تھا رات کی تکلیف

Marfat.com

کے باعث اس روز یہ معمول پورا نہ کر سکے تاہم تھوڑی دیر بعد آپؒ مہمان خانے میں تشریف لے آئے۔ یکم اکتوبر کا یہ دن بھی آپؒ نے کافی تکلیف میں گزارا۔ اسی روز حافظ صاحب سے فرمایا کہ بنوں عبدالحمید کو ٹیلیگرام کے ذریعے میری علالت سے آگاہ کر دو۔ حافظ صاحب نے اسے بذریعہ ٹیلیگرام اور ڈاکٹر محمد رفیق حجازی صاحب کو ٹوبہ ٹیک سنگھ بذریعہ ٹیلیفون مطلع کیا۔ حجازی صاحب اسی روز اور عبدالحمید خان اگلے روز فیصل آباد پہنچ گئے۔ آپؒ گھر والی بیٹھک میں صاحبِ فراش تھے۔ عبدالحمید خان نے آ کر حال پوچھا تو فرمایا ہچکی اور پیٹ کے اپھارے نے سخت تکلیف سے دوچار کر رکھا ہے جس کے باعث نہ کچھ کھا سکتا ہوں نہ سو سکتا ہوں۔ پھر اسے تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ کم سن بہن بھائی اب تمہارے حوالے ہیں، ان کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔ عبدالحمید خان اس کے جواب میں آپؒ کو بار بار یقین دہانی کراتا رہا کہ وہ ان کمسنوں کو اپنے بچوں کی مانند سمجھے گا۔ ۱۹۵۵ء کے سیلاب کے دنوں میں آپؒ نے اپنے مدفن کی جگہ حافظ محمد حسین کو بتا دی تھی، پھر بھی آپؒ اپنی نعش اور قبر کے بارے میں متفکر تھے۔ آپؒ نے ایک دو بار اس سلسلے میں بات کی لیکن بعد میں اس موضوع پر گفتگو نہ کی۔ گھر والے آپؒ کو اس حال میں کلاچی لے جانے کے خواہش مند تھے۔ لیکن آپؒ کمزوری اور تکلیف کے باعث سفر کے قابل نہ تھے۔ ان دنوں صبح و شام ایک ایک کپ چائے اور دوپہر کو ایک پیالی یخنی آپؒ کی خوراک تھی۔ ڈاکٹر انوار الحق صاحب سے دوبارہ مشورہ کیا گیا۔ ان کے خیال میں آپؒ کے جگر میں کینسر ہو گیا تھا جس کا علاج ممکن نہ تھا، پھر بھی انہوں نے چند نئی ادویات تجویز کر دیں جن سے ہچکی کو قدرے آرام آ گیا۔ منہ کے راستے جو خوراک دی جاتی وہ معدے میں جا کر رک جاتی جس سے تکلیف میں اضافہ ہو جاتا لہٰذا ڈاکٹر محمد رفیق حجازی صاحب کے مشورے سے خوراک کی بجائے گلوکوز کے انجکشن شروع کر دیئے گئے۔ عبدالحمید خان اور ڈاکٹر حجازی صاحب دو تین روز بعد واپس گھروں کو چلے گئے۔ ۷ اکتوبر بروز جمعہ حافظ محمد حسین صاحب کو بھی گھر سے ہو آنے کی اجازت فرما دی۔ انہیں بغیر اطلاع دیئے گھر سے آئے ہوئے کئی روز ہو چکے تھے۔ ان کے جانے کے بعد آپ کی تکلیف بڑھ گئی۔ لہٰذا بندہ بھیج کر ان کو اسی روز واپس بلوا لیا گیا۔ اس روز طبیعت زیادہ بگڑ گئی تو چمکدار اسم اللہ ذات گھر کے اندر سے منگوا کر بیٹھک میں اپنے سامنے لٹکوا لیا۔ حکیم ضیاء الحق صاحب سے رسالہ روحی

Marfat.com

شریف پڑھنے کو کہا۔ یہ رسالہ فارسی زبان میں حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کا مرتب کردہ ہے۔ حکیم صاحب نے نہایت رقت آمیز لہجے میں رسالہ شریف سنایا۔ پھر راقم الحروف کو تلاوتِ قرآن کریم کے لیے طلب فرمایا۔ راقم الحروف نے خوش الحانی سے تلاوت کی تو اختتام پر فرمایا کہ کتنا شریں اور روح پرور کلام ہے۔ راقم کی عمران دنوں بارہ تیرہ سال کی تھی۔ آپؒ میری خوش الحانی کو پسند فرماتے تھے اور کبھی کبھی مجھ سے قرآن کریم سنا کرتے تھے۔ مذکور بالا حال دیکھ کر گھر والے اور مریدین گھبرا گئے۔ آئندہ کیا ہونے والا ہے اس کا اندازہ ہو رہا تھا۔ جملہ آنکھیں اشک بار تھیں۔ صوفی عبدالرحیم صاحب گریہ وزاری سے بے حال ہو رہے تھے۔ انہوں نے ایک عرصہ سے خود کو قبلہؒ کی خدمت کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ اور مستقلاً آپؒ کے ہاں رہ رہے تھے۔ انہوں نے رو کر عرض گزاری کہ حضور! آپؒ مجھے کس کے سہارے چھوڑے جا رہے ہیں اور میں آپؒ کے بعد کیا کروں گا؟ آپؒ نے ان سے فرمایا کہ تم میرے چھوٹے بچوں کے ساتھ رہنا اور ان کی خدمت کرنا۔ پھر انہیں صبر کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک روز تم بھی میرے پاس پہنچ جاؤ گے۔ اور یہ کہ میری روحانیت تم لوگوں کے ساتھ رہے گی۔ اس روز ڈاکٹر غلام رسول چیمہ صاحب کو چیک اپ کے لیے بلوایا گیا۔ آپؒ ہر چند علاج معالجے کی کوششوں سے منع فرماتے لیکن گھر والوں اور معتقدین کے اصرار پر اور ان کی دل جوئی کے خیال سے ہر بار اجازت دے دیتے۔ ڈاکٹر چیمہ صاحب نے خون ٹیسٹ کروانے کا کہا' ٹیسٹ دیکھ کر انہوں نے جسم کے کسی حصے میں پیپ کی موجودگی بتلائی۔ پیپ کے اخراج کے لیے انہوں نے ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال فیصل آباد کے کرنل ڈاکٹر خوشی محمد صاحب کا نام تجویز کیا۔ حافظ محمد حسین صاحب اور میاں محمد امین صاحب نے انہیں ٹیسٹ کا نتیجہ دکھایا تو انہوں نے پیپ کی عدم موجودگی بتائی البتہ پتے کی سوزش اور اس میں پتھریوں کی موجودگی کا شک کیا۔ انہوں نے کچھ انجکشن اور دوائیاں تجویز کیں لیکن ان کے استعمال سے کوئی فائدہ نہ ہوا۔

میاں محمد امین صاحب اور چوہدری نیاز الدین صاحب نے مل کر آپؒ کو بغرضِ علاج لاہور چلنے پر رضا مند کر لیا، لہٰذا ۱۱ر اکتوبر کو حافظ محمد حسین صاحب اور حکیم ضیاء الحق صاحب آپؒ کو میاں صاحب کو کار میں لے کر روانہ ہو گئے۔ اسی روز حافظ صاحب نے آپؒ سے

Marfat.com

پوچھے بغیر بنوں عبدالحمید خان کو ٹیلیگرام دے دیا لہٰذا اگلے روز ۱۲ر اکتوبر کو غلام سرور خان اور عبدالحمید خان لاہور پہنچ گئے لاہور میں میو ہسپتال کے ڈاکٹر ریاض قدیر صاحب سے معائنہ کروایا۔ انہوں نے بھی پیپ کی عدم موجودگی بتائی اور مزید تشخیص کے لیے پتے کا ایکسرے لینے کا کہا لیکن آپؒ متعلقین کے اصرار کے باوجود اس پر راضی نہ ہوئے اور فرمایا کہ مجھے اب مزید زندگی کی ضرورت نہیں، میں اپنا کام پورا کر چکا ہوں اور میرا مشن میری تصنیفات و تالیفات کے ذریعے جاری رہے گا۔ فرمایا! موت سے کسی کو مفر نہیں۔ قدرت کے ہاں وقت اور فاصلہ بے معنی ہیں، وہاں کروڑوں برس کا زمانہ مثلِ ساعت ہے جہاں آدم علیہ السلام اور مرنے والا آخری انسان بالکل ساتھ ساتھ معلوم ہوں گے۔ ۱۳۔ اکتوبر کو واپسی کا ارادہ فرمالیا لہٰذا شام پانچ بجے بذریعہ ویگن لاہور سے روانگی ہوئی اور نو بجے رات کو فیصل آباد پہنچ گئے۔ ۱۴ر اکتوبر کو چوہدری نیاز الدین صاحب مزاج پرسی کے لیے حاضر ہوئے تو ان سے فرمایا کہ میں اب بڑی بے قراری سے اجل کی راہ دیکھ رہا ہوں۔ پھر یہ شعر زبان پر جاری ہو گیا:

بمرگِ خویش ہماں طور آرزو مندم
چنانکہ بود۔ بآبِ حیات اسکندر

یعنی ”میں اب اپنی موت کا یوں خواہش مند ہوں جیسے سکندر آب حیات کا خواہش مند تھا“

اسی روز آپؒ نے اپنے فرزند اور راقم الحروف کے بڑے بھائی عبدالرشید خان صاحب کو قرآنِ پاک کا ختم کروانے کی غرض سے دربار شریف بھیجا۔ ان کی واپسی پر ایک بکرا صدقہ کروایا۔ اسی روز صوفی محمد شفیع صاحب لاہور سے ایک وید کو آپؒ کے علاج کے لیے ہمراہ لائے۔ صوفی صاحب کی تکلیف اور دل جوئی کی خاطر آپؒ وید صاحب سے معائنہ کرانے پر راضی ہو گئے۔ ان کی تجویز کردہ ایک پڑیا بھی استعمال کی، پھر اگلے روز انہیں واپسی کی اجازت دے دی۔ اسی روز عبدالحمید خان نے اپنے بڑے بھائی غلام سرور خان کو نیلامی میں دکانیں خریدنے کی غرض سے بنوں واپس روانہ کر دیا۔ ان دنوں ہندوؤں کی جائیدادیں نیلام ہو رہی تھیں۔

Marfat.com

۱۵/اکتوبر کو آپؒ کی کمزوری اور بخار میں اضافہ ہو گیا۔ آپؒ ہاتھوں اور پیروں میں جلن محسوس کرتے تھے لہٰذا ان پر بار بار گیلا کپڑا پھرواتے اس سردی میں جب کہ دیگر افراد نے لحاف لینے شروع کر دیئے تھے۔ آپؒ برآمدے میں بغیر کپڑا لیے پڑے رہتے۔

ان دنوں آپؒ نے واقعے کو دیکھا کہ آپؒ آسمان کی جانب محوِ پرواز ہیں اور وہاں کسی کی آمد کی خوشی میں شادیانے بج رہے ہیں جبکہ اجرام فلکی ادھر ادھر دوڑ رہے ہیں۔ اس خواب کے بعد آپؒ کو اپنی موت کا یقین ہو گیا بنا بریں انجکشن اور ادویات کا استعمال قطعاً ترک کر دیا۔

آپؒ کلاچی سے جن وجوہات کی بنا پر نکلے تھے ان کی تفصیل عنوان ''فیصل آباد کو ہجرت'' کے تحت لکھ دی گئی ہے۔ انہی وجوہات کی بنا پر آپؒ دوبارہ کلاچی جانے، وہاں رہنے اور دفن ہونے کے حق میں نہ تھے۔ پنجاب میں بھی آپؒ کی کوئی ذاتی جگہ نہ تھی لہٰذا آپؒ بہت متردد تھے۔ آپؒ اپنی چھوٹی اولاد یعنی راقم الحروف کے بہن بھائیوں کے بارے میں بہت فکر مند تھے کہ وہ آپؒ کے بعد پردیس میں کیونکر گزارہ کر سکیں گے نیز ان کے مستقبل کا مسئلہ بھی آپؒ کے پیش نظر تھا۔ عبدالحمید خان کا بھی کلاچی چلنے پر اصرار تھا۔ ان تمام وجوہات کی بنا پر آپؒ کو بادل ناخواستہ کلاچی چلنے پر آمادہ ہونا پڑا۔ قدرت کو بھی شاید یہی منظور تھا اور غالباً انہی حالات کے حوالے سے آپؒ نے ۱۹۵۵ء میں حافظ محمد حسین صاحب کو مدفن کی موجودہ جگہ دکھا کر فرمایا تھا کہ ''میرا خیال ہے میری قبر یہاں ہو''۔ لہٰذا آپؒ نے فرمایا کہ بابو محمد اسحٰق صاحب کو ڈیرہ اسماعیل خان ٹیلیگرام دے کر معلوم کرو کہ دریائے سندھ پر کشتیوں کا عارضی پل تیار ہوا ہے یا نہیں۔ بابو محمد اسحٰق صاحب آپؒ کے معتقد تھے اور ڈیرہ اسماعیل خان میں ریلوے گودام کے انچارج تھے۔ ان دنوں دریائے سندھ پر موجودہ پختہ پل نہیں تھا۔ دریائے سندھ ڈیرہ کے قریب کئی شاخوں میں بٹ جایا کرتا تھا۔ اوائل سردیوں میں ہر شاخ پر کشتیوں کا عارضی پل بنا دیا جاتا۔ گرمیوں میں طغیانی کے باعث سب نشیب و فراز زیرآب آجاتے لہٰذا گرمیوں کے آغاز میں عارضی پل ختم کر دیئے جاتے۔ بابو محمد اسحٰق صاحب نے جوابی تار کے ذریعے اطلاع کی کہ عارضی پل تا حال تعمیر نہیں ہوا۔ فیصل آباد سے ڈیرہ تک براستہ

Marfat.com

سرگودھا، میانوالی متبادل راستہ بھی تھا۔ یہ راستہ خاصا طویل تھا۔ آپؒ علالت اور کمزوری کے باعث اس سفر کی طاقت نہ رکھتے تھے، پھر بھی مجبوراً آپؒ اس راہ سے چلنے پر راضی ہو گئے۔

۱۶ر اکتوبر کو وصیت نامہ لکھوانے کی غرض سے عرائض نویس کو بلوایا گیا۔ آپؒ وصیت نامہ لکھوانے کے حق میں نہ تھے تاہم بعض افراد کے اصرار پر آپؒ کو مجبوراً ایسا کرنا پڑا۔ آپؒ کے نزدیک یہ بات قرینِ انصاف نہ تھی کہ وصیت کے حوالے سے بعض امور میں تخصیص برتی جائے۔ آپ راقم الحروف کی والدہ صاحبہ سے فرمایا کرتے تھے کہ میری اولاد میں سے میرے حقیقی روحانی ترکے کا جو اہل ہو گا وہ مشیت ایزدی سے خود بخود اس تک پہنچ جائے گا، لیکن آپؒ کو یہ وسوسے اور اندیشے دلائے گئے، کہ اگر وصیت نامے کے ذریعے امور متعین نہ کیے گئے تو گھریلو سامان کے حوالے سے چھوٹی اولاد حسب دستور زمانہ بڑوں کے ہاتھوں پریشان ہو گی اور گدی نشینی کے معاملے میں بڑے آپس میں الجھیں گے، لہٰذا آپؒ نے گدی، جائے مدفن اور گھریلو سامان کے بارے میں وصیت لکھوا دی اور باقی غیر منقولہ جائیداد کو شرعی تقسیم کے لیے چھوڑ دیا۔

کلاچی چلنے کا پروگرام بن چکا تھا لہٰذا اسی روز یعنی ۱۶ر اکتوبر کو آپؒ کے مخلص مرید کرنل نور بادشاہ صاحب کو جو اسی وقت میجر تھے ٹیلیگرام دے دیا گیا کہ وہ کلاچی کے سفر کے لیے اپنی ویگن فیصل آباد بھجوا دیں۔ گھر کا سامان لے جانے کے لیے حافظ محمد حسین صاحب کو اڈے سے ٹرک لانے کا فرمایا۔ حافظ صاحب نے ٹرک کا بندوبست کیا۔ بعد نماز مغرب آپؒ نے حافظ صاحب کو طلب فرمایا، وہ حاضرِ خدمت ہوئے۔ حافظ صاحب آپؒ کے معتمدِ خاص تھے اور سفروں میں عموماً آپؒ کے رفیق رہتے۔ یہ ان کی آپؒ سے آخری ملاقات تھی۔ آپؒ نے انہیں سفر اور سامان کے بارے میں چند ہدایات دیں اور روانگی کی اجازت دے دی۔ حافظ صاحب نے چلتے وقت دریافت کیا کہ حضور! آپ کب تشریف لائیں گے؟ تو جواباً فرمایا! میجر صاحب کی ویگن آنے پر کل یا پرسوں یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔ ۱۶ر اکتوبر کی رات کو حافظ صاحب اور برادرم صاحبزادہ عبدالرشید صاحب ٹرک کے ہمراہ کلاچی کو روانہ ہو گئے اور ۱۷ر اکتوبر کو کلاچی پہنچ گئے۔

Marfat.com

اس دوران آپؒ شدید نقاہت کے باوجود ناصحانہ گفتگو فرماتے رہے۔ فرمایا! جس شے کو ہم موت سمجھتے ہیں وہ دراصل مادی لباس اتارنے اور روحانی لباس پہننے کا نام ہے۔ یہ تبدیلی ہمیں صرف مادی دردوغم سے ہی نجات نہیں بخشتی بلکہ سلسلۂ زمان ومکان سے بھی آزاد کر دیتی ہے۔ خصوصاً مومن کے لیے ظاہری موت باطنی حیات کا موجب بنتی ہے جہاں وہ چشمِ روح سے حقائق کائنات کا نظارہ کرتا ہے جبکہ مادہ پرست انسان مادی حیات اور اس کے لوازمات کو اصل جانِ گران پر مرتا اور موت سے ڈرتا رہتا ہے۔ فرمایا! بندگان خدا ''موتو قبل ان تموتوا...... یعنی موت سے پہلے مر جاؤ''۔ کے حوالے سے اسی دنیا میں مراحلِ موت سے گزر چکتے ہیں، لہٰذا موت ان کے لیے نامانوس شے نہیں رہ جاتی۔ پھر پے در پے ایسی کئی معنوی اموات اور لطافتوں سے گزر کر بندہ قربِ الٰہیہ تک پہنچتا ہے۔ اسی مقصد کا حصول اسلام وایمان کی اصل ہے اور یہی اذکار وعبادات سے مطلوب ہے۔ فرمایا! اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ہے کہ اس نے مجھے مقصدِ حیات سے ہم کنار فرمایا اور اس کے فضل سے میرا کام پورا ہوا لہٰذا مجھے کسی بات کا غم نہیں۔ حیات واوقات کو گوناگوں پہلوؤں سے دیکھ لینے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ دنیا وآخرت کی سرفرازی کا انحصار محض ذکرِ پروردگار پر ہے، اس کے بغیر عمرِ خضر بھی بے کار ہے جبکہ یادِ خداوندی کا حامل ایک لحظہ ہزار سالہ زندگی سے بہتر ہے۔ پھر فرمایا کہ ذاتِ خداوندی غفور الرحیم ہے اور اپنی مخلوق پر نہایت مہربان ہے، وہ ذات پاک اس مشتِ خاک سے ضرور درگزر فرمائے گی، عبد ومعبود کے مابین محض مادی ونفسانی حجابات حائل ہیں جب یہ کثافتیں درمیان میں سے اٹھ جاتی ہیں تو بندہ فنائیت سے گزر کر ابدیت سے ہم آغوش ہو جاتا ہے، مخلوق کا خالق سے تعلق لازوال ہے، یہ سلسلہ غیر مختتم ہے اور بندوں کو بالآخر اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

آپؒ کو اپنی موت کا غم تو نہیں تھا اور فرماتے تھے کہ مجھے موت اتنی ہی پیاری ہے جتنا خضر علیہ السلام کو آبِ حیات، تاہم چھوٹے بچوں کے بارے میں آپؒ بہت افسردہ رہتے۔ آخری ایام میں انہیں بار بار اپنے پاس بلاتے، انہیں سینے سے لگاتے اور چومتے، جب ان کی یتیمی کا خیال آتا تو اشک بار ہو جاتے۔

Marfat.com

مرض الموت کے آخری ایام میں راقم الحروف کی ہمشیرہ صاحبہ ہر وقت آپؒ کے قریب رہتیں۔ صاجزادگان وقتاً فوقتاً باہر کے امور میں مصروف رہتے۔ ہمشیرہ صاحبہ آپؒ کی خدمت میں ہمہ وقت مصروف رہتیں۔ آپؒ ان سے فرماتے کہ میری روحانی امداد اور تائید تمہیں اور تمہارے چھوٹے بہن بھائیوں کو انشاء اللہ حاصل رہے گی۔ فرمایا! کہ فقراء اور اولیاء اپنی حقیقتوں کو چھپا کر رکھتے ہیں۔ لوگوں کو ان کی قدر و قیمت کا اندازہ ان کے انتقال کے بعد ہوا کرتا ہے۔ فرمایا! زندہ ہاتھی لاکھ کا اور مردہ دو لاکھ کا ہوتا ہے۔ کچھ لوگوں کے بارے میں بطور پیش گوئی فرمایا کہ تم لوگوں کو تنگ اور پریشان کریں گے۔ بعد میں یونہی ہوا۔

۱۶/ اکتوبر کو جو ٹیلیگرام کرنل نور بادشاہ صاحب کو بھیجا گیا تھا وہ انہیں بتاخیر موصول ہوا، بنا بریں ان کی گاڑی اس روز نہ پہنچ سکی۔ ۱۷/ اکتوبر کو علی الصبح روانگی کا پروگرام طے پایا تھا۔ اس غرض سے میاں محمد امین صاحب نے بھی دو کاریں تیار کروا رکھی تھیں لہٰذا وہ ۱۷/ اکتوبر کو صبح کے وقت کاریں لے کر پہنچ گئے۔ آپؒ کو گاڑیوں کے پہنچنے کی اطلاع کی گئی۔ اس روز آپؒ کو شدید کمزوری لاحق تھی۔ آپؒ دھیمی آواز میں رک رک کر گفتگو فرما رہے تھے۔ آپؒ نے گاڑیوں اور ان کے ٹائروں کی حالت کے بارے میں دریافت کیا۔ اس پوچھ گچھ اور گومگو کی حالت میں صبح کے نو بج گئے تو آپؒ نے فرمایا کہ اب دیر ہو گئی ہے کل صبح انشاء اللہ چلیں گے۔

کرنل صاحب کو ٹیلیگرام ۱۷/ اکتوبر کو دن کے گیارہ بجے موصول ہوا۔ بارہ بجے انہوں نے ویگن روانہ کر دی اور ٹیلیگرام و ٹیلیفون کے ذریعے اطلاع کر دی کہ ویگن رات نو بجے تک فیصل آباد پہنچ جائے گی چنانچہ ویگن مذکور وقت پر پہنچ گئی۔ ۱۷/ اکتوبر کو آپؒ بار بار فرماتے کہ اگر دریائے سندھ پر کشتیوں کا عارضی پل تیار ہوتا تو بہتر ہوتا۔

ارادۂ خداوندی سے بے خبر آپؒ کے متعلقین نے اگلے روز یعنی ۱۸- اکتوبر کو کلاچی روانگی کے پروگرام کو حتمی شکل دی۔ کسی کو معلوم نہ تھا کہ ۱۷، ۱۸ اکتوبر کی درمیانی شب کیسی بھاری ثابت ہونے والی ہے۔ اس شب آپؒ بار بار پانی طلب فرماتے رہے۔ گھر والے گلوکوز ملا پانی آپؒ کو پلاتے رہے۔ آپؒ بدقت تمام گفتگو کر پا رہے تھے۔ تاہم آپؒ آخر وقت تک بات چیت کرتے رہے۔ انتقال سے پانچ منٹ قبل آپؒ کی آواز بند ہو گئی۔ سانس

Marfat.com

ٹوٹنے لگی تاہم لب ہلتے رہے گویا کچھ پڑھ رہے ہوں۔ ٹھیک رات ایک بجے جان جان آفرین کے حوالے کر دی۔ آفتابِ علم و عرفان مادی افق سے غائب اور غروب ہو گیا اور اس وحدہ لاشریک کے حضور جا حاضر ہوا جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور جو جملہ شراکتوں سے مدام منزہ و ماوراء ہے۔ وہ جسم ٹھنڈا پڑ چکا تھا جس سے جسمانی اولاد نے زندگی کی حرارت حاصل کی تھی اور وہ روح اپنی اصل کی جانب پرواز کر چکی تھی جس سے روحانی اولاد زندگی بھر روحانی تمازت حاصل کرتی رہی۔ وہ شفیق ذات تقسیم ہو چکی تھی، اس کا روحانی و باطنی جثہ تو آنکھوں سے اوجھل تھا ہی مادی جثّہ نے بھی اگلے روز پردۂ خاک کے پیچھے چھپ جانا تھا۔ یہ احساس کہ اب ان حصوں اور جثوں کا اجتماع قیامت تک محال ہے رات بھر اہلِ خانہ کو رلاتا رہا۔ صبح باہر والوں کو آپؒ کے انتقال کی خبر ہوئی تو گویا سیلابِ اشک جو کناروں کے درمیان بہہ رہا تھا اچھل کر میدانوں میں پھیل گیا۔ سینوں سے آہوں کے طوفان اٹھ رہے تھے، لیکن ان میں سے کوئی جذبہ بھی اس پاکیزہ روح کو گھیر کر جسم کی جانب نہ لا سکا کہ یہی آئینِ فطرت اور یہی قانونِ قدرت ہے۔ آخر جذبۂ صبر و تحمل نے دستگیری کی اور اذہان کا رخ انتقال کے بعد کے تقاضوں کی جانب موڑ دیا۔ پھر باہمی مشاورت سے یہ طے پایا کہ تجہیز و تکفین اور جنازے کے مراحل سے گزار کر نعش مبارک کو کلاچی لے جایا جائے۔ لہٰذا آپؒ کو مہمان خانے سے باہر غسل دیا گیا اور آخری لباس پہنایا گیا۔ رحمانیہ مل کے چمن میں نمازِ جنازہ ادا کی گئی جس میں عدم اعلان کے باوجود سینکڑوں لوگوں نے شرکت کی۔ اس کے بعد لوگوں نے آپؒ کی الوداعی زیارت کی پھر آپؒ کی نعش کو چارپائی سمیت کرنل صاحب کی ویگن میں رکھ دیا گیا۔ گھر کے چند افراد آپؒ کی چارپائی کے قریب بیٹھ گئے۔ باقی افراد میاں صاحب والی کار میں سوار ہو گئے۔ روانگی سے قبل حافظ محمد حسین صاحب اور برادرم عبدالرشید صاحب کو بذریعہ ٹیلی گرام آپؒ کے انتقال کی خبر بھیج دی گئی تھی۔ حافظ صاحب کو چونکہ آپؒ نے اپنی زندگی میں اپنے مدفن کی نشاندہی کر دی تھی۔ اور تابوت کے بارے میں بھی فرمایا تھا لہٰذا انہوں نے لکڑی کا تابوت بنوایا۔ اور مجوزہ جگہ پر قبر تیار کروادی۔ راستے میں درہ تنگ کے قریب ویگن خراب ہو

گئی۔ لہٰذا لکی مروت سے ٹرک کرایہ پر لیا گیا۔ اس تبدیلی اور ٹرک کی سست رفتاری کی وجہ سے نعش رات دو بجے کلاچی پہنچ سکی۔ لوگ دیر تک انتظار کرتے رہے، جب میت وقت پر نہ پہنچی تو وہ گھروں کو لوٹ گئے۔ حافظ محمد حسین صاحب اس تاخیر سے پریشان تھے۔ وہ رات کو سوئے تو قبلہ فقیر صاحبؒ نے خواب میں آ کر ان کو بتایا کہ ان کی ویگن راستے میں خراب ہو گئی تھی۔ دوسرے روز یعنی ۱۹- اکتوبر کو آپ کی میت کو تابوت میں رکھ کر زوال سے قبل سپردِ خاک کر دیا گیا۔ تابوت میں آپ کے چہرے کے سامنے آئینے پر بنا ہوا چمکدار اسم اللہ ذات رکھ دیا گیا جس کی زمین سیاہ تھی اور اسم اللہ ذات کی تحریر چمکدار تھی۔

آپؒ کے مدفن کی یہ جگہ تہہ خانہ کی صورت میں آپؒ کی عبادت گاہ ہوا کرتی تھی۔ یہاں آپؒ تصنیف و تالیف کا کام بھی کیا کرتے تھے۔ یہاں آپؒ حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کی کتابوں کا مطالعہ بھی فرماتے اور تصورِ اسم اللہ ذات اور تصورِ اسم سرور کائنات ﷺ میں بھی مشغول رہتے اور آخر میں یہی بابرکت جگہ آپؒ کی آخری آرام گاہ بھی بنی۔ منگل کی شب آپؒ اس دنیا میں تشریف لائے اور منگل کی شب ہی آپؒ کی اس دارِ فانی سے واپسی ہوئی۔

۲ ردسمبر ۱۹٦۰ء کو آپؒ کا چہلم کلاچی میں منایا گیا۔ جو ارادت مند آپؒ کے انتقال سے بے خبر تھے اور جنازہ و تدفین میں شامل نہ ہو سکے تھے انہوں نے چہلم میں شرکت کی۔ اس موقع پر آپؒ کی جدائی کے غم کی ایسی گرم بازاری تھی کہ چہرے شب و روز آنسوؤں سے تر بتر رہے۔ قلوب ہانڈیوں کی طرح ابلتے تھے۔ شدت دکھ سے دامنِ ہوش ہاتھوں سے چھوٹ چھوٹ جاتے تھے۔ بے بسی اور بے چارگی کے ایسے مواقع بہت کم دیکھے گئے۔

آپؒ کی قبر مبارک سال ڈیڑھ سال تک عام قبور کی مثل کچی رہی، پھر اس پر چھوٹا کچا کمرہ بنا دیا گیا اور قبر پختہ کر دی گئی۔ ۱۹۷۹ء میں کرنل نور بادشاہ صاحب نے اس پر بڑا اور پختہ کمرہ تعمیر کروا دیا جو تا حال موجود ہے۔ اس کمرے کی تعمیر کے باعث مزار شریف ایک طرف رہ گیا تھا جسے درمیان میں لانے کی غرض سے تابوت کو نئی جگہ منتقل کرنا پڑا۔ کچی قبر کے زمانے سے لے کر تقریباً بیس سال تک صوفی عبدالرحیم صاحب مزار کی خدمت و مجاورت پر

نامور رہے۔ اس کے بعد گدی نشین سے اختلافات کے باعث انہیں کلاچی چھوڑنی پڑی۔

قربِ انتقال کا احساس:

قبلہ فقیر صاحبؒ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو آپؒ کے بعض مریدوں کو اس باب میں باطنی احساسات اور خواب وغیرہ آنے شروع ہو گئے۔ صوفی عبدالرحیم صاحب نے خواب میں ملک الموت کو دیکھا اور ان کی آمد کو ناپسند کیا۔ انہوں نے آپؒ سے اس کا ذکر کیا تو آپؒ نے ان سے فرمایا کہ ''انہیں اپنا کام کرنے دو''۔

حاجی میر صادق صاحب بھی آخری ایام میں ایک ماہ تک حاضرِ خدمت رہے۔ انہیں بھی آپؒ کے قرب انتقال کا احساس ہو چکا تھا۔ دیگر احباب جب قبلہؒ کو علاج کروانے پر مجبور کرتے۔ تو حاجی صاحب ان سے کہتے کہ اب علاج کی ضرورت نہیں رہی لہٰذا قبلہؒ کو تنگ نہ کرنا چاہیے۔

انہی دنوں نیاز محمد زرگر صاحب نے خواب میں دیکھا کہ وہ دربار شریف حضرت سلطان العارفین قدس سرہ پر حاضر ہیں۔ صحنِ مسجد میں ایک خطیب دوران تقریر کہہ رہے ہیں کہ حضرت فقیر نور محمد صاحبؒ کا وصال ہو گیا ہے۔ اس پریشان کن خبر سے ان کی آنکھ کھل گئی۔ دوبارہ نیند غالب ہوئی تو ایک دوسرے مقرر کو بھی یہی الفاظ دہراتے ہوئے سنا۔ کہ حضرت فقیر نور محمد صاحب وصال پا گئے ہیں اور حضرت سلطان صاحب قدس سرہ کے ہاں ان کے لیے ایک کرسی مخصوص ہے جو انہیں دی جا رہی ہے۔

میں کل آ رہا ہوں:

روحانیین محققین کے نزدیک زندہ دلِ اہل قبور بقدرتِ خداوندی عالمِ برزخ سے بھی زندہ لوگوں کے ساتھ رابطہ اور معاملہ کر سکتے ہیں اور گاہے بگاہے وہ اس کا مظاہرہ بھی کر سکتے ہیں۔

مولوی حبیب اللہ صاحب لسوندی محسود قبلہ فقیر صاحبؒ کے معتقد تھے وہ آپؒ کے چہلم سے دو روز قبل کلاچی پہنچے۔ انہیں آپؒ کے چہلم کا علم نہ تھا۔ وہ آپؒ کے مزار پر گئے اور وہاں اللہ تعالیٰ سے آپؒ کی باطنی ملاقات کے لیے دعا کی۔ رات کو خواب میں انہیں قبلہ فقیر

Marfat.com

صاحبؒ آسمان پر ایک ہالۂ نور میں دکھائی دیئے۔ آپؒ نے مولوی صاحب سے فرمایا کہ میں کل آ رہا ہوں۔

مولوی صاحب کو چہلم والے روز علی الصبح کسی ضروری کام سے واپس جانا تھا، تاہم رات والے خواب کے باعث ان کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ رہ پڑیں جب انہوں نے اپنا خواب بیان کیا تو انہیں بتایا گیا کہ آج آپ کا چہلم ہے وہ یہ سن کر حیران ہو گئے اور سمجھ گئے کہ آپؒ کی آمد کا اشارہ دراصل چہلم میں آپؒ کی روحانیت کی حاضری کی طرف تھا۔

قبلہؒ کا حلیہ مبارک اور عادات:

قبلہ فقیر صاحبؒ کا قد درمیانہ، بدن راست اور ہلکا پھلکا تھا۔ جسم پر گوشت نہ تھا تاہم گوشت سے یکسر خالی نہ تھا، سر اور چہرہ بڑا تھا، آنکھیں سنہری بھوری، کان و دہن کشادہ، ناک عقابی، ہونٹ پتلے، دانت خوبصورت اور مضبوط تھے۔ آپؒ کے ہاتھ لمبے، ہاتھوں کی ہتھیلیاں اور پیروں کے تلوے روئی کی مانند نرم تھے۔ بینائی مدت العمر اچھی رہی البتہ انتہائی بڑھاپے اور موتیا بند کے باعث اس میں ضعف واقع ہو گیا، تب عینک کا استعمال کیا۔ رفتار نسبتاً تیز تھی۔ گھنٹوں چلتے تو بھی تھکاوٹ محسوس نہ کرتے۔ صبح اور عصر کی سیر اور چہل قدمی کی اس قدر مشق تھی کہ جوان عمر آدمی بھی ساتھ نہ دے پاتا اور تھک جاتا۔ آواز نہ زیادہ بھاری نہ باریک تھی۔ گفتگو درمیانی آواز میں اور آرام سے فرماتے۔ پنجابی اور سرائیکی ملی جلی بولتے تو سامع عجیب لذت محسوس کرتا۔ واضح رہے کہ آپؒ کے علاقے میں غیر پٹھان لوگ سرائیکی زبان بولتے ہیں لہٰذا اس علاقے کے لوگ پشتو سرائیکی دونوں زبانیں بول سکتے ہیں۔ ریش مبارک میں سفیدی کا غلبہ ہوا تو حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کی سنت کے طور پر مہندی لگانا شروع کر دی، پھر اس کا آخر عمر تک بہت اہتمام رکھا۔ سرخ و سفید رنگت پر حنائی ریش بہت جچتی۔ آپؒ کی شخصیت اس قدر پر وقار تھی کہ آپؒ کی قوم کی سخت مخالفین بھی آپؒ کے رو برو کسی شرارت یا زیادتی کی جرأت نہ کرتے۔ سنجیدہ گفتگو فرماتے تو سننے والوں پر رقت طاری ہو جاتی۔ شائستہ مزاح فرماتے تو غمزدہ چہروں پر مسکراہٹ پھیل جاتی۔ گھر میں بچوں کے ساتھ خوب باتیں کرتے۔ لیٹے لیٹے کوئی مزیدار اور پُر مزاح بات یاد آ جاتی تو اٹھ کر بیٹھ جاتے، پھر

Marfat.com

بچوں کو سنا کر انہیں خوش کرتے اور خود بھی اظہار مسرت فرماتے۔ جب سفر سے واپس لوٹتے تو بچوں کے لیے کھلونے لاتے۔ روانگی کے وقت بچے فرمائش کرتے جسے آپؒ حتی الوسع پوری فرماتے، انہیں آپؒ کی واپسی کا شدت سے انتظار رہتا۔ آپؒ بچوں سے بہت اپنائیت کا مظاہرہ کرتے۔ آپؒ کا انداز بیان بہت پیارا اور بے تکلف تھا۔ سر کے بال عموماً خشخشی یعنی چھوٹے ہوتے۔ سر میں خشکی اور سکری کے باعث سرسوں کے تیل کا استعمال زیادہ فرماتے بعد وضو کے داڑھی میں عموماً کنگھی کرتے، خوشبو استعمال فرماتے۔ کنگی اور عطر وغیرہ واسکٹ کی جیب میں رکھتے۔ کلاچی کے لوگ نہانے والے صابن کی جگہ گاچنی نما پہاڑی مٹی استعمال کرتے تھے۔ اب بھی بعض استعمال کرتے ہیں۔ آپؒ جب تک کلاچی میں رہے اسی کو استعمال فرماتے رہے۔ گرمیوں میں مزری یا کائی کی چٹائی کو گیلا کر کے چارپائی پر بچھا کر اس پر سوتے۔ سردیوں میں تلائی اور رضائی استعمال کرتے۔ زیادہ تر پہلو پہ سوتے۔ سوتے میں بعض اوقات ہلکے خراٹے بھی لیتے۔ سردی زیادہ اور گرمی کم محسوس کرتے۔ البتہ آخری عمر میں بیماری میں ادویات کے زیادہ استعمال کی وجہ سے گرمی زیادہ محسوس کرتے۔ آپؒ کا مزاج غالباً بلغمی تھا۔

صاحب عرفانؒ کا لباس وخوراک:

صاحب عرفانؒ خوراک ولباس کے معاملے میں بہت سادگی پسند تھے۔ جو میسر آجاتا کھا لیتے اور جو مل جاتا پہن لیتے۔ عام لوگوں جیسا لباس پہنتے اور اس میں تخصیص نہ برتتے۔ جیسا دیس ویسا بھیس کی مصداق جب تک کلاچی میں رہے تو یہاں کے باسیوں کا سا پہناوا پہنتے رہے، جب پنجاب کو منتقل ہو گئے تو وہاں کے طرز لباس کو اپنا لیا۔ کلاچی میں پشتو اور سرائیکی بولنے والے باہم مختلط ہیں، اس وجہ سے یہاں شلوار اور تہہ بند دونوں کا استعمال عام ہے۔ آپؒ گھر پر قمیض اور تہہ بند میں رہنا پسند کرتے، گرمیوں میں خصوصاً اس کا استعمال بڑھ جاتا۔ بازار یا شہر سے باہر جانا ہوتا تو قمیض شلوار پہن لیا کرتے۔ سردیوں میں پاپلین کی قمیض شلوار اور گرمیوں میں ململ کی قمیض اور لٹھے کی شلوار عموماً پہنتے۔ ڈبی دار ململ جو چارخانہ کہلاتی کی قمیض بھی تہہ بند یا شلوار کے ہمراہ استعمال فرماتے۔ یہ کپڑے ان دنوں عام استعمال کیے

Marfat.com

جاتے۔ جب کلاچی میں قیام تھا تو شروع میں ناڑ کی ٹوپی پر پاولیوں والی مقامی پگڑی، سلکی پگڑی، کپڑے کا عام صافہ یا رومال وغیرہ باندھا کرتے۔ بعد میں عموماً کشیدہ شدہ پیلے رنگ کا رومال باندھا کرتے۔ بازاری یا گھر میں بنائی ہوئی کپڑے کے سفید ٹوپی بھی استعمال میں لاتے۔ آپؒ کے پاس ایک سفید کشیدہ شدہ چوغہ تھا جسے عید کے روز نمازِ عید کے لیے پہنا کرتے۔ ۱۹۴۷ء میں جب آپؒ کے ہاں چوری ہوئی تو یہ چوغہ بھی چوری ہو گیا۔ پیروں میں عموماً دیسی جوتی یعنی کھسہ پہنتے۔ دو چار ہلکے رنگوں میں واسکٹیں بھی آپؒ کے پاس موجود ہوتیں جنہیں قمیضوں کے اوپر پہنتے۔ کھانا سیدھا سادا، صاف ستھرا اور تھوڑا کھاتے، کھانے میں گوشت، سبزی، دالیں میٹھا اور نمکین سب طرح کا پسند فرماتے اور کسی شے پر اعتراض نہ کرتے۔ گوشت بڑا، چھوٹا، مچھلی، مرغی ہر ایک رغبت سے کھاتے تاہم مقدار خوراک بہت قلیل ہوتی۔ سبزیوں میں کریلا پسندیدہ تھا۔ بازار جاتے تو تھیلا سبزی سے بھر لاتے۔ اپنے ہاتھ سے پیاز، ٹماٹر، کالی مرچ، نمک، معمولی گھی اور پانی کی آمیزش سے سادہ لیکن ایسا مزیدار کھانا پکا لیتے کہ عورتیں بھی حیران رہ جاتیں۔ انڈہ وغیرہ بھی خود پکا لیتے۔ سردیوں میں تہجد وغیرہ سے فراغت کے بعد کبھی کبھار اپنے اور بچوں کے لئے آٹے کا حلوہ پکا لیتے جسے بطورِ ناشتہ استعمال کیا جاتا۔ دہی کو بہت پسند فرماتے۔ دودھ، مکھن اور گھی وغیرہ میسر ہوتا تو استعمال فرماتے۔ پھلوں میں آم، خربوزہ اور کھجور کو زیادہ پسند فرماتے۔ خربوزہ کلاچی کا اپنا اور مشہور پھل ہے اور کھجور قرب و جوار سے بکنے کے لیے آتی ہے، تاہم مالی تنگی کے باعث یہ اشیاء عام میسر نہ آتیں، اگر مل جاتیں تو شوق سے کھاتے۔ کھانے کے بعد میٹھے کو دل چاہتا اور کچھ میسر نہ ہوتا تو بازار سے گڑ منگوا کر شوق پورا کر لیتے۔ چائے کے عادی تھے۔ صبح اور سہ پہر دو وقت چائے پیتے۔ زیادہ چائے نوشی سے بچنے کیلیے بچکانہ سائز کی پرچ پیالی رکھتے اور دو پیالیوں سے زیادہ نہ پیتے۔ راقم الحروف کو آپؒ کی گلابی رنگ کی خوب صورت پرچ پیالی اب بھی یاد ہے جو حافظ محمد حسین صاحب آپؒ کے لیے لائے تھے۔ گھریلو ضرورت کا سامان جب تک کلاچی میں رہے خود لاتے اس کے لیے کسی ملازم وغیرہ کا اہتمام نہ تھا۔ بڑھاپے میں دوسروں کے ذریعے منگوایا کرتے۔

فقیر صاحبؒ کی ازواج و اولاد:

قبلہ فقیر صاحب نے یکے بعد دیگرے چار شادیاں کیں۔آپؒ کی پہلی شادی کالج کے زمانے میں ہوئی۔ یہ غالباً ۱۹۰۸ء کا زمانہ تھا۔ بقول آپؒ کے ۱۹۰۷ء میں آپؒ میٹرک کے طالب علم تھے۔ یہ خاتون آپؒ کے خاندان سے تھیں جبکہ آپؒ کی باقی شادیاں خاندان سے باہر ہوئیں۔ پہلی شادی سے آپؒ کی ایک بچی ہوئی۔ یہ بچی تقریباً دو سال کی تھی کہ اس کی والدہ یعنی آپؒ کی پہلی زوجۂ محترمہ کا انتقال ہوگیا۔اس بچی نے جوانعمری میں حضرت سلطان العارفین کے دربار شریف پر وفات پائی اور وہیں دربار شریف کے غربی جانب واقع قبرستان میں دفن ہوئی۔

آپؒ کی دوسری شادی ۱۹۱۲ء کے لگ بھگ ہوئی۔جس سے تین لڑکے اور ایک لڑکی ہوئی۔ان میں سے ایک لڑکا کمسنی میں دربار شریف پر فوت ہوا۔لڑکی دو بچیوں کی ماں بن کر فوت ہوئی۔ اس دوسری زوجۂ محترمہ کا انتقال ۱۹۲۱ء میں دربار شریف پر قیام کے دوران ہوا۔انہیں اور ان کے کمسن بچے کو بھی دربار پر واقع مذکورہ قبرستان میں دفن کیا گیا۔اس زوجۂ محترمہ سے دو لڑکے غلام سرور خان طاہر کلاچوی اور عبدالحمید خان زندہ رہے۔ غلام سرور صاحب کا ۱۹۸۲ء میں ۶۵ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ان کی میت کلاچی لائی گئی اور انہیں قبلہ فقیر صاحبؒ کے دربار میں سپرد خاک کیا گیا۔ نرینہ اولاد سے غلام سرور صاحب کے بارے میں قبلہؒ فرمایا کرتے تھے کہ موجودہ بھائیوں میں سے وہ سب سے پہلے فوت ہوگا۔ پھر یونہی ہوا۔عبدالحمید خان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ بھائیوں میں اس کی لمبی عمر ہوگی۔

آپؒ کی تیسری شادی ۱۹۲۴ء میں ہوئی۔اس زوجۂ محترمہ کے بطن سے آپؒ کے ہاں غالباً پانچ لڑکے یعنی عبدالمجید خان، ظہور محمد، علی مراد خان، ظہور محمد اور غلام جیلانی متولد ہوئے۔ ہر دو ظہور محمد نے کم سنی میں وفات پائی۔اس زوجۂ محترمہ کا اور ان کے آخری بچے غلام جیلانی کا انتقال ۱۹۳۵ء میں کوئٹہ کے زلزلے میں برآمدے کے نیچے دب جانے سے ہوا۔ان دونوں کی قبریں کوئٹہ میں پیر سید علی حیدر صاحب الگیلانی کی خوشدامن ''انا بی بی'' کی قبر کے ساتھ بنیں۔ پیر صاحب کی خوشدامن کا انتقال بھی اسی زلزلے میں ہوا تھا۔علی مراد

Marfat.com

خان کا انتقال ۱۱ مئی ۱۹۹۸ میں کلاچی میں ہوا۔ ان کو بھی قبلہ فقیر صاحبؒ کے دربار کے احاطے میں غلام سرور خان کے قریب دفنایا گیا۔

آپ کی چوتھی شادی ۱۹۳۶ء میں ہوئی۔ اس زوجۂ محترمہ سے آپؒ کے ہاں تین لڑکیاں اور چار لڑکے یعنی عبدالرشید صاحب، ظہور محمد، راقم الحروف یعنی سیف الرحمان اور عبدالرؤف خان متولد ہوئے۔ ظہور محمد کا اڑھائی سال کی عمر میں انتقال ہوا اور اپنے آبائی قبرستان (ملانیک) مین دفن ہوئے۔ چوتھی زوجہ محترمہ اور ان سے باقی اولاد تادمِ تحریر بقید حیات ہیں۔

❀❀❀

Marfat.com

فرموداتِ نور

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فرمودات نور

مرغوبات نفس و روح:

نفس روح کا تعلق سمجھاتے ہوئے قبلہ فقیر صاحبؒ نے فرمایا کہ مجنوں ایک رات اونٹنی پر سوار ہو کر لیلیٰ کی طرف روانہ ہوا۔ اونٹنی کا بچہ گھر پر رہ گیا تھا لہٰذا اس کا دل بچے کی جانب کھنچتا تھا۔ مجنوں لیلیٰ کے خیال میں مست اور بے خبر تھا۔ اونٹنی اسے واپس گھر لے آئی۔ مجنون نے اسے پھر لیلیٰ کی گھر کی جانب ہانکا لیکن اس کی بے خودی اور خود فراموشی کے باعث وہ اسے پھر گھر لے آئی۔ اس حال میں صبح ہوگئی۔ مجنوں نے سوچا کہ اونٹنی کا دھیان اپنے بچے کی وجہ سے گھر کی طرف لگا ہوا ہے بنا بریں اسے چھوڑ کر لیلیٰ کی طرف روانہ ہو پڑا اور منزلِ مقصود پر پہنچ گیا۔

فرمایا! یونہی روح کے لیے نفس سواری کی مانند ہے۔ نفس کی اونٹنی روح کو اپنے مرغوبات کی طرف کھینچتی رہتی ہے۔ یا تو اسے قابو کر کے اور سدھا کر منزلِ حقیقی کی جانب لے جانا پڑتا ہے۔ یا اسے ''دع نفسک وتعال۔ یعنی نفس کو چھوڑ کر خدا کی طرف چل دے''۔ کی مصداق خیر باد کہہ کر مقصود کی جانب چلنا پڑتا ہے۔ تب منزل پر پہنچا جا سکتا ہے۔

انوار و صفات سے اقتباس:

ہمہ از اوست اور اللہ تعالیٰ کے انوار و صفات سے اقتباس کو اس عمدہ مثال سے سمجھاتے ہوئے فرمایا! سورج نکلا ہوا ہو تو اس کی کرنیں ہر شے کو روشن کرتی ہیں اور اس کی حرارت ہر شے میں سرایت کر جاتی ہے مگر ہم ان روشن اور گرم اشیاء کو سورج نہیں کہہ سکتے۔ سورج اپنی جگہ بلا نقص و فقدان قائم رہتا ہے اور اپنی تپش و تابانی سے اشیاء کو گرم اور روشن بھی کر رہا ہوتا ہے۔ یہی حال اللہ تعالیٰ اور اس کے انوار و صفات کا ہے کہ وہ ذات اپنی جگہ بے کم و کاست ''الان کما کان۔ یعنی جیسا تھا ویسا ہے'' کی مصداق موجود ہے۔ جبکہ اس کے انور و صفات

Marfat.com

کے پرتو سے مخلوقات حیات و احساس سے ہمکنار ہیں۔ یوں سمجھنا اور کہنا جائز اور درست ہے جبکہ اس کی ذات کا مخلوق میں عین حلول تصور کرنا قطعاً ناجائز اور غلط ہے لہٰذا بندے کو خدا یا خدا کو بندہ نہیں کہا یا سمجھا جا سکتا البتہ بندے کو صفاتِ الٰہیہ سے متصف کہا جا سکتا ہے۔ ''گفتہ او گفتہ اللہ بود۔ یعنی ان کا کہا اللہ کا کہا ہوتا ہے''

﴿وَ مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى﴾ (سورۂ انفال: ۱۷)

یعنی ''اے نبی ﷺ! جب آپؐ نے کنکریاں پھینکیں تو دراصل آپؐ نے نہ پھینکیں بلکہ اللہ نے پھینکیں''۔ سے یہی مراد ہے۔

انوار کے بارے میں قبلہؒ سے پوچھا گیا کہ کیا یہ بجلی کے کوندے اور چمک کی طرح نظر آتے ہیں تو جواباً فرمایا! نہیں بلکہ تام استغراق حاصل ہوتا ہے پھر یہ امور باطنی آنکھوں سے دکھائی دیتے ہیں۔ ان کا اظہار ذاتی' صفاتی' اسمائی اور افعالی صورتوں میں ہوتا ہے۔ ان کے اثرات کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا! جیسے جن گرفتگی اور آسیب زدگی کے وقت انسان کی صورت و سیرت بدل جاتی ہے اور اس کی حرکات و سکنات جن کے تابع ہو جاتی ہیں انوارِ الٰہیہ کے اثرات کا انداز بھی کچھ اس قسم کا ہوتا ہے۔ جب ان کا غلبہ ہوتا ہے تو انسان بے اختیار ہو جاتا ہے۔

وسعتِ ظرفِ مصطفےٰ ﷺ:

سرکارِ دو عالم ﷺ کے وسعتِ ظرف کی بابت قبلہؒ نے فرمایا کہ اس قدر عالی شان اور بلند مرتبہ ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے حضور ان لفظوں میں عجز کا اظہار فرمایا ''ماعرفناك حق معرفتك۔ یعنی ہم تجھ کو نہ پہچان سکے جس طرح تیری پہچان کا حق تھا''۔ یہ آپ علیہ السلام کی وسعتِ ظرفی تھی۔ جبکہ حضرت بایزیدؒ جیسے بزرگ نور سے معمور ہوئے تو آپے میں نہ رہ سکے۔ اور ''سبحانی ما اعظم شانی۔ یعنی میں پاک ہوں اور میری شان بلند ہے''۔ اور 'لوائی فوق لوائی محمد۔ یعنی میرا جھنڈا محمد (ﷺ) کے جھنڈے سے بلند ہے''۔ جیسے اقوال ان سے صادر ہوئے۔ فرمایا! یہ حضرت بایزیدؒ کی تنگ ظرفی اور کمزوری تھی جس نے ان سے وہ کچھ کہلوایا جو قابلِ گرفت تھا خواہ وہ ان کا حال ہی تھا۔ فرمایا! گرد اور مٹی خواہ ہوا کے

Marfat.com

باعث اڑ کر اُوپر چلی جائے اور سمجھے کہ وہ ہوا سے بلند ہے تو اس کا اوپر جانا وقت کے لحاظ سے ٹھیک ہو گا لیکن آخر کار وہ زمین پر آ رہے گی کہ یہی اس کی اصل ہے۔ یونہی بایزیدؒ بھی وقتی حال سے دوچار تھے۔

جب قبلہؒ سے دریافت کیا گیا کہ کیا حضرت بایزیدؒ کا شمار بھی سلطان الفقراء میں ہوتا ہے تو فرمایا! نہیں پھر ان کے متعلق حضرت جنید بغدادیؒ کا قول دہرایا کہ ''ملائکہ میں جیسے جبرائیل علیہ السلام معروف ہیں اولیاء اللہ میں حضرت بایزیدؒ یونہی مشہور ہیں''۔

غیر پرستیوں کا جواز:

قبلہؒ نے فرمایا! حضرت یونس علیہ السلام اور نظریۂ ہمہ اوست کے بڑے مدعی حضرت محی الدین ابن عربیؒ کے مابین باطنی مکالمہ ہوا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے ابن عربیؒ سے بطورِ مثال فرمایا! کہ سورج کی روشنی تمہاری نظر کو یوں ڈھانپ لیتی ہے اور خیرہ کر دیتی ہے کہ تمہیں ستارے نظر نہیں آتے۔ حالانکہ وہ دن کے وقت موجود ہوتے ہیں۔ مقصد یہ کہ تمہیں ضعفِ بصارت کے باعث ہر شے میں ذات نظر آتی ہے۔ جبکہ ہم پیغمبروں کو باری تعالیٰ کی ذات الگ اور کائنات الگ نظر آتی ہے۔

قبلہؒ نے فرمایا! کہ انوارِ ذات کے سورج نے ابنِ عربیؒ کی آنکھوں کو چندھیا دیا تو انہیں سورج ہی سورج یا دوسرے لفظوں میں ہر شے میں ذات ہی ذات نظر آئی۔ فرمایا! گویہ ان کا حال تھا لیکن بعد میں ان کے مقلدین جو حال سے خالی اور تہی دامن تھے ایک قدم آگے بڑھے اور ہر شے کو خدا کہنا شروع کر دیا۔ یوں یہ نظریہ لغزشوں اور غیر پرستیوں سے معمور ہو گیا۔

اصلی و نقلی قلندر:

داڑھی مونچھ مونڈھے قلندروں کا ذکر چلا تو قبلہؒ نے فرمایا کہ! اس طرز کو حضرت یوسف قلندرؒ سے منسوب کیا جاتا ہے۔ حضرت یوسف قلندرؒ بہت نیک اور حسین تھے۔ ایک دولت مند عورت ان پر عاشق ہو گئی۔ اس نے بیماری کا بہانہ بنایا اور دم کروانے کی غرض سے

Marfat.com

نوکرانی کے ہاتھ یوسف قلندرؒ کو گھر بلوا لیا۔ آپ اس کی نیت اور محبت سے واقف نہ تھے، لہٰذا اس کے ہاں تشریف لے گئے۔ اس عورت نے دروازوں کو اندر سے مقفل کر کے زلیخا کی مثل آپ کو اپنی طرف راغب کرنا چاہا۔ آپ نے انکار کیا تو اس نے شور مچا کر پھنسوا دینے کی دھمکی دی۔ آپ نے پیشاب کا بہانہ کر کے بیت الخلاء کو جانے کی اجازت لی۔ موقع پا کر کسی طرح باورچی خانہ میں آگ پر اپنا خوبصورت چہرہ اور بال وغیرہ جھلسا کو خود کو کریہہ المنظر بنا لیا۔ اس لیے کہ خوبصورتی نے اس فتنہ میں مبتلا کیا تھا۔ جب آپؒ جھلسے ہوئے چہرے اور بالوں کے ساتھ اس عورت کے روبرو ہوئے تو اس کی شہوت و محبت سرد پڑ گئی اور تائب ہو گئی۔ آپؒ کی نیت چونکہ نیک تھی لہٰذا داڑھی وغیرہ جلا لینے کا بظاہر گناہ کا کام بھی کار ثواب بن گیا جبکہ نقال اور بناوٹی قلندر داڑھی مونچھ چٹ کروا کر عورتوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں اور یوسف قلندرؒ کے برعکس عمل کر کے خود کو ان کا مقلد بتاتے ہیں۔

الفقر فخری والفقر منی:

حدیث ''الفقر فخری والفقر منی یعنی فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے''۔ کے سلسلے میں فرمایا! کہ طلبِ مولا میں فقرِ اختیاری اور ترکِ دنیا سنتِ عظیم قرار پائی ہے فرمایا! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایامِ مرض الوصال میں ایک رات بہت بے چین تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بے قراری کا سبب دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے جو چھ سات دینار گھر میں رکھ چھوڑے ہیں وہ میری بے چینی کا موجب ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا کہ گھر میں دولتِ دنیا چھوڑ آیا ہوں۔ یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں فوراً خیرات کر دیا۔

حضرت رابعہ بصریؒ کے متعلق فرمایا کہ انہوں نے دو درہموں کو الگ الگ ہاتھوں میں پکڑ رکھا تھا۔ پھر انہیں خیرات کر دیا۔ ان سے کسی نے الگ الگ پکڑنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا تا کہ جمع کرنے والوں میں نہ ٹھہرائی جاؤں۔

فرمایا! ایک رات حضرت بایزید بسطامیؒ کی طبیعت بے سکون رہی اور عبادت میں لطف نہ آیا۔ صبح تلاشی لی تو مصلے کے نیچے سے کھجور کا ایک دانہ برآمد ہوا۔ انہوں نے کہا یہ متاعِ دنیا میں سے تھی جس کی وجہ سے عبادت میں حقیقی سرور نہ آ سکا۔

Marfat.com

اس باب میں قبلہؒ نے اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا! کہ ایک دن کہیں سے کچھ رقم ہاتھ آ گئی۔ اس روز دوپہر کو سوئے تو شیطان کو چہار چشم پلے کی صورت میں چارپائی کی پائینتی کی جانب دیکھا۔ معلوم ہوا کہ اس رقم کی وجہ سے گھات لگا رہا ہے۔ پھر آیت ﴿ففروا الی اللہ﴾ یعنی ''اللہ کی طرف دوڑو''۔ پڑھ کر فرمایا! کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑنے کا حکم ہے۔ اب چلنے والا تو کچھ بوجھ اٹھا بھی لے دوڑنے والا کیونکر اٹھائے جس پر تن کے کپڑے بھی بھارے ہوں۔ پھر آپؒ نے یہ شعر پڑھا

اے گرفتار پائے بند عیال
دگر آزادگی مبند خیال

یعنی ''اے اہل وعیال میں مبتلا شخص اب تو آزادی کا خیال دل میں نہ لا''۔

فرمایا! بیٹھ رہنے والے ان باتوں کو کیا جانیں' وہ تو اس قسم کی باتوں کو رہبانیت سے تعبیر کرتے ہیں۔ لیکن جو اس راہ پر صدقِ دل سے چل دے تو گوہرِ مقصود اس کے ہاتھ آ جاتا ہے۔

کعبہ درگامِ نختیں کند استقبالت
از سرِ صدق اگر ہم سفرِ دل باشی

یعنی ''کعبہ پہلے قدم پر تیرا استقبال کرے گا بشرطیکہ تو صدق واخلاص کے ساتھ دل کا ہم سفر ہو جائے''۔

عبادات وصدقات کے دو بازو:

ایک بار جمعہ کے وعظ میں ''اَقِیْمُوْ الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوالزَّکٰوۃَ'' کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ قرآن مجید کی بعض آیات میں مجملاً تمام قرآن کا مطلب آ جاتا ہے، جس طرح تخم میں درخت کے اجزاء یعنی چھلکا، پتے، پھل اور پھول وغیرہ آ جاتے ہیں اسی طرح اس آیت شریفہ میں بھی پہلے حقوق اللہ پھر حقوق العباد آ گئے ہیں۔

فرمایا! موخر الذکر امر میں مسلمان بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔ بڑے بڑے مولوی نما لوگ نماز، روزہ اور تسبیح وغیرہ پر خوب زور دیتے ہیں۔ مگر جب حقوق العباد کے حوالے سے زکوٰۃ، صدقات، خیرات اور بے زبان مخلوق سے سچی ہمدردی کا معاملہ درپیش ہوتا ہے تو کچھ نہیں کر

Marfat.com

پاتے۔ شیطان مالی قربانی والے بازو کو دبائے رکھتا ہے تاکہ عبادات وصدقات کے دونوں پروں سے اڑ کر بہشتِ قرب ووصال تک بندہ نہ پہنچ سکے۔

فرمایا! جن دنوں دربار شریف پر قیام تھا ان دنوں شدید مالی تنگی رہتی تھی۔ بیوی بچے ہمراہ تھے۔ اس تنگی میں کہیں سے پانچ روپے آ گئے۔ ان دنوں پانچ رپوؤں کی بڑی قیمت ہوا کرتی تھی۔ ان میں سے دس آنے دکاندار کا قرض چکا کر باقی رقم خیرات کر دی۔ اس کا فوری اور حیران کن اثر دیکھنے میں آیا۔

بے زبانوں سے ہمدردی کے سلسلے میں فرمایا کہ کہیں راہ چلتے کسی کنوئیں کے قریب کتیا کو پیاس سے نڈھال دیکھ کر حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کو اس پر بہت ترس آیا۔ رسی اور ڈول موجود نہ تھے لہٰذا حضرت رابعہ رحمۃ اللہ علیہا نے اپنے بالوں کو اکھیڑ کر رسی بنائی۔ دوپٹے کو گچھے کی صورت میں ساتھ باندھا، پھر کنوئیں میں لٹکایا اور اسے بھگو کر پانی کتیا کے منہ میں نچوڑا اور یوں بے زبان سے عملی ہمدردی کا اعلیٰ ثبوت دیا۔

فرمایا! ایک یہودی بارش کے بعد خشک جگہوں پر پرندوں کے لیے دانہ وغیرہ ڈال رہا تھا۔ حضرت شیخ شبلیؒ نے اس سے کہا کہ کافر کو اس نیکی کا کیا فائدہ ہوگا۔ یہودی بولا! کہ خدا پر میری نیت اور عمل دونوں ظاہر ہیں۔ پھر کبھی حضرت شبلیؒ کو طوافِ کعبہ کے دوران وہ یہودی غلافِ کعبہ تھامے بحالتِ اسلام وقبولیت نظر آیا کہ شعلہ ہائے انوار اس کے چہرے سے ہویدا تھے۔ حضرت شبلیؒ نے اس سے ان احوال کی حقیقت پوچھی تو وہ بولا کہ اس بے نیاز ذات کے کام ہیں چاہے تو خرمن وانبار کو قبول نہ کرے اور پسند کرے تو مٹھی بھر دانوں کو بیش قیمت کر دے۔ اسے پرندوں سے میری ہمدردی بھا گئی اور اس کا اجر آپ کے سامنے ہے۔

قبلہؒ نے فرمایا کہ انسانوں اور جانوروں سے ہمدردی کرنا اللہ تعالیٰ کے قریب لے جانے کا بہترین اور مختصر ترین ذریعہ ہے۔ پھر آپؒ نے یہ شعر پڑھا

راہ بسیار است مردم رابسوئے حق ولے
راہ نزدیکش دِلے مردم بدست آوردن است

یعنی ''حق کی طرف لوگوں کے لیے بے شمار راستے ہیں، لیکن نزدیک تر راستہ بندگانِ خدا کے دلوں کو ہاتھ میں لینا ہے یعنی انہیں خوش کرنا ہے''۔

فرمایا! پیسہ خرچ کرنے یا جانداروں کو عملی فائدہ پہنچانے کے معاملے میں اہلِ قیل و قال کے پاس زبانی جمع خرچ کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ پھر فرمایا۔

زنہار زآں قوم نباشی کہ فریبند
حق رابسجودے و نبی ﷺ رابہ درودے

یعنی ''خبردار ان لوگوں میں سے نہ بن جو حق کو رسمی سجدوں اور نبی علیہ السلام کو زبانی درودوں سے دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں''۔

حال اور قال:

آپؒ کی تصانیف کی تعریف کی گئی تو فرمایا کہ ہم نے ان کو مرتب کرتے وقت قیل و قال کی حد تک بہت محنت اور جگر سوزی کی ہے اور حتی المقدور کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اس سے زیادہ ہمارے امکان میں نہ تھا لیکن جو کچھ ہم نے دیکھا یا دیکھتے ہیں اسے ہو بہو ان تحریروں میں رکھ کر دکھا نہیں سکتے۔ فرمایا! حال اور قال میں بڑا فرق ہوتا ہے۔

خدمت و وفاداری کا صلہ:

اللہ والوں کی اولاد اور ان کے ماننے والوں کی آسودگی کا تذکرہ ہوا تو فرمایا کہ دولتانوں اور ٹوانوں نے انگریزوں کی خدمت اور وفاداری کے عوض وہ انعامات پائے کہ ان کی پشتیں تک عیش کر رہی ہیں، تو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی خدمت اور وفاداری کا دم بھرا ہو ان کی اولاد آسودہ کیوں نہ ہو۔ بطورِ مثال فرمایا کہ حضرت غوث پاکؒ کی اولاد تو کیا ان کا نام استعمال کرنے والے دیگر لوگ بھی عیش و عشرت سے بہرہ مند ہیں۔ البتہ اس طرح سے کمائی گئی دولت کا جواز یا عدم جواز الگ مسئلہ ہے۔

عالمِ خلق اور عالمِ امر:

فرمایا! عالمِ خلق عالمِ امر کا ظل اور نقل ہے۔ جو امور عالمِ خلق یعنی مادی دنیا میں ظاہر

Marfat.com

اور واقع ہو رہے ہیں ان کی اصل عالمِ امر میں موجود ہے۔ بطورِ مثال فرمایا کہ ایک قبر پر دعوت پڑھی تو موکلات کو یوں اترتے دیکھا جیسے جنگلی بٹیرے شکار کے وقت ''بلارے'' پر اترتے ہیں اور گرتے ہیں۔ بعض دعوتوں کے وقت موکلات کو کبوتروں کی مانند قلا بازیاں لگاتے ہوئے اترتے دیکھا۔

فرمایا! دنیوی کبوتر بازی اور بلارے کے ذریعے بٹیروں کا شکار گویا غیبی مخلوق کے نزول کی نقل ہے۔ یونہی جنت کے تخت پرآں یعنی اڑتے تخت کا نمونہ اور ماڈل ہوائی جہاز کو بتلایا۔

فرمایا! عالمِ امر کے جملہ امور کی نقلِ عالم خلق میں ہو کر رہتی ہے۔

رویت و دیدار خداوندی:

قبلہ فقیر صاحبؒ نے اپنی تصنیف ''مخزن الاسرار'' میں رویت اور دیدارِ الٰہیہ کے امکان کے حق میں دلائل پیش کئے ہیں۔ یہ موضوع زیرِ بحث آیا تو فرمایا کہ حاسدوں اور کور چشموں کے اعتراضات کا اندیشہ اور خیال نہ ہوتا تو رویت و دیدار کے سلسلے میں اپنے تجربات و مشاہدات بیان کرنے کا ارادہ تھا۔

فرمایا! دیدار کے وقت بعض دفعہ اسم اللہ ذات کو سورج کی مثل اور صفاتی اسماء کو اردگرد ستاروں کی مانند دیکھا اور ان سے ایسے ایسے انوار کا اظہار دیکھا جن کا بیان ممکن نہیں۔ یہ معاملہ بعض دفعہ اور طرح بھی دیکھا فرمایا! رویت صاف اور واضح ہوتی ہے لیکن حواسِ ظاہرہ سے نہیں بلکہ حواسِ باطنہ سے ہوتی ہے۔

عشق ذاتِ باری تعالیٰ کے بارے میں سوال کیا گیا تو جواباً فرمایا کہ عشق تو کسی چیز کو دیکھ لینے کے بعد پیدا ہو سکتا ہے۔

شاہانہ اور فقیرانہ زندگی:

فقیرانہ زندگی کی برکتیں زیرِ بحث آئیں تو حضرت امام غزالیؒ کی شاہانہ اور فقیرانہ زندگیوں کا موازنہ کرتے ہوئے فرمایا کہ شاہی دربار کی ملازمت اور کروفر کو ترک کرنے اور جنگلوں کی درویشانہ زندگی اپنانے کے بعد ''کیمیائے سعادت'' اور ''احیاء العلوم'' جیسی شاندار

کتابیں تصنیف فرمائیں۔

فرمایا! ایک جرمن امام صاحبؒ کی تحاریر سے ایسا متاثر ہوا کہ مسلمان ہو گیا۔ اس سے اسلام لانے کی وجہ پوچھی گئی تو بولا کہ امام غزالیؒ جیسا آدمی جس مذہب پر ایمان رکھتا ہو وہ غلط اور جھوٹا نہیں ہو سکتا۔

یورپ اور حاضراتِ ارواح:

اقوامِ یورپ کی ہوس ملک گیری اور خود غرضی کی شکایت کرتے ہوئے قبلہ فقیر صاحبؒ نے مولانا ظفر علی خان کا یہ شعر دہرایا۔

عیسیٰ مسیح سے کہہ دو گدھے اپنے باندھ لے
کھیتی تمام حضرت آدمؑ کی چر گئے

پھر فرمایا کہ ایک فرانسیسی خاتون ''اینے الیگزنڈرا'' نے تبت میں روحانیت پر کافی تحقیق کر رکھی تھی۔ تبت میں قیام کے دوران اس خاتون کی ملاقات ایک تبتی ''لاما گرو'' یعنی تبت کے ایک روحانی پیشوا سے ہوئی خاتون نے لاما گرو کو یورپ میں ہونے والی ''حاضرات ارواح'' کی ترویج و ترقی کے بارے میں بتایا تو لاما نے جواب میں کہا کہ تم یورپ والوں نے ظلم و منافقت سے اقوامِ عالم کو غلام بنا کر ان کا خون چوس لیا ہے۔ لہٰذا تمہاری نیت و کردار کے مطابق تمہارے ہاں حاضراتِ ارواح کی مجلسوں میں نیک اور اچھی روحیں حاضر نہ ہوتی ہوں گی بلکہ شیاطین اترتے ہوں گے۔

سود کا تکلیف دہ پہلو:

سود کے حرمت کی ایک دلچسپ توجیہہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اجناس کے تبادلے میں جب مشکلات درپیش ہوئیں تو انسانوں نے زنگ سے محفوظ دھاتوں کے سکے ڈھال کر تبادلے کی صورت کو آسان بنا لیا لیکن ہوسِ زراندوزی کے باعث سرمایہ دار قوموں نے سکے کو ہی بطورِ جنس استعمال کرنا شروع کر دیا۔ اس کو بنکوں میں ذخیرہ کرنے پھر اس پر سود کی صورت میں منافع کمانے کو رواج دے کر اس کی گردش کو سست اور معطل کر دیا۔ اس سے

Marfat.com

روزگار کے ذرائع کم ہو گئے جس کی وجہ سے غریب اقوام اور عوام کسمپرسی اور تنگدستی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہو گئے۔

فرمایا! اس سے بڑھ کر سود کا ظاہری تکلیف دہ پہلو اور کیا ہو سکتا ہے۔

سَر اور سِر:

حضرت مولانا رومؒ کا تذکرہ چلا تو قبلہ فقیر صاحبؒ نے ان کی بے حد تعریف فرمائی اور انہیں ''نیست پیغمبر ولے دارد کتاب'' کا مصداق ٹھہرایا فرمایا! شروع میں مولانا رومؒ شاہی دربار سے وابستہ تھے اور امیرانہ زندگی گزارتے تھے۔ جب انہوں نے ترکِ دنیا کر کے درویشی اختیار کر لی تو ان کی اولاد کو اس کا بڑا دکھ ہوا۔ وہ لوگ اس کا ذمہ دار حضرت شمس تبریزیؒ کو گردانتے تھے کہ ان کی صحبت نے مولانا رومؒ کو تارک الدنیا بنا دیا۔ لہٰذا بعض روایات کے موافق انہوں نے حضرت شمسؒ کو شہید کر دیا۔

فرمایا! جب قتل کرنے کی غرض سے حضرت شمسؒ کو گھر سے باہر بلایا جا رہا تھا تو وہ یہ کہتے ہوئے باہر تشریف لائے کہ باپ یعنی مولانا رومؒ کو سِر یعنی بھید دیا ہے اور اب ان کے بیٹے کو سَر دینے جا رہا ہوں۔

حضرت موسیٰؑ اور امام غزالیؒ:

خدا اور رسول خدا ﷺ سے محبت کا ذکر چھڑا تو قبلہ فقیر صاحبؒ نے ایک روایت بیان فرمائی! کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام روحانی طو پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کسی اُمتی سے ملاقات کے خواہش مند ہوئے۔ قدرت نے ان کی ملاقات امام غزالیؒ کی روح سے کروا دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انؒ سے نام دریافت فرمایا تو امام صاحبؒ نے محمد بن محمد ابنِ محمد کے حوالے سے پورا شجرہ سنا دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم نے تو محض نام دریافت کیا تھا پورا شجرہ بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ امام صاحب عرض گزار ہوئے کہ یا حضرت! باری تعالیٰ نے آپ علیہ السلام سے اتنا دریافت کیا تھا ﴿وَ مَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يٰمُوسٰى﴾ (سورۃ طٰہٰ: ۱۷) یعنی اے موسیٰ! تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟ جس کا جواب تھا ''هِيَ عَصَايَ'' یعنی یہ میرا

عصا ہے۔ لیکن آپ علیہ السلام نے اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ کہہ دیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہم نے ایسا اللہ تعالیٰ سے مکالمہ لمبا کرنے اور لطف اندوز ہونے کی خاطر کیا تھا امام صاحبؒ نے عرض گزاری کہ میں نے بھی پورا شجرہ اس لیے دہرایا کہ اس میں میرے آقا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ نامی اور اسمِ گرامی بار بار آتا تھا جو میرے لیے لطف و سعادت کا موجب تھا۔

آلام ومصائب کے سانپ اور بچھو:

قبلہ فقیر صاحبؒ نے فرمایا! روح پر نفس و جسم کا دوہرا غلاف چڑھا ہوا ہے۔ اس دبیز غلاف کے باوجود جب جسمِ انسانی دکھ درد سے دوچار ہوتا ہے اور آلام ومصائب کے بچھو اور مارا سے ڈنک مارتے ہیں تو اس سے روح بھی متاثر ہوتی ہے لیکن جب موت سے مادی جسم کا غلاف اتر جائے گا اور روح ننگی ہو جائے گی تو ان ڈنکوں کے درد کا احساس بھی بے حساب ہو گا۔ پھر مادی دنیا میں تو خواہشات کی تسکین و تکمیل کے سامان بھی بہت ہیں جن کے باعث ایک طرف کی مسرت دوسری طرف کے غم کو غلط کر سکتی ہے جبکہ اگلی دنیا میں روح کو تسکین و تکمیل کے مادی ذرائع کے چھن جانے کا غم بھی ساتھ ساتھ ہوگا جن سے حاصل ہونے والی لذتوں اور خوشیوں کو اس نے نفس و جسم کے ذریعے نس نس میں سمیٹ لیا ہوگا لہٰذا اسے ان ڈنکوں کا احساس وعذاب شدید تر ہوگا جس کا اندازہ لگانا یہاں ممکن نہیں۔

فرمایا! مادی ونفسانی خواہشات وشہوات اور ان کے تکمیل کی طلب و پیاس جو یہاں بگڑی ہوئی فطرت کو بے قرار رکھتی ہے، جب وہاں کے تنہا اور بیگانہ ماحول سے دوچار ہو گی جہاں مادی نفسانی خواہشات شہوات کے حصول کا امکان بھی نہ ہوگا، تو روح کی بے چینی اور بے قراری کا کیا حال ہوگا جبکہ اس نے مادی خواہشات ولوازمات کے پیچھے بھاگ کر خودکو روحانی دنیا کے سامان سے محروم و تہی دامن کر رکھا ہوگا۔ تب تنہائی ومحرومی کا ایسا ماحول گویا اس کا دوزخ بن جائے گا۔

فرمایا! سزا جسم پر مار کی صورت میں ہو یا آگ میں جلائے جانے کی شکل میں ہو تکلیف کا احساس روح کو ہی ہوتا ہے۔ یہ احساس وہاں روح کو برہنگی کے باعث چند در چند

ہو گا۔

فرمایا! وہاں کے پتھر، لکڑیاں اور آگ یہاں کے پتھر، لکڑیوں اور آگ کی مثل نہ ہوں گے۔

دل کی حالت:

دل کی حالت اور پوزیشن کے بارے میں کہا گیا کہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہ اور قبلہ فقیر صاحبؒ نے نقش اسم اللہ ذات میں دل کے تنگ اور نسبتاً نوکدار حصے کو اوپر کی جانب دکھایا ہے جبکہ سینے میں اس کے برعکس دل کا تنگ حصہ نیچے کی طرف لٹک رہا ہے۔ اس سلسلے میں قبلہؒ نے فرمایا کہ جلانے سے پہلے لالٹین کی چمنی ایک طرف جھکانی اور لٹکانی پڑتی ہے اور جلا لینے کے بعد اسے سیدھا کر دیا جاتا ہے یونہی دل دو رگوں کے ذریعے سینے میں لٹک رہا ہے۔ جب اس میں اسم اللہ ذات روشن ہو جاتا ہے تو گویا اس کا رخ اوپر ہو جاتا ہے فرمایا! یہ گوشت کا ٹکڑا تو مادی چیز ہے جو اصل لطیفۂ قلب کے لیے مسکن و مقام کا کام دیتا ہے۔

تصور اسم اللہ کی اہمیت اور طریقہ:

قبلہ فقیر صاحبؒ نے فرمایا! ذکرِ اسم اللہ سے قرآن کریم بھرا پڑا ہے بشرطیکہ کوئی دیکھنے والا ہو۔ فرمایا! دل کی پوزیشن کچھ بھی ہو اس پر اسم اللہ منقوش دیکھنا چاہیے۔ دل و دماغ ایسے دو بلب ہیں جہاں اسم اللہ خود بخود قرار پکڑتا ہے۔ عرض کی گئی کہ اسم اللہ ہمیں پکڑتا ہے یا ہم اسے پکڑتے ہیں۔ جواباً فرمایا! کچھ سمجھ لیں، چھری اور خربوزے والا معاملہ ہے پھر فرمایا! تصور کے ساتھ تفکر سے مراد عقبیٰ یعنی قبر، سوال جواب، حشر نشر وغیرہ کے متعلق سوچنا اور فکر کرنا جیسے دنیوی امور میں دل و دماغ ان کے لوازمات و متعلقات کے بارے میں سوچتے ہیں۔ تصرف سے مراد تصور اور تفکر کی کیفیت کو قابو میں رکھنا اور ان میں دیگر غیر خیالات کو دخل انداز نہ ہونے دینا، یعنی تصور کے شغل میں ایسی تام محویت اور کاملِ استغراق ہو کہ صاحب تصور اپنی ذات کو بھی فراموش کر دے۔

فرمایا! تخم اسم اللہ ذات ہر ایک میں موجود ہے۔ ضائع ہو جانا یا سرسبز ہو جانا الگ بات

Marfat.com

ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف یہی روزن ہے اور یہی سربستہ راز ہے۔ اس کو جن لوگوں نے سمجھ لیا سو سمجھ لیا۔ اسم اور ذات میں ہی خاص اور حقیقی رابطہ ہے۔ اسم میں جسم طے ہوتا ہے تو غیب اور عالم برزخ کی جانب راستہ کھلتا ہے۔ بندہ جب اس حقیقت کو پالیتا ہے تو وہ نماز اور تلاوت کا اصل لطف محسوس کرتا ہے۔ فرمایا! جب سے اسم اللہ ذات کو مقامِ سجدہ پر چمکتے دیکھا تب سے نماز میں ایسی لذت آ رہی ہے جس کا اظہار ممکن نہیں۔ سائل نے عرض گزاری کہ تصور اسم اللہ ذات کے وقت باوجود کوشش کے خیال اور طرف چلا جاتا ہے۔ جواباً فرمایا کہ ذات باری تعالیٰ کی جانب سے جب کشش اور مہربانی ہوتی ہے تو پھر ماسویٰ خیالات کو زبردستی بھی لانا چاہیں تو بھی نہیں آتے۔ اور اسم اللہ ایسا غالب ہوتا ہے کہ کوئی اور خیال آ ہی نہیں آ سکتا، اس کو ذکرِ حامل یعنی اٹھانے والا یا ذکرِ سلطان یعنی غلبہ پانے والا کہتے ہیں۔

فرمایا! ان امور کا تعلق فقر سے ہے۔ فقر بادشاہت ہے، یہ امور بہت دور ہیں بلکہ بہشت وغیرہ سے بھی پرے کے ہیں۔ نفسانفسی کے اس دور میں تو ایمان کی سلامتی اور بوقتِ مرگ کلمہ شریف کا نصیب ہو جانا ہی بڑی غنیمت ہے۔

فرمایا کہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز نے تصور اسم اللہ کو انہی اوصاف و برکات کے باعث کیمیا اور اکسیر سے تعبیر فرمایا اور اس فن اور شغل کے مقابلے میں باقی اعمال واذکار وغیرہ کو کسب و پیشہ سے موسوم کیا۔ اس لیے کہ دیگر اعمال ووظائف میں جسم و زبان تو اپنا کام کرتے ہیں لیکن خیالات ادھر ادھر منتشر رہتے ہیں اور وساوس وغیرہ آتے رہتے ہیں جن کے باعث اعمال واذکار پوری طرح نتیجہ خیز نہیں ہو پاتے۔ اس ضمن میں مولانا رومؒ کی دلچسپ حکایت بیان فرمائی، کہ کوئی چور کسی مکان میں جا گھسا۔ صاحبِ خانہ نے بروقت بیدار ہو کر چقماق کی رگڑ سے روشنی کرنا چاہی۔ چور قریب موجود تھا، چقماق سے جو چنگاری نکلتی تھی چور اسے ہاتھ سے بجھا دیتا تھا۔ تاکہ روشنی نہ ہو سکے اور وہ پکڑا نہ جا سکے۔ فرمایا! شیطان زبانی اذکار وغیرہ کے وقت وساوس اور اندیشوں کے ہاتھ سے ذکر کی تاثیری چنگاریاں بجھاتا رہتا ہے۔ تاکہ حجرۂ دل روشن نہ ہو سکے اور وہ خود بھی پوشیدہ رہے۔

فرمایا! تصور کی سیڑھی کے ذریعے بہت آسانی اور سرعت کے ساتھ بلندی کی جانب

Marfat.com

بڑھا جا سکتا ہے بشرطیکہ کوئی طالبِ مولا ہو،تو، حواسِ ظاہرہ سے منقطع ہو کر اسم اللہ میں گم ہو جائیں تو پرے روحانی دنیا، عالمِ غیب اور روحانی مخلوق صاف نظر آتی ہے۔

اس ضمن میں کسی عبدالغنی نامی شخص کا واقعہ بیان فرمایا کہ وہ تصور میں مصروف تھے۔ کسی قرض خواہ نے دروازے پر دستک دی، ان کے لڑکے نے جا کر دیکھا اور آ کر اطلاع دی تو عبدالغنی صاحب حیران ہوئے اور بولے کہ میں تصور میں مشغول ہوں اور قرض خواہ پھر بھی آتے ہیں۔ گویا ان کا خیال تھا کہ تصور کرنے والے کے ہاں قرض خواہ نہیں آ سکتا، یعنی انہوں نے تصور کے ساتھ بھی دنیوی فائدہ اور ضرورت وابستہ کر رکھی تھی۔ فرمایا! طالبِ دنیا کو اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ زیب نہیں دیتا۔ پھر یہ اشعار پڑھے

دنیا شکار گاہِ سگان ماست
عقبیٰ چراگاہِ خران ماست
دنیا بہ سگاں دادند عقبیٰ بہ خراں
ما امن امانیم تماشا نگراں

یعنی ''دنیا ہمارے کتوں کے کتوں کی شکار گاہ ہے جبکہ عقبیٰ ہمارے گدھوں کے گدھوں کی چراہ گاہ ہے۔ سو دنیا کتوں کو دے دی اور عقبیٰ گدھوں کو۔ اور ہم امن و اطمینان سے مصروفِ تماشا ہیں''۔

چھپے ہوئے یا ہاتھ سے لکھے گئے اسم اللہ کو سامنے رکھ کر تصور کرنے کے بارے میں فرمایا کہ یہ اصل کی نقل ہے جبکہ اسم اللہ کے حقیقی حروف نوری ہیں۔ جن میں دل طے ہو کر نوری ہو جاتا ہے۔ فرمایا! تصور کا مطلب ارتکازِ نظر یعنی ''Consentration of Eye Sight'' درست نہیں بلکہ ارتکازِ خیال یعنی ''Consentration of Thought'' صحیح ہے۔ اس ضمن میں ایک سپرنٹنڈنٹ ایکسائز کا ذکر آ گیا جنہوں نے کتاب عرفان کے مطالعے کے بعد تصور کی کامیاب مشق کی جس سے ان کی نظر بھی متاثر ہوئی۔ انہوں نے قبلہ فقیر صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے احوال بیان کئے تو آپؒ نے فرمایا کہ تصور کی کامیاب مشق سے آپ نے گویا وائرنگ کروالی تاہم بجلی کا کنکشن لینا باقی ہے جس کے بغیر کرنٹ کا اجراء اور

Marfat.com

بلبوں وغیرہ کا جلنا اور روشن ہونا ممکن نہیں۔ مقصد یہ کہ مرشد سے مربوط ہونا باطنی بجلی کا کنکشن لینے کے مترادف ہے جس کے بعد انسان کا باطنی معاملہ کھلتا ہے۔

فرمایا! اسم اللہ ذات اصل نوری حروف کی صورت میں ضمیر انسانی میں رکھ دیا گیا ہے جو یاد کرنے سے کبھی کبھی باریک تحریر میں نظر آ جاتا ہے تاہم کاغذی تحریر کی طرح حروف اندر تحریر اور کندہ نہیں ہو جاتے۔ اسم اللہ کی محبت اور تصور غالب ہو جائے تو یہ موت کے وقت کام دیتا ہے۔ اس لیے کہ موت کے وقت دیگر حواس کام سے رہ جاتے ہیں لیکن خیال اور تصور کام کرتا رہتا ہے۔

فرمایا! اسم اللہ ذات میں سے تجلیات کا ظہور و نزول بالکل برحق ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر طریقوں سے تجلیات غیر اللہ کی شیطانی بھی ہو سکتی ہیں۔ تجلیاتِ اسم اللہ ذات کے ہمراہ نظر آنے والے دیگر معاملات بھی شک و شبہ سے پاک ہوتے ہیں، اس لیے کہ شیطان کو اس مقام میں دخل اندازی کی توفیق حاصل نہیں۔ فرمایا! مسلک ہمہ اوست اور معشوق محبوب میں خدا نظر آنے والے نظریئے نے مختلف پرستشوں کا جواز پیدا کیا ہے۔ اگر ہر شے اور ہر شخص کا تصور درست قرار دے دیا جائے تو یہ صورت تو اشیاء کے تصور اور پرستش کی شکل میں کفار کے ہاں پہلے سے موجود تھی تو پھر اسلام اور شارع اسلام علیہ السلام نے کیا نئی چیز پیش فرمائی؟ فرمایا! تصور اسم اللہ کا طریقہ ہی درحقیقت پاکیزہ اور اعلیٰ طریقہ ہے جسے فخر کے ساتھ حضورِ اقدس ﷺ کی ذات والا صفات سے منسوب کیا جا سکتا ہے۔

قبلہؒ کی خدمت میں عرض کی گئی کہ اسم اللہ کو محض خیال میں لانا تو نسبتاً آسان ہے، لیکن دل و دماغ وغیرہ مخصوص مقامات پر اسے مرقوم و منقوش دیکھنے یا انگشتِ تفکر سے لکھنے میں بڑی دقت پیش آتی ہے۔ آپؒ نے جواباً فرمایا کہ چلتے پھرتے اور دیگر مصروفیات کے دوران اگر تھوڑا بہت وقت ملے تو اس میں محض خیالی تصور ٹھیک ہے کہ اس وقت ارتکازِ توجہ ممکن نہیں ہوتا لیکن پوری فراغت اور تنہائی کے وقت مخصوص مقامات پر تصور کرنا ضروری ہے تاکہ ان مقامات کے لطائف زندہ و بیدار ہو کر باطن میں کارفرما ہو سکیں۔

اجراءِ مراقبہ:

استغراق اور مراقبہ کی حالت بیان کرتے ہوئے قبلہ فقیر صاحبؒ نے فرمایا کہ ابتداء

Marfat.com

میں نیند کا غلبہ رہتا ہے، پھر حرارت و تپش محسوس ہوتی ہے اور آدمی خود کو بیمار تصور کرتا ہے جبکہ یہ روحانی تندرستی اور صحت مندی کی علامت ہوتی ہے، پھر دم بند ہوتا ہوا محسوس ہوتا ہے بعدہٗ تام استغراق اور مراقبہ جاری ہوتا ہے۔

وصلِ خداوندی کا دروازہ:

قبلہؒ نے فرمایا! کسی سے ملنے اس کے گھر جائیں تو سب سے پہلے دروازے پر نظر پڑتی ہے اور اسی کو کھٹکھٹایا جاتا ہے۔ یونہی وصلِ خداوندی کا دروازہ اسم اللہ ہے۔ ظاہری رخ اور التجا اسی کے سامنے کرنی پڑتی ہے۔ پھر باطنی و روحانی طور پر اس کا نوری تحریر کی صورت میں مرقوم و منقوش ہو جانا گویا دروازے کی کشادگی اور کھلنا ہے اس اسم کے پیچھے سب کچھ ہے۔

اس عنوان کو حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز نے تفصیل سے بیان فرمایا اور یہی موضوع قبلہ فقیر صاحبؒ کی جملہ تحاریر کا محور و مرکز رہا۔

فرمایا! جو شخص ذوق و شوق اور صدقِ دل کے ساتھ اسم اللہ کے دروازے پر کھڑا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ مہربان ہو کر اس کو عالمِ غیب کی جانب راہ دیتے ہیں۔ فرمایا! کسی کا نام سامنے آئے تو اس کی صفات وغیرہ بھی سامنے آجاتی ہیں، یونہی کسی جگہ اور مقام کا تذکرہ ہوتا ہو تو اس کی گلیاں اور بازار وغیرہ بھی نظروں میں گھوم جاتے ہیں' اسی طرح جب اسم اللہ روبرو ہو تو اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال اور دیگر صفات بھی پیش نظر رہنی چاہییں، اس کو تفکر کہتے ہیں۔ فرمایا! خود کو اسمِ ذات یعنی اسم اللہ کے سامنے یوں سمجھنا چاہیے گویا اللہ کے حضور حاضر ہیں۔ اسم اور مسمیٰ کا اتصال اور تعلق ایسا ہے جیسے جسم و جان اور لفظ و معنی ایک دوسرے سے باہم ملے ہوئے ہوتے ہیں۔ اسم اللہ اور اس کے تصور میں سب کچھ ہے، یہی اسم اس بے پایاں غیر مخلوق نور کا دروازہ ہے۔

فرمایا! عوام کے لیے اسم کا تصور اچھنبے اور تعجب والی بات ہے حالانکہ کسی آدمی یا جگہ کی تلاش بغیر اسم اور نام ممکن نہیں۔ فرمایا! اسم اور مسمیٰ کا عجیب معمہ ہے جس کی حقیقت عوام کو سمجھانی آسان نہیں۔ اسم اور مسمیٰ کے تعلق کے سلسلے میں بطورِ مثال فرمایا کہ ایک بار ہم اونٹ سے گرے اور چوٹ کے باعث بے ہوش ہو گئے۔ ہوش میں آنے پر سب سے پہلی چیز جو دماغ میں آئی وہ

Marfat.com

نام تھا کہ ''میں کون ہوں'' گھر بار، اپنے پرائے بعد میں یکے بعد دیگرے خیال میں آتے گئے جیسے مختلف اشیاء سے بھرا ہوا ٹوکرا الٹ جائے، پھر سمیٹنے کی غرض سے پہلی چیز جو ہاتھ آئی تو وہ اسم اور نام تھا۔ بے ہوشی گویا ٹوکرے کا الٹنا تھا اور اشیاء کو سمیٹنا گویا ہوش مندی تھی۔

فرمایا! اسم میں توجہ، تصور اور تفکر سے گم ہونا اور استغراق تام کا حصول اصل کار ہے۔ ﴿وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ﴾ (سورۂ کہف: آیت ۲۴) یعنی اپنے رب کو یاد کر جب تو بھول جائے''۔ اور ﴿وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا﴾ (مزمل۔ آیت: ۸) یعنی سب سے ٹوٹ کر اسی کے ہو رہو'' سے یہی مراد ہے۔

کسی نے قبلہ فقیر صاحبؒ سے پوچھا رب تعالیٰ کی ذات بھی یونہی ہر جگہ موجود ہے، جیسے ہوا، ایتھر اور بجلی وغیرہ ہے؟ جواباً فرمایا کہ ہوا اور بجلی وغیرہ تو بے حس، بے ارادہ، غیر قادر اور بے خبر اشیاء ہیں جبکہ وہ ذات تمام نازک ترین اور لطیف ترین حواس وعلوم کا منبع اور ہر شے پر قادر وخبردار ہے۔

حقیقی سکون کا منبع:

قبلہؒ نے فرمایا! فطرتیں اپنے اہداف کی طرف رواں دواں رہتی ہیں۔ فطرتاً نیک آدمی بظاہر دنیا دار بھی ہو تو بھی اسے دنیا داری اور اس کے ساز وسامان میں سکون نہیں ملتا۔ اس کے برعکس بدفطرت آدمی دیندارانہ امور بھی رسماً اور عادتاً دہراتا رہتا ہے اور ان میں سکون نہیں پاتا۔

فرمایا! حقیقی سکون کا منبع رب تعالیٰ کی ذات ہے۔ اس ضمن میں یہ فرمانِ خداوندی دہرایا ''عَبْدِیْ عِشْ وَاَنِسْ بِیْ اَنَا خَیْرٌ لَّكَ مِنْ کُلِّ مَاسِوَیٰ۔ یعنی اے میرے بندے میرے ساتھ زندگی گزار اور انس کر کہ ہم تیرے لیے جملہ ماسویٰ سے بہتر ہیں''۔ مقصد یہ کہ حقیقی چین وسکون کا مرکز اور منبع وہ پاک ذات ہے نہ کہ ماسویٰ اور اس کے متعلقات۔

علم کسبی اور علم وہبی:

علم کی تشریح کرتے ہوئے قبلہ فقیر صاحبؒ نے فرمایا کہ قرآن کریم میں دو طرح کے

Marfat.com

علوم کا ذکر آتا ہے۔ ایک "علم بالقلم (علق)۔ یعنی وہ علم جو قلم کے ذریعے سکھایا"۔ اور دوسرا "علم الانسان ما لم یعلم (سورۂ علق)" یعنی انسان کو وہ علم سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا"۔ پہلا علم کسبی اور تدریسی ہے جو محنت اور کسب سے حاصل کیا جاتا ہے۔ دوسرا علم جسے انسان پہلے سے نہیں جانتا وہبی اور لدنی علم ہے جو بفضلِ خداوندی کاملین کے سینوں سے بلا واسطہ سچے طالبوں کے سینوں کو منتقل ہوتا رہتا ہے۔ یہ علم خاص انسانوں کے لیے ہے جنہیں آیت مذکورہ میں لفظ "الانسان" سے تعبیر فرمایا۔ لفظ انسان کے ساتھ 'ال" کا اضافہ اسی تخصیص کے اظہار کے لیے ہے۔

فرمایا! سورۂ کہف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے واقعے میں اسی علم کا تذکرہ ہے۔ اس قصے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہی جتلایا گیا ہے کہ انہیں احکامات شریعت کا جو علم عطا کیا گیا ہے اس کے علاوہ بھی ایک علم ہے جسے "علمنه من لدنا علماً (کهف)" سے تعبیر کیا گیا، جس کے معنی ہیں کہ ہم نے اسے یعنی خضر علیہ السلام کو اپنی طرف سے ایک علم عطا کیا۔ فرمایا! اس واقعے میں یہ بھی جتلایا گیا ہے کہ مرشد کامل کی خدمت میں طالب صادق چوں چرا کی عادت چھوڑ کر آئے۔

علم شعور اور علم حضور:

قرآن کریم کی آیت:

﴿وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُنَ ○ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ﴾

(الشعراء: ۲۲۴، ۲۲۵)

"اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں کیا تم نے نہ دیکھا کہ وہ ہر نالے میں سرگرداں پھرتے ہیں"۔

پڑھ کر قبلہؒ نے فرمایا کہ شعراء ہر میدان میں محض قیاسی گھوڑے دوڑاتے رہتے ہیں ان کی غیر تعمیری اور خیالی بندشوں سے کسی کو حقیقی فائدہ نہیں پہنچتا اس لئے کہ ان کا علم تحت الشعور سے ہوتا ہے جبکہ فقراء کا علم حضور سے ماخوذ ہوتا ہے۔ جو معرفت اور حق شناسی کا موجب بنتا ہے۔ اس سلسلے میں حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کا ارشاد نقل فرمایا "شعراء را علم

Marfat.com

فصاحت و بلاغت از شعور است، فقراء را علم از حضور است، شعر و شعور از حضور دور است"، یعنی شعراء کی فصاحت و بلاغت شعوری اور خیال ہوتی ہے۔ اور فقراء کا علم حضور سے ہوتا ہے جبکہ شعر و عقل کی حضور تک رسائی ممکن نہیں ہوتی۔

پھر ﴿وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ﴾ (سورۂ کہف: ۲۴) اپنے رب کو یاد کر جب تو بھول جائے"۔ پڑھ کر فرمایا! اس سے مراد تام استغراق اور کامل محویت ہے۔ جب یہ حالت ہوتی ہے تو بندہ حضور میں ہوتا ہے۔ اس کیفیت سے دوچار ہونے والا شعور وغیرہ کو پیچھے چھوڑ جاتا ہے۔

دست بے کار و دل بایار:

مشہور فارسی ضرب المثل "دست با کار و دل بایار۔ یعنی ہاتھ کام میں مشغول ہو اور دل یار کی یاد میں مصروف ہو"۔ کو پڑھ کر فرمایا کہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کا قول اس کے برعکس ہے یعنی "دست بے کار و دل بایار۔ کہ ہاتھ فارغ ہو اور دل یادِ یار میں مشغول ہو"۔ فرمایا! آپ قدس سرہ کا قول زیادہ صحیح ہے، اس لیے کہ جب ہاتھ کام میں مصروف ہوتا ہے تو عموماً دل کی توجہ بھی وہیں مرکوز رہتی ہے۔ گو "دست با کار و دلِ بایار" والی صوت ناممکن نہیں اور غمِ روزگار سے دوچار آدمی کا اس کے بغیر چارہ بھی نہیں تاہم جسے قدرت نے دوسری صورت "دست بے کار و دل بایار" والی کیفیت سے نواز رکھا ہے اس کی قسمت یقیناً قابلِ رشک ہے۔

نانی زبانی طالب:

حضرت سلطان صاحب قدس سرہ کا قول ہے کہ "بعض طالب ہر وقت کی سوال بازی سے جان کھا جاتے ہیں اور تکلیف سے دوچار رکھتے ہیں" قبلہ فقیر صاحبؒ نے اس قول کو دہرا کر فرمایا کہ فقراء حصولِ حقیقت کی خاطر اور اللہ تعالیٰ سے مشغول رہنے کے لیے خود کو دنیوی دھندوں اور آلائشوں سے فارغ کر لیتے ہیں جبکہ ذہنی شغل کے دلدادہ لوگ ان کی فراغت کو بے کاری پر محمول کر کے غیر ضروری سوال بازی سے ان کا وقت ضائع کرتے رہتے ہیں۔ فرمایا! گو بامرِ مجبوری کچھ وقت طالبوں کے جائز سولات کے جوابات کے لیے بھی نکالنا پڑتا

Marfat.com

ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ فقراء اس شغل کے لیے وقف ہو کر رہ جائیں۔ فرمایا! عموماً زیادہ سوال بازی کرنے والوں کا معاملہ زبانی جمع خرچ تک رہتا ہے اور وہ مرشدِ کامل کے فرمودات پر عمل سے محروم رہتے ہیں۔ پھر عامل اور غیر عامل طالب کے فرق کو اس شعر سے واضح فرمایا۔

تو جان دے تو بادہ و ساغر ابھی ابھی ہے
ساقی کو کیا پڑی ہے کہ وہ مے ادھار دے

مرشد ناقص اور لائق طالب:

قبلہؒ نے فرمایا! مرشدِ ناقص ہو تو لائق طالب کی محنت بھی بارآور نہیں ہو پاتی۔ بطورِ مثال فرمایا کہ جوان عمر اور اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت رکھنے والی عورت اگر کسی نامرد اور ناقص شخص کے عقد و نکاح میں آ جائے تو وہ اولاد سے محروم رہے گی۔ فرمایا اقدرت اپنے قوانین کو شاذ و نادر توڑتی ہے۔ بنا بریں محنتی اور لائق طالب بھی مقصدِ حقیقی سے محروم رہ جاتا ہے۔ اس کی کوشش و لیاقت کے بے نتیجہ اور لا حاصل ہونے کا باعث مرشد ناقص بھی ہو سکتا ہے۔ اور طالب کے اندرونی قلبی امراض بھی اندرونی بیماریاں دوسروں پر عیاں نہیں ہو پاتیں، دوسرے تو اس کی ظاہری صورت کو دیکھ سکتے ہیں۔ فرمایا! اس راہ میں صدق و اخلاص، محنت و لیاقت کے ساتھ ساتھ مرشد کامل و ناقص کی تحقیق بھی ضروری ہے۔ پھر طالب دنیا، طالبِ عقبٰی اور طالب مولاؔ کا فرق اس شعر سے واضح فرمایا۔

اہل عقبٰی سود بردند ، طالبِ دنیا زیاں
رونقِ بازارِ اُو سود و زیان من بسوخت

یعنی ''اہل عقبٰی نے نفع اور طالبِ دنیا نے نقصان کما لیا جبکہ بازارِ مولا کی رونق نے میرے سود و زیان کی طلب کو جلا ڈالا''۔

اشیاء کی جوڑہ بندی اور بقا کا راز:

﴿وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ۝ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ۝ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ فَفِرُّوْٓا اِلَى

اللّٰهِ ط اِنِّی لَکُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ○﴾ (الذاریات: ۴۷ تا ۵۰)

''اور آسمان کو ہم نے ہاتھوں سے بنایا اور بے شک ہم وسعت دینے والے ہیں۔ اور زمین کو ہم نے فرش کیا تو ہم کیا ہی اچھے بچھانے والے ہیں، اور ہم نے ہر چیز کے جوڑے بنائے تا کہ تم دھیان کرو، تو اللہ کی طرف دوڑو۔ بے شک میں اس کی طرف سے تمہارے لیے صریح ڈرانے والا ہوں''۔

ان آیات کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ عصر حاضر کی سائنس اشیاء کے جوڑوں کو بہت حد تک تسلیم کر چکی ہے اور نر و مادہ کی صورت میں سائنسی تحقیق بہت دور تک جا پہنچی ہے۔ یہ تضاد اور جوڑہ بندی خارجی و داخلی دونوں طرح موجود ہے، جیسے: نیکی بدی نور وظلمت، دن رات، ہدایت و ضلالت، بجلی کا منفی مثبت پہلو وغیرہ، یہاں تک کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلے اور ضد میں بھی شیطان کو پیدا کیا گیا۔ فرمایا! مذکورہ آیات میں آسمان و زمین میں بھی گویا نر اور مادہ والا رشتہ ہے۔ زمین کو بچھانا، آسمان سے پانی برسانا، اور زمین سے طرح طرح کی روئیدگی اور سبزہ اگانا اس رشتے کی دلیل ہے۔ آیات کے آخر میں ''ففروا الی اللہ''۔ یعنی اللہ کی طرف دوڑو کا امر ہے۔ تا کہ اس منبعِ انوار اور قائم بالذات ہستی سے واصل ہو کر بندہ بقا سے ہم کنار ہو سکے۔ پھر اسے ڈرایا جا رہا ہے تا کہ وہ دنیا کی فانی اشیاء سے چمٹ کر خالی ہاتھ نہ رہ جائے اور فنا کی گھاٹ اتر کر اعلیٰ اور حقیقی مقصد سے عاری ہو کر محرومیت کے ابدی جہنم سے دوچار نہ ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ کی تخلیقی قوت:

اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور اس کی تخلیقی قوت کے ضمن میں فرمایا! سائنس دان اس امر پر متفق ہیں کہ کوہ ہمالیہ کی چوٹی سے لائے ہوئے پتھر، سمندر کی تہہ سے حاصل کیے گئے سیپ اور کسی جرمِ فلکی سے ملے ہوئے مادہ کا تجزیاتی معائنہ کیا جائے تو ایک ہی نتیجہ برآمد ہوتا ہے، یعنی انکو پیس کر پوڈر اور غبار میں تبدیل کر کے دیکھا جائے تو ان کی اصل اور شکل ایک سی ہو گی۔ البتہ ان کی ترتیب میں اختلاف نے اشیاء کو مختلف رنگ، صورتیں اور خاصیتیں عطا کی ہیں۔

حدیث شریف: ((کانت الدنیا فی عماء فترشح علیه من نوره فظهرت))

Marfat.com

یعنی ابتداء میں دنیا عدم کی تاریکی میں تھی پھر اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنے نور کی ترشح ڈالی۔ پس وہ ظاہر ہوگئی" اس حدیث کو پڑھ کر فرمایا کہ اس میں کائنات کی تخلیق کا مادہ ایک ہی معلوم ہوتا ہے۔ گویا کائنات عدم کے غبار اور دھویں سے معرضِ وجود میں آئی اور روزِ قیامت پہاڑ اور ٹھوس مادہ گرد و غبار ہو کر پھر عدم کی صورت اختیار کرلیں گے۔ پھر آیت

﴿وَ تَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّ هِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ﴾ (سورۂ نمل:۸۸)

"اور تو دیکھے گا پہاڑوں کو اور خیال کرے گا کہ وہ جمے ہوئے ہیں اور وہ چلتے ہوں گے بادل کی چال"۔

پڑھ کر فرمایا کہ ایٹم میں نیوکلی اس یعنی مرکزہ اور اس کے گرد نظام شمسی کی مثل الیکٹرانوں کی گردش سے تصدیق ہو جاتی ہے کہ جو پہاڑ ہمیں ٹھوس نظر آتے ہیں ان کا ہر ذرہ خود ایک متحرک کائنات ہے۔ یوں قدرت نے حرکت و سکون کے ضدین کو یکجا کر دیا ہے۔

فرمایا! ﴿صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ﴾ (سورۂ نمل:۸۸)۔ یہ کام ہے اللہ کا جس نے ہر چیز حکمت سے بنائی ہے"۔ میں ایسی صنعت کاری کی جانب اشارہ ہے۔ یہ سب کچھ دیکھ کر اور جان کر کہنا اور تسلیم کرنا پڑتا ہے۔

﴿فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ﴾ (سورۂ مومنون:۱۴)

"تو بڑی حکمت والا ہے، اللہ سب سے بہتر بنانے والا ہے"۔

عدم و وجود کا منبع و معاد:

قبلہؒ نے فرمایا! عدم سے وجود کا ماخوذ ہونا اور پھر وجود کا عدم کی طرف لوٹ جانا ایسا مشکل مسئلہ ہے جس پر انسانی عقل سوچ سوچ کر عاجز آ جاتی ہے۔ اس سلسلے میں اکثر مذاہب نے مادہ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ قدیم مان کر اس پیچیدہ مسئلے سے جان چھڑوائی ہے۔ بطورِ مثال فرمایا کہ سورج کی روشنی منشور مثلث سے گزاریں تو اس سے مختلف رنگ وجود میں آتے ہیں، دوسری طرف یہی روشنی رنگ دار اشیاء کے رنگوں کو اڑاتی اور مدہم کرتی ہے۔ گویا روشنی سے ہی رنگ پیدا ہوتے ہیں اور اسی میں معدوم ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح نوکِ زبان پانی یعنی لعاب کی موجودگی میں ذائقوں کا احساس کرواتی ہے۔ یعنی ذائقے پانی میں وجود

پاتے ہیں اور پانی میں معدوم ہو جاتے ہیں۔ یونہی ہر قسم کی بو کا احساس ہوا کے ذریعے ہوتا ہے جبکہ یہی بو ہوا میں تحلیل ہو کر گم اور معدوم ہو جاتی ہے۔ یعنی بو ہوا سے وجود پاتی اور اس میں معدوم ہوتی ہے۔ گویا عدم و وجود کا منبع و معاد ایک ہی ہے یوں جز سے کل کا قیاس کیا جا سکتا ہے۔

﴿وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ﴾ (الذاریات:۴۹)

''ہم نے ہر شے میں سے اس کا جوڑا بنایا''۔

﴿وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ﴾ (سورۂ تکویر:۵)

''جب وحشی جانور جمع کیے جائیں''۔

ان آیات کو پڑھ کر فرمایا کہ یہاں محض وحشی جانور مراد لینا کافی نہیں بلکہ وحشی عناصر و صفات بھی مراد لیے جا سکتے ہیں جو جوڑوں اور زوجین کی صورت میں باہم متضاد اور مخالف ہیں، جیسے: گرمی سردی، مثبت منفی بجلی، دن رات وغیرہ، ان لطافتوں کو اگر کثیف جسموں کے ذریعے ملائیں تو تیسری شے وجود میں آتی ہے۔ مثلاً: جلتی لکڑی اور پانی کو ملائیں تو تیسری شے کوئلہ حاصل ہوتا ہے۔ گو لکڑی اور پانی عدم ہو گئے لیکن کوئلہ موجود رہا۔ لیکن لکڑی اور پانی کے بغیر اگر گرمی و سردی کو یکجا کریں تو دونوں کا وجود نہ رہے گا اور لطیف عدم متحقق ہو گا۔

فرمایا! یہی عدم نفس و روح کے لیے بہت ڈراؤنا دوزخ ہے۔ تکلیف دہ زندگی موت کے عدم کے مقابلے میں بھلی معلوم ہوتی ہے اور اس عدم سے خوف محسوس ہوتا ہے۔ جیسے کوئی عروج صدارت و وزارت سے گرتا ہے تو یہ زوال اور عدمِ صدارت و وزارت اسے جہنم اور قعر پستی معلوم ہوتا ہے یونہی انسان کا فانی اشیاء سے چمٹے رہنا عدم سے ہم کنار ہونے کے مترادف ہے، کیونکہ ان فانی چیزوں کو آخر عدم و فنا کی گھاٹ اترنا ہے۔ البتہ جو اللہ تعالیٰ کی باقی ذات سے مربوط ہو جائے گا تو وہ دائمی وجود اور بقا سے بہرہ مند رہے گا۔ فرمایا! کل من علیها فان علیہم کے بعد

﴿وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ﴾ (سورۂ رحمٰن:۲۷)

Marfat.com

آیا ہے جس کا مطلب ہے کہ زمین پر موجود ہر شے کو فنا ہونا ہے اور بقا تیرے عظمت اور بزرگی والے رب کے چہرے کو ہے۔ گویا بقا کے طلب گار اس کی وجہ اور چہرے کے خط و خال بن کر دوام سے ہم کنار رہیں گے اور فانی چیزوں کے آرزومند ان سے چمٹ کر عدم سے دوچار رہیں گے۔

خواہشاتِ نفسانی کے پرندے:

﴿وَ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّیْرُ اَوْ تَهْوِیْ بِهِ الرِّیْحُ فِیْ مَكَانٍ سَحِیْقٍ﴾ (سورۂ الحج: ۳۱)

''اور جو اللہ کا شریک ٹھہرائے وہ گویا آسمان سے گر پڑا۔ پس پرندے اسے اچک لے جاتے ہیں یا ہوا اسے کسی دور جگہ پھینک دیتی ہے''۔

ان آیات کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ روحِ انسانی آسمانی چیز ہے جس کا مقصود و مطلوب وہ منبعِ انوارِ ذات ہے اور اس نے پرواز کر کے اس تک پہنچنا ہے، لیکن ماسوی اللہ کی محبت کے شرک نے اسے معبودِ حقیقی کے قرب و وصال کے آسمان سے گرا دیا، گویا خواہشاتِ نفسانی کے پرندوں نے اسے اچک لیا اور ہوا و ہوس کی ہوا نے اسے تقربِ خداوندی سے دور پھینک دیا۔

قرآن کی نوری صورت:

﴿اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِیْمٌ ○ فِیْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ○ لَّا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ﴾

(سورۂ واقعہ: ۷۷تا۷۹)

''بے شک عزت والا قرآن جو کتاب مکنون میں ہے، اسے نہیں چھو سکتے مگر پاک لوگ''

ان آیات کی تشریح میں فرمایا! اگر قرآن کی ظاہری چھپائی اور چھونے کو دیکھا جائے تو اسے گلاب سنگھ جیسے ناپاک اور سراسر کاروباری لوگ بھی چھاپتے اور چھوتے نظر آتے ہیں، حتیٰ کہ آیاتِ قرآنی اخبارات و رسائل کے ذریعے کوڑے کے ڈھیروں تک پہنچ رہی ہیں۔ نیز

بغیر وضو کے چھونے والی تفسیر بھی یہاں پوری نہیں اترتی۔ لہٰذا ان صورتوں میں آیاتِ مذکورہ کا حکم پورا ہوتا ہوا دکھائی نہیں دیتا بلکہ حقیقی مفہوم اور معنی المعنیٰ یوں ہیں کہ نوری حروف سے تحریر قرآن کی اصلی صورت جو کتابِ مکنون میں ہے اسے نہیں چھو سکتے مگر "مطھرون" یعنی ملائکہ۔

فرمایا!

﴿فِیْ صُحُفٍ مُّکَرَّمَةٍ ○ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ○ بِاَیْدِیْ سَفَرَةٍ ○ کِرَامٍ بَرَرَةٍ○﴾ (سورۂ عبس: ۱۳ تا ۱۶)

میں بھی قرآنِ کریم کی اسی نوری صورت کا ذکر کیا گیا ہے جس کے معنی ہیں، "عزت والے صحیفوں میں بلندی والے پاکی والے، ایسے ہاتھوں سے لکھے ہوئے جو کرم والے نیکی والے ہیں۔ یعنی اس قرآن کو جو نوری ہے "کرام بررۃ" عزت والے نیک نفوس لکھتے اور چھوتے ہیں۔

اللہ کے راستے سے روکنے والے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَیَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ﴾ (سورۂ توبہ: ۳۴)

"اے ایمان والو! تحقیق احبار اور رہبان میں سے بہت سے ایسے ہیں جو لوگوں کا مال ناحق کھاتے ہیں اور انہیں اللہ کے راستے سے روکتے ہیں"۔

یہ آیات تلاوت کر کے فرمایا کہ ان احبار اور رہبان سے ایسے نااہل پیر اور خود ساختہ مذہبی رہنما بھی مراد ہیں جو جہالت اور نفس پروری کے باعث لوگوں کو راہِ خدوندی سے روکتے ہیں۔ اللہ کے نام پر کمانے والے ان دولت مندوں اور سرمایہ داروں میں سے بعض کا کردار اس ناجائز آمدنی نے ایسا گھناؤنا اور گناہ آلود کر رکھا ہے کہ داڑھی منڈھے گناہگار بھی ان سے پیچھے رہ گئے۔ پھر یہ آیات تلاوت فرمائیں:

﴿وَ الَّذِیْنَ یَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ○ یَّوْمَ یُحْمٰى عَلَیْهَا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ

Marfat.com

جُنُوبُهُمْ وَ ظُهُورُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ﴾

(سورۂ توبہ: آیت ۳۴-۳۵)

''اور جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دے۔ جس دن وہ جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر اس سے ان کی پیشانیاں، کروٹیں اور پیٹھیں داغیں گے، یہ وہ ہے جسے تم اپنے لیے جمع کرتے تھے، اب چکھو مزہ اس جمع کرنے کا''۔

فرمایا! یہ آیات دین کے نام پر انہی دھوکہ دینے والوں کے حق میں نازل ہوئی ہیں نہ کہ عام ساہوکاروں اور سرمایہ داروں کے بارے میں، اس لیے کہ عام ساہوکاروں اور سرمایہ داروں کا ظاہر و باطن، ان کی کمائی اور انجام معلوم ہے۔ پھر ان کا کاروبار دین کے نام پر نہیں ہوتا اور انہیں دین پر عمل پیرائی کا دعویٰ بھی نہیں ہوتا۔ فرمایا! بظاہر دین دار اور بباطن دنیا دار کی کمائی اور انجام سے لوگ بے خبر رہتے ہیں، ایسے لوگوں کے انجام سے قرآن کریم عوام الناس کو آگاہ کر رہا ہے جس کی صراحت اور نشاندہی قرآن کریم پہلی آیات میں احبار اور رہبان کے الفاظ سے کر رہا ہے۔

دعوت و ہدایت:

﴿قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ۝﴾ (سورۂ انعام: ۹۱)

''ان کو اللہ کے بارے میں بتلاؤ، پھر انہیں اپنی بے ہودگی میں کھیلتا چھوڑ دو''۔

اس قرآنی حکم کے باب میں قبلہؒ نے فرمایا کہ پیغمبروں کے ذمہ دعوت دینا ہے، ہدایت دینا ان کے ذمے نہیں ہے۔

﴿وَ مَا أَنتَ عَلَيْهِم بِوَكِيلٍ﴾ (سورۂ انعام: ۱۰۷)

''اور تم ان پر نگہبان نہیں ہو''

سے یہی مراد ہے۔

فرمایا! جن لوگوں میں مادۂ ہدایت ہوتا ہے وہی دعوت سے مستفید ہوتے ہیں۔ اگر ہدایت دینا بھی پیغمبروں کی ذمہ داری ہوتی تو کفر و شرک کا وجود تک نہ ہوتا۔

Marfat.com

دنیا دیکھ لے:

﴿لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ﴾ (سورۂ سبا:۲۱)

''تاکہ معلوم کریں کہ کون آخرت کے ساتھ ایمان لاتا ہے اور ان میں سے کون ہے جو شک میں ہے''

اس قرآنی آیت کی وضاحت کرتے ہوئے قبلہ ؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تو علیم وخبیر ہے، اسے تو معلوم ہے کہ کون ایمان لائے گا اور نیکی کرے گا اور کون شک ومعصیت میں مبتلا ہوگا، پھر اس فرمان کے کیا معنی؟ فرمایا! اس سے مراد ہے، دنیا دیکھ لے کہ کون کیا عمل کماتا ہے اور خود کو کیسے جزاء یا سزا کا مستحق ٹھہراتا ہے۔ اس امر کی مثال سے یوں وضاحت فرمائی کہ ایک شخص آم اور کیکر کے دور درخت بوتا ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ کون سا درخت آم دے گا اور کون سا کانٹے لائے گا جب کہ دوسروں کو اس کا علم نہیں ہوتا اور وہ دیکھ کر ہی معلوم کرسکتے ہیں۔

دنیوی خیالات کے کتے:

قبلہ ؒ نے فرمایا! مہوس اور کیمیا گر یعنی سونا بنانے کے چکر میں گرفتار لوگ اس خبط اور خام خیالی میں ایسے مبتلا ہوتے ہیں کہ انہیں کوئی سمجھائے اور اس بکھیڑے سے باز رہنے کی تلقین کرے تو وہ سمجھانے والے کو الٹا ورغلانے والا اور دروغ گو تصور کرتے ہیں۔ اس ضمن میں ایک صوفیانہ وضع کے آدمی کا حوالہ دیا' پھر فرمایا! بعض لوگ بظاہر دین دار نظر آتے ہیں جبکہ وہ بباطن پکے دنیا دار ہوتے ہیں۔

فرمایا! دنیوی خیالات اور خواہشات کتوں کی مثل ہیں۔ دل کے جس گھر میں خواہشات وخیالات کے سینکڑوں کتے بندھے ہوئے ہوں وہاں ذکرِ خدا اور تصورِ مولا کے فرشتے کیسے داخل ہوسکتے ہیں۔

حقِ قرآن فہمی وقرآن خوانی:

مولانا آزاد کے ترجمان القرآن کا ذکر ہوا تو آپ ؒ نے اسے ان کی مادہ پرستی اور ظاہر

Marfat.com

بنی سے تعبیر کیا۔ فرمایا! یہ لوگ مافوق الفطرت امور کو قابل فہم بنانے اور انہیں انسانی عقلی حدود میں لانے کے لیے مادی رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جب کہ ذاتِ خداوندی اور کلام الٰہی کے حقیقی اسرار مادی ادراک سے ماوراء ہیں، لہٰذا مادی تصور میں اللہ تعالیٰ اور غیبی حقائق کی جو بھی صورت آئے گی وہ اختراعی اور ناقص ہوگی۔ اس بے مثل ذات اور ان دیکھی اشیاء کی مثال قائم کرنا اور انہیں مادی حوالوں سے ثابت کرنا محض وہم و گمان ہوگا۔ ان غیبی امور کو باطنی حواس اور حوالوں سے معلوم کیا جاسکتا ہے۔

فرمایا! بجز نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پورے قرآن کریم کو کما حقہ سمجھنے کا دعویٰ کون کرسکتا ہے۔ آپ علیہ السلام کے علاوہ اہل اللہ کو بعض اجزاء کی بعض حقیقتوں پر آگاہی بخشی گئی ہے۔ فرمایا! چھوٹی سورتوں میں بہت سے مرموز اشارات ہیں۔

حق تلاوت کے بارے میں فرمایا! اگر شیطان سے بچ کر پڑھا جائے تو کیا کہنے کہ اصل متاع تو قرآن کریم ہے۔

﴿فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ﴾ (سورۂ نحل: ۹۸)

''پس جب تم قرآن پڑھو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگو۔''

اس آیت کو پڑھ کر فرمایا کہ قاری محض زبانی تعوذ پر اکتفا نہ کرلے اور نفس کو غیر خیالات میں غرق نہ رہنے دے بلکہ یوں سمجھے گویا حضورِ خداوندی میں ہے اور احکامات سن رہا ہے، تب حق قرآن خوانی ادا ہوتا ہے۔ یونہی درود شریف کا معاملہ ہے کہ حضور دل سے نہ پڑھا جائے تو فرشتے آپ علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں اور اگر دل سے پڑھا جائے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام براہِ راست سنتے ہیں۔ فرمایا! مادی طور پر براہ راست سن لینے کو ریڈیو، وائرلیس وغیرہ نے ثابت کر کے سماعِ روحانی کے جھگڑے کو ختم کردیا ہے۔

اور قسم ہے امان والے شہر کی

﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۙ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۙ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۙ﴾ (سورۃ التین)

''انجیر اور زیتون کی قسم، اور طورِ سینا کی اور اس امان والے شہر کی۔''

ان آیات کو پڑھ کر قبلہ نے تین، زیتون اور طور سینین کے تعلق پر یوں روشنی ڈالی کہ بنی

Marfat.com

اسرائیل کے پیغمبر حصول وحی کے لیے طور سینا پر جاتے تو وہاں قیام کے دوران تین اور زیتون ان کی خوراک ہوا کرتی اور سخت جلالی و جمالی پرہیز کے ساتھ چالیس روز بعد ان پر وحی کا نزول ہوتا جب کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی جائے مولود و قیام یعنی ''بلد الامین'' ان لوازمات اور پابندیوں سے مستثنیٰ تھی جہاں آپ علیہ السلام پر ہر گاہ بغیر قید و شرط کے نزولِ وحی ہوتا رہتا تھا۔

کوئی غور کرنے والا ہو

﴿وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا﴾ (سورۂ مریم:۷۱)

''اور تم میں کوئی ایسا نہیں جس کا گذر (دوزخ) پر نہ ہو۔ تمہارے رب کے ذمہ یہ ضرور ٹھہری ہوئی بات ہے۔''

ان آیات کا مطلب دریافت کیا گیا تو فرمایا! یہاں مراد پل صراط ہے جس پر سے سب کو گذرنا ہے۔

جن دنوں انسان چاند پر پہنچا ان دنوں بعض مذہبی لوگوں نے اس امر کا انکار کیا اور اندیشہ ظاہر کیا کہ مذہبی روایات کا کیا بنے گا؟

اس ضمن میں فرمایا کہ اس سے مذہب کا کچھ نہیں بگڑتا بلکہ آیت:

﴿لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ﴾ (سورۂ مریم:۱۹)

''تم ایک طبق سے دوسرے طبق پر ضرور چڑھو گے۔''

پہلے سے اس کی تائید کر رہی ہے۔ فرمایا سائنسی تحقیقات قرآنی آیات کی تصدیق کرتی ہیں بشرطیکہ کوئی غور کرنے والا ہو۔

دیدۂ اولیاء اللہ:

جنتی اور دوزخی ہونا زیر بحث آیا تو فرمایا کہ زندہ دل اور دیدہ ور لوگوں کو کسی کا جنتی یا جہنمی ہونا عموماً پہلے سے معلوم ہو جاتا ہے۔ انہیں جنتیوں کے گرد جنت کے اور دوزخیوں کے گرد دوزخ کے آثار اور علامات ان کی زندگیوں میں نظر آ جاتے ہیں۔ کسی کے متعلق فرمایا کہ

Marfat.com

اس کی زندگی میں ہی اس کا مقام جہنم دکھایا گیا۔ فرمایا! فقراء کی زبان پر مہر سکوت ہوتی ہے، نیز کفر کے فتووں کے لگ جانے کا خیال ہوتا ہے ورنہ انہیں بفضلِ مولا بہت کچھ معلوم ہوتا ہے۔ فرمایا! حقائق دین ملا سے بالکل مختلف ہیں۔

دنیائے فقر عجیب وغریب ہے۔ بعض لوگوں کے لیے بخشش کی دعا کرتے ہیں تو منع کر دیا جاتا ہے کہ دوزخی ہونا اس کا مقدر ہو چکا ہوتا ہے۔

ہوا و ہوس کے بت

قصۂ آدم کے حوالے سے دانہ گندم موضوعِ گفتگو ہوا تو قبلہؒ نے فرمایا کہ مفسرین قرآن دانہ گندم بتلاتے ہیں، جب کہ قرآن کریم میں شجر کے الفاظ آئے ہیں۔ فرمایا! یہ کلام مرموز ہے اور فقیر کی منجانب اللہ زبان بندی ہے، اگر حقائق کشائی کرنے بیٹھ جائیں تو فتاویٰ کی زد میں آ جائیں گے۔

فرمایا! شیطانی تکبر اور انانیت بدترین چیز ہے کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانے کی بجائے خود شریک بننا زیادہ صعب اور گناہ ہے۔ شیطانی تکبر و غرور خود شریک بننے کے مترادف ہے، جس نے شیطان کو ہمیشہ کے لیے مردود کر دیا۔ وہ اسی جذبۂ استکبار کے ذریعے بنی آدم کو گمراہ اور راندہ درگاہ بناتا ہے۔ اس کے برعکس آدم علیہ السلام کا عجز و انکسار اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ اور مقبول رہا۔

فرمایا! دھات اور پتھر کے بتوں سے انسان کے اندر موجود خواہشات نفسانی اور ہوا و ہوس کے بت زیادہ نقصان دہ اور خطرناک ہیں جو قتل و غارت، حرص و آز، ظلم و تعدی اور دیگر قباحتوں کا موجب بنتے ہیں۔ ان بتوں کے ہاتھوں میں انسان کھیلتا ہے اور دوسروں کی بربادی کا سامان کرتا ہے۔ فرمایا! اگر غور سے دیکھا جائے تو قرآن پاک میں جگہ جگہ اسی بت پرستی اور شرک کی جانب بطور خاص توجہ دلائی گئی ہے۔ پھر یہ آیات پڑھیں:

﴿اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ﴾ (سورۃ الجاثیہ: ۲۳)

''بھلا دیکھو تو وہ جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا ٹھہرا لیا۔''

﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ

Marfat.com

اَحَدًا﴾ (سورۂ کہف: ۱۱۰)

''تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اسے چاہیے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔''

اس آیت کے ضمن میں فرمایا! بوقتِ عبادت اللہ تعالیٰ کے خیال کے ساتھ دوسرے خیالات کی ملاوٹ بھی گویا شرک ہے۔ ایسی عبادت ملاوٹ کے باعث عملِ صالح کے زمرے سے رہ جاتی ہے جس کا تقاضا قدرت کرتی ہے۔ ایسی عبادت چونکہ ہم سے نہیں ہو پاتی بنابریں ہمارے اعمال بے اثر رہتے ہیں۔ ''برزباں تسبیح دردل گاؤخر'' کی مصداق زبان پر تسبیح ہوتی ہے اور دل گائے گدھے کے خیال میں مگن رہتا ہے۔ اگر ان خواہشاتی اور تصوراتی بتوں کی جگہ تصور اسم اللہ لے لے تو دل کا سیاہ خانہ واقعی نور سے معمور ہو جائے۔ فرمایا: بعض مدعیانِ توحید کو شیطان ہوا و ہوس کے ان بتوں کے ذریعے غافل رکھتا ہے اور انہیں اس گھمنڈ میں مبتلا رکھتا ہے کہ وہ پتھروں اور دھاتوں کے ٹھوس بتوں کو سجدہ نہ کر کے پاک صاف بن گئے' حالانکہ یہ ٹھوس بت اتنی خرابیوں کا باعث نہیں بنتے جتنے اندر کے معنوی بت۔ شیطان بھی اس زعم اور گمان میں سجدۂ آدم کا منکر ہو کر دائمی لعنتی ہوا اور ابوجہل بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمتِ اقدس میں زانوئے تسلیم تہہ نہ کرنے کی وجہ سے لعین مجوب ہوا۔

فرمایا: مادی بتوں کے آگے جھکنے والے اپنی فطری بزدلی اور توہم کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں' گویا وہ جہالت کے باعث خدا کے سائے سے بھی ڈرتے ہیں۔ پھر یہ مادی بت جو معمولی حرکت سے بھی معذور ہیں کسی کو کیسے ظلم و فساد اور برائی وغیرہ پر آمادہ کر سکتے ہیں' البتہ نفس کا بت ان تمام امور کا حکم کرتا ہے اور بندۂ نفس ان کی تعمیل کے لیے دوڑتا ہے۔ نفس ہی آرام کی خاطر عبادتِ الٰہی سے باز رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کا تارک بنا کر کفر سے ہمکنار کرتا ہے۔ یہی ﴿وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾ (سورۂ بقرہ: ۸۳) یعنی ''والدین کے ساتھ احسان کرو'' اور ﴿وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ﴾ (سورۂ لقمان: ۱۵) ''اور اس کی راہ چل جو میری طرف جھک گیا'' جیسے قرآنی فرمودات سے روگردانی کرواتا ہے اور استکبار کی وجہ سے ان کے روبرو نہیں جھک پاتا۔

Marfat.com

فرمایا: اس قرآنی فرمان کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف جھک جانے والے کا اتباع اور تابعداری صراطِ مستقیم اور اصل توحید ہے نہ کہ اس کی تابعداری جس کا جسم مثلِ ابلیس خدا کے آگے اور دل ہواوہوس کے آگے سرنگوں ہے۔

فرمایا: کسی نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا: ''کَیْفَ الطَّرِیْقُ اِلَی الْوِصَالِ'' یعنی خداوندا! تیرے وصال کا راستہ کون سا ہے؟ جواب ملا: ''دَعْ نَفْسَکَ وَتَعَالْ'' یعنی ''نفس کو چھوڑ دے اور چلا آ''۔

فرمایا! عارضی مادی زندگی کی کامیابیوں پر فخر و مسرت کا اظہار عقل مندی نہیں۔ اس سلسلے میں فرمایا: کسی نے فخریہ انداز میں دوسرے سے کہا تو مجھے جانتا نہیں کہ میں کون ہوں؟ دوسرے نے جواب دیا: جانتا ہوں ((اَوَّلُکَ نُطْفَۃٌ وَاَوْسَطُکَ قَذَرَۃٌ وَاٰخِرُکَ جِیْفَۃٌ)) یعنی ''تیری ابتدا ناپاک نطفے سے ہے' درمیانی عرصے میں تیرا جسم نجاستیں اٹھائے پھرتا ہے اور انجام کار مر کر تیرا بدن مردار بن جائے گا''۔

مرشد کامل کے نوری جثے:

مرشد کے باطنی جثوں اور نوری لطیفوں کے سلسلے میں فرمایا کہ یہ بے شمار ہوتے ہیں اور ان کا وجود یقینی ہوتا ہے۔ ہر طالب کے ساتھ مرد کامل کا ایک لطیف جثہ ہوا کرتا ہے جو اسے بتدریج تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب وغیرہ کے مراحل سے گزارتا ہے۔ ان مراحل سے گزر کر اور ان لطائف کو دیکھ کر ہی ان کو سمجھا جا سکتا ہے۔ محض تحریر و تقریر سے ان کی وضاحت ممکن نہیں۔

کسی نے عرض کیا کہ قبلہ! آپ اور ہم دنیا میں کئی باتیں بھول جاتے ہیں' عرصے تک ملاقات نہ ہو سکے تو ایک دوست دوسرے دوست کو بھلا دیتا ہے' کہیں مرشد کامل بھی حشر تک کے لمبے وقفے میں طالبوں کو فراموش تو نہیں کر دے گا۔ جواباً فرمایا: مرشد کامل بیعت کے وقت جو معنوی وجود طالب کے ساتھ لگا دیتا ہے اسی کے ذریعے وہ اپنے مرید کو اور مرید اپنے مرشد کو پہچانتا ہے' بنا بریں وہ ایک دوسرے کو فراموش نہیں کرتے۔

پہلی نظر میں پہنچانا:

پہلی نظر میں پہنچانے کے متعلق فرمایا کہ جس طرح تخم بو دینے والا کہہ سکتا ہے کہ اس

Marfat.com

نے درخت یا پودا لگا دیا ہے اور نطفہ ٹھہر جانے پر جامع مرد کہہ سکتا ہے کہ اس نے بچہ سپرد کر دیا ہے جبکہ درخت اور بچے کو مکمل ہونے میں ایک وقت لگتا ہے اور اس میں حالات کی سازگاری اور دیگر لوازمات کی موجودگی بھی ضروری ہوتی ہے' اسی طرح مرشد کامل بھی توجہ سے قلبِ طالب میں باطنی نطفہ ڈال کر پہلی نظر میں پہنچا دینے کا دعویٰ کرتا ہے۔ مرشد کی توجہ کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم بھی شاملِ حال ہو تو ایسا خوش بخت طالب اپنے وقت پر یقیناً منزل پر پہنچ جاتا ہے۔

مُشت از خروار

قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: انسان کی اوسط عمر ساٹھ' ستر سال کی ہوتی ہے جس میں نیک لوگ کچھ وقت نیکیوں کے لیے اور گنہگار لوگ کچھ وقت گناہوں کے لیے نکال سکتے ہیں۔ زندگی کے پورے لمحات نہ نیکیوں کے لیے وقف ہو سکتے ہیں نہ معاصی کے لیے' اس لیے کہ زندگی کے دیگر امور میں بھی وقت صرف کرنا پڑتا ہے۔ پھر مختصر نیکیوں کے عوض ہمیشہ کی جنت کیوں؟ اور تھوڑے گناہوں کے بدلے میں دائمی جہنم کیوں؟ جبکہ یہ صورت بظاہر عدل کے منافی معلوم ہوتی ہے۔

اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ دنیا دار الامتحان ہے' یہاں کا تھوڑا عمل مُشت از خروار کی مصداق ہے۔ مُٹھی بھر دانے غلے کے ڈھیر اور خرمن کی خوبی اور خامی پر دلالت کرتے ہیں اور ایک ہفتے کے امتحان سے ممتحن کو طالب علم کے پورے سال کی محنت یا تساہل کا اندازہ ہو جاتا ہے۔

فرمایا: یہاں مختصر وقت میں محض نمونہ دیکھنا اور دکھانا مقصود ہے۔ نیک طینت روزِ قیامت تک بھی زندہ رہے تو نیکیاں ہی کمائے گا' بدفطرت کو یومِ حساب تک بھی مہلت دے دی جائے تو وہ برائیوں پر ہی کاربند رہے گا۔ سرمدی خوشیوں اور ابدی آلام کے لیے اسی طریق کار کو بنیاد اور اساس مانا گیا ہے۔

اَن دیکھا سودا

﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾

Marfat.com

(سورۃ: توبہ: ۱۱۱)

''بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لیے ہیں' اس بدلے پر کہ ان کے لیے جنت ہے''۔

اس آیت کو پڑھ کر فرمایا: جو اَن دیکھے خالق سے ڈرا' پھر اس نے اس کی راہ میں جان و مال کی قربانی سے دریغ نہ کیا تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ جان و مال کو فروخت کر دیا اور اس کے عوض جنت کا حق دار ٹھہرا۔

بطور مثال حضرت بہلولؒ اور بادشاہِ وقت کا واقعہ دہرایا کہ ایک دن حضرت بلولؒ راستے میں ریت یا مٹی کے گھروندے بنانے اور انہیں فروخت کرنے میں مصروف تھے۔ بادشاہِ وقت اپنی ملکہ کے ہمراہ اُدھر سے گزرا تو ملکہ نے معمولی قیمت دے کر گھروندہ خرید لیا جبکہ بادشاہ نے اُس کا مذاق اڑایا۔ رات کو بادشاہ نے خواب میں ملکہ والے گھروندے کو جنت میں ایک عالیشان محل کی صورت میں دیکھا۔ بادشاہ نے اس کے اندر جانا چاہا تو اس کو روک دیا گیا اور کہا گیا کہ یہ آپ کی ملکہ کی ملکیت ہے اور آپ کو اس کے اندر جانے کی اجازت نہیں۔ بادشاہ کو سن کر افسوس ہوا' وہ جب بیدار ہوا تو گھروندے کی خریداری کے لیے حضرت بہلولؒ کے پاس جا پہنچا۔ حضرت بہلولؒ نے اس سے کہا کہ یہ سودا دیکھ کر خریدنے کا نہیں اور اب یہ کسی بڑی قیمت پر بھی نہیں مل سکتا۔

فرمایا: یونہی اَن دیکھے انعامات سے محروم رکھنے کے لیے شیطان بڑے حربے استعمال کرتا ہے۔ اول تو وہ بندوں کو خدا کے وجود سے انکار پر آمادہ کرتا ہے جو اس داؤ سے بچ جائے اور خدا کا قائل رہے تو اس کے ماننے کو زبانی جمع خرچ تک محدود رکھتا ہے اور عمل سے روکتا ہے' پھر اگر کوئی عمل پیرا ہو جائے تو عمل کو خشک اور بے تاثیر رکھنے کی کوشش کرتا ہے اور اسے انبیاء و اولیاء کی اہمیت و ضرورت' معرفت و قربِ الٰہی کی حقیقت اور اس راہ میں وسیلت کی فضیلت سے محروم رکھنے کی تگ و دو کرتا ہے اور اسے بے نتیجہ و بے تاثیر عمل کے غرور میں مبتلا کر کے ''اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ''، یعنی ہم ان سے بہتر ہیں'' کے گرداب میں پھنسا کر فیض سے محروم

Marfat.com

اور حقیقت سے دور رکھتا ہے۔ اگر کوئی انبیاء و اولیاء کی ضرورت و وسیلت کا قائل ہو جائے تو اسے کوتاہ علمی کے باعث ایسے نا اہل علماء اور جاہل وفریبی پیروں کے جال میں پھنسا دیتا ہے جو اس کا وقت اور پیسہ دونوں برباد کر کے نہ دین کا چھوڑتے ہیں نہ دنیا کا۔

میانہ رو مسلک:

عالمِ غیب اور اولیاء اللہ کے تعلق باللہ کے انکار کے باب میں غیر مقلد یعنی وہابی لوگ زیرِ بحث تھے تو کسی نے عرض کی کہ دیو بندی حضرات تو قائل ہیں۔ تو قبلہؒ نے جواباً فرمایا! عالم غیب، اس کے متعلقات اور اولیاء کے تعلق باللہ کا کلی طور پر قائل ہونا مراد ہے نہ کہ جزوی طور پر، فرمایا! جملہ مسالک ان سلسلے میں افراط وتفریط کا شکار ہیں۔ کوئی حد سے بڑھانے اور کوئی حد سے گھٹانے میں بلا دیکھے جانے مصروف ہے۔ جب کہ اہل اللہ اور فقراء کا مسلک ان مسالک سے جدا، حقیقت پر مبنی اور میانہ رو مسلک ہے۔ فرمایا علم الیقینی، عین الیقینی، اور حق الیقینی کے بغیر عالمِ غیب اور تعلق باللہ کے بارے میں جو بھی رائے قائم کی جائے گی وہ خام اور ظنی ہوگی کہ بغیر دیکھے شہادت نا مقبول اور بغیر سمجھے فیصلہ غیر حتمی ہوتا ہے۔

لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا:

ایک ایڈیشنل اسسٹنٹ کمشنر اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ منازل سلوک ایک ماہ میں طے ہو سکتے ہیں۔ ان کا ذکر ہوا تو قبلہ فقیر صاحبؒ نے فرمایا! رسمی رواجی پیر زبانی اور فرضی طور پر سلوک کی منزلیں مہینہ چھوڑ ہفتے میں طے کروا دیتے ہیں۔ فرمایا! چاند تک پہنچنے کے لیے تو انسان صدیوں کوشاں اور سرگرداں رہا، اور اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لیے ایک ہفتہ یا مہینہ کافی تصور کر لیا جائے، حالانکہ اتنی بڑی ذات تک پہنچنا کوئی معمولی بات نہیں۔

اس سلسلے میں ایک سیاست کار (ایم ایل اے) کا تذکرہ فرمایا! اس نے آپؒ کی تصنیف عرفان پڑھی تو اسے باطنی وروحانی راستہ طے کرنے اور منازل کے حصول کا شوق پیدا ہوا۔ اس نے آپؒ کو خط لکھا کہ اگر آپؒ چند دن میں منازلِ سلوک یقینی طور پر طے کروا سکیں تو میں آنے کے لیے تیار ہوں ورنہ نہیں۔ اس نے آنے اور مشروط طور پر منازل طے کرانے کا

اس انداز میں لکھا تھا گویا آمدورفت کا کرایہ بھی ضائع نہ جائے آپؒ نے جواباً اسے لکھا کہ وہ جہاں ہے وہیں ٹھیک ہے اور آنے کی ضرورت نہیں۔ فرمایا! ان لوگوں کو ووٹ ملنے کا یقین نہ بھی ہو تو بھی اس کے لیے لوگوں کے دروازوں پر جاتے، دھکے کھاتے اور دولت لٹاتے ہیں، لیکن خدا کے راستے میں کرائے کا ضیاع بھی گوارا نہیں اور اتنے بڑے مقصد کے لیے وہ محض چند دن دے سکتے ہیں۔

ٹیڑھے راستے:

﴿وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ﴾ (سورۂ نحل:۹)

''اور اوپر اللہ کے پہنچتی ہے سیدھی راہ، اور بعض اس میں ٹیڑھی ہیں''۔

یہ آیت پڑھ کر قبلہ فقیر صاحبؒ نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ٹیڑھے راستوں کی شکل یوں بنا کر وضاحت فرمائی۔ یعنی سیدھے راستے سے دونوں سمتوں کو اس طرح راستے نکلتے ہیں۔ سیدھا راستہ صرف ایک ہے اور اس کے جو دائیں بائیں نکل جائیں وہ ٹیڑھے ہیں۔ فرمایا! مرموز مذہبی امور کی تاویلات ظاہری علم اور مادی عقل سے کرنے والے بھی ٹیڑھے راستوں کی جانب نکل جاتے ہیں۔ یونہی یونانیوں اور ہندیوں کے مادی کارناموں کے ساتھ ان کے مذہبی اعتقادات، بت پرستی اور توہمات کا موازنہ کریں تو مادی عقل کی کمزوریاں واضح ہو جاتی ہیں۔ حتیٰ کہ اس ترقی یافتہ دور میں بھی نام نہاد جاہل عامل اور خودساختہ ناقص پیر اچھے خاصے تعلیم یافتہ لوگوں کو اوہام میں مبتلا کر کے اپنے پیچھے لگا لیتے ہیں۔

قدرت کا عدل وانصاف:

ایک پیر صاحب کی امارت اور قابل رشک صحت کا ذکر کرتے ہوئے قبلہ فقیر صاحبؒ نے فرمایا کہ جوانی کو برقرار رکھنے اور قوت میں اضافہ کرنے کی غرض سے سنکھیا کا کچا کشتہ کھا بیٹھے اور تا مرگ پریشان کن بیماریوں میں مبتلا رہے۔ پھر چند امراء کا ذکر فرمایا جن کی زندگیاں بیماریوں کی وجہ سے پرہیزی کھانوں میں تمام ہوئیں۔

Marfat.com

فرمایا! باوجود دولت و وسائل کے امراء کی زندگیاں غرباء کی زندگیوں سے بہتر نہیں ہوتیں۔ غرباء مفلسی کے باعث کم خوراکی سے ہم کنار رہتے ہیں تاہم صحت مند رہتے ہیں جبکہ امراء دولت کے باعث بسیار خوری کرتے اور بیماریوں میں مبتلا رہتے ہیں۔ یوں قدرت امراء اور غرباء کے مابین دولت وصحت کے حوالے سے عدل و انصاف اور توازن قائم رکھتی ہے۔

بلا تحقیق تقلید:

خود ساختہ بزرگوں اور ان کے ماننے والوں کا ذکر چلا تو حضرت مدے خان صاحبؒ کی ایک مجاور کا حال بیان فرمایا! جو جہالت کے باوجود غوثیت اور قطبیت کا دعویدار تھا اور کئی بے وقوف اس کے دعویٰ کو مانتے تھے۔ وہ کہا کرتا تھا کہ کائنات میں چار میم ہیں۔ ایک میم اسمِ محمد ﷺ کی، ایک محی الدین قدس سرہ العزیز کی، ایک مدے خان صاحبؒ کی اور داڑھی پر ہاتھ پھیر کر کہتا ایک اس ملنگ کی۔ اس نے بادشاہ بننے اور پسِ مرگ دوبارہ زندہ ہونے کی گپ بھی ہانک رکھی تھی۔ ایسی لاف گزاف سے ایک خوبرو عورت بھی کہیں سے ہتھیا لایا تھا۔ جب ذلت کی موت مرا تو ماننے والوں نے جی اٹھنے کی امید پر لاش کو رکھ چھوڑا۔ لاش نے سڑنا شروع کر دیا تو افراتفری میں اسے دبا دیا، تاہم بدبو مہینوں تک وہاں موجود رہی۔ عورت پھر بھی اس کے زندہ ہونے اور بادشاہ بننے کے انتظار میں وہاں بیٹھی رہی اور خراب ہوتی رہی۔

فرمایا! بلا تحقیق تقلید اور اعتقادی کمزوریاں انسانوں کو یوں ضلالت و ذلالت کی طرف دھکیل دیتی ہیں۔

تصورِ شیخ و خوشنودیٔ شیخ:

تصورِ شیخ کے بارے میں قبلہؒ نے فرمایا! اگر شیخ کامل ہے اور اسم اللہ میں طے ہو چکا ہے تو اسم اللہ کے تصور میں اس کا تصور آ جاتا ہے، اس کے الگ تصور کی ضرورت نہیں، اگر ناقص ہے تو اس کا تصور بے فائدہ اور ناجائز ہے۔ مبتدی طالب کے لیے شیخ کی کاملیت اور عدمِ کاملیت کا اندازہ ممکن نہیں لہٰذا تصور اسم اللہ احسن افضل، جملہ تصورات کا حامل و مرکب

Marfat.com

بلا خطا و بلا رجعت اور شکوک و شبہات سے پاک ہے تصور کو اگر اسم اللہ کے ساتھ مشروط نہ کیا جائے تو جملہ مذاہب کے غلط تصورات کا جواز پیدا ہوتا ہے۔ پھر اسلام کی بڑائی، حقانیت اور امتیاز دیگر مذاہب سے کیسے ثابت ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی غیر مرئی ذات شکل و صورت سے پاک ہے جس کا تصور ممکن نہیں بنا بریں اس کے اسم کا تصور کیا جاتا ہے۔ کسی نے تصورِ شیخ کے جواز میں حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کی کتب کا حوالہ دینے کی کوشش کی تو فرمایا کہ حضرت سلطان صاحبؒ نے فنافی الشیخ کا ذکر فرمایا ہے نہ کہ تصور شیخ کا۔ تصورِ شیخ کو آپ قدس سرہ نے محمود قرار نہیں دیا۔ فرمایا! اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا سب سے بڑا ذریعہ اور عمل شیخ کامل کی خوشنودی ہے اور اس راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ شیخ کی ناراضگی ہے، تاہم شیخ کا کامل ہونا اولیں شرط ہے جبکہ کامل کی پہچان اور انتخاب سخت مشکل کام ہے۔

کسی کو خواب میں کہا گیا کہ ابا کا تصور کیا کرو، اس نے قبلہ فقیر صاحبؒ سے اس کا مطلب دریافت کیا تو جواباً فرمایا! ابا سے مراد شیخ ہے اور یہ شیخ کے تصور کی طرف اشارہ ہے۔ سوال کنندہ نے پوچھا پھر میں شیخ کا تصور کیا کروں؟ آپؒ نے فرمایا! اس کی ضرورت نہیں صرف اسم اللہ ذات اور اسم محمد ﷺ کا تصور کیا کرو۔ اس کے ساتھ صرف ان قدر خیال کافی ہے کہ یہ شیخ کا بتایا ہوا طریقہ ہے اور یہ خیال بھی خود بخود پیدا ہوتا ہے۔

ذاتی فقر مثلِ عنقا ہے:

قبلہؒ نے فرمایا! جب پہلے پہل راہِ فقر کو اختیار کیا تو ہر مست اور پاگل کو ولی سمجھا اور ہر قبر کو باطنی زندگی اور روحانیت سے معمور تصور کیا، مگر جب حق آشنا ہوئے تو اصلی فقر کو مثلِ عنقا پایا، کئی نامی گرامی زندہ پیروں کو اور معروف و پر رونق مزارات کو ذاتی فقر سے بالکل خالی پایا۔ کہیں اسمائی اور صفاتی عکوس تھوڑے بہت نظر آئے۔ عوام نے انہی کو سب کچھ سمجھ لیا۔ فرمایا! بہت نازک معاملہ ہے جس کی وضاحت آسان نہیں۔

اللہ تعالیٰ بحیثیت قاضی:

قبلہ فقیر صاحبؒ نے فرمایا! مرشد بعض دفعہ طالب کی خدمات سے خوش ہر کر اسے کچھ

Marfat.com

دینا چاہتا ہے لیکن قدرت اس میں حائل ہو جاتی ہے۔ اس لین دین میں مرشد و طالب مدعی اور مدعا علیہ کی مانند ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات اُن کے مابین بطورِ قاضی کے ہوتی ہے۔ مرشد خواہ کتنا چاہے اس دانا ذات کے حکم اور فیصلے کے بغیر فیض نہیں پہنچ سکتا کہ طالب کے اندر کی باریکیوں اور اصلی نیت سے وہی آگاہ اور واقف ہوتا ہے۔ یہ معاملہ بہت نازک اور ماورائے عقل ہے پھر بطور حوالہ قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ﴾ (القصص:۵۶)

"تحقیق تو نہیں ہدایت کرتا جس کو چاہے لیکن اللہ راہ دکھاتا ہے جس کو چاہے اور وہ خوب جانتا ہے راہ پانے والوں کو"۔

فرمایا! مرشد کی توجہ اپنی جگہ ہے تاہم مرید کی مرشد سے محبت اور اس کا خیال بھی معنی اور اہمیت رکھتا ہے۔ بعض دفعہ مرید مرشد سے یوں فیض یاب ہوتا ہے جیسے کوئی دریا سے پانی لے یا آگ سے گرمی تاپ لے۔ فرمایا! مریدین مرشد سے یوں مربوط ہوتے ہیں جیسے جسم پر بال ہوتے ہیں۔ مرشد کی ان کی طرف توجہ کو یوں سمجھیں جیسے کوئی جسم سے بال کھینچتا ہے تو پتہ چل جاتا ہے کہ فلاں جگہ کا بال ہے۔ مریدوں کے چہرے ارد گرد نظر آتے ہیں، گویا ان کا یاد کرنا اور تکلیف میں مبتلا ہونا بال کھینچنے کے مترادف ہوتا ہے۔ فرمایا! حصولِ فیض میں قسمت کا بڑا دخل ہے۔ بعض خوش بخت مرید کو زندگی بھر کے مراحل حتیٰ کے موت کے بعد کے مراحل بھی باطنی طور پر بفضلِ مولا ایک رات میں طے کروا دیئے جاتے ہیں۔ بعد میں وہ بتدریج عملاً ان مراحل سے گزرتا رہتا ہے۔ فرمایا! حقیقی مرشدی اور طالبی میں خاص راز اور بھید مضمر ہے۔ یہ محض ڈھکوسلہ اور مبالغہ نہیں کامل کی خواہش اور کوشش کے باوجود کسی کے فیض یاب نہ ہو سکنے کے بارے میں اپنے ایک رشتے دار کا واقعہ یوں بیان فرمایا! کہ ہماری توجہ سے اسم اللہ ان کے اندر مرقوم و منور ہو چکا تھا۔ ہمارا ایک باطنی وجود ان کے ساتھ رہتا تھا جس کا انہیں احساس و اعتراف تھا۔ انہوں نے یہ فیض بر بنائے بغض و حسد ہمارے ہی خلاف استعمال کرنا شروع کر دیا۔ پھر ایک رات وہ خواب میں نظر آئے، ہم نے دیکھا کہ ہم ان کا

دروازہ بار بار کھولتے ہیں لیکن وہ ہر بار بند ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد بری قسم کی شیطانی بو محسوس ہوئی۔ یوں وہ بغض و عناد کی وجہ سے فیض سلب اور ضائع کروا بیٹھے جس کی اطلاع قدرت نے خواب کے ذریعے کر دی۔

در پردہ مقاصد:

فرمایا! اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا حصول بڑا حوصلہ آزما معاملہ ہے طالبِ مولا شاذ و نادر ہی پیدا ہوتا ہے موجودہ دور میں آنے والوں کے در پردہ مقاصد کچھ اور ہوتے ہیں۔ بظاہر طالبِ مولا نظر آنے والے کچھ خدمت کرنے کے بعد جب کھل کر سامنے آتے ہیں اور حقیقت کا اظہار کرتے ہیں تو حیرت اور دکھ ہوتا ہے کوئی لاٹری کے متعلق معلوم کرنے آ جاتا ہے، کوئی سٹے بازی میں مبتلا ہوتا ہے اور کسی کو ہوسِ کیمیا گری یہاں تک لے آتی ہے فرمایا! ایسے طالبانِ دنیا کے لیے دنیا دار پیروں نے بڑے پھندے بنا رکھے ہوتے ہیں۔ غرضِ مشترک ایسے پیر اور مرید کو اکٹھا کر دیتے ہے۔

سب سے بڑی بھلائی:

کسی لیگل ایڈوائزر کو آپؒ کی کتاب عرفان ملی تو پڑھ کر بہت خوش ہوئے کہ انہیں ایسی تحریر کی تلاش تھی۔ وہ کتاب کے حوالے سے آپؒ کے بہت شکر گذار تھے۔ آپؒ نے ان سے فرمایا کہ تخم اسم اللہ ذات ہر انسان میں فطری طور پر موجود ہے۔ اس تخم کو اللہ تعالیٰ کے فضل کی دھوپ اور مرد کامل کی توجہ کا پانی بروقت میسر آ جائے تو وہ پھوٹ کر درخت بن سکتا ہے، پھر جس کو یہ حال میسر آ گیا تو وہ گویا لاعلمی کی ابدی موت سے بچ گیا۔ اب اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور مرد کامل کی توجہ و مہربانی سے دائمی موت سے خلاصی پا گیا تو بچنے والے کو بچانے والے محسنوں کا احسان مند اور شکر گزار تو ہونا چاہیے کہ اس بھلائی سے بڑھ کر اور کیا بھلائی ہو سکتی ہے۔

رازق، رزق اور مرزوق:

قبلہ فقیر صاحبؒ نے فرمایا! لوگ ہر پاگل اور نشہ زدہ کو بزرگ اور مجذوب خیال کر کے

Marfat.com

ان کی خدمت کرتے رہتے ہیں' جبکہ ولایت و بزرگی اتنی سستی متاع نہیں کہ ہر پاگل اس کا حامل ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی عقل سلب کر کے انہیں معاشرت اور دنیاداری سے معذور کر دیا ہوتا ہے جبکہ ان کا تحفظ اور ان تک رزق پہنچانا بھی اس کو مطلوب ہوتا ہے' لہٰذا عوام کو ان کی خدمت پر مامور کر دیتا ہے۔ پھر

(كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا) (اعراف: آیت:۳۱)

"کھاؤ پیو اور اسراف نہ کرو۔"

پڑھ کر فرمایا کہ یہ آیت عالمگیر مفہوم اور آفاقی حکم لیے ہوئے ہے۔ کھانے پینے میں اگر زیادتی اور اسراف سے کام لیا جائے تو نتیجے میں بیماریوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ مال و دولت جمع کرنے یا خرچ میں زیادتی اور غلو کیا جائے تو معاشی بدحالی اور اخلاقی گراوٹ رونما ہوتی ہے۔ کمائی میں اضافے اور زیادتی کا شوق رشوت خوری' چوری اور ڈاکے جیسی قباحتوں پر منتج ہوتا ہے جس کا انجام بعض اوقات قتل و غارت اور قید و بند کی صعوبتوں کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

فرمایا! رزق دو قسم کا ہے۔ رزق مرزوق اور رزق مملوک۔ رزق مرزوق مقرر اور مقدر ہے جو قدرت کی جانب سے بندے کو بہرحال پہنچتا ہے۔ رزق مملوک دوسروں کا رزق ہوتا ہے جسے مختلف طریقوں سے کھینچ کھانچ کر بندہ اپنی عارضی ملکیت بنا لیتا ہے' وقتی مالک اس کی محض چوکیداری اور حفاظت کرتا رہتا ہے' جبکہ وقت آنے پر وہ مختلف ذرائع سے اپنے حق داروں تک پہنچ جاتا ہے۔ ایسا رزق ورثاء کو ترکے کی شکل میں' وکلاء کو مقدمات کے معاوضے کی صورت میں' حکیموں اور ڈاکٹروں کو فیسوں کے رنگ میں' چوروں اور اچکوں کو چوری کی شکل میں مل جاتا ہے۔

ذاتِ باری تعالیٰ پر بھروسہ

قبلہؒ نے فرمایا! مولا کریم سے دل کے ساتھ دعا طلب کی گئی ہو تو اجابت و قبولیت سے ہم کنار ہوتی ہے۔ پیغمبروں اور ان کے ایمان والے ساتھیوں نے بھی مصیبت کے وقت متٰی نصر اللہ (بقرہ۔ آیت:۲۱۴) یعنی کب ہوگی مدد اللہ کی۔" کہہ کر تائید ایزدی کو پکارا تو وہ آ پہنچی۔ مقصد یہ کہ ذاتِ باری تعالیٰ پر بھروسہ رکھنے والے کو کڑے اور مشکل وقت میں مدد مل

جاتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عین نار نمرود میں جبرئیل علیہ السلام نے امداد کی پیش کش کی تو انہوں نے جواباً فرمایا! علمه بحالي يكفي عن سوالي میرے حال کو اللہ کا علم اور اس سے سوال کرنا مجھے کافی ہے۔'' ان کے یقین و بھروسہ کے اس جذبے نے رحمتِ الٰہیہ کو جوش دلایا تو نار گلزار میں بدل گئی۔ پھر اس حوالے سے آپؒ کی زبان پر یہ شعر جاری ہو گیا۔

گفتی چوں بے چارہ شوی آں گاہ ترا چارہ کنم
اکنوں کہ بے چارہ شدم بے چارگاں را چارہ شو

یعنی تو کہتا ہے کہ اے بندے جب تو بے بس ہو جائے گا تو میں تیرا سہارا اور مداوا بنوں گا۔ اب جب کہ میں بے چارگی اور مجبوری سے ہم کنار ہوں تو تو میری مدد فرما۔

فرمایا! راہ خداوندی میں صبر کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ پھر صبر کی مناسبت سے یہ شعر پڑھا:

برگ حنا پر لکھ دیں ہم داستان غم کو
شاید کہ رفتہ رفتہ لگے دلربا کے ہاتھ

حقیقت ترک ماسویٰ

آپؒ کی تصنیف عرفان میں پہلے نفی بعد میں اثبات کا حکم زیر بحث آیا تو قبلہؒ نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ مصنوعی سیارہ بنانے والے سائنس دان کو سیارہ زمین کی کشش ثقل سے نکالنے کی فکر دامن گیر رہی تا کہ اسے جرم فلکی کی کشش لاحق ہو سکے اور وہ اس پر اتر سکے۔ فرمایا! نفس و روح کا تعلق بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ روح کو نفس کی وساطت سے ماسویٰ کی کشش لاحق ہے۔ نفس مزکی ہو کر کشش ماسویٰ سے خلاصی حاصل کر لے تو روح عالم بالا کی طرف پرواز کر سکتی ہے۔ پھر آپؒ نے ترک ماسویٰ کے سلسلے میں یہ آیت تلاوت فرمائی۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ﴾

(منافقون: آیت:۹)

''اے ایمان والو! تم کو تمہارے مال اور تمہاری اولاد یادِ خدا سے غافل نہ کر دے۔''

فرمایا! اس سے مراد گھر بار اور بیوی بچے وغیرہ چھوڑ دینا نہیں اور نہ ہی یہ حصول فقر و

ولایت کی شرط ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ان کی محبت میں معبود حقیقی کو فراموش نہ کر دیا جائے۔ فرمایا! یہ راستہ ذل کے قدموں سے طے ہوتا ہے۔ عبد و معبود کے مابین زمانی و مکانی فاصلے حائل نہیں محض غفلت کے حجاب حارج ہیں۔ مختصراً یہ کہ ماسویٰ سے محبت کی نفی اور اللہ تعالیٰ سے محبت کا اثبات کیا جائے کہ ماسویٰ اور اس کی محبت ہر دو کو آخر فنا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ اور اس کی محبت کو بقا ہے۔

چیست دنیا از خدا غافل بدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

یعنی جو چیز خدا سے غافل کر دے وہی دنیا ہے نہ کہ روزگار‘ سرمایہ اور بیوی بچے‘ بشرطیکہ یہ عبد و معبود میں حائل نہ ہوں۔

مقام لاتخف ولاتحزن

قبلہؒ نے فرمایا! حضور نبی کریم ﷺ سے کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی داڑھی مبارک میں سفید بالوں کے آجانے کی وجہ دریافت کی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا! سورہ ہود اور سورہ واقعہ نے بوڑھا کر دیا۔

فقیر صاحبؒ نے فرمایا! خوف و اندیشہ انسان کو واقعی بوڑھا کر دیتا ہے۔ سالک کو بھی ان مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ پھر جب وہ مقام لاتخف ولاتحزن پر پہنچ جاتا ہے تو اسے حقیقی اطمینان اور یقین حاصل ہو جاتا ہے۔ اس سے قبل اسے وساوس‘ اندیشے اور گمراہی کے خطرات لاحق رہتے ہیں۔

سربراہ فقر و ولایت

فقر و ولایت کے حوالے سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں قبلہؒ نے فرمایا کہ ان کی شان بہت بلند ہے اور وہ ہمارے سلسلۂ فقر کے سربراہ ہیں۔ انہیں بارہا بہت بلند مقام پر دیکھا‘ پھر آپؒ نے ان کے علم کی تعریف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان دہرایا! انا مدینۃ العلم وعلی بابہا یعنی میں علم کا شہر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہے۔

Marfat.com

فرمایا! جبرائیل علیہ السلام آپ کرم اللہ وجہہ کا بہت احترام کرتے تھے۔ ان سے احترام کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے جواب دیا کہ جب آدم علیہ السلام کے لئے سجدے کا حکم ہوا تو ملائکہ بھی وقتی طور پر تذبذب میں پڑ گئے۔ اس دوران حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روح اقدس نے مجھے اس امر الٰہی کی تعمیل میں سبقت اور پہل کا مشورہ دیا۔ میں نے اس پر عمل کیا اور قربِ خداوندی سے بہرہ مند ہوا۔

فرمایا! علمٗ سخاوت اور بہادری جیسی تین صفات شاذ و نادر ہی کسی میں یکجا ہوتی ہیں٬ جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان تینوں سے بیک وقت متصف تھے۔

ان کی بہادری کے ضمن میں فرمایا کہ جنگ صفین میں جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو انفرادی لڑائی کی دعوت دے کر جنگ کا فیصلہ کرنے اور مسلمانوں کو خونریزی سے بچانے کا کہا تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مشیر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دعوت کو صائب قرار دیا۔ اس پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بگڑ کر کہا! ابن العاص تو مجھے مروانا چاہتا ہے؟ کیا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے بھی کوئی بچ کر جا سکا ہے؟

فرمایا! کسی نے آپ کرم اللہ وجہہ سے پہلے خلفاء کے ادوار میں امن اور آپ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں انتشار کا سبب پوچھا تو جواباً فرمایا! ان کا مشیر میں تھا اور میرے مشیر تم لوگ ہو۔

فرمایا! ان حضرات کی دنیوی لڑائیوں اور معاملات کو دیکھیں تو عام انسانوں کی مانند لگتے ہیں مگر ان کے بواطن بہت پاکیزہ اور ارواح بہت ارفع تھیں۔ شرف مکان کو نہیں مکین کو ہوتا ہے٬ یعنی کرامت وجود کو نہیں روح کو حاصل ہے۔ عنصری وجودوں کے ساتھ دنیوی زندگی میں انہیں بھی عام حالات سے گزرنا پڑا۔

نفس کو خوش کرنے کے حیلے

خط و خال اور چشم و ابرو کو اللہ تعالیٰ کی ذات سے منسوب کرنے والوں کے بارے میں قبلہؒ نے فرمایا کہ یہ لوگ نفس کو خوش کرنے کے لیے ایسے حیلے بہانے تراشتے ہیں ورنہ اِن مخلوقی صفات کو اُس غیر مخلوق بے مثل ذات سے کیا نسبت۔ پھر سماع کا ذکر ہوا تو فرمایا! جن سعادت مندوں کو غیر مخلوق کلام سننے کا شرف حاصل ہوا انہیں عام سماع تو کیا لحنِ داؤدی کی

Marfat.com

بھی حاجت نہیں رہتی۔

محورِ محبت کون ہو

قبلہؒ کے سلسلۂ سروریہ قادریہ سلطانیہ کے حوالے سے دریافت کیا گیا کہ محورِ محبت کون ہو؟ حضور نبی کریم ﷺ جناب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز یا حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہ العزیز۔ جواب میں فرمایا! محبت سب سے ہوتی ہے اور کی جا سکتی ہے لیکن اپنے شیخ کامل کی محبت میں جملہ محبتیں آ جاتی ہیں۔

چوں نگاہ شیخ را کر دی قبول
کردہ حب خدا، حب رسول ﷺ

یعنی جب تو شیخ کامل کی توجہ کو قبول کر لے گا، تو وہ تجھے خدا اور رسول ﷺ کی محبت کا سزاوار بنا دے گی۔

فرمایا! اگر شیخ کامل ہے اور اس کی ذات سامنے موجود ومیسر ہے تو اس کے ساتھ زبانی اور عملی دونوں محبتیں ثابت کی جا سکتی ہیں، باقی ذاتیں چونکہ سامنے موجود نہیں لہٰذا ان کے ساتھ محبت کا زبانی دعویٰ آسان ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس سامنے موجود ہوتی اور عملی محبت کرنی پڑ جاتی تو پتہ چل جاتا کہ یہ دعویٰ کتنا مہنگا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبتوں سے اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ فرمایا! شیخ کامل نائب رسول ﷺ ہوتا ہے، اس کی محبت میں رسول علیہ السلام کی محبت بھی آ جاتی ہے۔ وہابیت اور اس قبیل کے دوسرے مسالک غائبانہ اور زبانی محبت کے دعویدار ہیں اور وسیلت کاملہ کا انکار کر کے اور عملی محبت سے جان چھڑوا کر گویا دروغ زنی سے ہم کنار ہیں۔

دوسروں کی ایما پر فیصلے

ان دنوں امروز اخبار بے باک ہو کر لکھتا تھا بنا بریں قبلہ فقیر صاحبؒ اسے پسند فرماتے تھے۔ آپؒ کا ایک مخلص مرید یہی اخبار لیا کرتا تھا۔ ایک بار اس کی میز پر ''نوائے وقت'' دیکھا تو اس تبدیلی کی وجہ دریافت کی۔ وہ بولا! جماعت اسلامی والوں کا وفد آیا تھا انہوں نے امروز

Marfat.com

اخبار بند کروا کر یہ جاری کروا دیا۔ آپؒ نے ناراضگی کے لہجے میں فرمایا کہ کل اگر مرزائیوں کا وفد آ کر مرزائیت کی دعوت دے گا تو کیا مرزائی ہو جاؤ گے؟

فرمایا! فیصلوں کے وقت اپنا نفع ونقصان بھی پیش نظر رہنا چاہئے' محض دوسروں کی ایما اور ترغیب پر بلا تحقیق کئے فیصلے کرنا دانش مندی نہیں۔

پھر ابو الاعلیٰ نام زیر بحث آیا تو فرمایا! مغرورانہ اور متکبرانہ نام ہے۔ فرعون کا دعویٰ 'انا ربکم الاعلیٰ'' میں تمہارا اعلیٰ رب ہوں'' دہرا کر فرمایا! اعلیٰ کا باپ کہلوانا مناسب نہیں۔

آپؒ امروز اخبار کا کالم حرف وحکایت شوق سے پڑھتے تھے کسی نے اس پسندیدگی کی وجہ پوچھی تو فرمایا! اس کا کالم نگار مودودی اور غفار خان کے خلاف خوب لکھتا ہے۔ ایک اسلام کا دشمن ہے اور دوسرا پاکستان کا۔

صبر ایمان کا سر ہے

﴿اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ وَ مَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهٖ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ﴾ (سورۃ بقرہ:۲۴۹)

''بے شک اللہ تمہیں ایک نہر سے آزمانے والا ہے' تو جو اس کا پانی پئے وہ میرا نہیں اور جو نہ پئے وہ میرا ہے' مگر وہ جو ایک چلو اپنے ہاتھ میں لے لے' تو سب نے اس سے پیا مگر تھوڑوں نے نہ پیا۔''

اس قرآنی فرمان کو پڑھ کر فرمایا کہ اس کے ظاہری مطلب کے علاوہ یوں بھی مطلب لیا جا سکتا ہے کہ جو دنیوی حرص سے بچا رہا' لذت گناہ سے باز رہا اور اس پانی سے نفس کی پیاس نہ بجھائی وہ تو اس کے اپنوں میں شمار ہو گیا' اور جس نے سیر ہو کر پیا یعنی گناہوں کی لذتوں سے خوب محظوظ ہوا وہ اس کے غیروں میں شمار ہو گیا' اور جس نے تھوڑا پیا وہ بھی قابل معافی ٹھہرا۔ اس سے آگے جہاد اور اس میں صبر کا ذکر آتا ہے۔ فرمایا! جہاد ظاہری ہو یا باطنی دونوں میں صبر و استقلال بہت کام آتا ہے۔

الصبر والایمان کالراس والجسم

پڑھ کر فرمایا! صبر اور ایمان کا تعلق سر اور جسم کے تعلق کی مانند ہے۔

Marfat.com

فرمایا! جبرائیل علیہ السلام آپ کرم اللہ وجہہ کا بہت احترام کرتے تھے۔ ان سے احترام کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے جواب دیا کہ جب آدم علیہ السلام کے لئے سجدے کا حکم ہوا تو ملائکہ بھی وقتی طور پر تذبذب میں پڑ گئے۔ اس دوران حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روح اقدس نے مجھے اس امر الٰہی کی تعمیل میں سبقت اور پہل کا مشورہ دیا۔ میں نے اس پر عمل کیا اور قرب خداوندی سے بہرہ مند ہوا۔

فرمایا! علم، سخاوت اور بہادری جیسی تین صفات شاذو نادر ہی کسی میں یکجا ہوتی ہیں جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان تینوں سے بیک وقت متصف تھے۔

ان کی بہادری کے ضمن میں فرمایا کہ جنگ صفین میں جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو انفرادی لڑائی کی دعوت دے کر جنگ کا فیصلہ کرنے اور مسلمانوں کو خونریزی سے بچانے کا کہا تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مشیر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دعوت کو صائب قرار دیا۔ اس پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بگڑ کر کہا! ابن العاص تو مجھے مروانا چاہتا ہے؟ کیا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے بھی کوئی بچ کر جا سکا ہے؟

فرمایا! کسی نے آپ کرم اللہ وجہہ سے پہلے خلفاء کے ادوار میں امن اور آپ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں انتشار کا سبب پوچھا تو جواباً فرمایا! ان کا مشیر میں تھا اور میرے مشیر تم لوگ ہو۔

فرمایا! ان حضرات کی دنیوی لڑائیوں اور معاملات کو دیکھیں تو عام انسانوں کی مانند لگتے ہیں مگر ان کے بواطن بہت پاکیزہ اور ارواح بہت ارفع تھیں۔ شرف مکان کو نہیں مکین کو ہوتا ہے، یعنی کرامت وجود کو نہیں روح کو حاصل ہے۔ عنصری وجودوں کے ساتھ دنیوی زندگی میں انہیں بھی عام حالات سے گزرنا پڑا۔

نفس کو خوش کرنے کے حیلے

خط و خال اور چشم و ابرو کو اللہ تعالیٰ کی ذات سے منسوب کرنے والوں کے بارے میں قبلہؒ نے فرمایا کہ یہ لوگ نفس کو خوش کرنے کے لیے ایسے حیلے بہانے تراشتے ہیں ورنہ ان مخلوقی صفات کو اُس غیر مخلوق بے مثل ذات سے کیا نسبت۔ پھر سماع کا ذکر ہوا تو فرمایا! جن سعادت مندوں کو غیر مخلوق کلام سننے کا شرف حاصل ہوا انہیں عام سماع تو کیا لحن داؤدی کی

Marfat.com

بھی حاجت نہیں رہتی۔

محورِ محبت کون ہو

قبلہؒ کے سلسلۂ سروریہ قادریہ سلطانیہ کے حوالے سے دریافت کیا گیا کہ محورِ محبت کون ہو؟ حضور نبی کریم ﷺ جناب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز یا حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہ العزیز۔ جواب میں فرمایا! محبت سب سے ہوتی ہے اور کی جا سکتی ہے لیکن اپنے شیخ کامل کی محبت میں جملہ محبتیں آ جاتی ہیں۔

چوں نگاہ شیخ را کر دی قبول
کردہ حب خدا' حب رسول ﷺ

یعنی جب تو شیخ کامل کی توجہ کو قبول کر لے گا' تو وہ تجھے خدا اور رسول ﷺ کی محبت کا سزاوار بنا دے گی۔

فرمایا! اگر شیخ کامل ہے اور اس کی ذات سامنے موجود و میسر ہے تو اس کے ساتھ زبانی اور عملی دونوں محبتیں ثابت کی جا سکتی ہیں' باقی ذاتیں چونکہ سامنے موجود نہیں لہٰذا ان کے ساتھ محبت کا زبانی دعویٰ آسان ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس سامنے موجود ہوتی اور عملی محبت کرنی پڑ جاتی تو پتہ چل جاتا کہ یہ دعویٰ کتنا مہنگا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبتوں سے اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ فرمایا! شیخ کامل نائب رسول ﷺ ہوتا ہے' اس کی محبت میں رسول علیہ السلام کی محبت بھی آ جاتی ہے۔ وہابیت اور اس قبیل کے دوسرے مسالک غائبانہ اور زبانی محبت کے دعویدار ہیں اور وسیلت کاملہ کا انکار کر کے اور عملی محبت سے جان چھڑوا کر گویا دروغ زنی سے ہم کنار ہیں۔

دوسروں کی ایما پر فیصلے

ان دنوں امروز اخبار بے باک ہو کر لکھتا تھا بنا بریں قبلہ فقیر صاحبؒ اسے پسند فرماتے تھے۔ آپؒ کا ایک مخلص مرید یہی اخبار لیا کرتا تھا۔ ایک بار اس کی میز پر ''نوائے وقت'' دیکھا تو اس تبدیلی کی وجہ دریافت کی۔ وہ بولا! جماعت اسلامی والوں کا وفد آیا تھا انہوں نے امروز

Marfat.com

اخبار بند کروا کر یہ جاری کروا دیا۔ آپؒ نے ناراضگی کے لہجے میں فرمایا کہ کل اگر مرزائیوں کا وفد آ کر مرزائیت کی دعوت دے گا تو کیا مرزائی ہو جاؤ گے؟

فرمایا! فیصلوں کے وقت اپنا نفع و نقصان بھی پیش نظر رہنا چاہئے، محض دوسروں کی ایما اور ترغیب پر بلا تحقیق کئے فیصلے کرنا دانش مندی نہیں۔

پھر ابو الاعلیٰ نام زیر بحث آیا تو فرمایا! مغرورانہ اور متکبرانہ نام ہے۔ فرعون کا دعویٰ ''انا ربکم الاعلیٰ'' میں تمہارا اعلیٰ رب ہوں'' دہرا کر فرمایا! اعلیٰ کا باپ کہلوانا مناسب نہیں۔

آپؒ امروز اخبار کا کالم حرف و حکایت شوق سے پڑھتے تھے کسی نے اس پسندیدگی کی وجہ پوچھی تو فرمایا! اس کا کالم نگار مودودی اور غفار خان کے خلاف خوب لکھتا ہے۔ ایک اسلام کا دشمن ہے اور دوسرا پاکستان کا۔

صبر ایمان کا سر ہے

﴿اِنَّ اللّٰهَ مُبۡتَلِیۡکُمۡ بِنَهَرٍ فَمَنۡ شَرِبَ مِنۡهُ فَلَیۡسَ مِنِّیۡ وَ مَنۡ لَّمۡ یَطۡعَمۡهُ فَاِنَّهٗ مِنِّیۡۤ اِلَّا مَنِ اغۡتَرَفَ غُرۡفَةًۢ بِیَدِهٖ فَشَرِبُوۡا مِنۡهُ اِلَّا قَلِیۡلًا مِّنۡهُمۡ﴾ (سورۂ بقرہ: ۲۴۹)

''بے شک اللہ تمہیں ایک نہر سے آزمانے والا ہے تو جو اس کا پانی پئے وہ میرا نہیں اور جو نہ پئے وہ میرا ہے مگر وہ جو ایک چلو اپنے ہاتھ میں لے لے تو سب نے اس سے پیا مگر تھوڑوں نے نہ پیا۔''

اس قرآنی فرمان کو پڑھ کر فرمایا کہ اس کے ظاہری مطلب کے علاوہ یوں بھی مطلب لیا جا سکتا ہے کہ جو دنیوی حرص سے بچا رہا لذت گناہ سے باز رہا اور اس پانی سے نفس کی پیاس نہ بجھائی وہ تو اس کے اپنوں میں شمار ہو گیا، اور جس نے سیر ہو کر پیا یعنی گناہوں کی لذتوں سے خوب محظوظ ہوا وہ اس کے غیروں میں شمار ہو گیا، اور جس نے تھوڑا پیا وہ بھی قابل معافی ٹھہرا۔ اس سے آگے جہاد اور اس میں صبر کا ذکر آتا ہے۔ فرمایا! جہاد ظاہری ہو یا باطنی دونوں میں صبر و استقلال بہت کام آتا ہے۔

الصبر والایمان کالراس والجسم

پڑھ کر فرمایا! صبر اور ایمان کا تعلق سر اور جسم کے تعلق کی مانند ہے۔

جسمانی اور روحانی باپ

﴿تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾

(سورۂ بقرہ:۲۵۲)

''یہ اللہ کی آیتیں ہیں کہ ہم تم پر ٹھیک پڑھتے ہیں اور بے شک تم رسولوں میں سے ہو۔''

ان آیات کی تلاوت فرما کر کہا کہ آدم علیہ السلام جسمانی باپ ہیں اور حضور علیہ السلام روحانی باپ ہیں۔ جس طرح آدم علیہ السلام کے جسمانی اعضاء یعنی سر، بازو، پاؤں وغیرہ بنی آدم میں وراثتاً چلے آ رہے ہیں یونہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم روحانی طور پر جملہ رسولوں میں سے ہو کر آئے ہیں۔ اس لیے سابقہ رسولوں کو جو واقعات پیش آئے ان سے قرآن کے ذریعے آپ کو محض آگاہ ہی نہیں کیا گیا بلکہ وہ معاملات دکھائے اور محسوس بھی کرائے گئے۔ کیونکہ کتاب کائنات پر گزشتہ اور آئندہ کے واقعات ثبت ہیں جس کے اوراق کو آگے پیچھے سے الٹا کر واقعات کو حسب سابق عملی صورت میں دیکھا جا سکتا ہے، اس لیے کہ جہان خداوندی ماضی و مستقبل کا پابند نہیں، وہاں حال ہی حال ہے، جہاں ہر واقعہ ہر وقت اسی عملی صورت میں موجود ہے جیسے فلم پر کردار محفوظ ہوتے ہیں اور انہیں کسی وقت بھی دیکھا جا سکتا ہے۔

پھر رسالہ روحی شریف میں صورت احمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے سات بار جنبش کھانے اور ان سے سات سلطان الفقراء کے پیدا ہونے کے حوالے سے فرمایا کہ اس نے محض سات سلطان الفقراء ہی معرض وجود میں نہ آئے بلکہ ساتھ ساتھ تنزلات ستہ بھی ہویدا ہوئیں۔ پھر تنزل اول جسے مرتبہ دوم اور حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کہتے ہیں کے بارے میں فرمایا کہ حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں جملہ انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اولیاء اور ملائکہ مقربین وغیرہ کی مقدس ارواح بھی آ جاتی ہیں۔ یہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں یوں شامل ہیں جیسے گٹھلی میں درخت پھل، پھول، شاخوں اور پتوں سمیت پوشیدہ اور شامل ہوتا ہے۔

حصول ملک و حکمت

﴿وَ قَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَ اٰتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَ الْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ﴾

Marfat.com

(سورۂ بقرہ:۲۵۱)

''اور داؤد نے جالوت کو قتل کیا اور اللہ نے اس کو بادشاہی اور حکمت دی اور جو چاہا اسے سکھایا۔''

یہ آیت پڑھ کر طالوت اور جالوت کے قصے کے حوالے سے قبلہؒ نے فرمایا کہ جالوت سے ملک کے ساتھ ساتھ کون سی حکمت کیسے لے لی گئی؟ فرمایا! اس سے مراد باطنی طاقت کا سلب ہے کہ زیادہ باطنی طاقت والا کمزور کو سلب کر کے اس کی طاقت لے لیتا ہے۔

انفرادی طور پر بھی نفس و شیطان انسان کے اندر موجود حکمت کو لذات و خواہشات کے ذریعے دبائے اور چھپائے رکھتا ہے۔ طالب صادق اس جنگ میں اگر نفس و شیطان پر غالب آجائے تو اس کے اندر موجود پوشیدہ حکمت اسے بطور مالِ غنیمت حاصل ہو جاتی ہے۔

آپؒ سے دریافت کیا گیا کہ فقراء بلند مرتبہ اور مستغنی ہوتے ہوئے بھی سلب وغیرہ کیوں کرتے ہیں؟ جواباً فرمایا! عموماً نہیں کرتے البتہ کوئی چھیڑے اور تنگ کرے تو یہ لڑائی لڑنی پڑتی ہے۔ جس طرح دنیوی بادشاہ اپنے باجگزاروں اور طفیلیوں کو کچھ نہیں کہتے لیکن باغیوں سے لڑتے ہیں یونہی اہل باطن بھی اپنے ماننے والوں کو سلب نہیں کرتے۔

اپنے پہلے باطنی مقابلے کے بارے میں فرمایا کہ میرے اور مدمقابل کی پیشانیوں کے درمیان ایک نوری رسہ سا تنا ہوا تھا جسے ہم دونوں باری باری پوری طاقت سے اپنی طرف کھینچتے تھے' پھر مجھے پشت پر سے اضافی طاقت ملی' اس کے بعد جب میں نے اسے کو زور سے کھینچا تو وہ مخالف کے ماتھے سے جدا ہو گیا اور سارا نور اور زور مجھ میں سما گیا جس سے میرا سینہ وسیع ہو گیا جبکہ مدمقابل چڑیا کی مانند چھوٹا ہو گیا۔ اس وقت بطور آفرین کسی نے میری پیٹھ پر تھپکی دی۔ فرمایا! ایسی اور بھی باطنی لڑائیاں اور کشتیاں لڑیں۔ فرمایا! کسبی طاقتیں سب سلب ہو سکتی ہیں لیکن وہبی طاقتیں سلب نہیں ہوتیں۔

ذاتی اولیاء کے کمالات

قبلہؒ نے فرمایا! جبرائیل علیہ السلام سے دم ملا کر قرآن مجید کا اصلی نزول دیکھنا حق ہے۔ عزرائیل علیہ السلام سے دم ملا کر کسی کو ہلاک کرنا' اسرافیل علیہ السلام سے دم ملا کر ملکوں کو ویران کرنا' یونہی

Marfat.com

دیگر ارواح و ملائکہ سے دم ملا کر استفادہ کرنا ممکن و مسلم ہے۔ فرمایا! حضرت سلطان العارفین قدس سرہ جیسی مقدس ہستیوں کی طاقت کا کیا کہنا' ان کے ادنیٰ مرید ہونے کے ناطے ہم نے ان امور کا بارہا تجربہ اور مشاہدہ کیا ہے۔ فرمایا! اس امت کے ذاتی اولیاء کو بفضل پروردگار جو کمالات حاصل ہیں سابقین کے ہاں ان کا ذکر نہیں ملتا۔ جناب پیران پیر قدس سرہ العزیز کے بارے میں فرمایا کہ ان کے وعظ کے دوران حضرت خضر علیہ السلام تشریف لاتے تو آپؒ انہیں مخاطب کر کے فرماتے: ''قف یا اسرائیلی: اسمع کلام محمدی۔ یعنی اے اسرائیلی! ٹھہر اور محمدی کا کلام سن'' جیسے حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا:

﴿اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا﴾ (سورۂ کہف: ٦٧)

''یعنی اے موسیٰ! تو میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکے گا۔''

پھر مردِ کامل کی فضیلت و اہمیت کے حوالے سے حضرت غوث پاک قدس سرہ العزیز کا قول دہرایا کہ ''اے لڑکے اگر تو سو کوس سے بھی چل کر آوے اور میری ایک بات سن لے تو اسے غنیمت جان اور سمجھ کہ تو نے بہت کچھ پا لیا۔ اے لڑکے: آ تا کہ تیری ٹوٹی ہوئی رسی کو گانٹھ دوں' یعنی تیرا رب تعالیٰ سے منقطع سلسلہ جوڑ دوں۔

دس کا عدد

﴿تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ﴾ (بقرہ آیت: ۱۹۶)

''یہ دس ہوئے پورے۔''

اس قرآنی حوالے سے دس کا ہندسہ زیر بحث آیا تو اس کی عجیب تشریح فرمائی۔ ایک عدد ذات واحد یعنی اللہ تعالیٰ کا' دو اعداد زوجین یعنی جوڑے کے' تین اعداد موالید ثلاثہ یعنی جمادات' نباتات اور حیوانات کے' چار اعداد اربعہ عناصر یعنی خاک' آب' ہوا اور آتش کے۔ ان اعداد کو جمع کریں تو دس ہوتے ہیں۔ یعنی ایک جمع دو جمع تین جمع چار برابر دس۔ فرمایا! ان ہی سے سب کچھ ماخوذ ہے اور ان میں سب کچھ ہے۔ اصل عدد دس ہی ہے آگے صفریں لگا کر خواہ کھرب تک بڑھا لیں۔

Marfat.com

جلال و جمال کے ہاتھ

﴿قَالَ يَا إِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾ (ص: ۷۵)

"کہا! اے ابلیس: کس چیز نے تجھ کو اس چیز کے سجدہ سے منع کیا جسے میں نے دونوں ہاتھوں سے بنایا۔"

اس آیت کو پڑھ کر فرمایا کہ قدرت نے بعض چیزوں کو ایک ہاتھ سے بنایا مگر انسان کو جلال و جمال کے دونوں ہاتھوں سے تخلیق کیا۔ جس کے باعث اسے دوسروں پر فوقیت حاصل ہوئی۔

ایک بار قبلہؒ نے حافظ محمد حسین صاحب سے دریافت فرمایا کہ آدمی جلالی طبیعت والا اچھا ہوتا ہے یا جمالی طبیعت والا؟ انہوں نے عرض گزاری! حضور: آپ بہتر جانتے ہیں۔ آپؒ نے فرمایا! جمالی طبیعت والا بہتر رہتا ہے' اس سے خلق خدا کو زیادہ فائدہ پہنچتا ہے' تاہم بندے میں تھوڑا سا جلال بھی ہونا چاہیے ورنہ بے غیرت ہو جاتا ہے۔

تربیت و تکمیل کا سلسلہ

قبلہؒ نے فرمایا! جب نفس مر جاتا ہے اور دل مخلوقات سے منہ موڑ کر خالق کی طرف ہو جاتا ہے تو طالب واصل باللہ ہو جاتا ہے' پھر اس کی یہ کامیابی دوسرے طالبوں کے لیے کشش و تقلید کا باعث بن جاتی ہے' یہ کشش ان طالبوں کے ہوا و ہوس کو بھی مارتی ہے اور انہیں واصل باللہ بھی کرتی ہے اس طرح تربیت و تکمیل کا یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے۔

ادائیگی نماز کا حق

﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ○ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ○ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ○ وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُونَ﴾ (سورہ مومنون: ۱ تا ۴)

"تحقیق ایمان والوں نے فلاح پائی' جو اپنی نمازوں میں ڈرتے ہیں' اور وہ لوگ جو لغویات سے اعراض کرتے اور منہ پھیرتے ہیں' اور جو لوگ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔"

﴿وَالَّذِينَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُونَ﴾ (مومنون آیت: ۹)

''اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا﴾ (شمس آیت:۹)

''تحقیق وہ مراد کو پہنچا جس نے (نفس کو) پاک کیا۔''

مذکور بالا آیات کو پڑھ کر قبلہؒ نے فرمایا! جو شخص نماز کی تکبیر تحریمہ کہہ لینے کے بعد دل میں دنیوی خیالات لانے سے ڈرا اور اللہ تعالیٰ کے خیال میں محو اور مصروف رہا تو وہ سچا اور فلاح یافتہ ٹھہرا۔ اگر کوئی تکبیر تحریمہ یعنی اللہ اکبر کہہ کر بھی اصغر یعنی چھوٹی چھوٹی دنیوی اور غیر چیزوں کو یاد کرتا رہا اور اس کا دل ان میں مشغول رہا تو وہ اللہ اکبر کہنے میں جھوٹا ثابت ہوا' کیونکہ اس نے زبان سے ''اللہ بڑا ہے'' تو کہہ لیا لیکن دل سے اسے بڑا نہ سمجھا ورنہ اس کی بڑائی اور عظمت کے خوف سے اسے چھوٹی چیزوں کا خیال نہ آتا۔ فرمایا! وہ ذات بہت معزز اور پاک ہے لہٰذا اس کی یاد اور اس کی آمد پر دل غیر خیالات کے خس و خاشاک سے پاک ہونا چاہیے' ورنہ گندے گھر میں اس کی آمد کی توقع نہ رکھے۔

فرمایا! نماز مومنین کی معراج ہے' اس لیے جب وہ اس معراج اور آسمانی سفر سے لوٹتا ہے تو دائیں بائیں سلام کہتا ہے۔ سو اس آسمانی سفر میں زمینی اشیاء کا خیال دل میں نہیں آنا چاہیے۔

محویت کے حوالے سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نماز کے بارے میں فرمایا کہ ایک بار آپ رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں تیر لگ گیا جو باوجود کوشش کے نہ نکلتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا! میں نماز شروع کرتا ہوں تم لوگ تیر نکال لینا۔ اس دوران احباب نے بصد دقت تیر نکال لیا' جائے نماز خون سے تر ہو گئی لیکن آپ رضی اللہ عنہ کو خبر تک نہ ہوئی۔ قبلہؒ نے فرمایا! یہ ہے نماز کا حق۔

پھر قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا اور قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ پڑھ کر فرمایا کہ ان آیات کے مطابق گویا نماز تزکیہ نفس کے لیے ہے۔

فرمایا! بندہ کے عمل پر کراماً کاتبین نظر رکھتے ہیں جبکہ دل پر اور فرشتے متعین ہیں جن کی نظر نیت و ارادہ پر ہوتی ہے۔ یہ فرشتے وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ کے مطابق نماز

Marfat.com

میں لغو خیالات سے اعراض کرنے والے بندوں کی نماز کو ہی نماز سمجھتے اور لکھتے ہیں۔ پھر وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ پڑھ کر فرمایا کہ اس سے مراد نفس کی خواہشات کو قربان کرنا اور اس کی مرغوبات کی زکوٰۃ یعنی ان سے نفس کو پاک کرنا بھی ہے کہ یہی خواہشات و مرغوبات بندے کو بہت پیاری ہوتی ہیں اور پیاری چیز کی قربانی ہی اصل قربانی ہے۔ پھر وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلٰوتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ پڑھ کر فرمایا کہ مذکورہ جملہ آیات میں گویا نماز کی حقیقی ادائیگی اور حفاظت کی تاکید ہے۔

حرص کی زیادتی

﴿یَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ﴾ (سورۂ مومن:۱۹)

''(اللہ تعالیٰ) جانتا ہے خیانت آنکھوں کی اور سینے جو کچھ چھپاتے ہیں۔''

یہ آیت سامنے آئی تو قبلہ نے فرمایا کہ شہوات نفسانی کے تحت وقت بے وقت صبر شرافت اور صحت کا لحاظ کئے بغیر جماع جیسے جائز فعل میں بھی زیادتی کی جائے تو حرص میں اضافے کے باعث یہ جذبہ بندے پر اس قدر غالب آجاتا ہے کہ آنکھ نامحرموں کی طرف اٹھنے لگ جاتی ہے، پھر دل انہیں چاہنے لگ جاتا ہے اور بندہ قلب ونظر کی اس خفی اور پوشیدہ برائی کی وجہ سے زنا جیسی عملی برائی اور قباحت تک جا پہنچتا ہے۔ لہٰذا جائز امور میں بھی قوائد صبر و شرافت پیش نظر رہنے چاہئیں، اور آنکھوں کی خیانت اور دل کی بددیانتی سے بچتے رہنا چاہئے۔

محصورین راہ خداوندی

﴿لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ یَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِیَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِیْمٰهُمْ لَا یَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا﴾ (سورۂ البقرہ:۲۷۲)

''(خیرات) ان فقیروں کے لیے ہے جو راہ خداوندی میں محصور ہو گئے اور زمین میں چلنے پھرنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ ان کے سوال نہ کرنے پر جاہل اور ناواقف ان کو غنی تصور کرتا ہے۔ تو ان کو ان کے چہرون سے پہچانتا ہے۔ وہ لوگوں

سے لپٹ کر نہیں مانگتے۔''

یہ آیت پڑھ کر قبلہؒ نے فرمایا کہ یہاں مانگنے والے فقراء اور بھکاری مراد نہیں ہیں بلکہ وہ لوگ مراد ہیں جو راہ خداوندی میں یوں محصور ہو گئے کہ دنیوی راہیں ان پر مسدود ہو گئیں' یعنی طلب مولا نے انہیں دنیوی امور سے معذور اور گوشہ گیر کر دیا' جو الحاح اور زاری سے نہ مانگنے کی وجہ سے ناواقفوں کو دولت مند اور غنی لگتے ہیں جبکہ وہ غنی ہوتے نہیں اور بقول قرآن کریم انہیں ان کی جبینوں اور پیشانیوں سے پہچانا جا سکتا ہے۔

قلب انسانی بطور وسیط

قبلہؒ نے فرمایا! راہ فقر میں جسم' قلب اور روح پر جو احوال گزرے ہیں اگر انہیں لکھنے بیٹھ جائیں تو ایک ضخیم کتاب بن جائے۔ فرمایا! دل بطور میڈیم اور وسیط ہے جو ایک طرف نفس اور دوسری طرف روح کے پرتو سے داغدار ہے اور ہر دو کی کھینچا تانی سے دو چار ہے۔ نفس عالم خلق کی اور روح عالم امر کی چیز ہے' گویا جن اور فرشتہ انسان میں برسر پیکار ہیں۔ اس حوالے سے انسان کا ایک ہاتھ جنود اللہ یعنی انبیاء اور اولیاء نے تھام رکھا ہے اور دوسرا ہاتھ ابلیس اور جنود ابلیس نے پکڑ رکھا ہے' یوں خیر وشر کے داعی اسے اپنی اپنی جانب بلانے اور کھینچنے میں مصروف ہیں' لہٰذا عاقل انسان کو انبیاء اور اولیاء کا ساتھ دینا چاہئے کہ یہی راہ فلاح ہے۔

ابن الوقت

لفظ ابن الوقت زیر بحث آیا تو فرمایا! حال کی دو کیفیات ہیں۔ ایک کیفیت خود بخود طاری ہوتی ہے اور اس میں صاحب حال بے اختیار ہوتا ہے۔ دوسری کیفیت خود بخود طاری نہیں ہوتی بلکہ اس میں صاحب حال باختیار ہوتا ہے اور وہ اپنی مرضی سے اپنے اوپر کیفیت حال طاری کر سکتا ہے۔ اس دوسری کیفیت والا صاحب حال ابن الوقت کہلاتا ہے۔

زیارتوں پر خواتین کی آمد

حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہ العزیز کے عرس کے موقع پر کسی نے اپنی والدہ

Marfat.com

کو لانے کے بارے میں اجازت طلب کی تو آپؒ نے منع کر دیا اور فرمایا! یہ کوئی فرض نہیں جس کے لیے عورتوں کا آنا ضروری ہو۔ یہ فرضیت محض حج تک محدود ہے۔ ایسے اجتماعات جن میں ان کی آمد و رفت بے ادبیوں اور قباحتوں کا باعث بنتی ہو تو ان میں ان کا نہ آنا بہتر ہے۔

شرط مراد براری

قبلہ فقیر صاحبؒ کے مخلصین نے سن رکھا تھا کہ کوئی شخص پہلی بار حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہ العزیز کے مزار اقدس کی زیارت کو آئے تو اللہ تعالیٰ زائر کی ایک آرزو پوری فرماتے ہیں اور آپ قدس سرہ کی روحانیت آنے والے کو کسی نہ کسی بشارت سے نوازتی ہے۔ اس سلسلے میں قبلہ فقیر صاحبؒ کے کسی مخلص نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ زائر کے ساتھ ایسی مہربانی کب ہوتی ہے؟ تو جواباً فرمایا کہ واپسی کے وقت زائر کے اعتقاد اور خیالات کو دیکھ کر ہوتی ہے۔ پھر اس ضمن میں صوفی محمد یار کا واقعہ سنایا کہ وہ مذکور روایت کے مطابق ایک آرزو پوری ہونے کے خیال کے تحت حضرت سلطان العارفینؒ کے دربار عالی پر بارہ روز تک مقیم رہا' اس کی خواہش تھی کہ وہ حضرت بادشاہ صاحب قدس سرہ کو خواب میں اسی شکل میں دیکھے جس میں انہوں نے زندگی گزاری تھی۔ اس کی یہ آرزو قیام کے دوران پوری نہ ہوئی تو اس نے شکوہ کیا کہ وہ سیم و زر کا طالب تو نہ تھا بلکہ ایک نیک خواہش لے کر آیا تھا جو پوری نہ ہو سکی اس حالت یاس میں وہ دربار سے واپس چل دیا۔ غالباً دیر سے چلنے کی وجہ سے اسے وہ رات گڑھ مہاراجہ کی کسی مسجد میں گزارنی پڑی۔ گڑھ مہاراجہ دربار شریف سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ اسی رات اس نے خواب میں حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کو ایک پلنگ پر تشریف فرما پایا۔ آپ قدس سرہ نے محمد یار سے فرمایا! لو بھئی ہمیں اصلی شکل میں دیکھ لو۔ آپؒ کو دیکھتے ہی محمد یار کی زبان پر قرآن کریم اور آنکھوں سے سیل اشک جاری ہو گیا۔ ان پڑھ ہونے کے باوجود وہ حالت رؤیاء میں الحمد سے لے کر والناس تک پورا قرآن پڑھ گیا۔ صبح کو وہ بیدار ہوا تو اس کی عجیب حالت تھی' جب بھی آنکھیں بند کرتا تو حضور سلطان صاحبؒ کو اپنے سامنے پاتا۔ گریہ کی وجہ سے اس کی آنکھیں سوج گئیں' پھر یہ ہر رات

Marfat.com

معمول بن گیا۔ باطنی حالت بہت اچھی ہو گئی تھی۔ کچھ عرصہ بعد سادہ لوحی اور کم علمی کے باعث اس حال کا کسی سے تذکرہ کر بیٹھا اور اسے بتایا کہ آگے ترقی نہیں ہو رہی۔ اس نے ترقی کے لیے عشق مجازی کرنے کا مشورہ دیا۔ ترقی کے شوق میں اس بے ہودہ مشورے پر عمل کر بیٹھا اور ایک ہندو عورت سے عشق لگانے کے چکر میں اس پاکیزہ دولت سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

لوح محفوظ اور دعا

دعا کے متعلق بات چلی تو قبلہؒ نے فرمایا کہ لوح محفوظ پر تو سب کچھ پہلے سے لکھا جا چکا ہے، اگر وہ دعا سے مٹ نہیں سکتا تو دعا کی ضرورت ہی کیا؟ پھر یہ آیتیں تلاوت فرمائیں۔

﴿وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ﴾ (بقرہ آیت:۱۸۶)

''جب میرے بندے میرے بارے میں تجھ سے سوال کریں تو میں نزدیک ہوں، جواب دیتا ہوں پکارنے والے کی پکار کی جب وہ پکارتا ہے۔''

﴿اَللّٰهُ یَجْتَبِیْۤ اِلَیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْۤ اِلَیْهِ مَنْ یُّنِیْبُ﴾ (شوریٰ:۱۳)

''اللہ کھینچ لیتا ہے اپنی طرف جس کو چاہتا ہے اور اپنی طرف ہدایت کرتا ہے جو رجوع کرتا ہے۔''

مذکور آیات پر توجہ دلا کر فرمایا کہ دعا قبول ہو کر تقدیر کی تبدیلی کا باعث ہو سکتی ہے ورنہ دعا کی دعوت نہ دی جاتی۔ فرمایا! باطنی اولوالامر لوگ عالم امر کے ماموروں کو بفضل خداوندی یوں تبدیل کرتے ہیں جیسے دنیوی اور ظاہری بادشاہ دستور اور قانون کو بالائے طاق رکھ کر اپنی مرضی سے بعض کام کرواتے ہیں جبکہ عوام و رعایا کو مسلوں اور اسٹامپوں کے قانونی بکھیڑوں سے گزرنا پڑتا ہے۔

مجمع کی دعا قبول ہونے کے عام خیال کے بارے میں فرمایا کہ اس کا یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ کوئی مقبول خدا بندہ مجمع میں موجود ہو جس کی دعا اجابت و قبولیت کی حامل ہو ورنہ تماش بین اور غافلین کی بھیڑ میں ایسی برکت کیونکر ہو سکتی ہے۔

Marfat.com

نجات اخروی کا دارومدار

مردہ دل اور عشق حقیقی سے محروم لوگوں کا ذکر چلا تو قبلہؒ نے فرمایا کہ ان لوگوں کے انجام اچھے نہیں ہیں۔ پھر ﴿ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ﴾ (روم آیت: ۳۲) ہر گروہ جو کچھ اس کے پاس ہے اس پر خوش ہے۔"

﴿ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴾ (سورۂ کہف: ۱۰۴)

"وہ لوگ جن کی کوشش کھوئی گئی دنیا کی زندگانی میں وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ اچھا کام کرتے ہیں۔"

پڑھ کر فرمایا کہ کسی کا خود کو برحق تصور کر لینا اور اپنی جگہ خوش ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ اس کی نجات بھی ہو جائے گی۔ غلط راستے پر چلنے والا بھی خود کو ٹھیک تصور کر کے سفر اور محنت کرے پھر انجام کار اسے اپنی غلطی کا احساس ہو تو قصور کس کا؟ فرمایا! اس امتحان کے سارے راز انسانی سمجھ سے بالا ہیں۔ امتحان کا تقاضا ہی کچھ ایسا ہے۔ ممتحن سوالات مشکل دیتا ہے اسے امیدواروں کی کامیابی اور ناکامی سے دلچسپی نہیں ہوتی' البتہ اساتذہ اپنے شاگردوں کے لیے فکرمند رہتے ہیں۔

فرمایا! ایک شخص مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوا جبکہ اس کا حال یہ ہے کہ اس کی زندگی اسلام پر ایک دھبہ ہے' وہ خدا اور رسول کو رسماً مانتا ہے اور وہ پوری طرح دنیوی ہوس کی لپیٹ میں ہے تو ایسے شخص کے اسلام کو کیونکر کافی سمجھا جا سکتا ہے جبکہ حکم قرآنی ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ﴾ (نساء: ۱۳۶)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو ایمان لاؤ ساتھ اللہ اور اس کے رسول کے۔"

مقصد یہ کہ اس شخص کا اسلام قابل قبول ہوگا اور اسی کا ایمان نجات اخروی کا باعث بنے گا جو ایمان لایا' اور اس نے جسم و جاں سے اس کے لوازمات و شرائط کو پورا کیا۔ فرمایا زبانی جمع خرچ اور رسمی دعووں کو کافی جان لینا عقل مندی نہیں۔

Marfat.com

زن وفرزند کی رفاقت

زن وفرزند کو چھوڑنے اور نفس کو قتل کرنے والے معاملے کی وضاحت چاہی تو قبلہؒ نے فرمایا کہ حقائق کو سمجھنے میں لوگ غلطی کر جاتے ہیں اور استعاروں میں اصل مفہوم تلاش کرنے کی بجائے لوگ ان کو من وعن منطبق کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ فرمایا! نفس راہ مولا میں سواری کا کام دے سکتا ہے۔ سواری کو سدھانا مقصود ہے مارنا نہیں۔ اور زن وفرزند اس سلسلے میں بہترین پشت پناہ اور رفیق ثابت ہو سکتے ہیں اگر ان پر یہ بلند مقصد واضح کر کے انہیں رفاقت پر آمادہ کر لیا جائے۔ مسکرا کر فرمایا! شیطان بغیر زن وفرزند کے تھا پھر بھی مردود ہوا جب کہ حضرت آدمؑ زن وفرزند کے حامل تھے تب بھی مقبول ٹھہرے۔ پھر یہ شعر دہرایا۔

گر حیات خویش خواہی نفس راگردن بزن
گر وصال یار خواہی ترک کن فرزند وزن

مطلب یہ کہ اگر تو اپنی حقیقی زندگی کا آرزومند ہے تو نفس کو قتل کر دے اور اگر تو دوست کی ملاقات چاہتا ہے تو فرزند وزن کو چھوڑ دے۔

فرمایا! اس شعر کے مقابلے میں حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کا یہ شعر زیادہ معتبر اور صادق ہے۔

گر حیاتِ خوش بخواہی نفس باخود کن رفیق
مال وزن فرزند بہتر و اصلاں در ایں طریق

مقصد یہ کہ اگر تو خوشحال زندگی کا طالب ہے تو نفس کو اپنا رفیق اور دوست بنا نیز واصلان کے لیے راہ مولا میں مال اور بیوی بچے بہتر ثابت ہو سکتے ہیں۔

ایک موقع پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذبیحے اور قربانی والے قصے کی باطنی توجیہہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سے بچہ نفس کی قربانی اور ذبیحہ بھی مراد ہے۔ محض بکرے وغیرہ کی قربانی کھا کھلا کر بہشتی سواری کا امیدوار ہو رہنا عقل مندی نہیں۔ فرمایا! یہاں بھی بچہ نفس کو قتل کرنا مقصود نہیں بلکہ اس کے منفی اور بہیمی خواہشات وجذبات کو ترک کرنا ہے۔

Marfat.com

غیر مختتم راستے

جلدی توجہ دینے کی بات چلی تو فرمایا کہ وقت سے پہلے باطنی توجہ دینے سے طالب کو نقصان تو نہیں پہنچتا البتہ کوئی بے نصیب ناپختگی اور کم فہمی کے باعث اس سے بہرہ ور نہ ہو سکے تو یہ اور بات ہے۔

فرمایا! اللہ تعالیٰ کا راستہ غیر مختتم اور لازوال ہے جس پر چلنے والا اپنی استعداد کے مطابق ضرور فائدہ اٹھاتا ہے اور یکسر فیض سے محروم نہیں رہتا۔

مزارات اولیاء سے ضد

اخبار میں کسی بڑے سیاسی لیڈر کے مقبرے کی تعمیر کے سلسلے میں محض ڈیزائنوں اور ڈیزائنروں کے معاوضوں پر اٹھنے والی خطیر رقم کا پڑھ کر فرمایا کہ اولیاء اللہ کے مخالفین اس قسم کی فضول خرچی اور اسراف پر توچیں بجبیں نہیں ہوتے لیکن اولیاء اللہ کے مزارات کی تعمیر و تزئین کے خلاف بولتے اور زہر اگلتے رہتے ہیں۔ فرمایا! لگتا ہے انہیں صرف اولیاء اللہ کے مزارات سے ضد اور چڑ ہے۔

علمائے امتی

علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل یعنی میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہوں گے۔''

یہ حدیث زیر بحث آئی تو فرمایا کہ گزشتہ مذاہب اور ادیان وقت گزرنے پر جب خلط ملط ہو جایا کرتے تو نئے نبی آ کر انہیں درست کیا کرتے جبکہ نبوت کے خاتمے کے باعث حضور علیہ السلام کے بعد اس امت کے علماء احیاء دین کا فرض ادا کرتے ہیں۔ تاہم یہ فرض جاہل علماء نہیں بلکہ اللہ والے علماء ادا کرتے ہیں۔ پھر آپ نے یہ حدیث دہرائی۔ اتقوا عالم الجاھل عالم اللسان وجاھل القلب یعنی عالم جاہل سے بچو' جو زبان کا عالم ہو اور دل کا جاہل ہو'' گویا زندہ زبان لیکن مردہ دل عالم کا شمار جاہل علماء میں ہوتا ہے۔ اللہ والے علماء سے مراد امت محمدیہ علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کے ذاتی فقراء ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ذاتی انوار

Marfat.com

دیدار سے مشرف ہوتے ہیں۔

جنات و ملائکہ کے جہان

قبلہؒ نے فرمایا! ایک بار حضرت میاں میر صاحب لاہوریؒ کی آنکھیں دکھنے آ گئیں۔ بات آپریشن اور جراحی تک جا پہنچی' جس میں آنکھ کی ضیاع کا اندیشہ بھی تھا۔ آپؒ کے ایک مرید نے عرض گزاری کہ وہ کسی فرشتے سے اس کا علاج دریافت کرے گا۔ فرشتے نے کسی بوٹی کا پانی بتایا جس کے استعمال سے آنکھوں کو آرام آ گیا۔ کسی نے حضرت میاں میر صاحبؒ پر اعتراض کیا کہ آپ نے خود فرشتے سے کیوں نہ دریافت کر لیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ وہ مرید آج کل عالم ملکوت سے متعلق ہے اس لیے اس نے پوچھ لیا' جبکہ ہم اوپر کی منزل سے نیچے اتر کر پوچھنا مناسب نہ سمجھتے تھے۔

اس ضمن میں قبلہ فقیر صاحبؒ نے اپنے بارے میں بتایا کہ جن دنوں ہم عالم ناسوت میں تھے تو جنات سے بہت تعلق اور واسطہ رہا لیکن اب اس خطرناک اور ناقص مقام میں جانا پسند نہیں کرتے۔ فرمایا! طالب کو اس مقام سے بھی گزرنا پڑتا ہے۔ اور بعض طالب تو اس مقام میں سالہا سال تک اٹکے رہتے ہیں۔ البتہ مرشد کامل ہو تو وہ اس عالم سے جلد نکال لیتا ہے۔ فرمایا! اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لیے کئی عوالم اور مقامات سے گزرنا پڑتا ہے' پھر اگر کوئی سعادت مندان کٹھن اور مشکل مراحل سے گزر کر اس ذات تک جا پہنچے تو فرشتے اس کی ہمت پر عش عش کرتے ہیں۔

نوری' ناری قوتیں

قبلہؒ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ نے چیزوں کو جوڑوں اور زوجین کی صورت میں پیدا فرمایا۔ نور کے مقابلے میں نار' فرشتوں کے مقابلے میں جنات اور ارواح طیبہ کے مقابلے میں ارواح خبیثہ کو پیدا فرمایا جن کا وجود مشہور واقعات و روایات سے ثابت ہے۔

اس سلسلے مین ایک ہندو سادھو کا واقعہ سنایا۔ وہ ایک انڈین سول سروس کے انگریز افسر کے بنگلے کے باہر دھرنا مار کر بیٹھ گیا۔ انگریز افسر کی ہندو ملازمہ اس کے بچوں کو لے کر باہر نکلی

Marfat.com

تو بچے بھبوت ملے سادھو کو دیکھ کر ڈر گئے۔ ملازمہ نے میم صاحبہ کو جا کر بتایا تو اس نے سادھو کو اٹھ کر چلے جانے کا کہا لیکن وہ نہ مانا۔ اس پر میم نے ملازموں کے ذریعے اسے زبردستی اٹھوا دیا۔ ہندو ملازمہ کمزور اعتقاد کی مالکہ تھی اور یہ سب کچھ چونکہ اس کی اطلاع پر ہوا تھا لہٰذا وہ خوف کی وجہ سے سادھو کے ہاں معافی مانگنے کے لیے جا پہنچی۔ سادھو نے اسے کہا کہ اگر وہ میم کے سر کا ایک بال لے آئے تو اسے معافی مل سکتی ہے۔ ملازمہ نمک حرامی بھی نہ کرنا چاہتی تھی اور معافی بھی چاہتی تھی' لہٰذا اس نے میم کے سر کے بال کی بجائے اس کے ڈرائینگ روم کے غالیچے کا بال لا کر سادھو کو دے دیا جو میم کے بالوں کے ہمرنگ تھا۔ ایک روز میم اپنے ڈرائینگ روم میں اخبار پڑھ رہی تھی کہ اچانک اس کی چیخ بلند ہوئی۔ گھر کے افراد بھاگم بھاگ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ میم نیچے گری پڑی ہے' سامان الٹا پڑا ہے اور غالیچہ غائب ہے۔ گھر والے حیران تھے تاہم ملازمہ معاملے کی تہہ تک پہنچ گئی۔ اس نے گھر والوں کو واقعہ بتایا اور کہا اگر اس روز وہ سادھو کو میم صاحبہ کے سر کا بال دے دیتی تو آج غالیچے کی بجائے میم صاحبہ غائب ہوتیں۔

فرمایا! یہ سادھو کے سفلی کلام اور عمل کا اثر و نتیجہ تھا۔ وہ میم سے اپنی بے عزتی کا بدلہ لینا چاہتا تھا لیکن اصلی بال نہ ہونے کے باعث وہ بچ گئی۔ فرمایا! نوری و ناری دونوں طاقتیں کار فرما ہیں۔ اسی طرح کرامت کے مقابلے میں استدراج روبہ عمل ہے۔

قرآن کریم کا تاثیری پہلو

قرآن کریم کی عظمت کا ذکر چلا تو قبلہؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ رحمٰن کے شروع میں الرحمن علم القرآن فرما کر قرآن کریم کو اپنے انعامات میں سرفہرست رکھا' اور سورہ مزمل میں اسے قولا ثقیلا یعنی بھاری قول سے تعبیر فرمایا۔ احادیث کے ذریعے بھی اس کی کاملیت اور قدر و قیمت کا احساس کروایا گیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے کہ ''جسے قرآن مجید نے مستغنی نہ کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

فرمایا! اگر پاک زبان سے نوری قرآں پڑھا جائے تو اس کی طاقت اور اثر کا پتہ چلتا ہے' جیسے کارتوس کو ہاتھ سے پھینکیں تو موثر نہیں ہوتا' لیکن بندوق سے فائر کریں تو اس کی

Marfat.com

کارکردگی کا پتہ چلتا ہے۔

فرمایا! قرآن کریم کے تاثیری پہلو سے بے بہرہ اور ناواقف لوگوں نے اسے مخلوق سمجھنا اور کہنا شروع کر دیا' اور امام احمد بن حنبلؒ جیسے بزرگ کو اسے مخلوق نہ کہنے پر معتزلہ کے ہاتھوں کوڑے کھانے پڑے۔ ایسے لوگ قرآن مجید کی زبانی تلاوت اور اس کے دم تعویز کو بے فائدہ اور غیر موثر جانتے ہیں' حتیٰ کہ بوعلی سینا جیسا بڑا حکیم بھی قرآن پاک کے تاثیری پہلو کا منکر تھا۔ اس کے کسی ہم عصر بزرگ کو حکیم صاحب کے اس عقیدے کا علم ہوا تو انہوں نے اسے قائل کرنے کی غرض سے اپنے ہاں مدعو کیا۔ دعوت میں اور لوگ بھی شامل تھے۔ دعوت کے بعد اس بزرگ نے برسر محفل حکمت کے حوالے سے حکیم صاحب کی تعریف شروع کر دی جس سے اس کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا۔ پھر بزرگ نے کہا کہ حکیم صاحب میں ایک برائی ہے کہ وہ قرآن کے تاثیری پہلو کا انکار کرتے ہیں' یہ سن کر حکیم صاحب کا چہرہ اتر گیا۔ محفل ختم ہوئی اور لوگ جانے لگے تو بزرگ نے حکیم صاحب کو روک لیا۔ لوگ جا چکے تو بزرگ نے حکیم صاحب سے کہا کہ میرے کلام کا فوری اثر آپ نے دیکھا کہ تعریف پر آپ کا چہرہ کھل اٹھا اور ہجو پر اتر گیا۔ حکیم صاحب نے اس کا اعتراف کیا تو بزرگ نے فرمایا! جب میرے کلام کے اثر کا آپ کو اعتراف ہے تو کلام الٰہی کے اثر کا آپ کیسے انکار کرتے ہیں۔ اس جملے پر حکیم صاحب کی آنکھیں کھل گئیں۔

فرمایا! قرآن کریم کی تفسیر اور تشریح اگر غلط کر لی جائے اور اپنی رائے اس میں شامل ہو جائے تو یہ یضل بہ کثیرا کے مصداق گمراہی کا باعث ہو سکتا ہے جبکہ تاثیری پہلو ایسے خدشات سے ماوراء ہے۔ پھر اگر کوئی نیک بخت قرآن خوانی کے تاثیر کے نتیجے میں نزول ارواح و ملائکہ کو بارہا دیکھ چکے تو وہ مادہ پرستوں کے کہنے پر اس کے اثر کو کیونکر جھٹلائے۔

اللہ تعالیٰ کی حضور علیہ السلام سے محبت

اللہ تعالیٰ کی حضور علیہ السلام سے محبت کی بات چلی تو قبلہؒ نے فرمایا کہ عوام شان مصطفائی اور حقیقت محمدی ﷺ سے آشنا نہیں۔ جیسے آدمی کو مینڈک سے محبت نہیں ہو سکتی یونہی باری تعالیٰ بھی مٹی پر یعنی حضور ﷺ کے ظاہر پر عاشق نہیں ہو گئے بلکہ یہ مماثلت صفاتی والا معاملہ

Marfat.com

ہے۔ مقصد یہ کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی صفات کا آئینہ اتم ہیں۔ اسی آئینے میں مولا کریم اپنے نور کو ملاحظہ فرما کر خوش ہوئے' جیسے بندہ آئینے میں اپنی صورت دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ خلق اللہ اٰدم علیٰ صورتہٖ یعنی اللہ نے آدمؑ کو اپنی صورت یعنی صفات پر تخلیق کیا۔'' اسے پڑھ کر فرمایا کہ یہ اسی حقیقت پر دال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی قسم کھائی ہے۔ فرمایا ﴿لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾ (حجر: ۷۲) یعنی قسم ہے تیری زندگی کی' تحقیق وہ اپنی مستی میں سرگردان ہیں۔'' اس آیت میں بھی اسی محبت والے تعلق اور راز و نیاز کی جانب اشارہ ہے۔ لولاک لما خلقت الافلاک یعنی اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم! اگر تجھ کو پیدا نہ کرتا تو آسمانوں کو بھی تخلیق نہ کرتا۔'' اس کلام میں بھی مرموز کنایات اور پوشیدہ اشارات اسی حقیقت پر گواہ ہیں۔ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَه (مائدہ:۵۴) یعنی اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔ فرمایا! اس قسم کی آیات تو اللہ تعالیٰ کی مومنوں سے محبت کی بھی شاہد ہیں۔ فرمایا! حدیث شریف ابیت عند ربی ھو یطعمنی ویسقینی سے بھی اللہ تعالیٰ کی حضور علیہ السلام سے محبت اور تعلق کا اندازہ ہوسکتا ہے جس کے معنی ہیں ''میں اپنے رب کے پاس رات گزارتا ہوں' وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔''

فرمایا! ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر قبرستان کی جانب روانہ ہوئے۔ تحقیق حال کی غرض سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی آپ علیہ السلام کے پیچھے چل دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم روتے جاتے تھے اور زبان مبارک پر سجد لك سوادی وعرف لك فوادی کی تسبیح جاری تھی۔ جس کے معنی ہیں کہ میرے ظاہر وجود نے تجھے سجدہ کیا اور میرے قلب نے تجھے پہچانا۔'' فرمایا! یہ سب باتیں محبت کی غماز ہی تو تھیں۔

نبوت و ولایت کا خاص پہلو

قبلہؒ نے فرمایا! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چالیس برس تک تیار کرنے' سینہ مبارک چاک کرنے' اس میں نور بھرنے کے واقعات آپ علیہ السلام کا وہ خاص پہلو ہے جسے مادہ زدہ لوگ اور پروٹسٹنٹ قسم کے فرقے فراموش کر بیٹھے ہیں' جیسے کفار کہا کرتے تھے مال ھٰذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق (فرقان۔ آیت:۷) 'اس پیغمبر کو کیا ہے کہ کھانا کھاتا

ہے اور بازاروں میں چلتا ہے۔'' ان ظاہر بینوں نے بھی اسی قسم کے مغالطے میں پڑ کر آپ علیہ السلام کو عام انسانوں کے برابر لا کھڑا کرنے کی کوشش کی۔

فرمایا! ولایت کے مراحل سے گزرنے والے کو اس خاص پہلو اور نبوت کی حقیقت کا کسی قدر اندازہ ہو سکتا ہے جبکہ جناب غوث اعظم قدس سرہ العزیز جیسے مادر زاد ولی اللہ کو ان حقائق کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ ایسے پیدائشی اولیاء کسی قدر ملتے جلتے حالات سے دو چار ہوتے ہیں اور انہیں اپنے کام اور منصب کا شروع سے علم ہوتا ہے۔ پھر فرمایا! مجھے دعویٰ ولایت بھی نہیں پھر بھی جن حالات سے بچپن سے دو چار چلا آیا ہوں ان سے انبیاء اور اولیاء کے حالات و کیفیات کا اندازہ ہوتا ہے۔ نیز ان میں اور عام انسانوں میں جو فرق ہے اس کا پتہ چلتا ہے۔ فرمایا! جیسے مٹھی بھر گندم سے خرمن اور ڈھیر کا اندازہ ہوتا ہے یونہی صاحب ولایت شان نبوت سے واقف ہوتا ہے۔ نبی کی طرح ولی کو بھی اپنی استعداد و حیثیت کے مطابق ان باطنی راستوں اور منزلوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ نبی کو وحی ہوتی ہے جبکہ ولی کو الہام ہوتا ہے۔ ان چیزوں کا دل پر القاء ہوتا ہے پھر زبان پر اجراء ہوتا ہے' پھر یہ چیزیں بھولتی نہیں۔

سونے پہ سہاگہ

فرمایا! مقام طریقت بڑا بوجھل مقام ہے۔ اکثر لوگ یہاں شریعت چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ مرتبہ فنا فی الشیخ کے حاملین ان حالت سے دو چار ہوتے ہیں' بنابریں اس مرتبے میں رہ جانا ٹھیک نہیں بلکہ فنا فی الرسول کے مقام تک پہنچنے کی تگ و دو کرنی چاہئے' یہ مقام افضل و احسن بھی ہے اور اس میں آدمی شریعت پر بھی کاربند رہتا ہے۔

فرمایا! محض ظاہر پر اکتفا کر لینا بھی دانشمندی نہیں' اس سے آگے بڑھنے کا جذبہ بھی ہونا چاہئے۔ فردا کی امید پر بیٹھ رہنے سے راہ محبت میں چل پڑنا بہتر ہے۔ مختصراً یہ کہ شریعت و طریقت ساتھ ساتھ رہیں تو سونے پہ سہاگے کی مصداق ہیں۔

سلب کی وجہ

یہ سوال زیر بحث آیا کہ مرشد بعض اوقات طالب کو کچھ عطا کر کے واپس کیوں لے لیتا ہے۔ جواباً فرمایا کہ بعض طالبوں کو جب مرشد کی توجہ اور مہربانی کے نتیجے میں کشف و کرامات

Marfat.com

کی صلاحیت حسب استعداد حاصل ہو جاتی ہے تو وہ ان امور کا اظہار فخریہ اور متکبرانہ انداز میں برملا شروع کر دیتے ہیں جبکہ تکبر نہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہے نہ مرشد کامل کے ہاں۔ لہٰذا ایسے طالب سلب ہو جاتے ہیں۔

ہدایت یافتگان کی معیت

بات چلی کہ انبیاء اور اولیاء تو اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم کے حامل ہوتے ہیں مگر عام لوگ جو اللہ تعالیٰ کی طلب کا جذبہ لے کر اٹھتے ہیں ان کا کیا بنے گا؟ جواب میں قبلہؒ نے فرمایا کہ عام لوگ ان خاص لوگوں کی رفاقت اور معیت کی وجہ سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو قرآن کریم میں ان لوگوں کا ساتھ دینے کی دعوت نہ دی جاتی۔ مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ مقناطیس میں مقناطیسیت قدرتی طور پر موجود ہوتی ہے جبکہ عام لوہا اس وصف سے عاری ہوتا ہے۔ اگر لوہے کو مقناطیس کے ساتھ رگڑا جائے تو اس میں بھی قوت کشش اور مقناطیسیت پیدا ہو جاتی ہے۔ فرمایا! پیدائشی ولی ہونا تو بڑی خوش بختی ہے تاہم ان کی معیت اور اتباع سے کسبی ولایت حاصل ہو سکتی ہے۔

﴿فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ○ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ﴾ (فجر:۳۰)

''یعنی میرے بندوں میں شامل ہو کر میری جنت میں داخل ہو جاؤ۔''

یہ آیتیں پڑھ کر فرمایا کہ یہاں بندوں میں شامل اور داخل ہونے سے مراد انبیاء اور اولیاء کی صحبت و رفاقت ہے جن کے فیض، رہبری اور تربیت کے باعث جنت میں داخلے کا امکان ہے، لیکن اس سلسلے میں نیت کی سچائی ضروری اور پہلی شرط ہے کہ خالق و مالک کے پیش نظر نیت و ارادہ ہوتا ہے۔

﴿یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرٰبًا﴾ (نبا:۴۰)

''یعنی کاش کہ میں مٹی ہوتا۔''

یہ آیت پڑھ کر فرمایا کہ جن لوگوں نے انبیاء اور اولیاء کی رفاقت کو نظر انداز کیا ہو گا وہ آخرت میں ان کے مراتب کو دیکھ کر حسرت و یاس سے کہیں گے کہ کاش وہ ان لوگوں کے پیروں کی خاک ہوتے یعنی ان سے متکبرانہ اعراض نہ کرتے، ان کی تقلید کرتے اور بتقاضائے

Marfat.com

ادب ان کی خاک پا کو سروں پر رکھتے۔ پھر فرمایا کہ غفلت و گناہ کا سارا بوجھ پیرومرشد پر ڈال دینا اور خود عیسائیوں کی مثل ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ رہنا بھی غلطی اور گمراہی ہے۔ خود بھی حتی المقدور کچھ نہ کچھ کرتے رہنا چاہئے۔

فرمایا! شیطان شرک اور توحید کے حوالے سے بڑے مغالطے میں رکھتا ہے۔ آدمی کو غرور و استکبار میں مبتلا کر کے انبیاء اور اولیاء سے دور اور بدگمان رکھتا ہے اور اسے موحد ہونے کا یقین دلاتا رہتا ہے۔ حالانکہ قرآن کریم میں نبیین، صدیقین، شہداء اور صالحین کو اچھے رفقاء کے القاب سے یاد کیا گیا ہے۔

فرمایا! قرآن کریم میں شرک سے بچنے کی بڑی تاکید اور تکرار موجود ہے۔ اس کا حقیقی مفہوم یہی ہے کہ جہاں ماسویٰ اللہ مقصود ہے وہاں شرک ہے خواہ وہاں نوافل و تسبیح کا اہتمام بھی ہو۔ مطلوب اگر اللہ تعالیٰ کی ذات ہے تو یہ عین توحید ہے۔ ہم نے یہی سمجھا اور جانا ہے۔ سو نبیین، صدیقین، شہداء اور صالحین کی رفاقت کی ضرورت بھی اللہ تعالیٰ کے حصول اور وصول کے لیے ہے۔ جب منزل و مقصد ذات خداوندی ہے تو یہی توحید ہے جبکہ راستے کے مذکورہ رفیق اس ذات تک پہنچنے کے ذرائع اور وسائل ہیں۔

خودی کا مفہوم

فرمایا! خودی سے مراد ضمیر، ذات، نفس بھی ہے اور اس سے مراد خود بینی، تکبر اور غرور بھی ہے۔ ضمیر اور ذات والی خودی کو ترقی دینا چاہئے اور خود بینی، تکبر والی خودی کی نفی اور تردید کرنی چاہئے کہ یہ شیطانی خودی ہے۔ ضمیر اور ذات باقی رہنے والی چیز ہے اور اسی کی بلندی اور ترقی مقصود ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اسی خودی کو بلند کرنے اور اپنانے کی تلقین کی ہے۔ اسی کی معرفت سے معرفت خداوندی حاصل ہوتی ہے۔

کلید باطنی

کلید باطنی کی اصطلاح زیر بحث آئی تو قبلہؒ نے فرمایا کہ یہ ایک طرح کا باطنی اجازت نامہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی منظوری سے کسی اہل کو عطا ہوتا ہے۔ فرمایا! جب حضرت غوث

پاک قدس سرہ العزیز سے صلوٰۃ الکبریٰ کی کلید عطا ہوئی تو یہ نوری حروف سے تحریر لائسنس کی مانند اجازت نامہ تھا۔ جب حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز نے کلید مرحمت فرمائی تو اس کی صورت یوں تھی کہ لطیف وجود مادی وجود سے برآمد ہوا۔ اس نے اپنی زبان سے پہلے درود شریف، پھر سورہ فاتحہ پھر درود شریف پڑھا اور یہ پوچھ کر کہ کہاں جانا ہے لے اڑا۔ تب سے یہ لطیف جثہ مادی جثے سے نکل نکل کر روحانی اہل قبور سے مل رہا ہے۔

کلید اور قفل کی مزید تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ تصوف کی اصطلاحات عجیب اور پر معنی ہیں۔ جس طرح ایک اجازت یافتہ اسٹامپ نویس اور عرائض نویس کا لکھا ہوا دفاتر سرکار میں مقبول ہوتا ہے اور ہمارا بہت صاف اور خوش خط لکھا ہوا بھی معتبر نہیں ہوتا یونہی کلید بھی عامل کامل کی دلی اور قلبی اجازت کا نام ہے جو روحانی دنیا میں کارآمد ثابت ہوتی ہے جبکہ ناقص کی ہزار اجازتیں بھی بے کار اور لاحاصل ہوتی ہیں۔ قفل کے بارے میں فرمایا کہ اس سے مراد عطا شدہ خزانے کا تحفظ ہے کہ کوئی اسے سلب نہ کر سکے۔ فرمایا! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کلیدات کا خزانچی جناب غوث پاک قدس سرہ العزیز کو مقرر کر رکھا ہے۔ جناب غوث پاکؒ بھی چونکہ محوذات رہتے ہیں اس لیے انہوں نے یہ فرض دیگر اولیاء کو سونپ رکھا ہے۔ لہٰذا حضرت غوث الثقلینؒ کلید عطا فرمائیں یا ان کے نائبین ایک ہی بات ہے۔ فرمایا! جب نبی اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہوتا ہے تو یہ اس کا رتبۂ ولایت ہوتا ہے اور جب مرجوع بن کر تلقین خلق میں مصروف ہو جائے تو یہ کار نبوت ہے، لیکن جو لطف استغراق حق میں ہے وہ تلقین خلق میں نہیں۔ فرمایا! خیال ایک وقت میں ایک ہی طرف رہ سکتا ہے۔ فرمایا! ایک بار باطن میں مجھے جناب غوث پاک قدس سرہ العزیز نے نور الہدیٰ شریف پڑھنے کی تاکید اور اجازت مرحمت فرمائی۔

ہر شب شب قدر

اخبار میں کسی دنیا دار کے جنازے کی تصویر اور اس میں لوگوں کا ہجوم دیکھ کر فرمایا! کہ دنیا داروں کے جنازوں میں بے پناہ خلقت کی شمولیت سے ان کے گناہوں اور غفلت باللہ کی تلافی نہیں ہو جاتی اور نہ ہی یوں ان کی نجات ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

پھر فرمایا! کہ حقیقی شب معراج اور شب قدر اپنے وقت پر خاص ہستیوں کے ساتھ گزر چکیں، اب تو محض ان کی یاد منائی جاتی ہے، البتہ دل درد اور تڑپ سے آشنا ہو کر زندہ ہو جائے تو ہر شب شب قدر ہو جاتی ہے، پھر ان حقائق کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے۔

باطنی رہبری کی اہمیت وضرورت

﴿وَ الَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ (العنکبوت:۶۹)

''اور جن لوگوں نے ہماری راہ میں محنت کی ہم ان کو اپنی راہ دکھائیں گے''۔

﴿سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْۤ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ اَوَلَمْ یَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ﴾ (حم سجدہ: آیت:۵۳)

''جلدی ہم ان کو انفس وآفاق میں نشانیاں دکھلائیں گے تا کہ ان پر ظاہر ہو جائے کہ وہ حق ہے''۔

مذکور آیات کو پڑھ کر قبلہؒ نے فرمایا! ان سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ آیات باطنی حوالے سے نظر آتی ہیں جن سے باطن مطمئن ہوتا ہے اور راہ طریقت کا راہی اس راستے کو طے کر پاتا ہے۔ جو بن دیکھے اس راہ پر چلے، مشقت بھی اٹھائے اور منزل پر نہ پہنچ سکے تو یہ امر باعث حیرت نہیں ہونا چاہئے۔ جب دنیوی امور میں کوئی شخص بغیر راہبر واستاد کے منزل ومقصد سے دور جا پڑتا ہے پھر اس کے شکوے کو بھی بے جا تصور کیا جاتا ہے تو دین کے باطنی اور حقیقی پہلو سے رہبر واستاد کے بغیر اگر کوئی دور جا پڑے تو ناکامی پر اس کا رونا پیٹنا لائق اعتنا نہیں سمجھا جائے گا کہ یہی ضابطہ ظاہر وباطن میں کارفرما ہے۔

فرمایا! اہل اللہ اور فقراء کو اللہ تعالیٰ کی سچی محبت اور مقررہ ضابطے کی پابندی نے سیدھے راستے پر چلایا جس کے نتیجے میں وہ منزل حقیقت سے ہم کنار ہوئے۔ اس طبقے کے علاوہ باقی فرقے محض مدعی بنے رہے لہٰذا ہر فرقہ خودساختہ ضابطوں کے سبب کہیں نہ کہیں مادیت کا شکار ہو گیا جس کا اسے احساس بھی نہ ہو سکا۔

Marfat.com

سچی طلب اور کوشش

انتظار شہپر توفیق بردن کاہلی است
خویش را افتاں و خیزاں برسر منزل رساں

''توفیق کے پروں کا منتظر رہنا کاہلی اور سستی ہے' خود کو گرتے پڑتے منزل پر پہنچانا چاہئے۔''

حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کے حوالے سے یہ شعر پڑھ کر فرمایا' کہ خود کوشش نہ کرنا اور محض اس آسرے اور امید پر رہنا کہ مرشد سب کچھ کر دے گا درست نہیں۔ اناڑی اور غیر تیراک اگر تیراک کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اس کا سہارا لے لے تو اس کو ساتھ ساتھ خود بھی ٹانگیں ہلاتے رہنا چاہئے تاکہ جلدی پار ہو سکے۔ مٹی کے تودے کی طرح بوجھ بن کر لٹک نہیں جانا چاہئے۔ فرمایا! مرشد کو کچھ دینے میں خود بھی فائدہ پہنچتا ہے مگر لینے والے میں صلاحیت' شوق اور سچی طلب ہونی لازمی ہے۔

حیوانیت سے انسانیت میں دخول

﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ﴾ (ابراھیم:۷)
''اگر تم شکر کرو تو تم کو زیادہ دوں گا۔''

اس قرآنی وعدے کو پڑھ کر قبلہ ؒ نے فرمایا! کہ اس سے مادی دولت میں اضافہ مراد نہیں' یہ تو مفت کا بوجھ ہے اور کفار و مشرکین کے ہاں اس کی فراوانی ہے حالانکہ وہ شکر بھی ادا نہیں کرتے' بلکہ مراد یہ ہے کہ شکر کرنے والا حیوانیت سے نکل کر انسانیت میں داخل ہو جاتا ہے جو حقیقی اضافہ اور عطا ہے۔

اذا ذکرتنی شکرتنی جب تو نے مجھے یاد کیا تو میرا شکر ادا کیا۔'' پڑھ کر فرمایا کہ اس حدیث کی رو سے کسی نے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا تو اس نے گویا اس کا شکر ادا کیا۔ لہٰذا اسے بطور انعام حیوانیت سے انسانیت کی طرف ترقی دے دی گئی۔ فرمایا! اس سے مراد رسمی شکر اور نتیجے میں پیسے ٹکے کا بڑھنا مراد نہیں۔ انبیاء اور اولیاء جو شکر گزاری میں جملہ مخلوق سے بڑھ کر ہیں

ان کو بدلے میں مادی دولت سے مالا مال نہیں گیا گیا بلکہ ان کی دولت معرفت وحقیقت میں زیادتی کی گئی۔ حقیقت ومعرفت تک رسائی علم وعقل کا خاصہ ہے جو انسانی وصف ہے نہ کہ حیوانی۔ حیوان ناطق اس ترقی سے بغیر حقیقی ذکر وشکر کے محروم رہتا ہے اور وہ معنوی وحقیقی انسانیت میں داخل نہیں ہو پاتا۔

یہ سودا اتنا سستا نہیں

رحمانیہ ٹیکسٹائل ملز‘ فیصل آباد میں قیام کے دوران ایک بار فرمایا! کہ مل میں سینکڑوں مزدور معمولی اجرت کے لیے تمام رات جاگ کر گزار دیتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے ایک رات کا جاگنا ان کے لیے ممکن نہیں۔ فرمایا! دنیا دار لوگ دین کے معاملے میں ایسی ہی سوچ کے حامل ہیں۔ اس حال میں محض مسلمان ہونے کے بل بوتے پر خود کو بڑے اخروی انعام کا حق دار تصور کرنا اور اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویدار بننا کیونکر درست اور قرین انصاف ہوسکتا ہے۔ فرمایا! یہ سودا اتنا سستا نہیں جتنا سمجھ لیا گیا ہے۔

پتنگے اور کوڑھ کرلیاں

لالچی خلیفوں‘ متولیوں اور مجاوروں کا ذکر چلا تو فرمایا! کہ اللہ والوں کے مقابر اور مزارات بلبوں اور چراغوں کی مثل ہیں جن پر طالبان مولا پروانوں اور پتنگوں کی طرح گرتے اور اکٹھے ہوتے ہیں جبکہ خلیفے‘ متولی اور مجاور وغیرہ چھپکلیوں اور کوڑھ کرلیوں کی مانند انہیں دبوچتے اور ہڑپ کرتے رہتے ہیں اور ان کی کمائیوں سے نذرانوں کی صورت میں اپنے شکم اور نفس کے جہنم کو بھرتے رہتے ہیں۔

پوری زندگی کا ضیاع

ظاہری وباطنی علم کا تذکرہ ہوا تو قبلہؒ نے مثنوی مولانا رومؒ کے حوالے سے ایک نحوی اور کشتی بان کا قصہ بیان فرمایا! کہ ایک نحوی (علم نحو کا ماہر) کشتی میں سفر کر رہا تھا۔ نحوی نے کشتی بان سے دریافت کیا کہ تو نے نحو پڑھی ہے؟ کشتی بان نے نفی میں جواب دیا۔ نحوی بولا! پھر تو نے آدھی زندگی ضائع کر دی۔ ہوا نے کشتی کو چکر میں ڈالا تو کشتی بان نے نحوی سے

Marfat.com

کہا' کشتی ڈوبنے کو ہے کیا تمہیں تیرنا آتا ہے؟ نحوی نے نفی میں جواب دیا تو کشتیبان بولا! تمہاری پوری زندگی ضائع ہونے والی ہے۔

یہ مثال دے کر فرمایا! کہ علماء ظاہر ظاہری علوم کے غرور میں فقراء کی زندگیوں اور اوقات کو ضائع اور برباد تصور کرتے ہیں حالانکہ وہ خود حقیقی باطنی علم اور بحر باطن سے نا آشنا ہوتے ہیں۔ وہاں ظاہر علم کا کام نہیں۔ پھر جہاں دماغ تک ساتھ نہ دے وہاں اس علم کا کیا کام؟ پھر یہ اشعار دہرائے

دنیا طلبا چہ گوئمت مغروری
عقبیٰ طلبا چہ گوئمت مزدوری
مولیٰ طلبا کہ داغ مولیٰ داری
در ہر دو جہاں مظفر و منصوری

یعنی طالب دنیا سے کیا کہوں کہ جو فریب وغرور میں مبتلا ہے۔ اور طالب عقبیٰ سے کیا کہوں کہ وہ مزدوری اور مشقت سے دوچار ہے۔ طالب مولا کہ جو عشق خداوندی کا داغ دل میں رکھتا ہے دراصل ہر دو جہان میں کامیابی و کامرانی سے ہم کنار ہے۔

مادی ترکیبوں سے عاقبت کا سنوار

اپنے علاقے کے ایک نوابزادے کا ذکر فرمایا! کہ وہ عیاشی کی غرض سے لاہور گیا۔ وہاں کسی ہوٹل میں مقیم ہوا۔ اس انتہائی سستے دور میں دس روپے کا نوٹ سگریٹ پر لپیٹ کر سلگایا کرتا اور اپنی امارت کا اظہار کرتا۔ اس کی والدہ نے اس کا روزمرہ کا خرچ دوسو روپے مقرر کر رکھے تھے اور اسے تاکید کر رکھی تھی کہ عیش وعشرت کو اس رقم تک محدود رکھے۔ اس نے وقت کی ایک معروف طوائف کو پچیس ہزار کا لالچ دے کر ہوٹل میں منگوالیا۔ رات کو کشمکش میں اسے گولی ماردی۔ اس جرم میں گرفتار ہوا' مقدمہ چلا اور بڑے وکلاء کی کوششوں کے باوجود اسے عمر قید کی سزا ہوئی۔ اس نے دوران قید زہر کھا کر خودکشی کر لی۔ اس کی والدہ نے اسے گھر میں دفنا کر قبر بنوادی اور اس پر پنکھا لگوادیا تاکہ اسے ٹھنڈک اور سکون پہنچے۔ فرمایا! ایسی مادی ترکیبوں سے' جنازوں پر ہجوم سے' ایسی قبروں پر پھول چڑھانے سے اور ان

Marfat.com

عالیشان مقبرے تعمیر کرنے سے عاقبت نہیں سنور جاتی' نہ ہی ایسے امور سے مرنے والوں کو کوئی فائدہ پہنچتا ہے۔ یہ محض رسومات اور نفس کے حیلے ہیں۔

قہرِ درویش

دنیا دار بادشاہوں کے مظالم زیرِ بحث آئے تو قبلہؒ نے فرمایا! کہ گزشتہ ادوار کی شخصی حکومتوں' ان کے بے جا اختیارات اور خوشامدانہ ماحول نے شیخ سعدیؒ جیسے بزرگ عالم کو بھی ان کی خوشامد پر مجبور کر دیا۔ اس ضمن میں حجاج بن یوسف کے بارے میں فرمایا! کہ تاریخ اس کے مظالم سے بھری پڑی ہے۔ کسی بزرگ نے اس کے بارے میں کہا کہ گزشتہ امتوں کے جو روستم ایک طرف اور اس کے مظالم ایک طرف رکھیں تو اس کی زیادتیوں کا پلہ بھاری رہے گا۔ فرمایا! اس کے مظالم کا پڑھ کر بہت دکھ ہوتا ہے اور حیرت بھی کہ ظاہری و باطنی طور پر کسی نے اس کے انسداد اور خاتمے کی کوشش نہ کی۔ لگتا ہے کہ قدرت کو مظلوموں کی آزمائش مقصود تھی یا ظلم کی زد میں آنے والے ظاہری جرأت اور باطنی قوت سے محروم اور تہی دست تھے' حالانکہ اس گئے گزرے دور میں بھی راجپال جیسے بدبخت کو جہنم رسید کرنے والا نکل آیا۔ فرمایا! اہل فقر کے لیے اس قسم کے صریح مظالم کا خاتمہ معمولی بات ہے۔ یہ باطنی بادشاہ دنیوی بادشاہوں کو مکھی کے برابر بھی نہیں سمجھتے۔ پھر قبلہؒ کی طبیعت میں جلال آ گیا اور قسم کھا کر فرمایا! کہ اگر کسی کو بنظرِ قہر دیکھنا پڑا تو بچ نہ سکا اور نہ بچ سکتا ہے' یہ حقیقت ہے اور اسے مبالغہ تصور نہ کیا جائے کہ اس معاملے کو بارہا آزمایا ہے۔ فرمایا! جب ایک ذرے کو یہ طاقت حاصل ہے تو ان منبع جات کے بارے میں کیسے شک میں مبتلا ہوں۔ فرمایا! ایک بزرگ نے بادشاہ وقت کو نماز میں لاپرواہی پر ٹوکا۔ خوشامدی علماء نے فتویٰ دے کر گرفتار کروانا چاہا۔ پیادے جب گرفتاری کے لیے پہنچے تو انہوں نے بددعا کے ہاتھ اٹھا دیئے۔ اسی وقت دربار کی چھت گر پڑی جس کے نیچے بادشاہ مع امراء کے دب کر ہلاک ہو گیا۔ فرمایا! اتنی جلدی دعائیں بہت کم قبول ہوتی ہیں۔ دعا میں اثر اور اہل قبور کی توجہ اور بات ہے اور ظاہری علم و فضل کے شہرے اور عبقریت اور چیز ہے' معمولی روحانیت بھی اور شے ہے لیکن فقرِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام بالکل الگ دولت ہے جو دائرہ عقل و فہم سے بالا ہے۔ فرمایا! سلطان الفقراء تو خیر سلطان الفقراء

Marfat.com

ہیں، جہانِ فقر میں امراء اور وزراء بھی ہیں جو بقدر اہلیت و حیثیت دولت فقر سے حصہ پاتے ہیں۔ فقیر اور عالم کی بات چلی تو فرمایا! حضرت فرید الدین عطارؒ نے شیخ سعدیؒ سے ملنے سے انکار کر دیا تھا کہ شیخ سعدیؒ شاہ کی خوشامد کرتے تھے، وہ عالم، واعظ اور شاعر تھے لیکن دولت فقر کے حامل نہ تھے۔

برکت اوقات و مقامات

فرمایا! ہمارے اجسام اور ان میں بند ارواح کو زمان و مکان کی قید اور پابندی لاحق ہے۔ اس حوالے سے کچھ اوقات اور جگہیں مبارک ہیں۔ مثلاً: بیت اللہ شریف، مسجد اور روضہ نبوی ﷺ، ماہ صیام وغیرہ۔ ان اوقات اور مقامات سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ ایسے خزانے سامنے ہوں تو ان سے استفادہ کرنا چاہئے۔ ایسے مواقع سے محروم رہنا بدقسمتی کی علامت ہے۔

فرمایا! رات کا پہلا حصہ شیطان اور اس کے لشکر کے لیے مخصوص ہے۔ پچھلے پہر شیطانی محافل بند ہو جاتی ہیں اور شریر لوگ سو جاتے ہیں۔ پھر بندگان مولا بیدار ہوتے ہیں اور تادم صبح یہ مبارک محفلیں برپا رہتی ہیں۔ ان اوقات میں ارواح اور ملائکہ نازل ہوتی ہیں۔ عبد و معبود کے درمیان معمولی پردہ حائل ہوتا ہے گویا ایک دوسرے کے قریب آ جاتے ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے بارے میں فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ انہوں نے میری جنت دوزخ کو نہیں دیکھا، پھر بھی میرے رسول ﷺ کی بات پر ایمان لا کر مصروف عمل ہیں اور راہ محبت پر گامزن ہیں۔ اے ملائکہ! تم گواہ رہو کہ ہم انہیں اس محبت اور مخلصانہ اعمال کے عوض انعامات و درجات سے نوازیں گے۔ فرمایا! سحری کے اس بابرکت وقت میں باطنی بصارت تیز ہو جاتی ہے۔ دریافت کیا گیا کہ معاملات ظاہری آنکھوں سے دکھائی دیتے ہیں؟ جواب فرمایا! نہیں، بلکہ دل کی آنکھیں وا ہو جاتی ہیں جو ان معاملات کو دیکھتی ہیں جبکہ مادی آنکھیں چشمانِ قلبی کے لیے عینک کا کام کرتی ہیں۔

اصلی اور نقلی عیدیں

قبلہؒ نے فرمایا! دنیوی عیدوں کی مانند آخرت میں بھی دو عیدیں ہوں گی۔ ایک مجاہد

کی عید ہوگی جنہوں نے پوری زندگی کو ایک دن اور یونٹ تصور کر کے مادی خواہشات اور گناہوں سے پرہیز کا روزہ رکھا ہوگا۔ جب یہ لوگ آخرت میں روزہ افطار کریں گے تو بہشتی لباس اور حلے پہن کر اس عید کی خوشی منائیں گے اور ایک دوسرے کو ایمانوں کی سلامتی کی مبارکباد دیں گے۔ دوسری عید عاشقوں کی ہوگی جنہوں نے عید قربان کے جانوروں کی مثل اپنے نفوس کی قربانی دی ہوگی اور خواہشات کا سر منڈوایا ہوگا۔ وہ عاشق اپنی اس کامیابی اور کامرانی پر شادمانی سے بہرہ ور ہوں۔ فرمایا! دنیوی عیدیں ان اخروی عیدوں کی نقل اور مثالیں ہیں۔ اہل نقل زیارت کعبہ سے مشرف ہوتے ہیں جبکہ اہل اصل مالک کعبہ کی زیارت اور دیدار سے شرف یاب ہوں گے۔

لذات و درجات عقبیٰ

فرمایا عقبیٰ کی لذات و درجات کا پتہ چل جائے تو انہیں دنیوی مفادات اور مادی بکھیڑوں پر قربان نہ کیا جا سکے۔ اس دنیا کی طرح عقبیٰ میں بھی فرق مراتب موجود ہے۔ ان مراتب کا انحصار بندوں کی نیتوں پر ہے۔ اسی لیے نیات کو اعمال کی بنیاد بنایا گیا' ورنہ عمل کے لحاظ سے تو سب برابر دکھائی دیتے ہیں' جیسے معمولی دوکاندار بھی تاجر کہلاتا ہے اور کروڑوں کا کاروبار کرنے والا بھی تاجر کہلاتا ہے حالانکہ دونوں کی حیثیت میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ فرمایا! اخروی درجات کی بلندی اور لذات کی فراوانی کا اندازہ لگانا مادی عقل کے لیے ممکن نہیں۔ وہاں کی جزا و سزا کے متعلق شرعی اندازے اور تعینات بعض اوقات مبالغہ معلوم ہوتے ہیں مگر جب غور کیا تو انہیں حرف بحرف صحیح پایا۔

فرمایا! جب پہلے پہل یہ حدیث پڑھی کہ دوزخی کی آنکھ اور کان کی لو کے درمیان بڑا فاصلہ ہوگا تو حیرت ہوتی تھی لیکن جب ظالم دنیوی بادشاہوں اور کروڑ پتی بااختیار لوگوں کے بے شمار گناہ سامنے آئے تو معلوم ہوا کہ ایسے اکابر مجرموں کو اتنے بڑے بڑے وجود دے کر ہی پوری سزا دی جا سکتی ہے اور عدل و انصاف کے تقاضے پورے کئے جا سکتے ہیں جب سزا کی شدت کئی گنا ہوگی تو وجود بھی کئی گنا بڑا ہونا چاہئے۔ فرمایا! انبیاء اور اولیاء بھی حسب شان وہاں مختلف مراتب و درجات کے حامل ہوں گے۔

Marfat.com

کشف و استخارہ اور تعلق باللہ

فرمایا! جس قدر طالب کے قلب کی حالت بہتر اور صاف ہوتی ہے اور شیخ قوی توجہ ہوتا ہے اس قدر طالب کو کشف زیادہ اور استخارہ واضح ہوتا ہے۔ بعض افراد کو خواب آتے ہیں بعض کو نہیں آتے۔ بعض لوگوں کو بہت کشف ہوتا ہے۔ فرمایا! کشف و کرامات کے باعث لوگ رجوعات خلق میں گرفتار ہو کر آگے چلنے سے رہ جاتے ہیں۔ ایسے افراد دنیا میں بہت شہرت پاتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی وقعت کے حامل نہیں ہوتے۔ فرمایا! تعلق باللہ بہت نازک معاملہ ہے، قدم قدم پر پھسل جانے کا اندیشہ ہوتا ہے، اس لیے طالبان مولا جو ہمہ تن اور ہمہ وقت باری تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتے ہیں کشف و کرامات اور رجوعات خلق کے بکھیڑوں اور دکانداریوں سے بہت بچتے ہیں۔

روحانی تعلیم

فرمایا! جیسے یہاں سکول اور کالج کے ماحول میں اور ان کی عمارات میں فرق ہے روحانی دنیا میں روحانی تعلیم کا بھی یہی حال ہے۔ وہاں بھی روحانی سکولوں اور کالجوں کے ماحول میں اور عمارات کی شانداری میں ایسی ہی تفریق ہے۔ روحانی تعلیم دل کو دل سے حاصل ہوتی ہے جو الفاظ و کتب کی قید سے آزاد ہوتی ہے۔ فرمایا! ایک بار حضور نبی کریم ﷺ سے حروف کی تعلیم حاصل ہوئی جن کی کیفیت دائرہ بیان سے باہر تھی۔ ایک ایک حرف میں جہان پنہاں تھا۔ فرمایا! ایسے ٹھوس مشاہدات کو اگر کوئی الحادزدہ جھٹلائے تو اسے کیسے کم بخت نہ کہیں۔

مردان کار کی راہ

فرمایا! ایام طلب میں تصور اسم اللہ ذات کی کثرت کے باعث یوں تنگی اور تکلیف کا احساس رہتا تھا گویا سنکھیا کھا لیا ہو اور جان نکل رہی ہو۔ کسی بزرگ کا قول دہراتے ہوئے فرمایا کہ جب تک بندہ خواہشات کے لحاظ سے مردہ نہ ہو جائے، اسے بیوی بچے بیوہ اور یتیم دکھائی نہ دیں، عاجزی اور ذات کی نفی کے حوالے سے کتے کی طرح کوڑے کے ڈھیر پر بھی

Marfat.com

سونے سے دریغ نہ کرے' اس وقت تک اسے مردان کار کی راہ نصیب نہ ہوگی اور نہ اسے ان میں شمار کیا جائے گا۔ فرمایا! شیطان میں جملہ بری صورتیں اور خصلتیں جمع ہیں اور وہ مختلف صورتوں کے ساتھ بندگان خدا کی راہ میں حائل ہوتا ہے حتیٰ کہ بعض اوقات بیوی بچوں کے ذریعے بھی راستہ روکنے کی کوشش کرتا ہے۔ لہٰذا طالب کو مقابلے کے لیے بہرحال تیار رہنا چاہیے۔

ذکر اللہ کی حقیقت و اہمیت

﴿اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِہِمْ﴾ (آل عمران: ۱۹۱)

''جو لوگ کھڑے' بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔''

یہ آیت پڑھ کر فرمایا! کہ اس سے مراد ذکر دوام ہے جس کی ضرورت و اہمیت کو اولیاء اللہ نے محسوس کیا اور اسے فرض قرار دے کر ماسویٰ اللہ کے اذکار سے پہلو تہی کی۔ اس آیت کے سیاق و سباق پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ذکر دوام سے فکر کی قوت اوز دولت حاصل ہوتی ہے۔ جس کے ذریعے ذاکر آیات ربانی میں غور کرتا ہے اور حقائق تک رسائی حاصل کرتا ہے۔

﴿فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْا لِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِ﴾ (سورۂ بقرہ: ۱۵۲)

''تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا اور میرا شکر ادا کرو اور کفر نہ کرو۔''

حدیث شریف

((اذا ذکرتنی شکرتنی و اذا نسیتنی کفرتنی))

''جب تو نے میرا ذکر کیا تو میرا شکر کیا اور جب تو مجھے بھول گیا تو تو نے کفر کیا۔''

یہ آیت اور حدیث پڑھ کر فرمایا! کہ ان دونوں میں پوری مطابقت ہے۔ ان سے ذکر اللہ کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ گویا ذکر کرنا ہی دراصل شکر ہے اور اس سے اعراض کفر ہے۔ سو معلوم ہوا کہ جس نے ماسویٰ اللہ کا ذکر کیا اور اللہ تعالیٰ کا ذکر فراموش کر دیا تو اس نے ارتکاب کفر کیا۔ یاد کرنا اور رکھنا دل و دماغ کی صفت ہے۔ زبان ان کی محض ترجمانی کرتی ہے۔ عبادت و اذکار کے وقت اگر صرف زبان عادتاً چل رہی ہے اور دل و دماغ مین غیر چیزوں کے مطالبات اور تصورات آ جا رہے ہیں تو ایسا ذکر جزوی اور خام ہے جسے دراصل

Marfat.com

نسیتنی یعنی بھول جانے کے زمرے میں شمار کیا جائے گا۔

مرتبہ فنا فی اللہ وفنا فی الرسول

قبلہؒ نے فرمایا! فنا فی اللہ کا درجہ پہلے آتا ہے۔ اس مرتبے میں بندہ انوار الٰہی کو حسب استعداد اپنے آئینے میں دیکھتا ہے جبکہ فنا فی الرسول میں انوارِ الٰہیہ آئینۂ محمدی ﷺ میں نظر آتے ہیں۔ آئینہ محمدی ﷺ میں انوار الٰہیہ کو دیکھنے کے لیے بڑی طاقت اور تام صفائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ درجہ بہت اونچا ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حضوری حاصل ہو اور آپ ﷺ کے آئینے میں دیکھیں تو حقائق کا صحیح علم حاصل ہوتا ہے اور آئینہ محمدی ﷺ کی قدر و قیمت کا پتہ چلتا ہے پھر نبی علیہ السلام کی شان کا کچھ اندازہ ہوتا ہے۔

افعال خداوندی کی ابدیت

افعال خداوندی کی ابدیت کا ذکر چلا تو فرمایا! کہ نزول قرآن کی ابدیت یوں ہے کہ خدا رسیدہ بندوں کو اب بھی باطنی آنکھوں سے اسی صورت میں نازل ہوتا ہوا دکھائی دیتا ہے جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوا۔ فرمایا! جیسے مادی فلم میں اداکاروں کا کام محفوظ ہو جاتا ہے اور ان کی موت کے بعد بھی اسے دیکھا جا سکتا ہے یونہی افعال خداوندی کی فلمیں بھی عالم امر میں محفوظ ہیں۔ مادی جہان کے جملہ امور عالم امر کے اصلی جہان کے نقول و عکوس اور فلمیں ہیں۔ گویا سینما والی فلم اس اصلی فلمی طریق کار کی نقل ہے۔ فرمایا! یہ چیزیں کئی دفعہ دیکھیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے غزوات پر تشریف لیجاتے دیکھا اور ان کی گفتگو سنی۔ پھر قبلہؒ نے حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کا یہ شعر دہرایا۔

چشم بند عینک بہ پیش چشم دل
خوش ببیں دیدار را در جسم گِل

یعنی مادی آنکھوں کو بند کر کے انہیں دل کی عینک بنا لے اور اس مشت خاک میں غیر فانی نظاروں سے لطف اندوز ہوتا رہ۔

صدق کی دولت

حضرت مدے خان صاحبؒ کے بارے میں فرمایا! کہ ترک دنیا کے بعد ایک عرصہ

Marfat.com

ایک ننگے ٹیلے پر گزار دیا جس پر گرمی سردی سے بچاؤ کا کوئی بندوبست نہیں تھا۔ گرمیوں میں ململ کا باریک کپڑا اوڑھے رہتے۔ مچھر رات بھر کاٹتے رہتے' صبح خون کے دھبے جا بجا نظر آتے۔ حالات کا مقابلہ کرتے رہے اور دامن صبر و توکل کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ ایک مولوی صاحب جن کا نام محمد عظیم تھا قریب سے گزرتے تو پکار کر کہتے ہیں کہ مدے خان خود پر ظلم نہ کرو اور گرمی سردی سے بچاؤ کا کوئی بندوبست کرلو۔ آپؒ جواباً فرماتے کہ اللہ تعالیٰ خبیر و بصیر ہیں اور میرے حال کو دیکھ رہے ہیں۔

فرمایا! سخت سردیاں تھیں' ہمارے علاقے کے ایک سردار جن کا نام نورنگ خان تھا ان کے ہاں ایک رات دعوت تھی۔ دوران دعوت بارش شروع ہوگئی۔ کسی نے بارش کو مخاطب کر کے کہا ''فصلوں کی خاطر خوب برس۔'' دوسرے نے کہا یوں مت کہہ اور فقیر مدے خان کا خیال کر جو ننگے ٹیلے پر بیٹھا ہے۔ سردار نورنگ نے سنا تو اسے بہت دکھ ہوا۔ اسی وقت نیا خیمہ اور ضروری سامان بھجوا دیا اور خیمہ نصب کروا دیا۔ صبح مولوی عظیم صاحب گزرے تو آپؒ نے انہیں کہا! دیکھو مولوی صاحب: مالک نے کیسا انتظام فرما دیا۔ بعد میں آپؒ کا مزار شریف اسی ٹیلے پر بنا۔

قبلہ فقیر صاحبؒ نے فرمایا! حضور علیہ السلام کی حدیث مبارکہ ہے کہ میرا کوئی امتی پہاڑ کی چوٹی پر بھی جا بیٹھے تو بھی اسے وہاں رہنما میسر آ جائے گا۔

فرمایا! صدق کی دولت حضرت مدے خان صاحبؒ کے کام آ گئی۔ جب آپؒ باطنی رہنمائی کے لیے متردد ہوئے تو حضور پیران پیر قدس سرہ العزیز کی روحانیت نے دستگیری فرمائی۔ فرمایا! ایسے مخلصین کو تو پیر کامل یوں تلاش کرتے ہیں جیسے شکاری حلال پرندوں کو ڈھونڈتے ہیں جبکہ مردار پرندوں کو کوئی پوچھتا بھی نہیں۔ فرمایا! ہمارے والد صاحب حاجی گل محمد صاحبؒ کو حضرت مدے خان صاحبؒ سے بہت عقیدت تھی۔

حضرت غوث اعظمؒ کی شان

فرمایا! سید الاولیاء حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کی زیارت اور توجہ کئی بار نصیب ہوئی۔ فرمایا! آپ قدس سرہ کا بیان ہے کہ ''میرے ہاں ولایتیں پوشاکوں کی طرح

Marfat.com

لٹک رہی ہیں۔ کسی کو پوشاک پہنانے میں دیر لگتی ہے لیکن مجھے خلعت عطا کرنے میں دیر نہیں لگتی۔ فرمایا! محمد بلخیؒ آپ قدس سرہ کی خدمت میں بغرض ملاقات حاضر ہوئے تو آپؒ کے ہاں لوگوں کا ہجوم دیکھ کر پریشان ہو گئے۔ انہوں نے سوچا کہ سفر کی مشقت بھی اٹھائی اور عبادت کا وقت بھی قربان کیا جبکہ آپ قدس سرہ کی مصروفیات اور لوگوں کی کثرت کا یہ حال ہے کہ شاید ہی ملاقات کا موقع مل سکے۔ وہ انہیں خیالات میں غلطاں و پیچاں تھے کہ جناب غوث پاک قدس سرہ العزیز مجمعے میں سے نکلے اور ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ قدس سرہ نے گردن مبارک اٹھائی تو لوگ آگے سے ہٹ گئے اور حضرت بلخیؒ سیدھے آپ قدس سرہ کے سامنے رہ گئے۔ آپ قدس سرہ نے مرحبا کہا اور حضرت بلخیؒ کی طرف بڑھے۔ کہتے ہیں ہر قدم پر ان کا باطنی مرتبہ بڑھتا گیا اور نئی منزل نصیب ہوتی گئی حتیٰ کہ محمد بلخیؒ اس دولت سے مالا مال ہو گئے۔

مردہ زندہ لطائف

قبلہؒ نے فرمایا! نفس ناطقہ رات کو خواب میں بے جان چیز کی طرح بحر امر پر تیرتا رہتا ہے، جس طرح سوکھی لکڑی کو ہوا سطح آب پر ادھر ادھر دھکیلتی رہتی ہے یونہی شیطانی ہوا نفس ناطقہ کو جدھر چاہے دھکیل دیتی ہے، حتیٰ کہ بندہ بعض اوقات رات کو نیک کام کر کے سوتا ہے لیکن اسے برے خواب آتے ہیں۔ فرمایا! جب لطیفہ قلب زندہ ہو جاتا ہے تو وہ زندہ مچھلی کی مانند با اختیار اور صاحب ارادہ ہو جاتا ہے، پھر وہ باطن میں جہاں چاہے جا سکتا ہے۔ پھر آپؒ نے یہ شعر پڑھا۔

دنیا طلب جاہل، عقبیٰ طلب عاقل
من عاشقم و بیدل جز یار نمی خواہم

یعنی طالب دنیا جاہل اور طالب عقبیٰ عاقل ہے لیکن میں عاشق ہوں جس کا دل ان امور سے فارغ ہے اور جو یار کے سوا کچھ نہیں چاہتا۔

Marfat.com

واسطے کی ضرورت

واسطے کی اہمیت اور ضرورت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا! کہ قریبی اور نزدیکی کھمبے اور ٹرانسفارمر سے کنکشن لینا پڑتا ہے اور ان کے ذریعے وولٹیج اور بجلی کی قوت کو کم کر کے اپنے بلبوں اور پنکھوں وغیرہ کو جلایا اور چلایا جا سکتا ہے۔ اب اگر کوئی کوتاہ عقل ضد اور اصرار کرے کہ وہ تو براہ راست گیارہ ہزار یا چھیاسٹھ ہزار کلو وولٹ سے کنکشن لے گا تو اس کے بلبوں، پنکھوں اور وائرنگ وغیرہ کا جو حال ہوگا اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی اولیاء اللہ کا درمیانی واسطہ نظر انداز کر کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو براہ راست مرشد بنانے کا زبانی دعویٰ کرے گا یا ایک قدم آگے بڑھ کر اور یہ کہہ کر کہ اللہ تعالیٰ شاہرگ سے زیادہ قریب ہے اور سمیع و بصیر ہے، بلا واسطہ اس کے ساتھ معاملہ کرنے کی کوشش کرے گا تو جو قوم موسیٰ کے ستر آدمیوں کا حال ہوا اس کا قیاس کر لو۔ قوم موسیٰ نے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیانی واسطے کی نفی کر کے براہ راست اللہ تعالیٰ کو دیکھنے یا اس کا کلام سننے کی خواہش کی، پھر جب ستر آدمی منتخب ہو کر اس مقصد کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معیت میں کوہ طور پر گئے تو تجلی الٰہیہ کے باعث موت سے ہم کنار ہوئے، پھر موسیٰ علیہ السلام کی درخواست پر انہیں دوبارہ زندگی عطا کی گئی۔

فرمایا! ظاہری امور شریعت سیکھنے کے لیے لوگ علماء ظاہر کے واسطوں کو تو قبول کرتے ہیں لیکن امور باطن سیکھنے کے لیے علماء باطن کے واسطوں کا انکار کرتے ہیں، بنابریں وہ ان حقائق سے بے بہرہ رہتے ہیں۔

سیر کی اقسام

سیر الی المحبوب، سیر فی المحبوب اور سیر عن المحبوب کی بات چلی تو قبلہؒ نے ارشاد فرمایا! کہ سیر الی المحبوب ابتدائی مرتبہ ہے، اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا ہے۔ سیر فی المحبوب یا سیر مع المحبوب سے مراد ہے فکان قاب قوسین او ادنیٰ (نجم:۹) پھر تھا بقدر دو کمانوں کے یا زیادہ نزدیک۔'' یعنی قوس عبودیت سے قوس ربوبیت میں داخل ہونا اور قوسین کے نقطۂ عروج تک جانا۔ یہاں سالک حسب وسعت ظرف انوار سے اقتباس کرتا

ہے پھر جب یہاں سے سالک مرجوع بن کر مخلوق کی جانب لوٹتا ہے تو یہ مرتبہ سیر عن المحبوب کہلاتا ہے' تب وہ مخلوق کو ارشاد اور تلقین کا کام کرتا ہے۔ فرمایا! ایسی مصروفیت کے وقت باری تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا فاذا فرغت فانصب والیٰ ربك فرغب (انشراح) یعنی جب آپ ﷺ (مخلوق سے) فارغ ہولیا کریں تو کھڑے ہو جایا کریں اور اپنے رب کی طرف راغب ہو جایا کریں۔"

﴿اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ○ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ○ الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ﴾

"کیا ہم نے تمہارا سینہ کھول نہ دیا اور تم پر سے وہ بوجھ اٹھا لیا جس نے تمہاری کمر کو توڑ دیا۔"

ان آیات کو پڑھ کر فرمایا! کہ جب نور اسم اللہ ذات سے سینہ کھل جاتا ہے تو ریاضت و مشقت کا بوجھ اٹھا لیا جاتا ہے۔ پھر اس نور کا حامل جب متوجہ ہوتا ہے تو نور دیدار سے بہرہ ور ہو جاتا ہے۔

اہل دنیا ہمہ ظالمانند

دنیاداروں کے مشاغل اور عیاشیوں کا تذکرہ ہوا تو فرمایا! کہ ایک بار موسم گرما میں خوشاب کے ایک ٹھنڈے مقام پر رہنے کا اتفاق ہوا۔ پڑوس میں ایک نواب مع خدام کے آن ٹھہرا جس کے پالتو کتے صوفوں پر براجمان رہتے اور نوکر ان پر پنکھے جھلتے رہتے۔ پھر کسی مزار کے متولی کا ذکر کیا! کہ اس نے اس سستے زمانے میں اپنے کتوں کو لڑانے اور آزمانے کے لیے چھ سو روپوں میں اپنا ریچھ خرید رکھا تھا۔ ایک اور رئیس کا ذکر کیا جس کے کتے کی انگلی نکل گئی تھی۔ اس نے کتے کو علاج کے لیے سات ہزار کے خرچ پر پورا جہاز بک کروا کر انگلینڈ بھیجا۔ فرمایا! ایک اور رئیس کے کتوں کے آگے مکھن کے ڈھیر لگے رہتے' وہ نہ کھاتے تو نوکر ان کے منہ میں زبردستی ٹھونستے۔ ایک دولت مند ارباب کا ذکر کیا کہ اس نے ظلم و ستم سے سات لاکھ روپے جمع کیے' پھر پوری ٹرین مخصوص اور بک کروائی اور اوباشوں و بدمعاشوں کو لے کر کلکتہ روانہ ہوا۔ راستے میں بڑے بڑے سٹیشنوں پر شہروں کی طوائفیں اس ٹرین کا

Marfat.com

استقبال کرتیں۔ کلکتہ پہنچ کر جو روستم کے اندوختے کو عیاشیوں اور مجروں وغیرہ میں برباد کیا اور خالی ہاتھ وطن واپس لوٹ آیا۔ فرمایا! انسانیت کی ایسی تذلیل اور کج روی باعث صد حیف ہے جہاں پلید اور نجس کتوں اور بدکار عورتوں کو بندگان خدا پر فوقیت حاصل ہو۔ ایسی قباحتوں کے مرتکب لوگ قابل نفرت و حقارت ہیں بلکہ ایسے واقعات کو زبانی دہرا کر مزے لینا بھی درست نہیں۔ فرمایا! آسانی سے حاصل ہونے والی ناجائز دولت کا مصرف عموما یونہی ہوا کرتا ہے۔ پھر جناب سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کا فرمان ''اہل دنیا ہمہ ظالمانند'' یعنی تمام اہل دنیا ظالم ہیں، دہرا کر فرمایا کہ یہ بالکل سچ ہے۔

ان دنوں خان آف قلات کی گرفتاری عمل میں آئی تو اس ضمن میں فرمایا کہ ریاستوں کا ختم ہو جانا ہی ٹھیک ہے کہ وہاں ''آدمی راے پرستند آدمی'' کی مصداق انسان انسان کو پوجنے پر مجبور ہے۔

غیب کی کنجیاں

﴿وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ﴾ (سورۃ الانعام:۵۹)

''اور اس کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں۔''

اس آیت مبارکہ کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا! کہ کنجی اور چابی سے بند کمرہ اور خزانہ کھلتا ہے۔ اسی طرح سینے کے بند تالے غیب کی مذکورہ کنجیوں سے کھلتے ہیں، اور جب یہ تالے کھلتے ہیں تو عالم غیب اور اس کی مختلف اشیاء نظر آتی ہیں۔ فرمایا! ان باتوں کی سمجھ بغیر دیکھے نہیں آتی۔

نفس و شیطان کے غلام

فقراء اور بزرگان دین کی خودداری کے سلسلے میں فرمایا! کہ ایک بزرگ کسی انگریز افسر کے لیے احتراماً کھڑے نہ ہوئے حالانکہ لوگوں نے انہیں پہلے سے کھڑے ہونے اور مودب رہنے کی تاکید بھی کر رکھی تھی۔ انگریز افسر چل کر ان کے قریب گیا اور بولا! ہم تمہارے حاکم ہیں پھر تم نے ہمارا ادب کیوں نہ کیا؟ انہوں نے جواباً کہا! ہمارا حاکم صرف اللہ ہے ہمیں

تمہاری حکمرانی سے کوئی غرض نہیں۔ افسر نے کہا! ہمیں اپنا حاکم دکھاؤ۔ بزرگ نے کہا! تم اسے دیکھنے کے لائق نہیں ہو۔ انگریز نے کہا! اگر ہم خدا کو دیکھنے کی اہلیت نہیں رکھتے تو ہمیں شیطان ہی دکھا دو۔ وہ گھر گئے اور آئینہ لا کر انگریز کے سامنے کر دیا اور کہا کہ لو شیطان کو دیکھ لو۔

ایک دوسرے بزرگ کا واقعہ یوں بیان فرمایا! کہ بادشاہ وقت نے ان سے کہا: کیا وجہ ہے کہ تم ہماری رعایا ہو کر ہمارا ادب اور احترام نہیں کرتے۔ انہوں نے جواباً فرمایا! اس لیے کہ تم جس کے غلام ہو ہم اس کے حکمران اور بادشاہ ہیں۔ بادشاہ نے کہا! وہ کیسے؟ انہوں نے فرمایا! کہ تم نفس کے غلام ہو جبکہ نفس ہمارا غلام ہے۔ بادشاہ ہنس کر چل دیا۔

محنت و علم اور صدق و محبت

لکھنے پڑھنے کی بات چلی تو فرمایا! کہ پریس اور چھاپے نے بڑی آسانیاں پیدا کر دیں ورنہ ایک ایک کتاب ہاتھ سے بڑی محنت اور عرق ریزی سے لکھی جاتی تھی۔ پھر کاتبوں کی جانفشانی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ تین دن میں پورا قرآن مجید لکھنے اور راتوں رات ضخیم دیوان لکھ لینے کے ریکارڈ موجود ہیں۔ پڑھنے کے حوالے سے فرمایا! کہ آٹھ پہر میں ہزار بار سورہ مزمل دو سال تک متواتر پڑھ لینے کا ریکارڈ بھی موجود ہے۔ فرمایا! پھر بھی محنت و علم ہار جاتے ہیں لیکن صدق و محبت گوئے سبقت لے جاتے ہیں۔

معاصی کے اثرات

گناہ کے اثرات کے بارے میں فرمایا! کہ بار بار گناہ کرنے اور باز نہ آنے سے توجہ کی توفیق سلب ہو جاتی ہے، پھر پاکیزہ مخلوق ساتھ چھوڑ جاتی ہے اور شیاطین مسلط ہو جاتے ہیں۔ اس ضمن میں نجیب آباد کے ایک سالک کا ذکر کیا جس نے آپؒ کو اپنی داستان سنائی تھی۔ فرمایا! اس کی باطنی حالت اچھی تھی۔ وہ حلقۂ ذکر کا اہتمام کرواتا تھا جس میں بہت لوگ شامل ہوتے تھے۔ بوقت ذکر فرشتے اور ارواح کبوتروں کی مثل اردگرد اڑتے اور گھومتے نظر آتے۔ ایک دن ان کے سامنے والے مکان کے کوٹھے پر سے ایک لالائن یعنی ہندو عورت

Marfat.com

انہیں گھورتے ہوئے نظر آئی۔ انہوں نے بھی دیکھنا شروع کر دیا اور یوں نظر بازی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ بات بڑھی تو عجیب طریقے پر ملنے کا اہتمام کیا۔ کوٹھوں کے سروں پر بانس ٹکا کر گلی کو عبور کیا جاتا۔ کبھی یہ ملنے جاتے' کبھی اسے اپنے ہاں اتار لیتے۔ ہندوؤں کو معلوم ہو گیا لہٰذا وہ تاڑ میں رہے۔ ایک دن دونوں کو اندر پا کر انہوں نے باہر سے کنڈی چڑھا دی اور پولیس کو اطلاع کر دی۔ وہ دونوں بہت خوفزدہ ہوئے' پھر کسی طرح بانسوں کے ذریعے عورت کو پار پہنچانے میں کامیاب ہو گئے۔ پولیس نے آ کر دروازہ "کھلوایا" عورت کو اندر نہ پا کر ہندوؤں کو برا بھلا کہا۔ سابقہ اچھی شہرت سالک کے کام آ گئی' لیکن اس کے بعد فرشتوں اور ارواح کی بجائے شیاطین چہار چشم کتوں اور پلوں کی شکلوں میں نظر آنے شروع ہو گئے۔ پھر انہوں نے توبہ کی' چلے کئے لیکن سابقہ کیفیت دوبارہ حاصل نہ ہو سکی۔ یوں گناہ کے ارتکاب نے اس پاکیزہ حال کو برباد کر دیا۔

معیت خداوندی

اولیاء اللہ اللہ اولیاء
ہیچ فرقے درمیاں نبود روا

"یعنی اولیاء اللہ کے ہیں اور اللہ اولیاء کا ہے' ان کی دوستی اور تعلق میں فرق کرنا روا نہیں۔"

مولانا رومؒ کے مذکور شعر کی تشریح دریافت کی گئی تو قبلہؒ نے فرمایا! کہ یہاں موجود زندگی میں اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء اور دوستوں کے ہمراہ ہے جب یہ لوگ یہاں سے اگلی دنیا اور زندگی کو منتقل ہو جاتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتے ہیں۔ یوں انہیں ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ (سورۂ حدید:۴) یعنی تم کہیں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔" کی مصداق ہر وقت معیت خداوندی حاصل ہوتی ہے۔ واصل باللہ کا یہی مطلب ہے۔ باقی رہے وہ لوگ جو کج فہمی اور کم علمی کے باعث اس قسم کی توجیہات اور دلائل کے قائل نہیں ہوتے تو وہ اپنی ہستی کو علیحدہ اور انفرادی طور پر قائم رکھنے کی فکر اور کوشش میں رہتے ہیں اور فنا و بقا کی حقیقت سے نابلد رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو وصل اور ملاپ والے امور سے گریز اور چڑ ہو تو اس کا کیا

علاج؟

فرمایا! اس ضمن میں حضرت بادشاہ صاحب قدس سرہ العزیز نے خوب فرمایا! کہ جب ہم عالم موجودات میں نہ تھے تو معنوی طور پر اس ذات میں تھے اب جب ہم یہاں ہیں تو وہ بحوالۂ علم وارادہ ہم میں ہے یعنی ہم جہاں کہیں ہیں وہ ہمارے ساتھ ہے۔

فرمایا: هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ کے ساتھ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (سورۂ حدید:۳) آیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اول' آخر' ظاہر اور باطن ہے اور ازروئے علم ہر شے کو ہر وقت محیط اور گھیرے ہوئے ہے۔ اس آیت کے حوالے سے وہ بہرحال بندوں کے ہمراہ ہے۔ اس سلسلے میں سورج کی مثال کو بہترین قرار دیا جو اپنی جگہ صحیح و سالم موجود ہے لیکن اس کی حرارت اور گرمی ہر جگہ پہنچ رہی ہے۔ فرمایا! یہ مسائل حال سے تعلق رکھتے ہیں' قال سے ان کی سمجھ نہیں آتی بلکہ پیچیدگی بڑھتی ہے۔ ہم از اوست انبیاء کا مسلک ہے۔ ہمارا بھی یہی مسلک ہے۔ اسے دیکھا' سمجھا اور درست پایا۔ حضرت ابن عربیؒ جیسے اولیاء کو آفتاب نور وحدت کی روشنی میں نجوم کثرت نظر نہ آ سکے بنابریں وہ ہمہ اوست کی نذر ہو گئے۔

کابوس اور موکلات

کسی نے قبلہؒ کے سامنے بیان کیا کہ اس پر جب کابوس کا غلبہ ہوتا ہے تو لگتا ہے کہ کسی نے بازو سے پکڑ رکھا ہے۔ آپؒ نے فرمایا! کہ ایک عضو پکڑا ہوا محسوس ہوتا ہے لیکن درحقیقت پورا وجود زیر تسلط ہوتا ہے جیسے ایک عضو کے درد کے وقت پورا جسم بے قرار ہوتا ہے۔ فرمایا! یہ جنات وغیرہ کی شرارت ہوتی ہے اور یہ مخلوق ورد وظائف پڑھنے پڑھانے والے مبتدی طالب کے ساتھ ایسا معاملہ کرتے ہیں۔ موکلات کے ضمن میں فرمایا! کہ انہیں یوں اردگرد گھومتے اور چکر کاٹتے دیکھا جیسے بچے کسی مردہ پرندے کو رسی وغیرہ سے باندھ کر اپنے اردگرد گھماتے ہیں۔ بعض اوقات انہیں فوج در فوج شہد کی مکھیوں کی مانند دیکھا جس طرح وہ پھول کے گرد منڈلاتی ہیں۔ یہ مخلوق عامل کے دلی ارادہ پر عمل کرنے کے لیے آمادہ اور تیار رہتی ہے۔ جیسے کسی کارخانے کے مزدور کارخانے دار کی وفاداری کا دم بھرتے ہیں' اس لیے کہ انہیں

Marfat.com

کارخانہ دار اور کارخانے کی توسط سے روٹی کپڑا مل رہا ہوتا ہے۔ یونہی عاملین کے اعمال و وظائف سے ان موکلات کو غذا حاصل ہوتی ہے بنابریں وہ عاملین کے غلام اور ملازم بنے رہتے ہیں۔

نفس کی خوراک

نفس کی شیطنت پر تبصرہ کرتے ہوئے قبلہؒ نے حضرت سلطان صاحب قدس سرہ العزیز کا ارشاد گرامی دہرایا! کہ ستر ہزار زنار بغض کے، اتنے حسد کے، اتنے ہی کبر و جاہ وغیرہ کے ہیں۔ ظاہری عبادات نماز، روزہ اور حج وغیرہ کو بے دلی اور عدم توجہی سے ادا کیا جائے تو ان سے ایک زنار بھی نہیں ٹوٹتا۔ فرمایا! حضور سلطان صاحبؒ کا بیان اور زناروں کی یہ تعداد بظاہر مبالغہ معلوم ہوتے ہیں لیکن جب آزمائش کی تو انہیں حرف بہ حرف درست اور یقینی پایا۔ فرمایا! بعض اوقات حب جاہ وغیرہ نفس کی خوراک بن جاتی ہے جس کے حصول کے لیے وہ بڑی بڑی سختیاں جھیل لیتا ہے۔ ایسی خواہشات نفس کے مرض کی صورت اختیار کر لیتی ہیں لیکن آدمی ان کی تشخیص نہیں کر پاتا۔ اس حوالے سے ایک قصہ بیان فرمایا! کہ ایک درویش ایک صراحی پانی اور تھوڑے سے جو لے کر اپنے آپ کو پورے سال کے لیے ایک گنبد میں بند کر لیتا اور عید کے روز نکلتا۔ جب خادم اسے سال بعد نکالتا تو خلقت زیارت کے لیے ٹوٹ پڑتی۔ بادشاہ وقت کو اس معاملے اور درویش کے سخت مجاہدے کا علم ہوا تو بہت حیران ہوا۔ اس نے اپنے مرشد سے اس معاملے کی حقیقت دریافت کی تو انہوں نے بادشاہ سے کہا کہ اس سال جب درویش کو باہر نکالا جائے تو عوام کو اس کی زیارت کے لیے نہ چھوڑا جائے تب وہ اس راز سے پردہ اٹھائیں گے۔ بادشاہ نے یونہی کیا۔ جس روز درویش کو نکالا جانا تھا اس روز بادشاہ نے راستوں پر پہرے بٹھا دیئے۔ درویش عید کے روز نکلا تو خلقت زیارت اور استقبال کے لیے موجود نہ تھی۔ اس نے اپنے خادم سے دریافت کیا کہ کہیں غلط دن تو نہیں نکال لیا گیا۔ خادم نے جب کہا کہ عید کا روز ہی ہے تو یہ سن کر درویش گر پڑا اور جان دے دی۔ بعد میں بادشاہ کو اس کے مرشد نے اس واقعے کی حقیقت بتاتے ہوئے کہا کہ اصل میں خلقت کا زیارت اور پذیرائی کے لیے ٹوٹ پڑنا درویش کے نفس کی غذا بن چکی تھی جس کے

لیے وہ سال بھر کی تنہائی اور بھوک پیاس برداشت کرتا تھا۔ جب اس کی یہ غذا روک دی گئی اور زیارت کے لیے کوئی نہ آیا تو شدید مایوسی اور صدمے نے اس کی جان لے لی۔ ایک اور واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ کسی بزرگ کی روحانی ترقی بند ہوگئی' انہوں نے اپنے ایک ہم عصر بزرگ سے اس کا تذکرہ کیا۔ انہوں نے علاج تجویز کیا کہ 'دودھ کا مٹکا سر پر دھر کر بازار سے ہو کر آؤ۔'' انہوں نے ایسا ہی کیا۔ شہر میں ان کی بہت عزت اور مرید تھے۔ مٹکے کے ساتھ وہاں تک پہنچتے پہنچتے نفس شرم سے پانی پانی ہوگیا۔ نفس کا غرور اور استکبار جو ترقی میں حائل تھا دور ہوگیا اور روحانی ترقی کا سلسلہ پھر سے شروع ہوگیا۔

باطنی اصلاح کی اہمیت

حضرت محی الدین ابن عربیؒ کی فتوحات مکیہ جو دس جلدوں پر مشتمل ہے زیر بحث آئی تو فرمایا! ابن عربیؒ کا دعویٰ ہے کہ یہ سارا کلام الہامی ہے۔ وہ نظریۂ ہمہ اوست کے بڑے مدعی تھے۔ وہ صاحب حال ہوں گے لیکن عوام نے ان کی تعلیم سے بڑی گمراہی خریدی۔

فرمایا! فقیر صاحب باطن اپنے سے نیچے والوں کے متعلق سب کچھ معلوم کر لیتے ہیں لیکن نیچے والے اوپر والے کے حال سے نا آشنا رہتے ہیں۔ فقیر اپنے راز کو تادم مرگ مخفی اور محفوظ رکھتا ہے۔ اس کی موت کے بعد خواہ سب کچھ ظاہر ہو جائے۔

فرمایا! آخرت کا دارومدار باطن پر ہے۔ سو جس کا باطن درست نہیں وہ ظاہر شریعت پر کتنا بھی عامل اور کاربند ہو اس کے پاس آخرت کے حوالے سے گویا کچھ بھی نہیں۔ اسے آخرت میں معلوم ہو جائے گا کہ اس نے محض چھلکے کو حرز جاں بنائے رکھا۔ فرمایا! اس تفصیل کا مقصد یہ نہیں کہ شریعت کو خاطر میں نہ لایا جائے اور اس کی ضرورت کو بالکل نظر انداز کر دیا جائے بلکہ شریعت کے ساتھ حقیقت کا حصول اور اصلاحِ باطن کو بھی پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔ گو شریعت ہی طریقت کی بنیاد ہے لیکن محض بنیاد پر اکتفا کر لینا اور مزید تعمیر کو نظر انداز کر دینا بھی غیر دانشمندی اور مقصد سے رہ جانے کے مترادف ہے۔

فرمایا! حقائق اور ٹھوس فوائد سے صاحبان باطن اور ان سے مربوط لوگ ہی بہرہ ور ہو سکیں گے۔ جب پوچھا گیا کہ صاحبان باطن کے ساتھ عام آدمی کا مربوط ہونا بھی اس کے

Marfat.com

لیے سود مند ہو سکتا ہے جبکہ اس کے پلے کچھ نہ ہو؟ فرمایا! مربوط ہونا اور صحبت میں رہنا بھی معنی رکھتا ہے اور کسی وقت ثمر آور ہو سکتا ہے۔

جماعت اسلامی زیر بحث ہوئی تو فرمایا! یہ لوگ بحث کر کے تھکا دیتے ہیں لیکن مانتے پھر بھی نہیں۔ غلط انداز سے پیغمبروں کے حوالے سامنے لے آتے ہیں۔ اقتدار پسند اور باطن سے بے بہرہ لوگ ہیں۔

ریاضت وعنایت

فرمایا! کوشش و کشش اور ریاضت وعنایت مل کر کام بناتے ہیں اور منزل مقصود تک پہنچاتے ہیں۔ ریاضت کے ساتھ ساتھ جب قدرت کی جانب سے عنایت اور توفیق حاصل ہوتی ہے تو کام بنتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شکایت کی کہ سابقہ امتیں لمبی عمروں اور زیادہ ریاضت کے باعث ہم سے سبقت لے گئیں تو آپ علیہ السلام نے جواباً فرمایا! کہ تمہاری مثال اس مزدور کی سی ہے جو عصر کے وقت آ کر کام پر لگ گیا' پھر تھوڑا وقت کام کیا اور مالک نے اسے صبح والے مزدور کے برابر مزدوری دے دی' اور اگر مالک عصر والے کو صبح والے سے معاوضہ میں بڑھا بھی دے تو اسے اختیار حاصل ہے۔ اسے ﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾ (جمعہ:۴) یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عطا کرے۔'' سے تعبیر کیا جائے گا۔

﴿هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ﴾ (جمعہ:۲)

''وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر آیتیں پڑھتا ہے۔''

﴿وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ (جمعہ:۳)

''اور ان میں سے بعد والوں کو جو اگلوں سے نہ ملے۔''

مذکور بالا آیات کو تلاوت کر کے فرمایا کہ مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ (جمعہ:۵) ان کی مثال جنہوں نے توراۃ کو اٹھایا۔''

کے الفاظ ان کے بعد آئے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ یہود علماء اور ان کے علم پر ان پڑھوں

کو بفضل خداوندی فوقیت حاصل ہو گئی جبکہ عالمان یہود معتوب ہو کر رہ گئے۔

تفکر الساعة خیر من عبادة الثقلین یعنی ایک ساعت کی فکر دونوں جہان کی عبادت سے بہتر ہے۔'' اس کے بارے میں فرمایا کہ اسے مراد اپنا اختراعی اور بناوٹی غور و خوض اور فکر نہیں بلکہ یہ تفکر بھی منجانب قدرت عنایت ہوتا ہے۔ مرشد کامل کی توجہ سے جب تفکر و تصور کے حقیقی چراغ روشن ہوتے ہیں اور سیدھی راہیں کھلتی ہیں تو کام بنتا ہے اور گوہر مقصود ہاتھ آتا ہے۔ فرمایا! سید الاولیاء جناب غوث اعظم قدس سرہ العزیز کی خدمت اقدس میں کسی نے عرض گزاری کہ ہم نے ریاضت تو شاید آپؒ سے بڑھ کر کی ہو مگر درجہ اور مرتبہ آپ کا سا نہ مل سکا۔ آپؒ نے جواباً فرمایا! کہ ریاضت میں آپ بڑھ گئے ہوں گے لیکن یہ تو عنایت ہے۔

مقبول شہادت

فرمایا! باطنی لطائف زندہ نہ ہوں اور کلید حاصل نہ ہو تو عالم غیب نظر نہیں آتا خواہ قرآن خوانی میں مادی زبان گھس کیوں نہ جائے۔ بے شک یہ امر باعث برکت و ثواب ہے لیکن عالم غیب میں دخول کے لیے باطنی وجود کا پڑھنا پڑھانا کارآمد ہو سکتا ہے۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پڑھ کر فرمایا کہ شہادت تو دیکھنے والا ہی دے سکتا ہے۔ دیکھا کچھ نہ ہو اور سنی سنائی کے حوالے سے شہادت دے تو ایسی شہادت کیونکر مقبول ہو سکتی ہے۔ ایمان بھی صحیح معنوں میں عالم غیب کو دیکھ لینے کے بعد ہی پختہ ہو سکتا ہے' پھر ایسا ایمان ہمیشہ قائم رہتا ہے۔ ایسے ہی ایمان اور ایسی ہی شہادت والے کو جنت الماویٰ میں داخلہ مل سکے گا نہ کہ رسمی اور زبانی پڑھ لینے پر۔ فرمایا! آخری وقت میں زبان پر کلمے کا اجراء بھی قیمت اور معنی کا حامل ہے۔ جس طرح بھوسے کے اڑنے کے بعد نیچے سے دانے نکل آتے ہیں اسی طرح مادی وجود کے ختم ہونے پر ایمان کے دانے کلمے کے اجراء کی صورت میں ظاہر ہو جاتے ہیں۔ سرے سے دانے ہی نہ ہوں تو کیا نظر آ سکتا ہے۔ پھر عدم قبولیت کے حوالے سے فرمایا! کہ بندے کا قلب حاضر نہ ہو اور اس کا جسم مصروف نماز ہو تو ایسی نماز کو وہ بے نیاز ذات کیونکر قبول کر سکتی ہے۔

Marfat.com

علم وحکمت ودیدارِ الٰہی

﴿يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (جمعہ:۲)

''ان پر آیتیں پڑھتے ہیں' اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب وحکمت کی باتیں سکھاتے ہیں۔''

اس آیت کو پڑھ کر قبلہؒ نے فرمایا! یتلو ا کا مطلب تو پڑھ دینا اور سنا دینا ہے جس سے علم ظاہر مراد ہے۔ یزکی کا مطلب تزکیہ کرنا یعنی نظر وتوجہ سے میل کچیل کھینچ لینا اور پاکیزگی بھر دینا ہے۔ اس کے بعد معارف کتاب سمجھانا ہے۔ پاک کرنا اور پاک ہونا معمولی بات نہیں۔

فرمایا! سالک مرجوع کا تعلق مخلوق سے ہو تو اس کا تعلق باللہ والا آئینہ ویسا صاف نہیں رہتا جیسا تعلق باللہ کے وقت ہوتا ہے۔ مقصد یہ کہ لوگوں سے تعلق کے باعث آئینہ قلب مکدر اور میلا ہو جاتا ہے جبکہ دیدار خداوندی کے لیے طہارت ولطافت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لیے انبیاء اور اولیاء خود کو دیدار الٰہی کے لیے فارغ رکھنا پسند کرتے ہیں جبکہ حین حیات مخلوق کے ساتھ تعلق رکھنا امر الٰہیہ کے تحت ان کے لیے ناگزیر ہوتا ہے بنابریں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حصول فراغت کے لیے جناب غوث پاک قدس سرہ العزیز کو تقسیم فیض وہدایت کی خاطر اپنا نائب اور سیکرٹری مقرر کر رکھا ہے جبکہ انہوں نے نعمت دیدار سے مشرف رہنے کی غرض سے آگے دوسرے اولیاء کو ان امور پر متعین ومقرر کر رکھا ہے' کیونکہ دیدار خداوندی اور حضوریت وہ نعمت ہے جس کا مقابلہ بہشت کی کوئی نعمت بھی نہیں کر سکتی۔ انہی مدارج کے فرق کو مذکورہ آیات میں واضح کیا گیا ہے۔ آیات پڑھ دینا' تزکیہ کر دینا اور معارف کتاب سمجھا دینا ایک ہی چیز نہیں بلکہ الگ الگ چیزیں اور درجات ہیں۔

اہل عقبیٰ سود بردند' طالب دنیا زیاں
گرمئی بازار تو سود وزیان من بسوخت

اہل عقبیٰ فائدے سے جب کہ طالب دنیا نقصان سے دوچار ہے۔ اے اللہ! تیرے بازار جذب وعشق کی گرمی نے میرے سود وزیان کی طلب کو جلا ڈالا۔

Marfat.com

پھر آپؒ نے حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کا درج ذیل شعر پڑھا اور فرمایا کہ کیسے نچوڑ نکالا ہے۔

ہر کہ طالب با مطالب خویشتن
ایں چنیں طالب بود بس لاف زن

یعنی ہر وہ طالب جو حقیقی مقصد تک خود کو پہنچا لے وہی طالب صادق ہے اور جو لاف زنی کرے اور باتیں بنانے تک محدود رہے ایسا طلب بھلا کیا طالب ہوا۔

حضورؐ کا جذبہ ادب و لحاظ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل بیان کرتے ہوئے قبلہؒ نے فرمایا! کہ محبّ اور محبوب میں تیرا میرا نہیں ہوتا۔ جو معجزات اور خوبیاں جملہ انبیاء کو عطا ہوئیں وہ آپ ﷺ میں جمع تھیں۔

حسنؑ یوسفؑ، دم عیسیٰؑ، ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

یا رسول اللہ! تو یوسف علیہ السلام کا حسن، عیسیٰ علیہ السلام کا دم اور پھونک اور موسیٰ علیہ السلام کا سا چمکتا سفید ہاتھ رکھتا ہے۔ ان جملہ محبوبوں کے ہاں جو کچھ تھا آپ تنہا ان سب خوبیوں اور معجزات کے حامل ہیں۔

اس کے باوجود آپ علیہ السلام معجزات کا اظہار اللہ تعالیٰ کے ادب اور لحاظ کی وجہ سے نہ فرماتے' تاکہ لوگ مغالطے میں پڑ کر عیسیٰ علیہ السلام کی مثل خدا نہ سمجھنے لگ جائیں۔ البتہ کسی موجود شے میں برکت ڈالنے کے واقعات آپ علیہ السلام سے بے شمار صادر ہوئے۔ مثلاً: گوندھے ہوئے آٹے پر کپڑا ڈلوا کر پکانے کا حکم فرمایا پھر نیچے سے آٹا نکال نکال کر پکاتے رہے یہاں تک کہ ہزار آدمیوں نے کھایا۔ دوسرے موقع پر ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام کی دعوت کی جنھوں نے محض دو روٹیاں پکوا رکھی تھیں۔ آپ علیہ السلام اسی صحابہؓ کو لے کر پہنچے تو وہ پریشان ہو گئے۔ حضور ﷺ نے وہی روٹیاں طلب فرمائیں' ان کے ٹکڑے کیے اور تقسیم فرمانا شروع کر دیا یہاں تک کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے سیر ہو کر کھایا۔ نیز آپ علیہ السلام نے کبھی بھی ایسا دعویٰ نہ فرمایا جس سے باقی انبیاءؑ کے ساتھ مقابلے کی صورت پیدا ہوتی ہو۔ ایک رات ایک

Marfat.com

جن کو آپ ﷺ نے پکڑ کر اس ارادے سے مسجد نبوی کے ستون کے ساتھ باندھ دیا کہ صبح مدینے کے بچے اسے دیکھ کر محظوظ ہوں گے' پھر جب حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا رب ھب لی یاد آئی تو اسے آزاد فرما دیا۔ قبلہ فقیر صاحبؒ نے فرمایا! کہ نبی کریم ﷺ کے علم غیب کے بارے میں بعض لوگوں کا بدکنا اور چیں بجبیں ہونا بے معنی ہے جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآن کریم میں صاف صاف آیا ہے:

﴿وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَ مَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِكُمْ﴾ (آل عمران:۴۹)

''اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں بچار کھتے ہو۔''

گویا عیسیٰ علیہ السلام گھروں میں موجود اشیاء اور خوردہ چیزوں کی خبر دے سکتے تھے۔ یہ دنیوی اشیاء کا علم ہے جسے حضرت سلطان العارفین قدس سرہ نجومیوں کے علم سے تعبیر فرماتے ہیں جبکہ انبیاء اور اولیاء کا حقیقی علم اور شان اس سے بہت بلند ہے۔

فرمایا! ایک بار عیسائیوں نے بعض مسلمانوں کو حجت قرآنی سے یہ کہہ کر لاجواب کر دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے جب کہ مسلمانوں کے پیغمبر سے یہ امر ثابت نہیں۔ اس دوران جناب غوث پاک قدس سرہ العزیز تشریف لے آئے۔ آپؒ نے فرمایا! اگر حضور علیہ السلام کا غلام مردہ زندہ کر دے تو؟ عیسائی آزمائش کو تیار ہو گئے۔ قبرستان میں ایک قبر کا انتخاب ہوا تو آپ قدس سرہ نے فرمایا! اس میں عورت ہے جس کی بے پردگی ہو گی۔ پھر دوسری قبر کا انتخاب ہوا۔ آپ قدس سرہ نے قم باذنی کہہ کر اسے اٹھایا تو عیسائی حیران ہو گئے۔ حضرت غوث پاکؒ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قم باذن اللہ فرما کر مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے جبکہ سرور کائنات ﷺ کے غلام بفضل خدا اور بحکم مولا ''قم باذنی'' کہہ کر بھی جلا سکتے ہیں بشرطیکہ ضروری ہو۔ عیسائی متاثر ہوئے اور اسلام لے آئے۔ قبلہ فقیر صاحبؒ نے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (آل عمران:۳۱) ''اے محبوب! تم فرما دو کہ اے لوگو! اگر تم اللہ کو محبوب رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو' اللہ تم سے محبت کرے گا۔'' پڑھ کر فرمایا کہ جب آپ علیہ السلام کی متابعت سے کوئی بندہ محبوب خدا بن سکتا ہے تو خود آپ ﷺ کی محبوبیت کی شان کیا ہو گی۔

Marfat.com

ادب گا ہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

یعنی آسمان کے نیچے آستانہ نبوی ﷺ ایسی ادب گاہ ہے جو عرش سے بھی زیادہ نازک ہے کہ جہاں جنیدؒ و بایزیدؒ جیسے اکابر اولیاء کو بھی دم مارنے کا یارا نہیں۔

رہبانیت کا مفہوم

﴿وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا﴾ (حدید:۲۷)

''اور انہوں نے رہبانیت اپنی طرف سے نکالی' ہم نے اس کو ان کے اوپر نہیں لکھا تھا' لیکن انہوں نے اسے رضاء الٰہی کے چاہنے کو اختیار کیا پھر اس کی رعایت اور نباہ نہ کر سکے جیسا کہ اس کا حق تھا۔''

حدیث شریف لا رھبانیۃ فی الاسلام اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔

مذکور آیت اور حدیث شریف پڑھ کر فرمایا کہ انہیں اکثر رہبانیت کی رد اور مخالفت میں استعمال کیا جاتا ہے' اور اہل تصوف پر الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ رہبانیت کی ترویج و ترغیب کا باعث بنتے ہیں۔ حالانکہ مذکور آیت سے مراد یہ ہے کہ ہم نے رہبانیت ان پر فرض نہ کی تھی بلکہ انہوں نے خود اسے قرب الٰہی کے حصول کے لیے اختیار کیا لیکن اس کا حق ادا نہ کر سکے اور اس کے پردے میں دنیا کمانی شروع کر دی۔ فرمایا! اس آیت سے رہبانیت حرام قرار نہیں پاتی البتہ قرب کا ذریعہ قرار پاتی ہے بشرطیکہ شیطان کے چکر میں پھنس کر دنیا کمانا مقصود نہ بنا لیا جائے۔ حدیث شریف سے بھی یہی مطلب مترشح ہوتا ہے کہ رہبانیت فرض نہیں کہ ہر آدمی کے لیے اسے اختیار کرنا ضروری ہو' باقی اگر کوئی بتقاضائے محبت الٰہی ترک دنیا پر مجبور ہو جائے تو اسے معذور سمجھنے کی بجائے معتوب کیوں بنائیں؟ فرمایا! آنحضرت ﷺ نے بعثت سے چند سال قبل کے اکثر اوقات غار حرا میں گزارے اور سالک مرجوع بنے اور اعلان نبوت سے پہلے خالصتاً یاد الٰہی اور محبت خداوندی میں محصور رہے۔ گویا اس راستے پر چلنے والوں کے لیے یہ ایک سنت ٹھہری۔ فرمایا! یونہی اولیاء کرام کو بھی اس وقتی گوشہ نشینی سے ہم کنار ہونا پڑتا ہے

Marfat.com

البتہ اسلام میں عیسائیت کی طرح ہمہ وقتی رہبانیت نہیں ہے۔

حقیقی جاہل

کسی نے اپنے عمر رسیدہ بھائی کے متعلق شکایت کی کہ تھوڑا پڑھنا لکھنا جانتا ہے۔ اگر کچھ یاد کرنا چاہے تو یاد نہیں کر پاتا اور بھول جاتا ہے۔ یہ سن کر فرمایا! کہ بوڑھے طوطے کی مثل اس عمر میں کیونکر یاد کیا جا سکتا ہے اور دوسرا آدمی اس سلسلے میں اس کی کیا مدد کر سکتا ہے۔

فرمایا! علم اللہ تعالیٰ کو جاننے اور پہچاننے کا نام ہے خواہ بظاہر کچھ بھی نہ پڑھ سکے یا بہت پڑھ لکھ سکتا ہو۔ اگر بہت پڑھا لکھا بندۂ نفس ہے اور اللہ تعالیٰ کو نہیں جانتا تو حقیقتاً یہی شخص جاہل مطلق ہے۔ مقصد یہ کہ معرفت خداوندی کا علم ظاہری پڑھائی لکھائی سے بالا اور ماوراء ہے۔

دل جو کچھ دیکھتا ہے

﴿مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی﴾ (نجم:۱۱)

''دل نے جو کچھ دیکھا جھوٹ نہ دیکھا۔''

اس آیت کو پڑھ کر قبلہؒ نے فرمایا! کہ ہم نے ایسے موقعوں پر پوری تسلی کی ہے۔ ایسے خواب ہزار بیداریوں کا خلاصہ ہوتے ہیں بلکہ اسے بیداری کی بیداری کہنا چاہئے۔ ایسے وقت میں حواس کی قوتیں بہت وسیع ہو جاتی ہیں اور ہوش و ادراک پوری طرح کارفرما ہو جاتے ہیں۔ پھر جب بندہ مادی حواس کی جانب لوٹتا ہے تو باطنی دنیا کے مقابلے میں مادی دنیا خواب معلوم ہوتی ہے۔ اور یہ بے حد تنگ اور غیر واضح لگتی ہے۔ فرمایا! جن لوگوں نے یہ کچھ نہیں دیکھا وہ پیغمبروں کے وسعت علم و نظر کا کیونکر اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اس راہ سے بے خبری کے باعث علماء ظاہر کے لیے ان کا ظاہری علم مثل حجاب بن جاتا ہے۔ پھر اگر وہ خوف خداوندی سے بھی بے بہرہ ہوں تو ان کی کتاب یعنی کسی کتابی علم فرمان قرآنی ﴿كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا﴾ (جمعہ:۵) کی مصداق بن جاتا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ

گدھے کی مانند ہیں جس نے کتابوں کا بوجھ اٹھا رکھا ہے۔ فرمایا! ایسے لوگ ظاہری علوم کے غرور میں پھنس کر باطنی فضائل پر ایمان نہیں لاتے اور ﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾ (جمعہ:۴) ''یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عطا کر دے۔'' کے حقیقی مفہوم کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔

دنیوی اور اخروی بنک

﴿اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ﴾ (تکاثر:۱)

''تمہیں کثرت مال کی طلب نے غافل رکھا۔''

اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا! کہ اس سے مکان' لباس اور بنک بیلنس وغیرہ میں زیادتی بھی مراد ہے۔ ان امور میں مسلمانوں کا ایک دوسرے سے بڑھنے کا شوق نقصان دہ ہے اور یہ دھن ضرورت سے زیادہ اچھی نہیں۔ لباس پرتکلف ہوتو دوسرے رشک کرنے لگ جاتے ہیں۔ مکان اونچا اور عالیشان ہوتو لوگ حسد سے دیکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے شکوہ کرتے ہیں کہ انہیں ایسا کیوں نہ ملا۔

پھر آپؒ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾

(سورۃ توبہ:۳۴)

''وہ لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔''

اس آیت پر بحث کرتے ہوئے فرمایا! کہ دنیوی بنکوں کے مقابلہ میں اخروی بنکوں میں منافع کی شرح بہت زیادہ ہے' لہٰذا انسان کو موخر الذکر بنک میں کچھ جمع کرنے کی فکر کرنی چاہئے۔ فرمایا! بعد از موت جب روح اپنی قبر پر آتی ہے اور اپنی لاش کو گلتا سڑتا دیکھتی ہے تو روتی اور افسوس کرتی ہے کہ کاش اس کے اس انجام کی جانب خیال کیا ہوتا اور کوتاہ عقلی کے باعث اس کی دیکھ بھال میں خالق حقیقی کے احکامات کو فراموش نہ کیا ہوتا۔ پھر آپؒ نے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے اونچے گنبد کی تعمیر کا تذکرہ فرمایا جسے دیکھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ جس پر انہوں نے اسے گرا دیا۔ پھر اونچے مکانات کی تعمیر کے حوالے سے یہ حدیث

Marfat.com

دبرائی له ملك ينادی كل يوم لدوا للموت وابنوا للخراب یعنی فرشتہ روزانہ پکارتا ہے کہ تو موت کے لیے جیتا ہے اور خراب ہونے کے لیے عمارات بناتا ہے۔"

تفرقہ بازی کی حقیقی وجوہات

اختلافاتِ عقائد' فرقہ بندی' ہر امت کا ان امور کو دہرانا اور خلافت راشدہ کے بعد اہل اسلام کے درمیان اختلافات میں زیادتی کی وجوہات زیر بحث آئیں تو قبلہؒ نے فرمایا! کہ جب سے اسلام کی حقیقت کو سمجھا اور اس کے باطنی پہلو کو سو فیصد درست اور سچ پایا اور لوگوں کی ایک کثیر تعداد کو ان حقائق سے بے خبر پایا تو بہت حیرت ہوئی اور سوچا کہ آخر ایسا کیوں ہے؟

فرمایا! اصل بات یہ ہے کہ جب دل کا قصد اور توجہ الی اللہ ہے تو یہی توحید ہے اور اس کا حامل موحد ہے۔ اس کے برعکس اگر دل خواہشات نفس کی تبع میں دانستہ یا غیر دانستہ طور پر دیگر مقاصد کا زیر بار اور طلبگار ہے اور اس کا دھیان ماسوی اللہ میں ہے تو یہ شرک ہے۔ کسی کی ظاہر داری کو دیکھ کر خواہ کوئی مغالطے میں پڑ جائے تاہم فیصلہ مذکور حقائق پر ہی ہوگا۔ خواہشات نفس کی اتباع اور ماسوی اللہ کی جانب رجوع ہی فرقہ بندی اور اختلاف عقائد و مسالک کی بنیادی وجہ ہے۔ یوں ہر فرد اور گروہ اپنے متعین کردہ نظریئے اور عقیدے کا پیرو ہے' جسے اس نے اپنی خواہش و عقل سے ترتیب دیا اور درست جانا' اور دوسرے کو گمراہ تصور کر کے اختلاف و تفرقہ کی راہ ہموار کی۔

فیصلہ کن حقائق

﴿فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰآدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَ مُلْكٍ لَّا يَبْلٰى﴾ (سورۃ طٰہٰ:۱۲۰)

"تو شیطان نے آدم کو وسوسہ دیا اور بولا اے آدم! کیا میں تمہیں بتا دوں ہمیشہ کی زندگی کا درخت اور وہ بادشاہی کہ پرانی نہ ہو۔"

"شجرۃ الخلد" کے حوالے سے آیت مذکور کا ذکر چلا تو فرمایا! کہ شیطان خود اس مرض اور طلب میں مبتلا تھا' لہٰذا ہمیشہ کی زندگی اور نہ پرانی ہونے والی بادشاہی اور تسخیر کا وسوسہ آدم

Marfat.com

علیہ السلام کے دل میں ڈال کر اور شجر ممنوعہ کھلا کر انہیں جنت سے نکلوا دیا۔ اس مرض سے مراد اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اور اس کے مقرر کردہ دستور اور حقیقی مقصد سے اعراض کر کے اپنی کوشش سے اپنی الگ خدائی اور بادشاہی کا خواب دیکھنا' اور نتیجے میں اللہ والوں یعنی نبیین' صدیقین' شہداء اور صالحین کی اطاعت و محبت کی بجائے ان سے حسد کرنا' ان کا مقابل بننا اور ان کو ہدف تنقید بنانا ہے۔

فرمایا! میں اور انا نفس کی اصلی اور بنیادی کمزوری ہے جبکہ حسد کو اور ذات کو رضائے مولا میں فنا کر دینا ہی اولیاء اللہ کا طریقہ اور راستہ ہے۔ مقبولان درگاہ خداوندی کی تقلید کرنا' عطاء خداوندی کے خلاف حسد نہ کرنا اور دربار الہیہ میں مقبولیت کی خواہش کرنا محمود ہے۔ جبکہ مسیلمہ کذاب' مرزا قادیانی اور مسجد ضرار تعمیر کرنے والوں اور اس قبیل کے دوسرے لوگوں کی پیروی کرنا اور ان جیسے دعوے کرنا مردود و مذموم ہے' اس لیے کہ ایسے لوگوں کا عمل انانیت نفس اور خود پرستی پر مبنی ہوتا ہے۔

فرمایا! قرب خداوندی سے دور ہو جانا' غیر اللہ کو مقصود بنا کر انہی کے لیے وقف ہو جانا اور اپنی خواہشات کا بندہ اور غلام بن جانا ہی جہنم اور تاریکی کی راہ ہے۔ جبکہ خواہشات کی میل کچیل اتارنا' حقائق پر سے غفلت اور لاعلمی کے پردے اٹھانا اور معبود حقیقی کی بارگاہ تک پہنچنے کی کوشش کرنا درحقیقت مقصد حیات اور جنت واجالے کا راستہ ہے۔

فرمایا! ہمارا اپنا تصوراتی دوزخ جیسے کسی کو اٹھا کر مادی آگ میں پھینک دینا اپنی جگہ ہے اور ہمارا یہ یقین حقیقت کی صورت دھار گیا ہے ورنہ قرب و بعد خداوندی اور وصل و ہجر ہی فیصلہ کن حقائق ہیں۔ آنکھوں پر خواہشات نفس کی غفلت کا پردہ ہونے کے باعث اور حقائق سے لاعلمی کے باعث کوئی یہیں بعد اور دوری کے دوزخ میں پڑ گیا اور پھر اس مرض اور نقص کا عادی ہو گیا جیسے چمار اور بھنگی بدبو کا عادی ہو کر رہ جاتا ہے اور بو کے احساس سے عاری ہو کر اس سے نکلنے کا آرزومند بھی نہیں رہتا۔ فرمایا! موت کے باعث جب اگلے مرحلے میں پردہ اتر جائے گا تو سب کچھ حقیقی طور پر سامنے آ جائے گا جیسے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جن امور میں تم جھگڑتے ہو ان کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔

Marfat.com

اللہ والوں کی استمداد

بلوچوں کا ذکر چلا تو قبلہؒ نے فرمایا! کہ وسیع لیکن غیر منظم قوم ہے۔ تعداد میں پٹھانوں سے زیادہ ہونے اور جنگجو ہونے کے باوجود حکومت سے محروم رہے جبکہ پٹھانوں نے باقاعدہ حکومت کی۔

پھر برت خان بلوچ کی جہالت اور اسفلیت کا ذکر فرمایا جو ایک لڑکے پر عاشق ہو گیا۔ تھا یہ شیطانی جذبہ اس پر اس قدر غالب ہوا کہ وہ اس لڑکے سے نکاح پڑھوانے پر مصر ہو گیا۔ وہ علاقے کا سردار تھا لہٰذا نکاح کے لیے علاقے کے علماء بلوائے گئے۔ برت خان نے ان کے آگے اپنا مدعا بیان کیا تو علماء پریشان ہو گئے۔ انہوں نے جان بچانے اور چھڑوانے کی خاطر ایک جرات مند عالم مولوی نور محمد صاحب کا نام لے دیا کہ وہ ہمارے بڑے اور پیشرو ہیں یہ معاملہ ان کے آگے رکھا جائے۔ برت خان نے مولوی نور محمد صاحب کو بلوا کر انہیں اپنی بیہودہ خواہش سے آگاہ کیا تو انہوں نے دوٹوک جواب دے دیا اور بولے کہ وہ ایسا غیر شرعی اور واہیات کام کیوں کریں؟ ان کے اس دلیرانہ جواب پر بلوچ سردار ناراض ہو گیا اور مولوی صاحب کو سزا دینے پر آمادہ ہو گیا۔ مولوی صاحب حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کے عقیدت تھے۔ وہ آپ قدس سرہ کی روحانیت کی جانب متوجہ ہوئے۔ قدرت نے اس عقیدت اور تعلق کا لحاظ فرمایا۔ اگلی رات پٹھانوں نے برت خان کے علاقے پر حملہ کر دیا۔ مقابلے میں برت خان مارا گیا' یوں اس بے ہودہ شخص سے علماء کی جان چھوٹ گئی۔ فرمایا! ایسے جاہلوں کے اقتدار کو کیوں کر استحکام حاصل ہو سکتا ہے۔

فقر و گمنامی اور عشق الٰہی

حضرت بادشاہ صاحب قدس سرہ العزیز کی خمول پسندی اور گمنامی کی بات چلی تو فرمایا! کہ فقیر کو شہرت بہت نقصان دیتی ہے اور اس کے باطنی معاملات کا بہت حرج ہوتا ہے۔ فرمایا! ہم خود بھی اس تھوڑی سی شہرت سے بہت تنگ ہیں۔

پھر دیدارِ الٰہی اور جمالِ خداوندی کا ذکر ہوا تو فرمایا! کہ منہ سے یہ بات کہہ دینا آسان ہے لیکن یہ معاملہ ایسا سہل اور معمولی نہیں۔ عشق اور محبت ہم جنس سے ہوتی ہے نہ کہ غیر جنس

Marfat.com

سے۔ جب بندہ نورِ خدا کا حامل ہو جاتا ہے تو محبت الٰہیہ کا سزاوار ہو جاتا ہے۔ فرمایا! عشق حقیقی کی یہ آگ اسی نور کے باعث ہی بھڑکتی ہے۔

زعشق ناتمام ما جمال یار مستغنی است
بآب ورنگ و خال وخط چہ حاجت روئے زیبارا

یعنی میرے ناتمام عشق سے میرے یار کا جمال بے نیاز ہے۔ خوبصورت چہرے کو رنگ وروغن کا اور خال وخط کی ضرورت نہیں ہوتی۔

نورِ تحقیق اور صحبت صالح

ایک صاحب نے قبلہؒ کے سامنے فُقراء سے تعلقات کو دنیا دارانہ انداز میں بیان کیا تو فرمایا! کہ دنیا دار لوگ دین' وظائف' مجاہدہ اور پیری مریدی میں بھی دنیوی مفادات کو مدنظر رکھتے ہیں۔ جبکہ کروڑوں میں ایک آدھ اصلی طالب ہوتا ہے۔ طلب سچی ہو تو خداوند کریم سے ملنے میں دیر نہیں لگتی۔ پھر راہ فقر میں ابتدائی جوش و جذبے کے تحت سب کچھ چھوڑ دینے کی بات چلی تو فرمایا! کہ وقتی جوش کے تحت گھر بار' بیوی بچے چھوڑ دینے والے فیصلے صحیح نہیں ہوا کرتے۔ حضور علیہ السلام کی حیات طیبہ ہمارے سامنے ہے جس سے بڑی دلیل اور نہیں ہوسکتی۔

پھر صحبت صالح کے اثرات کے ضمن میں حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ بیان فرمایا! انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ دل کی جو کیفیت حضور علیہ السلام کی مجلس میں ہوتی ہے وہ گھر جا کر نہیں ہوتی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کے خیال کی تائید کی' پھر دونوں اصحاب رضی اللہ عنہم نے یہ خیال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواباً فرمایا! کہ جس کے دل میں نورِ تحقیق ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کو چراغ کے قریب روشنی میں نظر آئے لیکن پرے اندھیرے میں نظر نہ آئے۔ میری مثال چراغ کی سی ہے اس لیے تم لوگوں کی جو کیفیت میرے نزدیک رہ کر ہوتی ہے وہ دور جا کر نہیں رہتی۔ اگر تم لوگ ہر وقت میرے قریب رہتے تو فرشتے تم سے ملاقاتیں کرتے جبکہ دور جانے کے باعث ظلمتیں گھیر لیتی ہیں۔

قبلہؒ نے فرمایا! کہ تھوڑی وقتی یاد اور حاضری بھی غنیمت ہوتی ہے۔ انسان میں بڑی

وسعت ہے اچھائی کی بھی اور برائی کی بھی۔ مرشد کامل کی صحبت سے طالب صادق باصلاحیت حقیقتاً فیضیاب ہوسکتا ہے۔

اس سلسلے میں مولانا رومؒ کی حکایت بیان فرمائی کہ شیر کا بچہ بھیڑوں کے ساتھ پل کر جوان ہوا تو وہ اپنی شیرانہ قوت و صلاحیت کو فراموش کر بیٹھا۔ پھر ایک روز بھیڑوں کے اس گلے اور ریوڑ پر ایک جنگلی شیر حملہ آور ہو گیا۔ اسے دیکھ کر بچہ شیر کو اپنی قوت و صلاحیت کا احساس ہوا۔ فرمایا! مرشد کامل یونہی طالب صادق کو اس کی صلاحیت سے آگاہ کرتا ہے اور اس کی صفات کو اجاگر کرتا ہے ورنہ طالب بچہ شیر کی مانند ہاتھ پر ہاتھ دھرے اپنی عمر، صلاحیت اور قوت کو ضائع کر بیٹھتا ہے۔

میانہ روی محمود ہے

فرمایا! اوسط درجہ اور میانہ روی اختیار کیے رکھنا پسندیدہ اور سود مند ہے۔ مثلاً: دولت خرچ کرنے اور بخل و اسراف کے مابین رہنا، گفتگو میں ترتر بولنے یا بالکل خاموشی سے بچنا، یونہی دیگر امور میں میانہ رو رہنا بہتر اور محمود طریقہ ہے۔ فرمایا! عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف میں غلو اور زیادتی نے عیسائیوں کو کفر کا مرتکب کر دیا۔ اگر مسلمان بھی ایسی حرکتیں کرنے لگ جائیں تو ان کا اسلام کیسا؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ سے بڑھانا یا مترادف کرنا مسلمانی نہیں۔ اس راہ میں اپنی طرف سے عقائد وضع کرنے کی اجازت نہیں، خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلے میں کسی سے رعایت نہیں برتی۔ حتیٰ کہ غیر مسلموں کا ایک وفد بھڑکیلے لباسوں میں حاضر ہوا تو آپ علیہ السلام نے ان کی جانب توجہ نہ فرمائی۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس اعراض کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے بتلایا کہ سادہ لباس پہن کر ملاقات کریں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے توجہ فرمائی۔ آپ علیہ السلام کے ہاں چونکہ معاملہ شاہانہ نہ تھا بلکہ پیغمبرانہ تھا لہٰذا وہ قائل ہو کر اسلام لے آئے۔

فرمایا! بیت المقدس کی فتح کے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب شہر میں داخل ہوئے تو لباس پیوندوں سے معمور تھا اور اونٹ پر سواری کی باری غلام کی تھی۔ مسلمان سپہ سالار گھبرائے کہ فاتح خلیفہ کو اس رنگ میں دیکھ کر مفتوح عیسائی کہیں حقیر نہ جانیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو

Marfat.com

ڈانٹا اور فرمایا! کہ ہماری عزت لباس کے باعث نہیں۔ عیسائیوں کے پوپ نے امیر المومنین رضی اللہ عنہ کو اس حلیے میں دیکھ کر تصدیق کی کہ ہماری کتب میں ایسے حلیے کے حامل آدمی کے ہاتھوں بیت المقدس کا فتح ہونا لکھا ہے۔

مس کرنے اور چھونے کے اثرات

کاتبوں کا ذکر ہوا تو مسکرا کر فرمایا! کہ کسی کاتب نے قرآن کریم کی کتابت کے وقت عصیٰ ادم پڑھا جس میں عصیٰ کے معنی لغزش اور غلطی کے ہیں تو اس نے اسے عصا یعنی لاٹھی سے تعبیر کیا اور کہا کہ عصا تو موسیٰ علیہ السلام کا تھا لہٰذا اسے درست کر دیا۔ پھر اس نے خرموسی صعقا پڑھا جس میں خر کے معنی گر پڑنے کے ہیں۔ کاتب نے اسے خر پر محمول کیا اور کہا کہ خر تو عیسیٰ علیہ السلام کا تھا لہٰذا اسے بھی درست کر دیا۔

فرمایا! عموماً کاتب حضرات بے وضو قرآن کریم کی کتابت کرتے ہیں اور بعض ساتھ حقہ نوشی اور پان خوری کا اہتمام بھی رکھتے ہیں۔ اس لیے ایسے ہاتھوں سے لکھا گیا قرآن کریم رغبت کے ساتھ زیادہ پڑھا بھی نہیں جاتا کیونکہ مس کرنے اور چھونے کے اپنے خاص اثرات ہوتے ہیں، بنابریں احترام اور عدم احترام سے کتابت کرنے میں قلبی جذبات کے موافق ویسے ہی اثرات ہوتے ہیں، حتیٰ کہ پنساری وغیرہ سے دوائی اور نسخہ لیں تو اس میں ان کے ہاتھوں کے مساس اور ٹچ (TOUCH) کی تاثیر ہوتی ہے۔ فرمایا! میڈیم یا وسیط جس پر روح مسلط ہوتی ہے کسی شے کو ہاتھ میں لے کر علم سائیکومیٹری کے ذریعے ان لوگوں کی پوری تاریخ اور پس منظر بتا دیتا ہے جنہوں نے اس شے کو چھوا یا مس کیا ہوتا ہے۔ یعنی مس شدہ شے میں مس کرنے والے کی پوری داستان درج ہوتی ہے اس لیے کہ روح وہ کچھ بھی معلوم اور محسوس کر سکتی ہے جسے مادی آنکھیں دیکھ کر بھی نہیں سمجھ سکتیں۔

الاقارب کالعقارب

رشتہ داروں کے مابین جھگڑوں کا تذکرہ ہوا تو کچھ ذاتی واقعات بیان فرمانے کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول الاقارب کالعقارب دہرایا۔ جس کے معنی ہیں کہ اقارب یعنی

Marfat.com

رشتہ دار عقارب یعنی بچھوؤں کی مانند ہوتے ہیں جو محض ڈنکنا اور تکلیف دینا جانتے ہیں۔
فرمایا! شہد کی مکھی میں شہد اور ڈنک یعنی نفع اور نقصان دونوں موجود ہیں۔ بھڑ بھی تکلیف کے حوالے سے بچھو سے کم ہے' لیکن بچھو سخت تکلیف اور زہر کا حامل ہوتا ہے۔

عقبیٰ اور دنیا کی نعمتوں کا موازنہ

عقبیٰ اور دنیا کی نعمتوں کا موازنہ کرتے ہوئے فرمایا! کہ دنیا کی جملہ نعمتیں عقبیٰ کی ایک نعمت کے مقابلہ میں بوجہ عدم دوام اور ناپائیداری ہیچ ہیں۔ اس لیے مچھر کے پر جتنی عقباوی نعمت دنیا کی نعمتوں پر بھاری ہے کیونکہ عقبیٰ کی نعمت غیر فانی ہے اور دنیا کی عارضی و فانی۔
فرمایا! عقبیٰ کی نعمتوں کے حصول کے لیے ہماری کوششیں سرسری اور ناخالص ہوتی ہیں۔ ہم شک اور تذبذب کے عالم میں محض نقلیں اور تقلید کرتے ہیں' حالانکہ دنیوی امور میں جب ہم انہماک اور توجہ سے کام لیتے ہیں تو ہمیں ان کے نتائج بھی حاصل ہوتے ہیں۔ اگر ایسی ہی محویت اور لگن سے ہم عبادات اور اعتقادات کو بجالائیں تو ان کی اجابت وقبولیت میں دیر نہ لگے اور ان کے نتائج واثرات کو محسوس بھی کیا جا سکے۔

مذہب اور سائنس میں فرق

قبلہؒ نے فرمایا! ماضی کی جستجو اور مستقبل کی فکر انسانی فطرت کے تقاضے ہیں۔ کائنات کے ایسے امور کے متعلق تحقیق کی خواہش بلند فکر لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوتی ہے۔ وہ اس کائنات کے آغاز' ابتدائی سرچشمے اور اس کے انجام کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں جس کے بحر ناپیدا کنار میں آفتاب و ماہتاب تنکوں کی مانند تیر رہے ہیں۔ گزشتہ اور آئندہ کے بارے میں انسانی دل و دماغ میں سوالات کا پیدا ہونا فطرت انسانی کا خاصہ ہے۔ فطرت کے یہ دو مطالبے ہی دراصل مذہب اور روحانیت میں سنگ بنیاد کی سی حیثیت رکھتے ہیں۔
علم کی چار دیواری اللہ تعالیٰ کی ان چار صفات سے تعمیر ہے جن کو اس کا علم محیط ہے۔ یعنی ﴿هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ (حدید:۳) وہی اول' آخر' ظاہر اور باطن ہے' اور وہ ہر شے سے خبردار ہے۔
سائنس صفت ظاہر کے محض سطحی جزوی علم سے بحث کرتا ہے اولیت' آخریت اور

Marfat.com

باطنیت کی طرف نہ اسے راہ ہے نہ اس باب میں اسے کچھ خبر ہے۔ جبکہ مذہب ہر جانب فکر و تحقیق کی دعوت دیتا ہے اور ہر حوالے سے راہیں دکھاتا اور بتاتا ہے۔

عالم کا نقطہ آغاز کیا ہے اور اس کا انجام کیا ہوگا؟ اس کا ظاہر جو حواس کی دسترس میں ہے اس کا باطن جو حواس ظاہرہ کی رسائی سے بالا ہے ان ہر دو کا دائرہ کار کہاں تک ہے؟ کیا بقائے دوام کی فطری خواہش حقیقی اور یقینی طور پر پوری ہو سکتی ہے اور بندہ علمی و عملی طور پر ہمیشہ کی زندگانی سے ہم کنار ہو سکتا ہے؟ انسان جو چاہے کرے اور جو چاہے جانے کیا اس کی یہ خواہش پوری ہو سکتی ہے؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کا جواب مذہب کے پاس موجود ہے۔ اس تشنگی کا سامان روحانیت فراہم کرتی ہے۔ دین کے پاس یہی آبِ حیات ہے جس کے ذریعے انسان دائمی و ابدی زندگی سے بہرہ ور ہو سکتا ہے۔ اس بھوک کی خوراک انبیاء کرام کے دستر خوانوں پر موجود ہے۔ ان جملہ امور سے مستفید اور متعارف کرانا مذہب کی غرض و غایت ہے۔

عقلی علوم کی دو بڑی شاخیں ہیں ایک سائنس دوم فلسفہ۔ علم سائنس کی تحقیقات فطرت کے ان امور تک محدود ہیں جو انسانی حواس اور مشاہدے کی دسترس میں ہوں۔ اہل سائنس معترف ہیں کہ کائنات کے آغاز اور انجام تک سائنسی مشاہدات کی رسائی نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا مقصد نہ تو کسی ازلی و ابدی وجود کا انکار کرنا ہے نہ اسے ثابت کرنا بلکہ ہمارا کام نفی اثبات دونوں سے الگ ہے۔

سائنس کارخانہ موجودات کے ظاہری کل پرزوں کی حرکت کو معلوم و محسوس کر کے ان سے کوئی نتیجہ اخذ کر سکتی ہے لیکن اس کے اندر کے حالات و اسباب سے بے خبر ہے۔ سائنس یہ نہیں بتا سکتی کہ ان کل پرزوں کے چلنے کی اصلی غرض و غایت کیا ہے؟ یہ کیوں اور کیسے چل رہے ہیں انہیں کون بناتا اور چلاتا ہے؟

ہکسلے نے سائنس کی درماندگی اور کم مائیگی کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے کہ سائنس کسی چیز کی کامل توجیہہ نہیں کر سکتی اور شے کے اول تا آخر تک سارے اسباب صحیح طور پر متعین نہیں کر سکتی۔

Marfat.com

اصلی زندگی کی نشاندہی

قبلہؒ نے فرمایا! ذکر اللہ ہی حقیقی اور اخروی دولت ہے اور آخری وقت میں زبان پر کلمے کا جاری ہونا بہت اہمیت کا حامل ہے۔ ذکر اللہ کی دولت نے ہی بازار آخرت میں کام آنا ہے۔ پھر مادی زندگی کی ناپائیداری اور غافل انسانوں کی ان مادی فانی لذات سے دل بستگی کے سلسلے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا خواب دہرایا جو انہوں نے حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں یوں بیان کیا۔ ''میں نے (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے) خود کو ایک جنگل میں دیکھا۔ وہاں ایک شیر میرے پیچھے دوڑا۔ آگے ایک ویران کنواں آ گیا۔ میں نے اس میں چھلانگ لگا دی۔ کنویں کی دیوار سے ایک ٹہنی یا جڑ باہر کو نکلی ہوئی تھی جو میرے ہاتھ آ گئی اور میں نے اسے پکڑ لیا۔ کنویں کی تہہ میں ایک اژدہا نظر آیا۔ اس جڑ یا ٹہنی کو سیاہ اور سفید رنگ کے دو کیڑے کھا رہے تھے۔ ٹہنی پر شہد لگا ہوا تھا جسے میں نے چاٹنا شروع کر دیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس خواب کو موت و حیات سے تعبیر فرمایا۔ یعنی موت کا شیر آدمی کے پیچھے دوڑتا ہے۔ آگے قبر کا اژدہا منہ کھولے کھڑا ہے۔ جڑ یا ٹہنی زندگی ہے جو درمیان میں لٹک رہی ہے جسے دن رات کے سیاہ اور سفید کیڑے مسلسل کھا رہے ہیں۔ ٹہنی پر موجود شہد سے مراد دنیوی خواہشات و لذات ہیں جن کی مٹھاس عارضی اور ناپائیدار ہے لیکن انسان نے ان سے دل لگا رکھا ہے اور اس کے چاٹنے میں مصروف ہے حالانکہ موت کا شیر کنویں کے کنارے پر ہے یعنی سر پر ہے اور عاقبت کا اژدہا نیچے منتظر ہے لیکن لذات و خواہشات نے اسے غافل کر رکھا ہے۔

قرآن کریم کے معنی المعنیٰ

قرآن کریم کے معنی المعنیٰ زیر بحث آئے تو فرمایا! کہ حقائق سے لاعلمی کے باعث کسی مفسر کی تفسیر قرآنی آیات کو اعتراضات کا مورد بنا سکتی ہے۔ مثلاً: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں بچھڑے کے جلانے کا تذکرہ ہے جبکہ بظاہر دھات کا جلنا یا جلانا عجیب لگتا ہے۔ آیت

﴿فَتُوبُوٓا اِلٰی بَارِئِکُمْ فَاقْتُلُوٓا اَنْفُسَکُمْ﴾ (البقرہ:۵۴)

''پس اپنے پیدا کرنے والے کی طرف توبہ کرو اور اپنی جانوں کو قتل کرو۔''

Marfat.com

جب توبہ غلطی اور گناہ کی معافی کا ذریعہ ہے تو توبہ کے بعد جانوں کے قتل کا حکم کیوں؟

حضرت یونس علیہ السلام کے قصے میں ہے

﴿لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِهٖۤ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ﴾ (صٰفٰت:۱۴۴)

جس کے معنی ہیں کہ یونس علیہ السلام قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے۔ مچھلی کو تو اصولاً چند سال بعد مر جانا تھا تو اس کے پیٹ میں قیامت تک رہنے کا امکان کیونکر؟

فرمایا! ایسی آیات باطنی مطالب اور تشریحات کی متقاضی ہوتی ہیں اس لیے کھینچ تان کر ظاہری مطالب پر منطبق کرنے سے حق تفسیر ادا نہیں ہوتا۔ ایسی تفسیریں اطمینان قلب کا باعث نہیں ہوتیں اور منکرین کے اعتراض کا موجب بنتی ہیں۔

بارِ امانت کا احساس

﴿اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ﴾ (احزاب:۷۲)

"بے شک ہم نے آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر امانت کو پیش کیا، پس سب نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور ڈر گئے اور انسان نے اسے اٹھا لیا۔"

اس آیت کو تلاوت فرما کر کہا! کہ اس امانت کا بوجھ سچ مچ عملی طور پر محسوس ہوتا ہے۔ کلام الٰہی برحق ہے اور اس میں ذرہ برابر بھی مبالغہ نہیں۔ کسی نے دریافت کیا کہ امانت سے مراد عشق الٰہی کا بوجھ ہے یا کار دنیا کا بوجھ جسے انسان ایجادات کی صورت میں اور دیگر دنیوی امور کی صورت میں اٹھائے پھرتا ہے اور اپنی صلاحیتوں سے انسانیت کے سکھ و آرام کا سامان کر رہا ہے اور وہ اسے ذمہ داری کا بوجھ سمجھ رہا ہے یوں قدرت اس سے دنیوی تقاضے پورے کروا رہی ہے۔ جواباً فرمایا! کہ یہ تو فانی جہان کا بوجھ اور لوازمات ہیں جبکہ امانت سے مراد وہی امانت ہے جس کا ذکر کلام الٰہی میں ہے جس کے اٹھانے سے آسمان، زمین اور پہاڑ عاجز رہے اور جسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نزول وحی کے وقت بار اور بوجھ کی صورت میں محسوس کیا کرتے تھے۔

قرب وحضوری کا بڑا ذریعہ

ترک وتوکل کے بارے میں فرمایا کہ یہ قرب وحضوری کے بڑے ذرائع ہیں، لیکن

بندہ نفس کو ان پر اختیار اور قدرت حاصل نہیں۔ اس ضمن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول دہرایا! انہوں نے اپنے حواریوں سے فرمایا! دیکھو چڑیاں کچھ بھی جمع نہیں کرتیں لیکن اللہ تعالیٰ انہیں زندگی بھر تازہ بتازہ رزق دیتا رہتا ہے۔ شاہ بلوط کا درخت کچھ بھی نہیں کاتتا پھر بھی اللہ تعالیٰ اسے عمدہ لباس عطا کرتا ہے۔

قبلہ فقیر صاحبؒ نے فرمایا! کہ اللہ تعالیٰ متوکلین کو ایسی ذمہ داری سے رزق پہنچاتے ہیں جیسے ماں اپنے چھوٹے بچے کی خوراک کے لیے فکرمند رہتی ہے۔ اب اگر کوئی توکل کا دعویٰ بھی کرے اور دنیا جمع کرنے کے لیے بھی بھاگتا پھرے تو پھر توکل کا دعویٰ کیسا؟ پھر آیت اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ (زمر:۳۶) ''کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں۔'' پڑھ کر فرمایا! کہ یہ آیت بندگان رحمان کے حق میں ہے نہ کہ بندگان شیطان کے لیے' جو دنیا جمع کرنے والے ہیں۔ دنیا دار خواہ کتنا بھی نیک ہو متوکل کے مقابلے میں اس کی رفتار ایسی ہے جیسے جہاز کے مقابلے میں اونٹ۔ فرمایا! یہی عملی طور پر آزمایا ہے۔ اس لیے کہ متوکل نے بوجھ اتار رکھا ہے اور دنیا دار نے بوجھ اٹھا رکھا ہے۔ لہٰذا بوجھل اور غیر بوجھل کی رفتار میں فرق یقینی ہے۔ پھر دولت دنیا سے شیطان کی وابستگی کے حوالے سے فرمایا! کہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کے دربار اقدس پر قیام کے ابتدائی ایام میں ایک بار بال بچوں کے لیے کسی سے کچھ رقم ادھار لی تو اس رات شیطان کو اپنے دروازے کی دہلیز پر چہار چشم کتے کی صورت میں منہ رکھے دیکھا جبکہ گھر میں رقم کی آمد سے قبل ایسا نہ دیکھا تھا۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حوالہ دے کر فرمایا! کہ آپ علیہ السلام نے دولت دنیا سے ہمیشہ احتراز فرمایا! حتیٰ کہ وصال کے وقت گھر میں موجود چھ دینار بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہہ کر خیرات کروا دیئے۔ اب دنیا کے مفتی دنیا کو کتنا بھی ضروری قرار دیں اور اس کی کچھ بھی توجیہہ کریں تاہم انبیاء اور خواص کی یہی سنت رہی ہے۔ حکم اور چیز ہے تقویٰ اور چیز ہے۔ شریعت میں بڑی وسعت ہے۔ اس میں جو کچھ جائز ہے طریقت میں اس سے کچھ نہیں بنتا۔ فرمایا! محبت الٰہی اکاس بیل کی طرح جب بند بند کو جکڑ لیتی ہے تو اس کی مستی بندے کو دکھ سکھ اور سردی گرمی سے بے نیاز کر دیتی ہے اور بندے کو حقیقی توکل سے ہم کنار کر دیتی ہے۔

Marfat.com

جب حقائق کھلیں گے

قبلہؒ نے فرمایا! حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر کی ایک جانب ایک مسلمان اور دوسری جانب ایک یہودی رہتا تھا۔ ایک بار یہودی شدید بیمار ہوا تو مسلمان نے اسے اسلام لانے کا مشورہ دیا۔ جواباً یہودی نے کہا کہ تم جیسا مسلمان بننے کو دل نہیں چاہتا کہ تم سے میرا چال چلن موجودہ حال میں بہتر ہے' البتہ بایزیدؒ جیسا مسلمان بننے کو جی چاہتا ہے لیکن ان جیسی ہمت اور توفیق نہیں رکھتا۔ فرمایا! روز حساب یہ بھید کھلیں گے جب بادشاہ فقیر نظر آئیں گے اور یہاں کے بظاہر بڑے بڑے بزرگ کسی اور حال میں دکھائی دیں گے۔ پھر آپؒ نے یہ آیت پڑھی: ﴿یَوْمَ تُبْلَی السَّرَآئِرُ﴾ (طارق:۹) ''جس دن آزمائی جائیں گی چھپی باتیں۔''

اس قسم کی دیگر آیات سے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ پوشیدہ امور کا وہیں پتہ چلے گا' یہاں بہت دھوکے اور مغالطے چلتے ہیں اور چل رہے ہیں۔

پیری مریدی کا جاہلانہ تصور

پیری مرید کے جاہلانہ رواج کے ضمن میں چند واقعات بیان فرمائے۔ فرمایا! ایک پیر کی آمد پر مریدین اس پر روپوں اور زیورات کی بارش کیا کرتے اور پیر صاحب یوں دولت اکٹھی کرتے۔

ایک اور پیر کے بارے میں فرمایا کہ وہ خراسان (افغانستان) میں مریدوں کے ہاں قیام پذیر تھا۔ وہ جب گھوڑے پر سیر کو نکلتا تو اس کا خادم سائیکل پر سوار ہو کر ساتھ جاتا۔ ان دنوں سائیکل نئی چیز تھی اور وہاں کے لوگ اس سے واقف نہ تھے لہٰذا سادہ لوح مریدین خصوصاً عورتیں دور سے سائیکل سوار خادم کو ہوا میں اڑتا ہوا پیر صاحب کا مسخر کردہ جن تصور کرتے اور اسے پیر صاحب کی کرامت پر محمول کرتے۔

ایسی اندھی عقیدت اور سادگی کے حوالے سے فرمایا! کہ ہمارے والد صاحب یعنی حاجی گل محمد صاحب جب بغداد سے لوٹے تو ہمراہ پنڈولم والا گھڑیال لائے۔ ہماری ایک سیدھی سادی ہمسائی عورت نے جب پہلی بار گھڑیال کو اور اس کے پنڈولم کو خود بخود چلتے اور

Marfat.com

حرکت کرتے دیکھا تو اسے کرامت سمجھا۔ اس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور گھڑیال کو مخاطب کر کے بولی ''اے خود بخود حرکت کرنے والے بغدادی پیر میرے بیٹے کو خوبصورت بیوی دلوانا۔'' فرمایا! ہم گھر والے اس کے پیچھے کھڑے اس کی سادگی پر ہنس رہے تھے لیکن وہ اردگرد سے بے خبر اپنی دعا میں مصروف تھی۔

فرمایا! سون سکیسر میں میراثیوں نے ایک ٹریننگ سنٹر بنا رکھا تھا جہاں وہ اپنے بچوں کو عربی زبان سکھا کر اور عرب رہن سہن کی تربیت دے کر سندھ اور بلوچستان کے دیہاتوں میں بھیجتے' جہاں وہ عرب بن کر لوگوں کی ہمدردیاں حاصل کرتے اور ان کو لوٹتے۔ فرمایا! ایسا ہی ایک سنٹر انگریزوں نے انگلستان میں بنا رکھا تھا جہاں انگریزوں کو پٹھان بنانے کی تربیت دی جاتی تھی۔ پھر انہیں آزاد قبائل اور افغان علاقوں میں بھیج کر ان سے جاسوسی وغیرہ کروائی جاتی تھی۔

فرمایا! مذہب کی آڑ میں نام نہاد مذہبی رہنما بدفعلیوں سے بھی نہیں چوکتے لیکن جہلاء اور اندھے عقیدت مند انہیں پھر بھی خدا رسیدہ تصور کرتے ہیں۔

غلط نمائندگی اور غلط امامت کے نقصانات

جنرل ایوب خان کی بنیادی جمہوریت کا ذکر چلا تو فرمایا! کہ نمائندگی اور امامت دینی اور دنیوی سطح پر قوم کے مجموعی کردار کی غمازی کرتی ہے۔ ان سلسلوں میں اگر چند غلط افراد داخل ہو جائیں تو پورے سلسلے' قوم اور مسلک کے لیے بدنامی کا باعث ہوتے ہیں۔

فرمایا! اس باب میں خود ساختہ پیروں' نام نہاد مولویوں اور غلط کار اماموں نے دین میں ایسا گند پھیلا رکھا ہے کہ پڑھا لکھا سنجیدہ طبقہ دین سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ اس ضمن میں ایک امام مسجد کا حوالہ دیا جسے لواطت کے قبیح جذبے نے جیل تک پہنچا دیا۔ ایک سندھی پیر کے بارے میں فرمایا کہ وہ فاسفورس لے کر سندھ کے دیہی علاقوں میں چلا جاتا۔ پھر فاسفورس کے ٹکڑے منہ میں رکھ کر آگ اگل کر دکھاتا اور اسے نورِ جلال بتا کر دیہاتیوں کو بیوقوف بناتا اور انہیں لوٹتا۔ پھر ایک فوجی کا ذکر کیا جو سینے کے ساتھ چادر میں ٹارچ چھپا کر رکھتا' پھر اسے روشن کر کے اسے دل کی روشنی اور باطنی نور سے تعبیر کرتا۔ وہ اس آڑ میں دولت کماتا اور عورتوں کی عصمتیں لوٹتا۔

فرمایا! وہابیت کا اجراء اور ارتقاء ایسی قباحتوں کے باعث ہوا۔ دین کی آڑ میں ایسے امور سرانجام دینے والے غلط کار اور بدفطرت لوگوں کی نشاندہی جو مارِ آستین ہیں چغلی نہیں۔ گو چغلی کھانے کو زنا سے بدتر گردانا گیا ہے بشرطیکہ نیکوکاروں کی ہو نہ کہ ایسے بدباطنوں کی۔ اس سلسلے میں ایک اچھے بھلے حکیم کا ذکر بھی آ گیا۔ وہ قبلہ فقیر صاحبؒ سے ملاقات کی غرض سے فیصل آباد پہنچا۔ آپؒ کے مریدوں سے ملا۔ وہ بہت روتا تھا۔ مریدوں نے ترس کھا کر اسے کرایہ دے کر آپؒ کے پاس ڈیرہ روانہ کر دیا۔ بعد میں قبلہؒ نے مریدوں کو بتایا کہ تم لوگوں نے اسے بہت روتا دیکھ کر عشق الٰہی اور محبت رسول ﷺ میں گرفتار تصور کیا ہو گا جبکہ وہ ذات کا کمہار تھا اور کسی کمہاری کے عشق میں مبتلا تھا اور چاہتا تھا کہ وہ اسے بہر قیمت مل جائے۔ فرمایا! ہم سے یوں فرمائش اور تقاضا کرتا تھا جیسے ہم بیٹھے بیٹھے اس کی مطلوبہ کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیں گے۔ فرمایا! جب ایسے لوگوں کے اصلی مقاصد سامنے آتے ہیں تو حیرت بھی ہوتی ہے اور دکھ بھی۔ آخر میں مسکرا کر کہا کہ آج کی محفل تو وہابیانہ انداز کی ہو گئی۔

اختلاف طبائع اور ایمان کی حقیقت

اختلاف طبائع اور صفات کا ذکر چلا تو قبلہؒ نے فرمایا! حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ صاحبان جلال تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حاملانِ جمال تھے جبکہ حضور علیہ السلام مجموعہ ہمہ صفات تھے۔ آپ ﷺ ضرورت کے مطابق ہر ایک سے کام لیتے تھے۔

فرمایا! اہل بیت سے عقیدت و محبت کی زیادتی کے باعث اپنی تصنیف 'مخزن الاسرار و سلطان الاوراد' میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدح اور تعریف میں ایسی تحریر شامل کرنا چاہی جس کی وجہ سے اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم پر آپ کرم اللہ وجہہ کی فضیلت اور فوقیت ثابت ہوتی تھی' تاہم اس مضمون کو شامل کتاب کرنے میں متردد تھا۔ پھر ایک رات خواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے دست مبارک میں ایک لوح نظر آئی جس پر آپ رضی اللہ عنہ کے کارہائے نمایاں درج تھے جو آپ رضی اللہ عنہ نے اسلام کی خدمت میں سرانجام فرمائے۔ اس واقعے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعریف والے مضمون کو کتاب میں شامل کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

ایمان و اسلام کی بات چلی تو فرمایا کہ ایمان تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا تھا کہ ابتداء

Marfat.com

میں جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اہل خاندان سے سر محفل دریافت کیا کہ ترویج و تبلیغ اسلام میں میرا مددگار کون بنتا ہے تو خاندان کے بڑے خاموش رہے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ باوجود کم سنی کے کھڑے ہوئے اور امداد و تعاون کی حامی بھری' پھر عمر بھر نہایت خاموشی اور تابعداری سے اسلام کی خدمت میں مصروف رہے۔ فرمایا! ان کے ایمان کا کسی ایسے ایمان سے کیونکر موازانہ کیا جا سکتا ہے جو مصلحت اور مجبوری کے تحت لایا گیا ہو۔ ایسے مصلحت اندیش ایمان لانے والوں کے خلاف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تلوار بے نیام ہو جایا کرتی تھی لیکن حضور علیہ السلام منع فرما دیتے۔ اس ممانعت میں یقیناً مشیت ایزدی اور حکمت خداوندی پوشیدہ تھی ورنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے بڑی صائب ہوا کرتی تھی۔ اگر انہیں اپنی رائے پر عمل کرنے دیا جاتا تو شاید آگے چل کر اہل اسلام میں وہ بڑے فتنے اور خونریزیاں بپا نہ ہوتیں جو ہوئیں۔ فرمایا! دم آخر تو فرعون نے بھی ایمان لانا چاہا لیکن مقبول نہ ہوا اور ارشاد خداوندی ہوا:

﴿آٰلْـٰٔنَ وَ قَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَ كُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ﴾ (یونس:۹۱)

''کیا اب ایمان لاتا ہے اور تحقیق اس سے پہلے نافرمانی کر چکا ہے۔''

نرم فتاویٰ کا ذکر ہوا تو فرمایا! کہ اکثر ائمہ بنو امیہ کے دور میں ہوئے۔ اموی بادشاہوں کی سخت گیری اور مظالم کے خوف سے انہیں فتاویٰ میں نرمی اختیار کرنا پڑی۔ بعد کے لوگ ان فتاویٰ کی تردید اس لیے نہ کر سکے کہ وہ خود انکار و زندقہ کے مزید فتووں کی زد میں آ جاتے۔

خاندانی منصوبہ بندی

آبادی کے کنٹرول کے حوالے سے خاندانی منصوبہ بندی زیر بحث آئی تو قبلہ ؒ نے فرمایا! کہ اس مد سے متعلق لوگ سمجھتے ہیں کہ مخلوق کا کوئی والی اور باغ دنیا کا کوئی مالی نہیں ہے اور بڑھی ہوئی آبادی کی دیکھ بھال اور ان تک رزق پہنچانا اب قدرت کے بس میں نہیں رہا لہٰذا خاندانی منصوبہ بندی کے ارباب اختیار اس نظام کو درست کر لیں گے۔ یہاں تک کہ اہل یورپ نے آبادی کنٹرول کرنے کے لیے لواطت کی لعنت کو بھی جائز قرار دے دیا ہے اور ان کے مذہبی رہنما یعنی پادری بھی اس ضمن میں تعاون و تائید پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ باوجود ان فضول کوششوں کے وہ لاحاصلی سے ہم کنار ہیں۔ یہ لوگ قدرت کی جباری اور قہاری صفت کو

Marfat.com

فراموش کیے ہوئے ہیں۔ فرمایا! حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں پانی کا سیلاب اور طوفان آیا تھا اب آگ کا آئے گا اور یقیناً آئے گا۔

روح ورحمت کے معاملے

قبلہؒ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب پر سبقت لے جائے گی اور کبھی اتنی غالب ہوگی کہ دوزخ ٹھنڈا پڑ جائے گا۔ عام آدمیوں کی موت کے بعد اچھی حالت دیکھ کر اس کی رحمت کے غلبے کا بہت یقین ہوا ہے۔ قرآن کریم میں بار بار دوزخ کے ذکر کی بات ہوئی تو حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کا ارشاد ''رسیدن از ترسیدن است'' دہرایا' جس کا مطلب ہے کہ رسائی اور پہنچنا خوف سے ہے۔

روح کے دخول وخروج کی بابت فرمایا! کہ پہلے روح یا روحانی جسم اوپر سے نیچے آتا ہے اور جسم سے مربوط ہوتا ہے۔ پھر موت کے وقت جسم و روح کے درمیان مربوط دھاگوں اور رشتوں کو ملک الموت بچے کی ناف یا ناڑ کی مثل کاٹ دیتا ہے' تب جسم فنا کی گھاٹ اتر جاتا ہے اور اٹھنے سے قاصر ہو جاتا ہے' پھر روحانی جسم اوپر چلا جاتا ہے جان ٹوٹنے کے وقت ایسی ہی کیفیات طاری ہوتی ہیں۔ ناری نفس اس جسم سے نکل کر ناری طبقہ جنات میں شامل ہو سکے گا کہ یہی اس کی اصل ہے' جبکہ اس دنیا میں آنے کا مقصد روح کو ترقی دے کر مذکورہ طبقہ سے نکال کر فرشتوں کے جہان میں لے جانا ہے اور یہی اصل کار ہے۔

پھر آپؒ نے تین دفعہ کی غیبت اور نیند سے عالم ارواح میں داخل ہونے اور تین بار کی یکے بعد دیگرے بیداری کے بعد عالم دنیا میں واپس آنے کا اپنا مشاہدہ اور تجربہ بیان فرمایا۔

فرمایا! مسلمانوں کے نئے اور اپ ٹو ڈیٹ فرقے غیب اور روحانیت کے قائل نہیں رہے لہٰذا ان حقائق سے دور اور محروم ہو گئے۔ یہ لوگ ان امور کا تذکرہ برائے نام کرتے ہیں حالانکہ یہ اصل ہیں۔

محجوبین اور مغضوبین

شیعہ لوگوں کی جناب غوث پاک حضرت سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز سے بغض و عداوت کے بارے میں فرمایا! کہ ان لوگوں کی مخالفت اور انکار بلاوجہ ہے اور یہ اس

Marfat.com

لیے ہے کہ محبوبین کو مغضوبین اچھا نہیں سمجھ سکتے۔ اس ضمن میں ایک ایرانی شیعہ امیر کا واقعہ بیان فرمایا! کہ جان کنی اور نزع کے عالم میں اس کے لواحقین اسے نجف اشرف اور اپنے دیگر متبرک مقامات پر لیے پھرے تا کہ اس کی جان آسانی سے نکل سکے اور ان مقامات میں سے کسی ایک جگہ دفنایا جا سکے' لیکن اس کی جان نہ نکلتی تھی۔ اتفاقاً جب وہ لوگ حضرت غوث پاک قدس سرہ العزیز کے روضہ اقدس کے قریب سے گزرنے لگے تو وہ امیر مر گیا۔ عزیزوں نے بغض و غصہ کے سبب اس کا پلنگ وہیں پٹخ دیا اور کہا کہ کیسی کیسی مقدس جگہوں پر لیے پھرے لیکن جان نہ نکلی اور یہاں پہنچ کر دم دے دیا۔

کم علمی اور خود ساختہ مذاہب کی قباحتیں

بلا جانے بوجھے اپنے تئیں کچھ سمجھ لینا زیر بحث تھا۔ اس ضمن میں ایک ہندوستانی کا واقعہ بیان فرمایا جو ایک عرب عورت سے شادی کر بیٹھا تھا۔ ہندوستانی نے مرحبا کا لفظ سیکھ رکھا تھا لیکن اس کے مفہوم اور اس کے استعمال کے وقت سے واقف نہ تھا.......... بیوی اسے گرم پانی سے نہلانے لگی' پانی سخت گرم تھا۔ کوئی قطرہ اس پر گرا تو اس نے مرحبا کا نعرہ بلند کیا۔ بیوی سمجھی پانی ٹھیک ہے لہٰذا اس نے اوپر انڈیل دیا' یوں مرحبا کے غلط اور بے وقت استعمال سے کھال اتروا بیٹھا۔

فرمایا! ظاہری علم کی افادیت سے انکار نہیں لیکن اسلام کی حقیقت تک پہنچنے کے لیے اسے کافی تصور کر لینا دانش مندی نہیں فرمایا! اسلام کے احکامات بہت صحیح اور مناسب ہیں۔ یہی ایک دین ہے جس کے تعینات پائیدار ہیں جبکہ انسانوں کے خود ساختہ مذاہب قباحتوں سے معمور ہیں۔ اس سلسلے میں ڈیرہ اسمٰعیل خان کے ایک ہندو وکیل کا قصہ بیان فرمایا کہ اس کی خوبرو بیوی موت سے ہمکنار ہوئی تو ہندو پنڈتوں نے رسومات کے بہانے لاش کی بے حد بے حرمتی کی۔ جلانے کے بہانے اس کے کپڑے اتار کر اسے برہنہ کیا گیا' پھر چتا پر پڑی لاش کی شرمگاہ پر لاٹھیاں ماری گئیں اور وجہ یہ بتائی کہ یوں لاش جلدی آگ پکڑ لے گی۔ ہندو وکیل مذہب کی آڑ میں کی گئی اس زیادتی اور بے شرمی کو انتہائی بے بسی اور بے قراری سے دیکھتا رہا۔ پھر ہندومت سے ایسا متنفر ہوا کہ اسلام لے آیا۔

Marfat.com

عمل خالص کی جزا

نیک اعمال کی جزا کی بات چلی تو محبت سے حضرت مدے خان صاحبؒ کا ذکر کرتے ہوئے قبلہؒ نے فرمایا! کہ ان کا بیان اس ضمن میں خوب ہے۔ گو وہ ان پڑھ تھے لیکن بہت اچھے بزرگ تھے۔ فرمایا! ہمارے والد صاحبؒ نے ان سے دریافت کیا کہ جس خیرات' زکوٰۃ اور نیکی وغیرہ کا یہاں کوئی اثر و نتیجہ نظر نہیں آتا عاقبت میں اس کے بدلے کی امید رکھی جا سکتی ہے۔ حضرت مدے خان صاحبؒ نے جواباً فرمایا! جس عمل کا اثر و نتیجہ بصورت مشاہدہ' خواب' لذت اور ثقالت جسم معلوم اور محسوس نہ ہو تو سمجھو کہ اسے ڈھوڈر یعنی پہاڑی کوّے کھا گئے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات حی و قیوم اور قریب و موجود ہے' وہ کوئی جامد بت نہیں کہ دل سے بلانے والے کو جواب نہ دے۔ وہ ذات عادل و منصف ہے۔ کسی کا عمل خالص ہو تو اس کی قبولیت کی بشارت و اشارت فرما دیتی ہے۔

قبلہ فقیر صاحبؒ نے فرمایا! کہ نفس و شیطان حتی الوسع اعمال و اذکار کو خالص نہیں رہنے دیتے ورنہ انہیں لوجہ اللہ ادا کیا جائے تو ان کی جزاء فوراً ملتی دیکھی ہے۔ فرمایا! عدم توجہی اور لاپرواہی سے کیے گئے عمل کی مثال اس گولی یا تیر کی ہے جسے نشانہ لیے بغیر چلایا جائے۔ ایسی گولی یا تیر ظاہر ہے ہدف اور نشانے پر نہیں لگے گا۔ یونہی اگر بغیر توجہ اور ارتکاز کے کوئی شخص ساری زندگی بھی عمل و مجاہدہ کرے تو اس کا بے حضور مجاہدہ حقیقی رنگ اور مشاہدہ نہیں لائے گا' نیز وہ باطنی حیات اور حقائق سے بہرہ ور نہیں ہو سکے گا۔ پھر حساب کتاب کے وقت ایسے عمل و مجاہدہ کے حق میں حجت بازی بھی قبول نہیں ہو گی۔

فرمایا! جلدی جلدی پڑھنا اور محض تعداد و مقدار کو پورا کرنا مؤثر نہیں ہوتا اور قلب میں نہیں اترتا۔ ورتل القرآن ترتیلا (مزمل:۴) ''اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھ۔'' سے یہی مراد ہے۔ پھر قولا ثقیلا (یعنی بھاری بات) کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا! کہ کھانے کو ہضم کرنا اور جزو بدن بنانا مقصود ہو تو مقدار تھوڑی رکھنی پڑتی ہے اور چبا چبا کر کھانا پڑتا ہے۔ جلدی جلدی اور ضرورت سے زیادہ کھا لینا معدے پر بوجھ ڈالنے اور بیماری کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

فرمایا! مجاہدہ بلا مشاہدہ ہے تو منظور نہیں۔ اسلام میں معیار یعنی (quality) درکار ہے۔ مقدار یعنی (quantity) نہیں۔ مقدور سے زیادہ اور تنگ ہو کر کیا گیا عمل خاص پسندیدہ نہیں۔

ممتحن اور مدرس

قبلہؒ نے فرمایا! کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بحیثیت ممتحن کے ہے۔ ممتحن کو امیدواروں اور امتحان دینے والوں کی کامیابی اور ناکامی سے غرض نہیں ہوتی اور نہ وہ ان کے لیے فکر مند ہوتا ہے۔ اس ممتحن ذات نے قرآن کریم اور احادیث نبوی ﷺ کے ذریعے جگہ جگہ وضاحت سے سمجھا دیا ہے‘ آگے لوگوں کی مرضی اسے قبول کریں یا رد کریں‘ البتہ مدرس اور استاد کو فکر رہتی ہے اور اسے شاگردوں کی کامیابی کی خواہش لاحق رہتی ہے‘ بنابریں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بہت فکر مند رہتے تھے کہ انہیں معلم بنا کر بھیجا گیا تھا۔ اس حوالے سے اللہ تعالیٰ کو قرآن کریم میں فرمانا پڑا۔

﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ﴾ (الشعراء:۳)

''شاید تو اپنی جان کو ہلاک کرنے والا ہے اس لیے کہ نہیں ہوتے ایمان لانے والے''

﴿عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ﴾ (توبہ: ۱۲۸)

''شاق ہے اس کے اوپر (یعنی حضور کے اوپر) کہ تم لوگ ایذا میں پڑو‘ حرص کرنے والا ہے اوپر تمہارے''۔

کائنات کا اجمالی جائزہ

''الابریز'' ایک معروف عربی کتاب ہے جو حضرت عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ہے‘ جسے ان کے خاص خلیفہ احمد بن مبارک نے مدون کیا۔ اس کتاب کا ترجمہ ''خزینۂ معارف'' زیر بحث آیا تو فرمایا! کہ بعض بیانات شیخ سے اعتقاد کی زیادتی کے باعث مبالغہ کی صورت اختیار کر گئے۔ مثلاً: خلیفہ صاحب لکھتے ہیں کہ ان کے شیخ حضرت عبدالعزیز دباغؒ کو کائنات اور لوح محفوظ کا مفصل مطالعہ ہر وقت حاصل تھا۔ فرمایا! یہ ہم نے نہیں دیکھا۔

جس طرح مادی نظر ایک وقت میں ایک سمت یا ایک شے کو بالتفصیل دیکھ سکتی ہے یہی حال باطنی آنکھ اور آئینہ قلب کا ہے کہ وہ جس شے کو دیکھنے کی آرزومند ہوتی ہے وہ منعکس ہو جاتی ہے۔ فرمایا! ہوائی جہاز کے ذریعے کسی شہر کا طائرانہ اور اجمالی جائزہ لیا جا سکتا ہے۔ اگر شہر کے مکانات و مقامات کی تفصیل معلوم کرنی مقصود ہو تو جہاز سے ایسا ممکن نہیں۔ اس ضمن میں آپؒ نے انبیاء کرام کی خواب میں زیارت کا واقعہ دہرایا کہ ان کی زیارت سرسری اور اجمالی ہوئی اگر تفصیل اوصاف اور پورے تعارف میں جاتے تو خواب کتنا لمبا ہو جاتا۔

فرمایا! اللہ تعالیٰ کے علوم وفنون، جمال اور سلسلہ تخلیق وغیرہ غیر مختتم اور لاحد و لاعد ہیں جن کا تفصیلی معائنہ ممکن نہیں۔ کسی شہر کا جمادی، نباتی، حیوانی اور انسانی حسن بالتفصیل دیکھنا مقصود ہو تو اس پر کتنا وقت صرف ہوگا اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ پھر جناب غوث پاک شیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کا بیان دہرایا کہ ''میں نے اللہ تعالیٰ کے تمام ممالک کی طرف جب دیکھا تو وہ مجھے ملے جلے ایک رائی کے دانے کے برابر معلوم ہوئے۔'' اس بیان کے متعلق فرمایا کہ خاص وقت میں رائی کے دانے کی مجموعی صورت میں نظر آئے نہ کہ تفصیلی صورت میں۔ پھر لی مع اللہ وقت یعنی میرے لیے اللہ کے ساتھ ایک وقت ہے' پڑھ کر فرمایا! کہ حضور علیہ السلام کے اس فرمان سے مذکورہ امر کی مزید تصدیق ہو جاتی ہے کہ یہ معاملہ بھی خاص وقت کے ساتھ مخصوص تھا جیسے کوئی سارا دن اس مادی سورج کو دیکھنے کی تاب نہیں رکھتا۔

فرمایا! حضور علیہ السلام کی خدمت میں امت کے احوال ہفتہ میں دوبار پیش ہونے کی روایت کی جاتی ہے، صرف امت کے نہ کہ جملہ لوگوں کے۔ پوری کائنات کا ہمہ وقتی تفصیلی علم اللہ تعالیٰ کی علیم وقدیر ذات کو حاصل ہے۔

اجر وثواب میں کمی بیشی کا معیار

درود شریف، وظائف اور دیگر عبادات کے اجر وثواب میں کمی بیشی کا تذکرہ ہوا تو فقیر صاحبؒ نے فرمایا! کہ ایک شخص نے روزمرہ کے خیالات سے معمور دل کے ساتھ محض عادتاً اور زبانی درود شریف پڑھا اور دوسرے نے نہایت دلجمعی اور محبت واحترام سے پڑھا تو دونوں کا اثر وثواب مختلف ہوگا۔ اگر کسی عمل اور عبادت کا محرک اللہ تعالیٰ کی جلالت اور بزرگی ہو تو

Marfat.com

اس کا اجر بھی اس کی عظمت و جلال کے لحاظ سے ہو گا۔ اگر محرک ذاتی غرض ہو اور انداز عامیانہ ہو تو اجر بھی اسی حوالے سے ہو گا۔ قیام' رکوع اور سجود وغیرہ اس بدن کی نماز ہے اور دل کا متوجہ الی اللہ ہونا دل کی نماز ہے جو اصل ہے۔ مکمل عبادت وہی ہے جس میں جسم و جان دونوں حاضر و منہمک ہوں۔ اسی طریق کار کا حکم اور تاکید ہے۔ فرمایا! جن دنوں ہم نے گوجرہ میں آنکھ کا آپریشن کروایا تھا ان دنوں بوجہ پرہیز چند نمازیں اشاروں سے پڑھنی پڑیں' اس وقت نماز کی مکمل شرعی اور ظاہری ادائیگی کی قدر و قیمت' وقار اور لطف کا عملاً اندازہ ہوا ورنہ پہلے اس کا احساس اور تجربہ نہ تھا۔ اشاروں سے نماز پڑھنے کا باوجود قوت تصور کے وہ لطف نہ آیا۔

مرشد اور طالب کا باطنی رابطہ

مرشد و طالب کے باطنی تعلق کے بارے میں فرمایا! کہ جو طالب یاد کرتا ہے اس کا یاد کرنا یہاں دل کو متاثر کرتا ہے اور جو یاد نہیں کرتا اور فراموش کیے رہتا ہے اس کا حال خود مرشد کامل کو کوشش اور محنت سے معلوم کرنا پڑتا ہے۔ یعنی طرفین میں سے کسی ایک کو یاد کرنے کی تحریک چلانی پڑتی ہے۔

دولت ہر مرض کی دوا نہیں

قبلہؒ نے فرمایا! دولت کی کثرت کے باوجود اس کا مصرف اچھا نہ ہو تو اس کا اجتماع اور ذخیرہ اندوزی بے فائدہ ہے۔ اس حوالے سے ایک غریب افغانی کا ذکر فرمایا جو مزدوری کی خاطر آسٹریلیا گیا' وہاں کانوں میں کام کے دوران بڑی مقدار میں سونا ہاتھ لگ گیا اور یوں امارت نے قدم چوم لیے۔ اس نے اسی سال کی عمر میں شادی کر لی جس میں سے ایک لڑکی ہوئی۔ لڑکی جوان ہوئی تو اسے اور بیوی کو لے کر رشتہ داروں سے ملنے ملانے افغانستان گیا۔ وہاں قیام کے دوران بادشاہ وقت ظاہر شاہ کو ایک لاکھ روپے حصول خوشنودی کے لیے بطور نذرانہ پیش کیے۔ رشتہ دار رقم بٹورنے کی غرض سے گدھوں اور مردار خوروں کی طرح اردگرد جمع ہوئے تو گھبرا گیا اور نکل جانے میں عافیت سمجھی۔ بیوی افغانستان میں ہی فوت ہو چکی تھی۔ لڑکی کو لے کر کابل سے کراچی پہنچا۔ یہاں اس وقت کے گورنر جنرل پاکستان غلام محمد سے

Marfat.com

ملنے کے شوق اور کوشش میں خراب ہوتا رہا۔ پھر لڑکی کو کسی کے اعتماد پر کراچی میں چھوڑ کر بغرض حج حجاز مقدس کو روانہ ہو گیا۔ وہاں سے واپسی تک کسی نے لڑکی کھسکا لی۔ دولت و رسوخ کے ہوتے ہوئے اور تلاش بسیار کے باوجود اسے بازیاب نہ کر سکا۔ پھر اسی حالت حسرت و یاس میں آسٹریلیا کو لوٹ گیا۔ فرمایا! ہر مرض کی دوا اور مقصود حیات محض دولت نہیں۔

عالم غیب سے لاعلمی

غیبی اور باطنی جہان سے اپنوں اور غیروں کی لاعلمی کی بابت فرمایا! کہ یورپین محققین اور مورخین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی قوم کا محض مادی اور ظاہری مصلح اور ریفارمر تصور کرتے ہیں جب کہ ہمارے ہاں بھی خواجہ حسن نظامی جیسے بڑے لوگ ان کی تائید اور تقلید میں ایسے نظریات اور خیالات کا اظہار کر گئے ہیں۔ معلوم نہیں کہ یہ لوگ واقعی ان خیالات کے حامل تھے یا انہوں نے اہل یورپ کو خوش کرنے کی غرض سے ان کے ایسے خیالات کو اپنایا۔ ان لوگوں کے خیال میں حضور علیہ السلام کو قوم کی بہت فکر تھی لہٰذا قوم کی بھلائی کی خواہش آپؐ کو متشکل ہو کر نظر آتی رہی جسے وحی اور فرشتے سے تعبیر کیا جاتا رہا۔ فرمایا! علمی تکبر کی ہوا اور نفس کا الٰہ اس قسم کے نظریات تعمیر کرواتا رہتا ہے۔ سلطان محمود غزنوی جیسے بڑے بت شکن بھی پتھر اور دھات کے بتوں کو توڑ کر خوش اور مطمئن ہوتے رہے جبکہ اندر کے صنم نفس کو توڑنے کا فن اور اس فن کی اہمیت کو فقراء ہی جانتے ہیں۔

﴿ اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ ﴾ (جاثیہ:۲۳)

''کیا پس تو نے دیکھا اس شخص کو جس نے اپنی خواہش کو معبود بنایا' اور اللہ نے باوجود علم کے اس کو گمراہ کیا۔''

﴿ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰى ﴾ (النازعات:۴۱)

''اور جو اپنے رب کے آگے کھڑا ہونے سے ڈرا اور اپنے نفس کو خواہش سے روکا' پس تحقیق جنت وہی ہے جگہ رہنے کی۔''

ان آیات کو پڑھ کر فرمایا کہ ان میں صنم نفس کی طرف اشارہ ہے اسی ہوا اور الٰہ نفس سے اپنی ذات کو جدا کرنے کا عوضانہ جنت حقیقی کا دائمی قیام ہے اور یہی اصلی راز ہے۔ فرمایا!

Marfat.com

پہلی آیت میں واضلہ اللہ علیٰ علم کے حوالے سے ان علماء ظاہر کی نشاندہی کی گئی ہے جو ظاہر علم کے باوجود اصل بھید سے نا آشنا اور گم کردہ راہ ہیں۔ جنہیں ظاہری علم و عمل کی کثرت تکبر اور گھمنڈ میں مبتلا اور حقائق سے غافل رکھتی ہے اور وہ لاعلمی کے باعث نفس کو بجائے مارنے کے فربہ اور طاقتور کرتے رہتے ہیں۔

فرمایا! شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے خدا سے ملنے کا مختصر ترین راستہ دریافت کیا۔ شیخ صاحبؒ نے اس کے باطنی استکبار کے خاتمے اور نفس کی سرکوبی کے لیے اس سے فرمایا کہ جھولی میں اخروٹ لے لو اور لڑکوں سے کہو' جو ایک جوتا مارے گا اسے ایک اخروٹ ملے گا۔ سائل نے لاحول پڑھی اور کہا کہ یہ بھی کوئی خدا سے ملنے کا طریقہ ہے۔ جواباً! شیخ صاحبؒ نے بھی لاحول پڑھی کہ کیسے جاہل کے سامنے راز کہہ دیا جس نے قدر نہ جانی۔

فرمایا! کالج کے زمانہ میں ظاہر سے آگاہی اور باطن سے لاعلمی کی کیفیت سے عملاً گزرے' پھر جب اس حقیقی جہان سے آشنا ہوئے تو ہر دو کا فرق معلوم ہوا

حیف کیں بے بصراں تابہ ابد بے خبر اند
زانکہ در دیدہ صاحب نظراں مے آید

یعنی ان کور چشموں پر افسوس ہے جو حقائق سے ابد تک بے خبر رہتے ہیں جو صاحب نظر لوگوں پر آشکارا ہو جاتے ہیں۔

دست بدست لین دین

فرمایا! دنیا میں کتنے مذاہب ہیں اور ہر مذہب میں کتنے فرقے اور جماعتیں ہیں' پھر اجتماعی طور پر ہر مذہب اور انفرادی طور پر ہر جماعت خود کو راہ راست پر تصور کرتی ہے جبکہ راہ راست پر صرف ایک جماعت ہو سکتی ہے' لہٰذا صراط مستقیم پر محض وہی طبقہ ہے جس کا معاملہ نقد اور لین دین دست بدست ہے اور جو ''سبحان ربی الاعلیٰ'' کے جواب میں ''لبیک یا عبدی'' سننے کی توفیق رکھتا ہے۔ پھر آپؒ نے برنگ مزاح اس کی وضاحت اس حکایت سے بیان فرمائی! کہ ایک یہودی' ایک عیسائی اور ایک مسلمان ہم سفر ہوئے۔ ان کے پاس کھانے کے

Marfat.com

لیے تھوڑی مقدار میں حلوہ تھا۔ ان کے مابین یہ طے پایا کہ ہم تینوں میں سے جو سب سے اچھا خواب دیکھے وہ اس حلوے کو کھانے کا حق دار ہو۔ بیدار ہونے پر یہودی اور عیسائی نے آسمانوں کی سیر کے خواب سنائے۔ جب مسلمان سے دریافت کیا گیا تو وہ بولا کہ تم لوگ آسمانوں کی سیر میں مشغول تھے، مجھے حکم ہوا کہ وہ دونوں عرش کے نظاروں میں مصروف ہیں لہٰذا یہ حلوہ تو کھالے سو میں نے کھالیا۔

فرمایا! اللہ تعالیٰ کے ساتھ خام خیالی اور تصوراتی آسمانوں کی سیر کی حد تک معاملہ نہ ہو بلکہ اسی زندگی میں اس کے انوار کے دیدار اور قرب و وصال کی نعمت سے بہرہ ور ہو تو بات ہے۔

بزرگان صحو و شریعت

مشارب و مسالک زیر بحث آئے تو فرمایا! کہ مجذوب سے فائدہ نہیں پہنچتا۔ اچھے اچھے احوال والے رند فقیر بھی بہت دیکھے لیکن صحو و شریعت کے حامل بزرگوں اور فقیروں کا کیا کہنا۔ یہ لوگ سب سے بہتر اور سو فیصد درست ٹھہرتے ہیں۔ علماء ظاہر جو مغز سے تہی دامن ہیں اور محض قشر شریعت کے حامل ہیں اور اسی پر مکتفی ہیں سو فیصد درست نہیں گردانے جا سکتے۔

فرمایا! دنیوی علم محدود اور اعداد و شمار کا پابند ہے لیکن باطنی علم اور امور فقر و ولایت لامحدود اور بے شمار ہیں۔ فقیر کو جسم کے ذرے ذرے اور بال بال کے علم سے بہرہ ور کیا جاتا ہے۔ یہ مادی علم تو کچھ نہیں، فقیر کو اللہ تعالیٰ نے جس قوت دید و علم سے ہم کنار کر رکھا ہوتا ہے اس کی طفیل وہ کتاب کائنات کو جہاں سے بھی دیکھنا چاہے دیکھ سکتا ہے اور گزشتہ و آئندہ حال معلوم کر سکتا ہے۔

فقر و فیض سلطانی

کسی نے حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہ العزیز کی زیارت سے مشرف ہونے کا طریقہ دریافت کیا تو فرمایا! کہ ترک و توکل کو اپنائیں تو آپؒ فوراً شرفِ ملاقات بخشتے ہیں۔ فرمایا! جناب بادشاہ صاحب قدس سرہ کے فقر و کمال کی حد نہیں ہے۔ آپ نے یہ شعر پڑھے۔

Marfat.com

اگر باشد دو صد عصیاں کتابم
تواند شست از چشم پر آبم
اگر باشد دو صد خرمن گناہم
توانم سوختن از برق آہم

یعنی اگر گناہ دوسو کتابوں پر تحریر ہوں تو ممکن ہے کہ انہیں آنسوؤں سے مٹا لوں۔ اگر معاصی کے انبار دوسو پر بھی مشتمل ہوں تو اسے آہ کی بجلی سے جلا سکتا ہوں۔

اے لقائے تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل وقال

یعنی اے نعمت دیدار! تو خود ہر سوال کا جواب ہے' تیرے وسیلے سے ہر مشکل بغیر گفتگو کے بھی حل ہو سکتی ہے۔

آپ قدس سرہ کے فیض کے حوالے سے فرمایا! کہ آپؒ کا فیض محض دربار شریف پر حاضر ہونے والوں کے لیے ہی مخصوص نہیں بلکہ جو عقیدت مند وہاں نہیں جا سکتے ان کے لیے بھی عام ہے' البتہ عقیدت و محبت شرط ہے۔

فرمایا! باطن میں آپ قدس سرہ کی مجلسیں اور کچہریاں دیکھی ہیں' ان میں جن و ملک کے غول کے غول یوں آتے دیکھے جیسے دنیاداروں کے درباروں میں غرض مند اغراض لیے چلے آتے ہیں۔

فرمایا! رسمی رواجی پیروں اور ظاہر بین علماء نے اس راستے کو بہت آسان سمجھ رکھا ہے۔ پھر ایک مولوی صاحب اور ایک پیر صاحب جن کو خضر علیہ السلام سے فیضیاب ہونے کا دعویٰ تھا' کا حوالہ دے کر فرمایا! کہ مولوی صاحب نے پیر صاحب کی تعریف میں مبالغہ آرائی کی اور کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جناب خضر علیہ السلام سے فیض یاب نہ ہو سکے لیکن پیر صاحب ان سے فیض لینے میں کامیاب رہے۔ پیر صاحب نے جواباً مولوی صاحب کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ وہ محض مولوی ہی نہیں بلکہ وقت کے غوث بھی ہیں جبکہ ان حضرات کو فقر و ولایت کی ہوا بھی نہیں لگی تھی۔ فرمایا! لوگوں نے افرادی قوت' اندھے مقلدوں کی کثرت اور ظاہری علمی فراوانی کو

Marfat.com

بزرگی اور معرفت کا معیار بنا رکھا ہے۔

ہزار نکتہ باریک ترزمواین جاست
نہ ہرکہ سر بتراشد قلندری داند

یعنی ہزاروں رموز یہاں ایسے ہیں جو بال سے بھی زیادہ باریک اور لطیف ہیں' ہر وہ شخص جو سر منڈا کر قلندری کا دعویٰ کرے ان حقائق کو نہیں جان سکتا۔

قبلہ فقیر صاحبؒ کی اس مجلس میں ماسٹر مقصود حسین شاہ صاحب بھی موجود تھے۔ انہوں نے بتایا کہ "ایک بار میں مذکورہ پیر کے ہاں حاضر ہوا' نذرانہ گذارنے کے بعد کہا کہ میں بے روزگاری سے دو چار ہوں میرے لیے دعا کیجئے۔ پیر صاحب نے کہا کہ تمہاری درخواست حضور علیہ السلام کی جناب میں پیش کر دی ہے' اب تم دس روز میں اپنا کام ہوتا دیکھو۔ پھر کئی دہائیاں گزر گئیں لیکن کچھ نہ ہوا۔ بعد میں ماسٹر مقصود حسین صاحب کو قبلہ فقیر صاحبؒ کی سفارش پر میاں عمر دین صاحب نے اپنی مل رحمانیہ ٹیکسٹائل ملز میں ملازم رکھ لیا۔

فرمایا! اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس ناموں پر جھوٹ بولنے والوں پر بہت افسوس ہوتا ہے۔

سجدے کا حکم اور ممانعت

نصِ قرآنی کے حوالے سے حضرت آدم علیہ السلام اور یوسف علیہ السلام کو سجدے کا ذکر چلا تو فرمایا کہ ونفخت فیه من روحی اور تکمیل کے حوالے سے جب انسان کامل ہو کر مظہر خدا ہوتا ہے تو مسجودِ ملائک بن جاتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ اسے سجدہ کرتے ہیں تو گویا اس ذات کو ہی سجدہ کرتے ہیں۔ اگر حقیقتاً ایسا نہ تھا اور قرآن کریم میں مذکورہ سجدوں کا مفہوم کچھ اور ہے تو کیا اللہ تعالیٰ کی لغت میں (نعوذ باللہ) اس کے اظہار کے لیے کوئی اور لفظ اور اصطلاح نہ تھی۔ باقی شریعت نے جو سجدہ بازی پر پابندی عائد کر رکھی ہے تو اس لیے کہ جھوٹے اور نا اہل لوگ خود کو مسجود نہ بناتے پھریں اور جاہلوں و نادانوں سے سجدے نہ کرواتے پھریں۔

فرمایا! عجز و انکسار والے اور تعظیم و احترام والے مخلص لوگ ہی فضلِ خداوندی کے سزاوار ٹھہرتے ہیں۔ حرص و حسد اور غرور و استکبار اس اعزاز اور نعمت سے ہم کنار نہیں ہو

Marfat.com

دیتا۔ یہ باطنی معاملے عقل ظاہر کی دسترس سے بالا ہیں۔

''خاک شو خاک تا کہ گل روید'' یعنی خاک ہو جاتا کہ تجھ سے پھول ہویدا ہوسکیں۔ یہ پڑھ کر فرمایا! کہ مٹی سے پھول اگتے ہیں پتھر سے نہیں۔

زبانی جمع خرچ

زبانی ہمدردی کے حوالے سے قبلہؒ نے ایک حکایت بیانی فرمائی کہ کہیں راستے میں ایک کتا بھوک سے مر رہا تھا۔ ایک شخص قریب سے گزرنے لگا تو کتے کی بے بسی دیکھ کر اس کے پاس رونے بیٹھ گیا۔ کسی دوسرے آدمی نے اس سے رونے کی وجہ دریافت کی تو وہ بولا کہ کتا بھوک سے مر رہا اس کی ہمدردی میں رو رہا ہوں۔ دوسرے شخص نے رونے والے کے پاس موجود گٹھڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اس میں کیا ہے؟ وہ بولا! روٹی۔ دوسرے آدمی نے حیران ہوکر کہا کہ جب روٹی تمہارے پاس موجود ہے تو کتے کو کھلا کر اس کی جان کیوں نہیں بچا لیتے' وہ بولا تو پھر میں کیا کھاؤں گا؟

فرمایا! ایسی ہمدردی اور دکھلاوے کی اشک ریزی کا کیا فائدہ؟ پھر اس قسم کا زبانی جمع خرچ جس کے پیچھے نیت و عمل کا حقیقی جذبہ اور خواہش موجود نہ ہو کیونکر اجر و ثواب کا مستوجب ہوسکتا ہے اور اسے کیسے نیکی میں شمار کیا جاسکتا ہے۔

مصلحت خداوندی

فرمایا! تکبر اور بڑائی محض ذات خداوندی کو زیبا ہے کہ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ محتاج انسان کو حق نہیں کہ وہ قدرت کی عطا پر تکبر کر کے اس کا شریک بنے۔ اس لیے قدرت نے مصلحتاً مخلوق کو غم خوشی اور کمی بیشی سے دو چار کر رکھا ہے تا کہ اسے اپنی کمزوری کا احساس رہے۔ اگر کسی کی تمام ضرورتیں اور خواہشیں پوری ہوتی رہیں تو وہ اسے اپنے زور بازو اور عقل کا کمال جان کر وجود خداوندی کا منکر ہو جائے۔

فرمایا! تعریف برحق بھی ہو تو بھی بندے کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتی ہے' اس لیے

Marfat.com

کہ وہ بندے کو اپنے کچھ ہونے کا احساس کرواتی ہے' پھر وہ رب تعالیٰ کے اثبات کی بجائے خود کو ثابت کرنا شروع کر دیتا ہے اور یوں اس ذات کی نفی کا مرتکب ہوتا ہے۔ آخر میں فرمایا! سچ جانئے: میں اپنی تعریف سے دور بھاگتا ہوں۔

مبنی برحق گروہ

قبلہؒ نے فرمایا! اولیائے کاملین کے راستے پر گامزن رہنا چاہیئے۔ ان لوگوں کے راستے سے اعراض اور کنارہ کرنا گمراہی ہے۔ تمام نصیحتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ دینداروں اور شریعت کے پابند لوگوں کے ساتھ میل جول رکھنا چاہیئے جبکہ دین و شریعت کے پابند تمام اسلامی فرقوں میں سے اہل سنت والجماعت صراط مستقیم پر کاربند ہے۔ شریعت و حقیقت سے آشنا بزرگوں کی متابعت کے بغیر نجات محال ہے اور ان کے عقائد کے اتباع کے بغیر خلاصی دشوار ہے۔ تمام عقلی' نقلی اور کشفی دلائل اس بات پر شاہد ہیں۔ اس لیے ان بزرگوں میں ظاہر داروں اور کوتاہ بینوں کی طرح باہم اختلاف بھی نہیں ہے۔ اگر معلوم ہو جائے کہ کوئی شخص ان بزرگوں کے راستے سے رائی برابر ہٹ گیا ہے تو اس کی صحبت اور ہم نشینی کو زہر قاتل جاننا چاہیئے۔ حقائق سے بے خبر لیکن بے باک شخص خواہ کسی فرقے کا ہو دین کا چور ہے' اس سے بچنا چاہیئے۔ دین میں جو فتنہ و فساد برپا ہے ایسے ہی کم بختوں کی وجہ سے ہے۔

فرمایا! کسی بزرگ نے ابلیس لعین کو فارغ بیٹھے دیکھا تو اس سے فراغت کی وجہ دریافت کی اور پوچھا کہ لوگوں کو گمراہ کرنے اور بہکانے سے کیوں ہاتھ روک رکھا ہے؟ وہ بولا! کہ علماء سوء یعنی برے علماء نے ان کو گمراہ کرنے اور بہکانے کا کام سنبھال لیا ہے بنابریں مجھے فراغت حاصل ہے۔

بولنا ایک ہزار' سننا سو ہزار

فرمایا! کان کھلے اور زبان بند رہے تو زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔ بعض لوگ باوجود قابلیت کے زیادہ بولنے کی وجہ سے مقصد سے رہ جاتے ہیں۔ ہر شے کی زیادتی اس کی قیمت کو کم کر دیتی ہے۔ شیخ سعدیؒ کا قول دہراتے ہوئے فرمایا! بولنا ایک ہزار' سننا سو ہزار۔

Marfat.com

قائداعظم کے حوالے سے فرمایا! کسی نے ان سے کہا کہ آپ کے مخالفین آپ کے خلاف بیانات دیتے رہتے ہیں لیکن آپ جواب نہیں دیتے۔ انہوں نے جواب دیا! قدرت نے ہونٹوں کو بند اور کانوں کو کھلا رکھا ہے تا کہ کہو کم اور سنو زیادہ۔

فرمایا! دوسروں کی نہ سننے والا اور اپنی زبردستی سنانے والا عالم بھی بے قدر ہو کر جاہل معلوم ہوتا ہے جبکہ خاموش جاہل خاموشی کے باعث منفی اثر نہیں چھوڑتا بلکہ اس کی خاموشی اچھا اثر چھوڑتی ہے اور اس کی جہالت راز میں رہتی ہے۔

مرض جاہ پسندی

فرمایا! طالب سالک کو چار چیزیں قرب خداوندی سے روکتی ہیں۔ کثرت شہوت، تکبر، حرص دنیا، اور حب جاہ۔ ان میں سے تین چیزیں تو راستے میں طالب کا ساتھ چھوڑ دیتی ہیں لیکن مرض جاہ پسندی یعنی خود کو بلند مرتبہ سمجھنے اور کہلوانے کا مرض آخر تک طالب کے ساتھ رہتا ہے حتیٰ کہ جب طالب مورد تجلیات ربانی بھی ہو جاتا ہے تو بھی یہ نامراد مرض ساتھ نہیں چھوڑتا۔

اوراد و وظائف اور اغراض دنیوی

فرمایا! اوراد وظائف اور قرآنی سورتوں کو دنیوی اغراض کے حصول اور تکمیل کی خاطر پڑھنا اچھا نہیں بلکہ نفاق ہے۔ اس سے مستقل فائدہ بھی حاصل نہیں ہوتا اور وقت بھی ضائع ہوتا ہے۔ فرمایا! پڑھنے پڑھانے کا مقصد رضائے خداوندی کا حصول ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ خود مسبب الاسباب اور کارساز ہے۔ اس کی مہربانی سے دنیوی امور بھی آسان ہوتے رہتے ہیں۔ یہ کیونکر ممکن ہے کہ بندہ تو بہ اخلاص اللہ کا ہور ہے اور اللہ تعالیٰ بندے کی حاجات اور مرادیں پوری نہ کرے۔ بقول خواجہ حافظؒ

تو بندگی چوگدایاں بشرط مزد مکن
کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند

یعنی تو گداگروں کی طرح مزدوری اور بدلے کی شرط پر بندگی نہ کر کیونکہ مالک خود بندہ

Marfat.com

پرِوری کا طریقہ جانتا ہے۔

فرمایا! انسان حوادث کا محل ہے' اس لیے اس کو چاہئے کہ مایوسی اور گھبراہٹ کو عادت نہ بنائے۔ جلد باز لوگ چاہتے ہیں کہ ان کی مرادیں فوراً پوری ہو جایا کریں' لیکن جس طرح پھل پھول اپنے موسم میں پکتے اور کھلتے ہیں یونہی مرادیں بھی اپنے وقت پر پوری ہو جاتی ہیں۔

مقبولیت کا دائرہ

فرمایا! جن لوگوں کا رابطہ اللہ تعالیٰ سے حقیقتاً ہو جاتا ہے تو وہ ذات ان پر مہربان ہو جاتی ہے' پھر ان کی خواہش اور کوشش کے بغیر ہر ایک کے دل میں ان کا اعزاز و اکرام بھر دیتی ہے' نتیجتاً لوگ ان کی طرف کھنچے چلے جاتے ہیں اور یوں ان کی مقبولیت کا دائرہ وسیع ہوتا چلا جاتا ہے۔

حاضری اور موجودگی کا احساس

قبلہؒ نے فرمایا! جب اہل قبر روحانی اہل دعوت کی جانب متوجہ ہوتا ہے تو اپنی حاضری اور موجودگی کا احساس مختلف طریقوں سے کراتا ہے۔ اہل قبر یہ احساس خوشبو' لذت و رقت' جسم کی ثقالت اور بھاری پن اور زبان میٹھی ہو جانے کے ذریعے کرواتا ہے۔

فرمایا! وہابی اور دیوبندی حضرات مردہ دلی کے باعث ان امور اور روحانی استمداد کا انکار کرتے ہیں اور ان باتوں سے چڑتے ہیں حالانکہ روح جسم سے جدائی کے بعد بھی زندہ رہتی ہے' پھر جس کی روح قوی' بیدار اور متحرک ہوتی ہے' وہ اپنے معتقدین اور زائرین کی برزخی لطیف جثّے سے امداد کرتی ہے۔ زائرین کی خیرات' صدقات اور عبادات کا ثواب انہیں پہنچتا ہے اور وہ عالم امر میں انہیں جواباً فائدہ پہنچاتے ہیں جس کی بشارت غیر مرئی علامات یا سچے خوابوں کے ذریعے بعض اوقات ہوتی رہتی ہے' یوں قدرت نے لین دین کا یہ سلسلہ عالم امر و شہادت کے مابین قائم کر رکھا ہے۔

راہ تسخیر اور راہ قرب و وصال

فرمایا! اپنے زمانے کے بہت پیروں کو دیکھا جو عوام میں بڑے ولی اور خدا رسیدہ

بزرگوں کی حیثیت سے معروف تھے۔ وہاں جا کر دیکھا تو ان کے ہاں قوت تسخیر اور رجوعات خلق کو ہی پایا۔ فرمایا! تسخیر کا راستہ الگ ہے اور قرب و وصال خداوندی اور روشن ضمیری کا راستہ الگ ہے۔ تسخیر کی قوت ورد و وظائف اور ذکر زبان سے حاصل ہوتی ہے جبکہ قرب و وصال کی نعمت مرشد کامل سروری قادری کی صحبت و توجہ سے حاصل ہوتی ہے۔

آپؒ کا ہرن اور کونج

قبلہ فقیر صاحبؒ نے بچپن میں ہرن کا بچہ اور ایک کونج پال رکھی تھی۔ ہرن بڑا ہوا تو شریر ہو گیا۔ بعد میں فرمایا! جب مادہ منویہ پیدا ہوتا ہے تو جاندار شریر ہو جاتا ہے۔

باطنی مال پر زکوٰۃ

ایک بار حافظ محمد حسین صاحب سے فرمایا! فقیر کو باطنی مال پر زکوٰۃ کے طور پر اپنے مریدوں میں سے دو کو فیض یاب کر کے اپنے جیسا کرنا ہوتا ہے۔ فرمایا! اس سلسلہ زکوٰۃ میں عنقریب ایک شخص کو کامل کرنے والا ہوں اور اسے باطنی زکوٰۃ سے نوازنے والا ہوں۔

گھر میں مراد

صوفی فضل الٰہی صاحب لاہوری نے آپؒ سے بذریعہ خط ہندوستان جانے اور وہاں زیارتیں کرنے کی اجازت چاہی۔ ان دنوں اس غرض کے لیے ویزے جاری ہو رہے تھے۔ انہیں جواباً فرمایا! جس شخص کو گھر میں مراد ملتی ہو اسے باہر جانے اور سفر کی تکالیف برداشت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

دعا کی قبولیت

ایک بار چوہدری نیاز الدین صاحب سے فرمایا! بعض دعاؤں کی تکمیل کی صورت اولاد کے ذریعے ہوتی ہے۔

یعنی باپ اگر اپنے لیے کوئی دعا مانگتا ہے تو وہ اولاد کے حق میں پوری ہو جاتی ہے۔ مثلاً: ایک شخص ڈاکٹر بننا چاہتا ہے اور اس حوالے سے دعا مانگتا ہے لیکن وہ ڈاکٹر نہیں بن پاتا'

Marfat.com

بعد میں اس کا بیٹا ڈاکٹر بن جاتا ہے۔

خوف و ملال کا سبب

قبلہؒ نے فرمایا! انسانی دل میں ہر قسم کا خوف و ملال غیر اللہ سے محبت کے باعث پیدا ہوتا ہے۔ دنیائے حادث کی قابل فناء اور زوال پذیر اشیاء سے عشق بندے کو غم و اندیشہ میں مبتلا رکھتا ہے۔ جیسے ہمارا وجود عنصری ضائع ہونے والا ہے لیکن ہم پھر بھی اس کی بقاء' پرورش و آرائش و راحت وخوشی کے لیے ہمہ تن مصروف رہتے ہیں اور اس کے غم میں گھلتے رہتے ہیں۔ فرمایا! دنیا کے تمام غموم و ہموم اور مصائب و نوائب کا معدن و مخزن دراصل ہمارا نفس ہے اور خواہشات وشہوات نفسانی کا نام دنیا ہے۔ قرآن کریم نے اس حقیقت کی نشاندہی یوں فرمائی ہے:

﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَ الْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ وَ الْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَ الْاَنْعَامِ وَ الْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ﴾ (ال عمران:۱۴)

''لوگوں کے لیے آراستہ کی گئی خواہشات کی محبت عورتوں' بیٹوں' اوپر تلے سونے چاندی کے ڈھیروں' نشان زدہ گھوڑوں' چوپائیوں اور کھیتی سے' یہ دنیوی زندگی کی متاع ہے اور اللہ کے پاس اچھا ٹھکانہ ہے۔''

فرمایا! عورتیں' بیٹے' سیم و زر' جانور اور کھیتیاں وغیرہ انسان کو مرغوب و محبوب رہتی ہیں۔ نفس انسانی ہمہ وقت ان ضروریات و مطلوبات کی جستجو میں رہتا ہے' لیکن ان تمام کا بیک وقت اور آسان حصول اس کے دائرہ اختیار سے باہر ہے' پھر یہ چیزیں خود ضائع ہونے والی ہیں' لہٰذا اول تو بندہ ان کی طلب و تلاش میں محزون و ملول رہتا ہے اور اگر ان میں سے کچھ حاصل ہو جائے تو اس کے ختم اور فوت ہو جانے اور ہاتھ سے نکل جانے سے خائف رہتا ہے۔ بقول شیخ سعدیؒ

اگر دنیا نباشد، درد مندیم
دگر باشد بمہرش پائے مندیم

Marfat.com

یعنی اگر دنیا نہ ہو تو اس کے لیے پریشان ہو جاتا ہوں اور اگر ہو تو اس کی محبت میرے پاؤں پکڑ لیتی ہے اور پابند کر دیتی ہے۔

فرمایا! جو لوگ نفس، دنیوی خواہشات اور مادی شہوات کی حقیقت اور کنہہ معلوم کر لیتے ہیں وہ ان چند روزہ، عارضی ناپائیدار مطلوبوں اور محبوبوں سے دل نہیں لگاتے اور ان سے یوں بھاگتے ہیں جیسے انسان خونخوار درندوں سے بھاگتا ہے۔ ایسے عاقل بالغ اور خوش بخت لوگ ففروا الی اللہ یعنی اللہ کی طرف بھاگو۔'' کی مصداق محبوب حقیقی اور مطلوب اصلی کی طرف دوڑتے ہیں خواہ لوگ اور خویش و اقارب انہیں دنیوی تقاضوں اور مادی واہمات و خطرات کے معنوی خداؤں یا دھات اور پتھر کے صوری دیتاؤں سے ڈراتے ہوں۔ قرآن کریم اس حقیقت کی نشاندہی ان الفاظ میں کرتا ہے۔

﴿وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ﴾ (زمر:۳۶)

''اور تمہیں ڈراتے ہیں اس کے سوا اوروں سے۔''

اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگنے والے متوکل لوگ خوف و ملال سے آزاد ہوتے ہیں۔ انہیں نہ تو فانی اشیاء کی طلب و تلاش محزون و مغموم کرتی ہے اور نہ حاصل شدہ چیزوں کے ہاتھ سے نکل جانے کا خوف لاحق ہوتا ہے۔ قرآن کریم ایسے لوگوں کی تعریف ان الفاظ میں کرتا

﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ (یونس:۶۲)

''سن لو اللہ کے دوستوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم۔''

دل کے فیل ہونے کی وجوہات

فرمایا! انسان جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو گویا اپنی اصلی فطرت یعنی توحید کی طرف راجع ہوتا ہے، لیکن جب غیر اللہ کا ذکر کرتا ہے تو وہ کثرت کی طرف مائل ہو کر گویا فطرت کے خلاف کرتا ہے۔ کثرت کی جانب متوجہ ہونے والے دل پر خلاف فطرت غیر اشیاء کی طلب اور ان کے حصول کے غموم اور تفکرات ہجوم اور اجتماع کرتے ہیں جن سے ناموافقت اور عدم برداشت کے باعث دل فیل ہو جاتا ہے اور اس کی حرکت بند ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

کن کا خطاب کس چیز کو تھا

جب ذات حق کے سوا کوئی شے موجود نہ تھی اور عالم عدم موجود تھا تو باری تعالیٰ نے کس چیز کو کہا ''ہو جا'' تو وہ ہوگئی۔

فرمایا! جب ہم کسی شخص کے حسن کے متعلق خیال کرتے ہیں تو وہ خیال گویا حسن کی صورت علمیہ ہے۔ جب اس حسن کو بیان کیا تو بیان کے مفہوم و معانی سے گویا عالم امر معرض وجود میں آ گیا۔ جب اس بیان اور خیال کو حروف و الفاظ میں ڈھال دیا گیا تو گویا عالم خلق و شہادت تعمیر ہو گیا۔ اس سارے سلسلے کو وجود علمی سے تعبیر کیا جائے گا۔

گویا اللہ تعالیٰ نے اعیان ثابتہ یا صور علمیہ یا اپنی معلومات کو فرمایا ''ہو جا'' تو وہ معانی و عبارات کی صورت میں یا بالفاظ دیگر اسماء و صفات کی صورت میں معرض وجود میں آ گئیں' گویا معلومات وجود علمی کی صورت میں ہویدا ہو گئیں' جن کے معانی عالم امر اور الفاظ مثل عالم خلق بن گئے' جنہیں اگلے مرحلے میں وجود عملی کی شکل میں ڈھال دیا گیا۔ جیسے فرمایا الا له الخلق والامر خبردار! عالم خلق اور عالم امر اللہ کے لیے ہیں۔'' بقول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ

عبارا تنا شتیٰ وحسنك واحد
وكل الیٰ ذات الجمال یشیر

یعنی ہماری عبارات تیری تعریف میں گو مختلف ہیں لیکن تیرا حسن واحد ہے اور ہماری جملہ عبارتیں تیرے ذات جمال کی طرف اشارہ کرنے والی ہیں۔

مومن بہر حال کامران ہے

قبلہؒ نے فرمایا! یورپین اور اس قبیل کی دوسری حکومتیں دجال کی طرح ایک آنکھ سے کانی اور اندھی ہیں۔ ان کی مادی دنیوی آنکھ روشن ہے جس کی طفیل وہ تمام روئے زمین کے ظاہری اور دنیوی مال و متاع اور ذخائر کو یکجا کر رہے ہیں' لیکن یہ لوگ دینی نعماء سے محروم اور بے نصیب ہیں۔ جبکہ مومنین کسی بھی حال میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور الطاف سے بے بہرہ نہیں

رہتے۔ ﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾ (مائدہ:۵۴) ''یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہے جس پر چاہے کرے۔''

فرمایا! دین و دنیا کا حسن اور خوبیاں مومنین ہی طلب کرتے ہیں۔ کفار تو دنیوی حسن و خوبی پر مائل اور فریفتہ ہیں اور اسی کے حصول کے لیے بھاگے پھرتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ:

﴿قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ﴾ (توبہ:۵۲)

''یعنی تم کہو کہ تم ہم پر کس چیز کا انتظار کرتے ہو مگر دو خوبیوں میں سے ایک کا۔''

سیاسی تحریکیں اور مذہب

فرمایا! آج کل کے سیاسی لیڈروں نے مذہب کو اپنی سیاست کی تبلیغ و استحکام کے لیے آلۂ کار بنا رکھا ہے۔ اس سے وہ اپنی تحریکوں کی نسبت لوگوں میں حسن ظن پیدا کرتے ہیں اور مذہبی لوگوں کو ساتھ ملانے کی کوشش کرتے ہیں ورنہ عملی طور پر یہ لوگ مذہب سے کوسوں دور ہیں۔ مذہب کی آڑ میں انہیں محض سیاسی علو اور ترقی درکار ہوتی ہے۔ یہ لوگ اپنے تئیں مذہب کی غرض و غایت اور اس کی ایجاد و بنیاد کو دنیوی ترقی اور سیاسی عروج کا ذریعہ تصور کرتے ہیں۔ اہل مغرب نے اپنے ممالک میں نام نہاد مذہب کو محض اس لیے برقرار رکھا ہوا ہے کہ دوسرے ملکوں اور دیگر مذاہب والوں کے خلاف جنگ و سیاست کے موقع پر اسے استعمال کیا جا سکے اور اس کے نام پر ہر کہ ومہ کی ہمدردیاں حاصل کی جا سکیں۔ ان لوگوں نے صلیبی اور مذہبی جنگوں کے وقت مذہب کے نام پر ہی عوام کو غیروں کے خلاف عموماً اور اہل اسلام کے خلاف خصوصاً اکسایا اور بھڑکایا۔ فرمایا! جس دنیا کے لیے اتنے پاپڑ بیلے جاتے ہیں مذکورہ ذیل حدیث سے اس کی حیثیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ان الدنیا اقبح من جیفة منتنة بے شک دنیا زیادہ بری ہے اس مردار سے جو بدبودار ہے۔''

برگ بیرنگی بسار اے عندلیب بے نوا
کیں گل ما بر نتابد از نزاکت رنگ را

اے بے سر و سامان بلبل بے رنگ پتے کو پسند اور اختیار کر لے کیونکہ ہمارا پھول نزاکت کی وجہ سے کسی رنگ کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

مخلوق کی تخلیق کا مقصد

کنت کنزا مخفیا فاردت ان اعرف فخلقت الخلق فبی عرفونی میں چھپا ہوا خزانہ تھا پس میں نے ارادہ کیا کہ میں پہچانا جاؤں' لہٰذا میں نے خلق کو تخلیق کیا' پس انہوں نے مجھ سے مجھے پہچانا۔''

یہ حدیث قدسی پڑھ کر قبلہؒ نے فرمایا! کہ پوشیدہ کو اظہار کی ضرورت ہوتی ہے۔ کنز اور خزانے کے لیے افلاس اور تنگدستی کی ضرورت ہوتی ہے۔ علم کے لیے لاعلمی اور جہالت درکار ہوتی ہے۔ یونہی نور کے لیے ظلمت' گریہ کے لیے خندہ اور دکھ کے لیے خوشی کا وجود ضروری ہے۔ کل شئی یعرف بضدھا ہر شے اس کی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔'' یعنی کسی شے کی معرفت کے لیے اس کا مقابل' مخالف اور اس کی ضد ضروری ہے۔ لہٰذا خالق کی پہچان کے لیے اس کی ضد یعنی مخلوق کا وجود ضروری تھا۔ گویا مخلوق آئینہ حق نما ہے۔ حق تعالیٰ چونکہ پوشیدہ تھا لہٰذا اس کے اظہار کے لیے آئینہ مخلوق کی ضرورت تھی۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اپنی صفات کے اظہار کے لیے تخلیق فرمایا۔ عرفان اور پہچان بھی بالضد یعنی مخالف ومقابل کے ذریعے ہوتی ہے اور بیماری کا علاج بھی بالضد ہوتا ہے۔ معرفت اور امتیاز کے لیے اضداد کا وجود لازمی ہے۔ عدم سے ضدین کا ظہور کیونکر ہوا؟ خود وجود عدم کی ضد ہے۔ جب ضدین کو الگ کیا جائے گا تو وہ وجود سے ہم کنار ہوں گی۔ جب انہیں ملایا جائے گا اور مخلط کیا جائے گا تو عدم متحقق اور حاصل ہوگا۔

باطنی وجود کی تخلیق

فرمایا! خیال اور تصور اصل چیز ہے۔ یہ چیز خواب میں بھی اور موت کے بعد بھی باقی رہنے والی ہے۔ انسان کی عنصری وجود کی ابتداء خیال' خواہش اور شہوت سے ہوتی ہے۔ یعنی میاں بیوی میں ملاپ سے قبل ملاپ کا خیال اور خواہش پیدا ہوتی ہے' پھر قربت ہوتی ہے جس کے نتیجے میں انسان کی مادی تخلیق کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ اسی طرح باطنی وجود بھی روحانی والدین کے خیال اور توجہ سے قلب انسانی میں عمل پذیر ہوتا ہے۔ گویا قلب روحانی وجود کی

پیدائش کے لیے بمنزلہ رحم کے ہوتا ہے جس میں باطنی نطفہ انجماد پکڑتا ہے اور تکمیل کے باقی مراحل طے کرتا ہے۔ جس طرح انسان کے ظاہری ڈھانچے اور عنصری وجود کا مبداء اور پہلا محرک والدین کے شہوانی خیالات' آپس میں التفات' ملاپ' اختلاط اور مباشرت کا خیال اور تصور ہے یونہی انسان کے باطنی لطیفے اور طفل معنوی کی تخلیق کی ابتداء اور تحریک کا موجب بھی روحانی ماں باپ کا حباللہ باطنی رابطہ اور روحانی نسبت ہوتی ہے جسے عرف تصوف میں تصور اور توجہ اسم اللہ ذات کہتے ہیں۔

عمل سے زندگی بنتی ہے!

قبلہؒ نے فرمایا! آواگون اور تناسخ والے انسانی اعمال کی جزاء اسی دنیا میں سمجھتے ہیں حالانکہ یہ دنیا حقیقتاً دارالمحن یعنی مصائب و آلام کا گھر ہے' اس لیے کہ یہاں روح کے لیے سامان مسرت نہیں ہے جبکہ روحانی خوشی کو ہی اصلی اور حقیقی خوشی تصور کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی بادشاہ کے گھر بھی پیدا ہو جائے تو بھی قلبی اور روحانی عدم اطمینان کے باعث عین دوزخ میں ہے' البتہ نفس کے لیے عارضی حظوظ اور لذائذ کا کسی قدر سامان ہے۔ یہاں روح چونکہ نفس کے ساتھ متعلق و مربوط ہے لہٰذا اس کا مجازی اور وقتی عیش نفس کے ساتھ وابستہ ہے ورنہ روح کو اپنا حقیقی آرام اور اصلی عیش اپنی روحانی دنیا ہیں میسر ہے۔ اگر روح نے اس مادی جہان میں اپنے لیے اہتمام اور سامان کر لیا اور اپنے آپ کو اپنی اصلی دنیا کے لیے تیار اور موافق کر لیا تو وہ آخرت میں اپنی روحانی دنیا کو بہشت پائے گی جبکہ اہل نفس کے لیے وہ دوزخ ثابت ہو گی' جیسے آبی جانوروں کے لیے خشکی دوزخ اور ہلاکت ثابت ہوتی ہے اور خشکی کے جانوروں کے لیے آبی زندگی جہنم اور عذاب کی مثل ہوتی ہے۔ ہر شے اپنے موافق جہان اور حالات میں خوش اور مطمئن ہوتی ہے۔

فرمایا! یہاں کوئی شاہ کے گھر اور کوئی گدا کے گھر پیدا ہوتا ہے۔ پیدائش کا اختیار دست قدرت میں ہے وہ جسے جہاں چاہے پیدا کرتا ہے۔ ان امور میں اس کی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ اس کے علاوہ اس چند روزہ زندگی میں بندہ مختصر مدت کے لیے نیک یا بد اعمال سرانجام دیتا

ہے جن پر اسے ابدی عیش یا ابدی سزا دی جائے گی۔ مذکورہ امور بظاہر عدل و انصاف کے منافی نظر آتے ہیں۔ فرمایا! یہ امور بطور مشت نمونہ از خروار ہیں۔ جیسے ایک مٹھی گندم کو دیکھ کر پورے ڈھیر یا بوری کی خوبی یا خرابی کا اندازہ لگایا جاتا ہے اور اس کا سودا کیا جاتا ہے یونہی اس چند روزہ زندگی میں بندے کی تھوڑی نیکی یا بدی سے اس کے انجام کا فیصلہ ہونا ہے۔ نیک فطرت اگر قیامت تک رہے تو نیکی ہی کمائے گا اور بدفطرت قیامت تک برائی پر کار بند رہے گا۔ اس لیے چند روزہ زندگی کے مختصر نمونے پر ابدی جزا یا ہیشگی کی سزا کا مدار رکھا گیا ہے۔

فرمایا! انسان کے نیک اعمال مثل حور و غلمان بھلی اور خوبرو صورتوں کے حامل ہوں گے جو ہمیشہ کے لیے عامل صالح کے ہمراہ رہنے کے لائق ہوں گی اور عیش کی زندگی بسر کریں گی جیسے کسی دولت مند کے متعلقین بھی اس کی دولت پر مزے کرتے ہیں اور مستفید ہوتے ہیں جبکہ بداعمال اور برے اخلاق مور و کثر دم اور سانپوں کی صورتیں بن کر اہل قبر کو ستائیں گے اور نیک اعمال اچھے دوستوں اور ہمدردوں کی مثل ہوں گے۔

مخلوقات کی زیست و بقا کا نظام

کائنات کی ہر شے اپنی ترقی اور بقا پر حریص ہے۔ ہر شے دوسری شے سے جلب منفعت کی فکر میں ہے۔ اس غرض سے وہ اپنی بقا اور دوسرے کی فنا سے بھی گریز نہیں کرتی۔ قوی چیز اپنے وجود کے قیام کی خاطر ضعیف چیز کا گویا استحصال کرتی ہے اور اس سے استفادہ کرتی ہے۔ ہر چیز اللہ تعالیٰ واجب الوجود کے انوار سے زندہ موجود ہے۔ جس چیز میں اس کے انوار سے اقتباس کرنے کی استعداد اور صلاحیت جتنی زیادہ ہوگی اس قدر وہ چیز زیادہ لطیف اور قوی ہوگی۔ اسی قوت و لطافت کے سبب وہ دوسروں سے زیادہ زندہ رہنے اور قیام و بقا کی مستحق ہوگی۔ نیز قوت و لطافت کے سبب وہ اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہوگی۔ چنانچہ ملائکہ اسی استعداد کے سبب اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہیں اور دیگر مخلوقات سے زیادہ قوی ہیں۔ اس کے بعد قوت و لطافت کے لحاظ سے جنات' مادی انسان' حیوان' نباتات اور جمادات یکے بعد دیگرے آتے ہیں۔ نباتات قوت و لطافت میں جمادات سے بڑھ کر ہیں' لہٰذا نباتات اپنی بقا اور ترقی کے لیے جمادات سے غذا حاصل کرتے ہیں' جس سے جماد یعنی

Marfat.com

زمین کی قوت زائل ہوتی رہتی ہے' گویا وہ ایک طرح سے ہلاکت و فنا سے ہم کنار ہو جاتی ہے۔ حیوانات قوت و لطافت میں نباتات سے بڑھ کر ہیں لہٰذا ان کی حیات اور بقا کا دارومدار نباتات کی ہلاکت اور اختتام پر ہے۔ یونہی انسان حیوانات سے اور ملائکہ انسانوں سے مستفید ہوتے ہیں۔ مرئی اشیاء یعنی نظر آنے والی مخلوقات کی فنا و بقا کے نظامات سے تو ہم متعارف ہیں جبکہ ملائکہ کے انسانوں سے استفادہ کرنے اور غذا حاصل کرنے سے اکثر لوگ ناواقف ہیں جسے ہم معنوی طور پر ان کی بقا اور انسانوں کی فنا سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ سو معلوم ہوا کہ نباتات بہ نسبت جمادات کے زیادہ لطافت اور زندگی سے ہم کنار ہیں۔ لہٰذا جمادات کی لطافت یا دوسرے لفظوں میں جمادات کا جوہر نباتات کی خوراک بن جاتا ہے اور جمادات جوہر سے محرومی کے بعد گویا مردہ اور فضلہ کی مثل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح حیوانات نباتات کو خوراک بنا کر ان کے لطیف جواہر عروق کو جزو بدن بنا لیتے ہیں اور فضلہ گوبر وغیرہ کی صورت میں خارج کر دیتے ہیں۔ انسان جماد' نبات اور حیوان تینوں سے غذا کی صورت میں جواہر حاصل کر کے اپنی بقا اور ان کی فنا کا سامان کرتا ہے جبکہ ملائکہ انسانوں کے مغز و فخ یعنی نور عبادت' ذکر فکر اور نور ایمان سے غذا حاصل کر کے اپنی ذات کی بقا اور نشوونما کا اہتمام کرتے ہیں۔

انسان ایک ایسا برزخ ہے جس میں ہر شے کی استعداد موجود ہے۔ اس میں جماد' نبات' حیوان' انسان' جن اور ملک سب کچھ موجود ہے بلکہ اس کی حقیقت اس سے بڑھ کر اور فزوں تر ہے۔

جسے مولانا روم صاحبؒ نے یوں بیان فرمایا ہے:

1

از جمادی مردم و نامی شدم
وز نما مردم بحیوان سرزدم

2

مردم از حیوانے و آدم شدم
پس چہ ترسم کے زمردن کم شدم

Marfat.com

۳

حملہ دیگر بمیرم از بشر
تابر آرم از ملائک بال و پر

۴

وز ملک ہم بایدم جستن زجو
کل شئ ہالک الا وجہہ

۵

باز دیگر از ملک قرباں شوم
آنچہ اندر وہم ناید آں شوم

۶

پس عدم گردم عدم چوں ارغنوں
گویدم کا انا الیہ راجعون

ترجمہ اشعار

۱ ''میں جمادیت سے فانی ہوا اور نباتی بن گیا پھر نباتیت سے فانی ہو گیا اور حیوان بن گیا''۔

۲ ''پھر حیوانیت سے فانی ہوا اور آدمی بن گیا تو میں کیوں ڈروں کہ میں مرنے سے کب کم ہوا''۔

۳ ''دوسری مرتبہ میں بشریت سے فانی ہو جاؤں گا تا کہ فرشتوں میں ہو کر بال و پر نکالوں''۔

۴ ''فرشتے سے بھی مجھے نہر میں کودنا چاہئے کیوں کہ بجز ذات خداوندی کے ہر شے کو فنا ہونا ہے''۔

۵ ''دوسری مرتبہ ملکیت سے قربان ہو جاؤں گا اور وہ بن جاؤں گا جو عقل میں نہیں آ سکتا''۔

۶ ''پھر عدم بن جاؤں گا' عدم باجے کی طرح ہے جو مجھ سے کہتا ہے کہ ہم سب اسی کی

Marfat.com

طرف لوٹنے والے ہیں''۔

گویا ہر شے اپنی بقا اور ترقی کے لیے کوشاں ہے۔ جماد ترقی کر کے نبات بن جانا چاہتا ہے۔ نبات بڑھ کر حیوان بن جانا چاہتا ہے۔ حیوان انسان اور انسان فرشتہ بن جانے کا خواہش مند ہے۔ یوں ہر شے لطافت' بہتر وجود اور اعلیٰ زندگی کی جانب ساعی اور کوشاں ہے اور قرب خداوندی' وحدت الٰہیہ کی طرف رواں دواں ہے۔ قولہ تعالیٰ۔

﴿فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ (یٰسین:۸۳)

''یعنی پاکی ہے اسے جس کے ہاتھ میں ہر شے کا قبضہ ہے اور اسی کی طرف پھیرے جاؤ گے۔''

باطنی علوم وفنون اور اسرار و معارف

قبلہؒ نے فرمایا! ظاہری علوم وفنون' حکمت اور اسرار و معارف کسبی طور پر کتابوں سے درس و تدریس کے ذریعے ظاہری استادوں سے حاصل کیے جاسکتے ہیں جبکہ باطنی علوم وفنون اور اسرار و معارف باطنی استادوں سے باطن میں بذریعہ توجہ سینہ بسینہ حاصل کیے جاتے ہیں۔ اس لیے کہ ان علوم وفنون کے جواہر اور مغز سینے میں موجود ہوتے ہیں۔ توجہ کے ذریعے قرآن کریم حفظ کروائے گئے ہیں اور مختلف علوم عطا کیے گئے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام باطنی علوم کی سب سے بڑی اور مسلم مثال ہیں۔ آپ ﷺ کو علم لدنی جسے وہبی علم بھی کہا جاتا ہے بدرجہ اتم حاصل ہوا۔ یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے بشرطیکہ کوئی اس کی اہلیت رکھتا ہو' یہی دراصل مخ العلوم اور ام العلوم ہے۔ باطنی علوم وفنون اور اسرار و معارف کے معادن و مخازن عاملین کاملین کے صدور اور قلوب ہیں نہ کہ کتابیں۔ اگر محض کتابیں علوم وفنون کے خزانے اور منبع ہوتے تو دنیا میں نئے معارف و اسرار ظاہر نہ ہوتے۔

چیزوں کے مفید اور مضر پہلو

فرمایا! کائنات میں کوئی شے صانع حقیقی کی قدرت اور کمالات سے خالی نہیں' خواہ وہ جماد ہے یا نبات' یا اس کا تعلق حیوانیت سے ہے یا انسانیت سے۔ ہر شے مفید و مضر دونوں

Marfat.com

پہلو رکھتی ہے' ان میں سے کوئی بھی پہلو حکمت و عبرت سے تہی نہیں۔ اشیاء کا مفید اور روشن پہلو پسندیدہ ہے جبکہ اس کا تاریک اور مضر پہلو غیر پسندیدہ ہے۔ انسان کو اشیاء کے پسندیدہ پہلوؤں سے استفادہ کرنا چاہیے اور تاریک و مضر پہلو سے پہلو تہی کرنی چاہیے۔ کیونکہ تاریک پہلو شیطانی شر' شدت اور شامت کا حامل ہوتا ہے۔ جیسے آگ کی روشنی اور اس کی مناسب حدت وحرارت نافع اور فائدہ مند ہے لیکن اس کی تیزی اور شدت جو بندے کو جلا سکتی ہے مضر ہے۔

انسانی زندگی کا سرچشمہ قوت

فرمایا! انسانی زندگی کا اصل سرچشمہ قوت یا پاور ہاؤس نور جان یا برق حیات ہے۔ جس سے انسانی جسم و جان کے تاروں میں حرکت و آواز پیدا ہوتی ہے۔ جان میں جو معنوی آواز پیدا ہوتی ہے اسے انسانی خیالات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جس سے دل کا باطنی لطیفہ گویا ہے۔ یہ آواز اگر جسم یعنی مادی زبان کی طرف منتقل ہو جائے تو یہ مادی ظاہری آواز اور صوت کہلاتی ہے۔ برق حیات اور نور جان سے جو حرکت جسم و جان میں پیدا ہوتی ہے وہ حرکت جان میں جذبات و احوال کی صورت میں نمودار ہوتی ہے جبکہ جسم میں بصورت اعمال و افعال کے ظاہر ہوتی ہے۔

عقائد کی اہمیت

ایمان مفصل یعنی امنت باللہ وملئکتہ .... آخیر تک اور ایمان مجمل امنت باللہ کما ھو باسمائہ .... آخیر تک پڑھ کر قبلہؒ نے فرمایا! کہ ان کے ایک جزو کے انکار سے انسان کے مذہبی اعمال و افعال میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے' اس لیے کہ عقائد اصل ہیں جو باقی مذہبی اقوال' اعمال' افعال اور احوال کے لیے جڑ اور موٹی شاخوں کی مثل ہیں' خصوصا اللہ تعالیٰ کی ذات' صفات اور اسماء کا عقیدہ ایسا بنیادی اور حقیقی عقیدہ ہے جس پر جملہ مذہبی اعمال کی عمارت استوار ہوتی ہے۔ عقائد کا تعلق خیال و ارادہ اور نیت سے ہے' اس لیے فرمایا انما الاعمال بالنیات یعنی اعمال کا انحصار نیتوں پر ہے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے۔ ''جوف بنی آدم میں یعنی انسان کے اندر ایک لوتھڑا ہے اگر اس کی اصلاح ہو جائے تو سارا جسم اصلاح پذیر ہو جاتا ہے' اگر اس لوتھڑے میں فساد پیدا ہو جائے تو تمام جسم میں فساد اور بگاڑ پیدا

Marfat.com

جاتا ہے' خبردار! وہ لوتھڑا دل ہے۔'' یہ حدیث پاک دوہرے مفہوم کی حامل ہے۔ اگر دل کے ظاہری اور مادی لوتھڑے میں خرابی اور بگاڑ پیدا ہو جائے تو پورے مادی جسم کا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے اس لیے کہ دل کو وجود مادیہ میں مرکزیت حاصل ہے۔ دوسری جانب اگر قلبی ارادے اور نیت میں فتور آ جائے تو مذہبی اعمال کا ڈھانچہ اور دینی وجود فساد اور بگاڑ سے ہم کنار ہو جاتا ہے' یہ دل کا باطنی پہلو ہے۔

جیسے صحت مند مادی جسم مادی زندگی میں اہم اور ضروری ہے اسی طرح ایک صحیح اور مکمل مذہبی وجود اخروی زندگی کے لیے ضروری اور لابدی ہے۔ اس وجود نے آخرت میں کام آنا ہے۔ اس وجود کو مادی وجود پر اس لیے بھی فوقیت حاصل ہے کہ مادی وجود فانی اور ناپائیدار ہے جبکہ یہ وجود پائیدار اور باقی ہے۔

نو آبادیاتی دور کے اثرات

فرمایا! نو آبادیاتی دور میں مغربی اقوام سیاسی برتری اور مادی قوت کے باعث مشرقی ممالک سے عمدہ اور کارآمد اشیاء سمیٹ کر لے گئیں' جیسے عمدہ نسل کے پالتو جانور' بہترین پھل پھول کے تخم اور پودے' کمیاب معدنیات' کارآمد جڑی بوٹیاں' قیمتی پتھر اور ہیرے جواہرات' سیم و زر اور مشک و عنبر کے انبار وغیرہ' اور بدلے میں اقوام مشرق کو غلامی' خود غرضی' جھوٹ' مکر و فریب' بے شرمی و بے حیائی' بے ادبی' بے دینی' بغض و عداوت اور نفاق جیسی قباحتیں اور برے اخلاق دے گئیں جن پر اہل مشرق اب تک کاربند ہیں۔

عدم سے ہستی کی طرف دوڑو

ففروا الی اللہ یعنی اللہ کی طرف دوڑو'' یہ قرآنی حکم پڑھ کر قبلہؒ نے فرمایا! کہ ان چند لفظوں میں نجات ابدی کے حوالے سے ایک بڑے بھید کا افشا کیا گیا ہے جسے مختصراً یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ ''عدم سے ہستی کی طرف دوڑو'' دوڑنے کے لیے ہلکا پھلکا ہونا ضروری ہے۔ لدا پھندا اور بوجھل آدمی نہیں دوڑ پاتا۔ کثرت اور اس کے حصول کا بوجھ جسے عدم اور فنا ہو جانا ہے اسے اتار کر اس ذات کی طرف دوڑو جسے کبھی فنا نہیں ہونا جو لازوال ہے' جسے عدم

Marfat.com

سے دو چار نہیں ہونا' لہٰذا جو اس کی آغوشِ عافیت میں جا چھپا وہ بھی اس باقی ہستی کی طفیل بقا اور ہستی سے ہم کنار ہو جائے گا۔

عشرت ہستی ہے قطرے کا فنا ہو جانا

لہٰذا فنا کے عدم سے بقا کی ہستی کی طرف' جہالت کے عدم سے علم و معرفت کی ہستی کی طرف اور ہوائے نفسانیہ کے عدم سے بقائے روحانیہ کی ہستی کی طرف دوڑو۔

فرمایا! اگر کوئی تمہیں یہ کہے کہ ایٹم بم کے ذریعے دنیا تباہ ہونے والی ہے اور فلاں پہاڑ کی چوٹی بربادی سے بچنے کا واحد ذریعہ ہے تو تم ضرور پہاڑ کی چوٹی کی جانب دوڑو گے بشرطیکہ تمہیں نجات کے مذکورہ ذریعے کا یقین ہو جائے۔ فرمایا! جن لوگوں کو یقین ہو گیا کہ اللہ کی طرف دوڑے بغیر عدم کے فنا سے نجات اور خلاصی ممکن نہیں تو وہ ضرور اس کوہ ہستی کی طرف دوڑ گئے اور خود کو عدم کے دائمی فنا سے بچا گئے۔

اہل دین اور اہل دنیا

فرمایا! اہل دنیا اللہ والوں کو اپنی ناچیز اور فانی دنیا میں شریک نہیں کرتے تو اہل دین کو بھی چاہئے کہ وہ انہیں اپنی متاع ابدی اور دولت اخروی میں شریک نہ کریں۔ جب دنیا والے اللہ والوں پر اپنی کمائیوں کو خرچ نہ کریں اور اس امر کو غیر ضروری تصور کریں تو دنیا والے بھی اہل اللہ کی کمائیوں میں شامل ہونے اور ان سے استفادہ کرنے کے سزاوار نہیں بنتے۔

اہل قبور کا نور اور تصرف

قبلہؒ نے فرمایا! جب کسی گھر کو گھر والے چھوڑنا چاہتے ہیں تو ایسے مکان میں روشنی وغیرہ کی ضرورت بھی نہیں رہتی لہٰذا ایسے مکان سے بلب وغیرہ اتار لیے جاتے ہیں اور کرنٹ کو منقطع کر دیا جاتا ہے' نتیجتاً برقی قوت اپنے پاور ہاؤس کو واپس منتقل ہو جاتی ہے' یونہی ہم دیکھتے ہیں کہ بعض اہل قبور اور صاحبان مزار کا کسی زمانے میں تصرف' نور اور فیض رہتا ہے لیکن جب ان کے مزارات پر بدعات اور غیر شرعی میلے شروع ہو جاتے ہیں اور وہاں بجائے ذکر فکر اور تلاوت و عبادت کے معاصی اور فسق و فجور انجام پاتے ہیں تو اہل قبور اور روحانی وہاں سے اپنا تصرف نور اور فیض سلب کر لیتے ہیں' گویا روحانیین اپنا اسباب روحانی اور باطنی

بوریا بستر ہ اٹھا لیتے ہیں اور مخلوق سے لاتعلق ہو کر معدن انوار ذات پروردگار میں مشغول ہو جاتے ہیں یا بزم نبوی علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والسلام میں دائما حاضر رہنا شروع کر دیتے ہیں' پھر مخلوق کی طرف مطلق التفات نہیں کرتے۔ اہل زمین کو اگر ان کے انوار و فیوضات مطلوب و مقصود ہوں تو وہ انہیں بیت اللہ شریف یا روضہ رسول ﷺ میں پا سکتے ہیں۔ اس طرح جو نیک لوگ ناگہانی آفات وحوادث کا شکار ہوئے اور ان کی لاشیں نہ مل سکیں اور ان کی قبریں نہ بن سکیں یا بعض قبریں امتداد زمانہ کے باعث سطح زمین سے محو ہو گئیں تو ان کے انوار و فیوضات کا بھی یہی حال ہوتا ہے اور انہیں بھی انہی مراکز اور ہیڈ کوارٹروں میں تلاش کیا جا سکتا ہے۔

دنیائے فقر و معرفت

دکھ کے ساتھ فرمایا! کہ ہم اصحاب کہف کی طرح غار روحانیت سے مادہ کے شہر افسوس دقیانوس کی جانب نکلتے ہیں' اس لیے کہ ہمیں ان کی مادی دنیا میں نہ اپنا روحانی سکہ چلنے کی امید ہے اور نہ ہی وہ ہماری زبان کو سمجھتے ہیں' کیونکہ یہ تین سو کیا تیرہ سو سال پہلے کی باتیں ہیں' اس لیے ہم دبے پاؤں آتے ہیں اور ڈرتے ڈرتے بات کرتے ہیں۔

فرمایا! فقیر کی اپنی ایک باطنی پرواز ہوتی ہے' اس کا علیحدہ جہان اور الگ زمین و آسمان ہوتا ہے جہاں ایک دوسرا سورج نہایت روشن اور تابان ہوتا ہے۔

فرمایا! باطن میں روحانی جہاز نقوش وجودیہ مرقوم ہیں جن کا تذکرہ اور اشکال حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کی کتب میں اکثر ملتی ہیں۔ ان روحانی جہازوں کے ذریعے انسان باطن میں پرواز کرتا اور اوپر چڑھتا ہے۔

فرمایا! کہ مادی حکومتیں اور بادشاہیاں مادی انکشافات کرنے والے افراد کی سرمایہ و سامان سے کس طرح حوصلہ افزائی کرتی ہیں جبکہ باطنی انکشافات کرنے والوں کو کوئی پوچھتا تک نہیں۔ روحانی انکشافات جس قدر اہم' ضروری اور حقیقی فوائد کے حامل ہیں دنیا ان سے اسی قدر غافل ہے۔ اس کے برعکس مادہ پرست یورپ اور امریکہ جنگلی چوہوں' کیڑوں مکوڑوں' مکھیوں اور دیگر غیر ضروری امور کی تحقیق میں عمریں ضائع کر رہے ہیں۔

فرمایا! ہم اپنی تحریروں کے ذریعے دینی اور دنیوی علم میں' مادی اور روحانی معلومات

میں، عقل و نقل اور درایت و روایت میں توافق و تطابق پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں تا کہ حقائق سے لاعلم لوگ بنیادی حقائق تک موجود اور واضح دلائل کی روشنی میں پہنچ سکیں۔

معنوی حیات و ممات

فرمایا! فقیر جب بطور موتوا قبل ان تموتوا یعنی موت سے پہلے مر جاؤ۔" کی مصداق معنوی طور پر مر جاتا ہے، اور آیت ﴿یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً﴾ (سورۂ بقرہ: ۲۰۸) یعنی اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔" کے مطابق دل و جان سے اللہ تعالیٰ کی طلب اور رضا مندی میں محو اور مشغول ہو جاتا ہے تو وہ دنیوی معاملات سے رہ جاتا ہے۔ لوگ اس کی محویت و استغناء کو سادگی اور کم علمی پر محمول کر کے اس کے مال و متاع کو بٹور لیتے ہیں، یوں اس کی دنیاداری پراگندہ اور برباد ہو جاتی ہے۔ گویا اس کے مادی اور ظاہری اجزائے ترکیبی اور لوازمات زمین پر یوں منتشر ہو جاتے ہیں جیسے میت اور مردہ کے اجزائے جسمانی مٹی میں منتشر ہو جاتے ہیں۔ فقیر جب اس طرح مادی و نفسانی خواہشات و لوازمات سے عاری اور محروم ہو کر معنوی موت سے دوچار ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے نفخ مجد سے یک جا اور زندہ فرما دیتے ہیں اور اعلیٰ باطنی معنوی حیات سے بہرہ ور فرما دیتے ہیں۔

فکری گمراہیوں کے سرچشمے

فرمایا! انسان کی فکری گمراہیوں کے سرچشمے دو ہیں۔ ایک یہ کہ انسان عقل سے اس قدر بے بہرہ ہو کہ ہر بات کو بلا سمجھے بوجھے مان لے اور اندھوں کی طرح ہر راستے پر چلنا شروع کر دے، دوسرا یہ کہ جو حقیقت بھی عقل سے بالا نظر آئے اسے فوراً جھٹلا دے اور یقین کر لے کہ جس شے کو اس کی سمجھ یا اس جیسے چند انسانوں کی سمجھ ادراک نہیں کر سکتی وہ حقیقتاً وجود بھی نہیں رکھتی۔ اول الذکر طرز فکر کو جہل، ظن، خوض اور اٹکل کہتے ہیں جبکہ موخر الذکر کو الحاد کہتے ہیں۔

حقیقت توکل اور تاثیر غم

قبلہؒ نے فرمایا! توکل سے مراد ترک اسباب نہیں یعنی اسباب کو چھوڑ دینا نہیں بلکہ

Marfat.com

ترک رویت اسباب ہے یعنی اسباب کی طرف دیکھنے کو ترک کر دینا مراد ہے۔ مقصد یہ کہ کارساز اور مشکل کشا مسبب کی ذات ہے نہ کہ اسباب۔

پھر فرمایا! سیرت سازی کے لیے غم سے زیادہ موثر شے اور کوئی نہیں۔ نفس کی خواہشات اور خامیاں غم کے ذریعے دور اور کافور ہوتی ہیں۔ بلائیں اور مصیبتیں نفس کو دباتی اور ذلیل و خوار کرتی ہیں' نتیجتاً بندہ حق کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور مخلوق سے ٹوٹ کر اور معنوی طور پر فانی ہو کر رب تعالیٰ سے مربوط ہو جاتا ہے۔

فرمایا! ایسا غم جس کے نتیجے میں بندہ معبود حقیقی سے واصل اور ملحق ہوتا ہو اس پر ایسی ہزار خوشیاں قربان ہوں جن کی وجہ سے بندہ شہوتوں میں گرفتار اور ہوا ہوس کا شکار ہو جن کے باعث انسان ظلمتوں میں محصور اور مرکز نور سے بعید اور دور ہو۔

میراث وملکیت کا حقیقی سزاوار

فرمایا! انسان میں صفات الٰہیہ عاریتاً اور امانتاً رکھی گئی ہیں جس کی تصدیق قرآن کے ان الفاظ سے ہوتی ہے۔

﴿إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ وَ الْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَ أَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ حَمَلَهَا الْإِنْسَانُ﴾ (الاحزاب:۷۲)

''یعنی ہم نے بار امانت کو آسمانوں' زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا تو انہوں نے اس کو اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے جبکہ انسان نے اس کو اٹھا لیا۔''

لہٰذا درجۂ خلافت و امانت میں صفات کے اجراء و تصرف پر انسان کلیۃً مختار نہیں۔ اختیار کلی کی تردید ان آیات سے بھی ہوتی ہے۔

﴿وَلِلّٰهِ مِيرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ﴾ (حدید:۱۰)

''اور آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ کے لیے ہے۔''

﴿وَ أَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ﴾ (انبیاء: ۸۹)

''اور تو سب سے بہتر وارث ہے۔''

انسانی ملکیت کی نفی اور حق تعالیٰ کے لیے میراث وملکیت کا اقرار و اثبات کلمہ لا الہ

الا اللہ کی نفی اثبات کا ہی حصہ ہیں' اس لیے کہ معبود وہی ہے جو ارض و سما اور جو کچھ ان میں ہے سب کا خالق ہے' لہٰذا تخلیق کا رہی حقیقی وارث اور مالک ہے۔ انسان کو اگر یہ چیزیں امانتاً عطا کی گئی ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قوت علم و عمل سے ان کو مسخر کر سکتا ہے تو اس سے وہ مالک اور وارث قرار نہیں پاتا۔ منصب خلافت و ولایت کا اجراء دولت فقر و امانت کی ترسیل و تقسیم کے لیے کیا گیا ہے۔ جب انسان کامل امانت کا استعمال کائنات کے لیے کرتا ہے تو وہ خلیفہ فی الارض یعنی زمین میں اللہ کا خلیفہ کہلاتا ہے' اور جب وہ اس کے ذریعے رب تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو ولی اللہ کہلاتا ہے۔ فقر' امانت' خلافت اور ولایت عبداللہ یعنی اللہ کے بندے کے چار اعتبارات ہیں۔

فرمایا! بندہ جب اپنی قیومیت ذاتیہ سے فانی ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی قیومیت و ہویت میں باقی ہو جاتا ہے۔ یعنی جب وہ اپنی خودی اور انانیت نفسانیہ سے مر جاتا ہے تو ذات حق سے ملحق ہو کر زندہ جاوید ہو جاتا ہے۔

دین و دنیا باہم ضدین ہیں

قبلہؒ نے فرمایا! طالب دنیا خواہ کتنا بھی عالم فاضل ہو جائے اس کا ذہن دنیوی کاموں میں ہی چل سکتا ہے' اور طالب مولیٰ بھی خواہ کتنا ہی خدا رسیدہ ہو جائے وہ جب بھی دنیوی امور کی جانب راغب ہو گا تو اس کا دل اور دماغ اس دلدل میں دھنستا اور پھنستا جائے گا' اور وہ قرب الٰہی سے دور ہوتا جائے گا' اس لیے کہ دین و دنیا باہم ضدین ہیں اور ضدین کا ایک وقت میں اجتماع ممکن نہیں۔ قرآن کریم کے الفاظ سے اس حقیقت کی نشاندہی ہوتی ہے۔

﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ﴾ (الاحزاب: ۴)

''اللہ تعالیٰ نے کسی آدمی کے اندر دو دل نہیں رکھے۔''

اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ جب کوئی دنیا دار دینی امور کو سر انجام دینا چاہتا ہے تو اس کو اس میں استحکام و استقلال حاصل نہیں ہوتا کیونکہ اس کے قلب و ارادہ میں حقیقتاً دنیا داری براجمان ہوتی ہے' لہٰذا اس راہ میں اس کی چال بے ڈھنگی رہتی ہے اور اس کے قدم تزلزل سے دو چار رہتے ہیں۔

Marfat.com

فرمایا! اگر طالب صادق کو اللہ تعالیٰ کی رضا مندی' اس کا قرب اور اس کا معرفت درکار ہے تو اس کو قلباً دنیا اور دنیاداروں سے لاتعلق ہونا پڑے گا۔ قرآن کریم نے دنیا اور دنیا داروں کی کہیں بھی تعریف نہیں فرمائی' یہاں تک کہ جناب سرور کائنات باعث موجودات ﷺ کو بھی قرآن کریم میں اس حوالے سے ایک دو جگہ انتباہ فرمایا گیا ہے۔ جیسے:

﴿وَ لَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ﴾
(الانعام:۵۲)۔

''یعنی دور نہ کرو انہیں (غرباء کو) جو اپنے رب کو پکارتے ہیں اور صبح و شام اس کی رضا چاہتے ہیں۔''

﴿عَبَسَ وَتَوَلّٰٓی ○ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی﴾ (سورۂ عبس:۱-۲)

''یعنی تیوری چڑھائی اور منہ پھیرا اس پر کہ ان کے پاس وہ نابینا حاضر ہوا۔''

مذکورہ آیات کا شان نزول یہ ہے کہ امراء عرب اور روساء قریش حضور علیہ السلام کے پاس آئے اور انہوں نے غریب صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی پر اعتراض کیا اور انہیں مجلس سے الگ کرنے کی فرمائش کی' دوسرے موقع پر ان امراء کی موجودگی میں حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ صحابی کچھ دریافت کرنے کی غرض سے حاضر ہوئے جنہیں آپ علیہ السلام نے نظر انداز فرمایا' گو آپ علیہ السلام کا ان امراء و روساء کی جانب جھکاؤ وقتی تھا اور یہ بھی اس لیے تھا کہ آپ ﷺ دین کے معاملے میں حریص تھے اور چاہتے تھے کہ یہ بڑے لوگ اسلام میں داخل ہو جائیں' تاہم قرآن کریم نے ان مواقع پر بڑے بڑے دنیاداروں اور سرمایہ داروں پر غریب دین داروں کی برتری اور اہمیت جتلائی اور غافل و متکبر سرمایہ داروں سے اعراض اور پہلوتہی کی تعلیم دی۔ دین و دنیا کا معاملہ اور دنیا مین دین کو صحیح طرح اور پوری طرح اپنانا اور اس کی شرائط پر پورا اترنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔

یہ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی صفت خالقیت

فرمایا! کائنات یک دم فنا نہ ہو جائے گی یعنی اللہ تعالیٰ کی صفت خالقیت یک لخت زائل نہ ہو جائے گی۔ کائنات کا آغاز و انجام تدریجی عمل سے دوچار ہے۔ خلا میں اجرام فلکی بنتے اور بگڑتے رہتے ہیں۔ ایک کرے کی فنا سے اس کی خالقیت کم یا ضائع نہیں ہو جاتی۔ ایک کرہ فنا ہو جائے تو اس کی خالقیت دوسرے کرے میں جاری اور کارفرما رہتی ہے۔

کاروباری ذہنیت

قبلہؒ نے فرمایا! کاروباری لوگوں کا کاروباری ذہن مذہب میں بھی کارفرما رہتا ہے۔ ان کے تھوڑے دینی مشغلے میں بھی نمود و نمائش اور ذاتی مفاد کا پہلو نمایاں رہتا ہے۔ آج کل طریقت میں بھی اسی انداز کو اپنایا جا رہا ہے۔ دکاندار پیروں کے مریدین اور معتقدین گویا گاہکوں کی مانند ہیں۔ مقصد یہ کہ طریقت کے شرائط و نتائج کو تو یکسر نظر انداز کیا جا رہا ہے لیکن خلفاء کی فوجوں کو بڑھایا جا رہا ہے' لنگروں کو وسعت دی جا رہی ہے' پبلسٹی اور اشتہار بازی کو نت نئے طریقوں سے زوردار بنایا جا رہا ہے اور ان جالوں اور داموں کے ذریعے مرغان سادہ لوح کو شکار کر کے مریدین کے حلقوں کو وسیع کیا جا رہا ہے' یوں ایک خالص دینی کام کو بھی دین کی آڑ میں دنیا کا کاروبار بنا لیا گیا ہے۔

خلق ظاہری و خلق باطنی

فرمایا! ارتقاء مادی اور ترقی روحانی کے لیے اللہ تعالیٰ نے جن و انس کے دو گروہوں کو منتخب فرمایا۔ پھر انہیں خلق باطنی یعنی خلقت روحانی کے حوالے سے اپنی ذات مقدسہ ومنزہ سے مربوط فرمایا' یہ ان کی خلقت کا احسن تقویم ہے' اور بسبب خلق ظاہری و عنصری انہیں مادے کے تحت الثریٰ میں اتار جسے ثم رددنٰہ اسفل سافلین (تین)'' سے تعبیر فرمایا' جس کے معنی ہیں کہ ''پھر اسے نچلی سے نچلی حالت کی طرف پھیر دیا۔

قبلہ فقیر صاحبؒ کا تبلیغی پروگرام

ناز کیا اس پہ کہ بدلا ہے زمانے نے تجھے
مرد وہ ہے جو زمانے کو بدل دیتا ہے

Marfat.com

قولہ تعالیٰ:

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (آل عمران:۱۰۴)

''اور تم میں لوگوں کا ایسا گروہ ہونا چاہیے جو بھلائی کی طرف بلائیں' اچھی بات کا حکم کریں اور بری بات سے منع کریں۔ اور یہی لوگ مراد کو پہنچے۔''

درج بالا شعر اور قرآنی ارشاد پڑھ کر فرمایا! کہ اہل اسلام میں مبلغین کے ایسے نیک اور سعادت مند گروہ کا وجود لازمی اور ضروری قرار دیا گیا ہے جو نیک کاموں کا امر اور حکم کریں اور برے کاموں سے روکیں۔ اس حوالے سے تبلیغ کا یہ مبارک شغل فرض کفایہ بن جاتا ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے: خیر الناس من ینفع الناس یعنی انسانوں میں بہترین لوگ وہ ہیں جو بنی آدم کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔'' نیز آیا ہے۔ الدال علی الخیر کفاعلہ یعنی جو شخص لوگوں کو نیکی طرف دلالت کرتا ہے' اس کی محض دلالت اور تلقین سے جس قدر لوگ راہ راست پر آئیں گے ان سب کے ثواب کے برابر اسے بھی ثواب ملے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک روز حضرت سرور کائنات ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! اگر تیری کوشش سے ایک شخص بھی ہدایت پر آجائے تو تیری نجات کے لیے یہی ایک نیکی کافی ہے۔

قبلہ فقیر صاحبؒ نے فرمایا! جس سعادت مند مرد خدا نے اپنی مبارک کوشش سے ایک شخص کو بھی گمراہی کی تاریکی سے نکال کر سرمدی نوری جہان میں داخل کر دیا اور اسے آب حیات اسم اللہ ذات سے زندہ جاوید کر کے ابدی ہلاکت سے بچالیا تو اس نے محض ایک شخص کو دائمی زندگی سے ہم کنار نہ کیا بلکہ اس نے ایک جہان کو ہمیشہ کے لیے زندہ کر دیا' کیونکہ ہر نوری جان کے حامل انسان کے ساتھ ایک ابدی نوری جہان وابستہ ہوتا ہے۔ اس کے برعکس اگر کسی نے ایک انسان کو راہ ہدایت سے برگشتہ کر دیا تو اس نے گویا تمام جہان کو ہلاکت کی گھاٹ اتار دیا۔ قولہ تعالیٰ:

﴿مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِى الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا﴾

Marfat.com

(المائدہ ۵:۳۲)

''جس نے کوئی جان قتل کی بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کیا تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا اور جس نے ایک جان کو جلایا اور زندہ کیا اس نے گویا سب لوگوں کو زندہ کیا۔''

فرمایا! ہم جس تبلیغ کی طرف دلالت کر رہے ہیں اور جس دینی اشاعت کی نشاندہی کر رہے ہیں ایک منصف مزاج اور سعادت مند شخص مذکور بالا آیات اور احادیث سے اس کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ لگا سکتا ہے۔

تم اگر چاہو تو خار و خس بھی بن سکتے ہیں پھول
مردہ دل کی ہر کلی فورا کھلا سکتے ہو تم
دے دیئے قدرت نے تم کو اب تو اپنے سب حقوق
مردہ جاوید کو فورا جلا سکتے ہو تم

فرمایا! ہماری کتابوں کے مطالعے سے جن لوگوں نے ہدایت پائی ہے وہ دیگر لوگوں کو بھی اس راہ کی طرف لا سکتے ہیں ان کے خوابیدہ قلوب کو خواب غفلت سے جگا سکتے ہیں اور ان کے مردہ دلوں کو اپنے مسیحائی دم قدم سے زندہ کر سکتے ہیں' یہ کام جس قدر اہمیت کا حامل ہے اتنا ہی آسان ہے وہ یوں کہ فراغت کے وقت اپنے محلے اور شہر کے لوگوں کو ہماری جادو اثر اور کارآمد کتابوں سے متعارف کرائیں' انہیں ان کی افادیت سے آگاہ کریں' انہیں تھوڑے وقت کے لیے پڑھنے کو دیں اور ان کے مندرجات پر عمل کرنے کی تلقین کریں۔ جن کے بخت بیدار اور ابدی نعمتوں کے سزاوار ہوں گے وہ ان تحریروں میں پوشیدہ خزانوں تک رسائی حاصل کر لیں گے۔ یہ مختلف انداز کی ایسی آسان اور خاموش تبلیغ ہے جس کے لیے نہ کسی بڑے جلسے جلوس کی ضرورت ہے نہ چلا چلا کر اور گلا پھاڑ پھاڑ کر پر جوش اور وقتی اثر رکھنے والی تقریریں درکار ہیں بلکہ مندرجہ بالا طریقے سے گم گشتگان بادیہ ضلالت کو صراط مستقیم پر لایا جا سکتا ہے اور آسانی سے اللہ تعالیٰ کی حقیقی رضا مندی اور دائمی خوشنودی کو حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اب جو اس آسان تبلیغ اور اس بڑے کار خیر کو خاطر میں نہ لا کر اسے نظر انداز کرے گا

Marfat.com

اور اس سے اعراض برتے گا تو اس کے حقیقی دینی بخل اور کج فہمی میں کوئی شک نہ ہوگا' وہ یقیناً بڑا حرماں نصیب ہوگا اس لیے کہ کسی بخیل اور کج فہم کی رسائی اور پہنچ قرب خداوندی تک نہیں ہوتی۔

اگر بینم کہ نابینا و چاہ است
اگر خاموش بنشینم گناہ است

یعنی اگر میں دیکھوں کہ کوئی اندھا ہے اور قریب کنواں ہے اور اس میں اندھے کے گرنے کا امکان ہے' اگر میں اس صورت حال میں بھی خاموش بیٹھا رہوں اور اسے گرنے سے نہ بچاؤں تو یہ امر یقیناً گناہ ہے۔

قادر مطلق کی امداد و تائید

فرمایا! ۱۹۰۸ء میں جب اس فقیر نے کالج چھوڑ کر فقر اور درویشی اختیار کی اور بے یارومددگار اور بغیر مونس و غمخوار اللہ تعالیٰ کے بے نام ونشان اور کٹھن ونہاں راستے میں قدم رکھا تو اس قحط الرجال کے زمانے میں مجھے ہر طرف تاریکی اور مایوسی نظر آئی اور بغیر رہبر و راہنما اس پر خار اور دشوار گزار راہ پر ایک قدم بھی چلنا مشکل اور دشوار نظر آیا۔ اس وقت قادر مطلق نے اپنے فضل و کرم سے میری غیب سے یوں امداد و تائید فرمائی کہ میرے ہاتھ اپنے روحانی مربی اور باطنی پیشوا حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کے چند فارسی قلمی نسخے لگ گئے۔ جب انہیں پڑھا تو میرے ازلی تشنہ مستسقی دل کو گویا آب حیات مل گیا۔ سارا دن میرا کتاب لکھنے میں اور نقل کرنے میں گزر جاتا ہے اور رات کتاب کے مطالعے میں بسر ہو جاتی۔ تیس سال تک متواتر یہ مبارک شغل جاری رہا۔ دن کو جو کچھ لکھتا رات کو حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کی باطنی توجہ سے وہ مقام حاصل ہو جاتا۔ ایسی مفت کی دولت کو بھلا کیونکر چھوڑا جا سکتا تھا۔ اس طویل زمانے میں کبھی کسی کتاب کو بے وضو ہاتھ نہ لگایا اور ہر کتاب کو کامل، مکمل اور اکمل مرشد سے بڑھ کر پایا۔ فرمایا! جو قدر و قیمت اور ادب و احترام میرے دل میں ان پاک کتابوں کی نسبت موجود ہے اس کا حال اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

Marfat.com

بڑی قربانی اور ذبح عظیم

فرمایا! مادی سمجھ بوجھ والے لوگوں نے محض کعبہ آب و گل کو اختیار کیا جبکہ باطنی عقل کے حاملین نے اس کے ساتھ ساتھ کعبہ جان و دل کو بھی اختیار کیا اور اسے زیادہ اہم جانا۔ یونہی نفس کی حقیقت سے بے خبر لوگوں نے محبوب قربانی کا اشارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جسمانی فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرف کیا جب کہ نفس کی حقیقت سے آگاہ لوگوں نے معنوی فرزند یعنی نفس کی قربانی کو محبوب قربانی سے تعبیر کیا۔ یوں ہر دو یعنی ظاہری و باطنی اور مادی و روحانی طبقوں نے اپنی اپنی سمجھ کے مطابق درست کیا۔ تاہم ان دونوں قربانیوں میں سے حقیقی قربانی کون سی ہو سکتی ہے اس کا اندازہ درج ذیل واقعے سے ہو سکتا ہے۔

فرمایا! ایک روز حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ اے عمر رضی اللہ عنہ! میں تمہارے نزدیک کس قدر پیارا اور محبوب ہوں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنے والدین، بہن بھائیوں، بیوی بچوں اور جملہ خویش و اقارب سے زیادہ پیارے اور محبوب ہیں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر رضی اللہ عنہ! کیا میں تجھے اس نفس سے جو تیرے بائیں پہلو میں ہے، بھی زیادہ محبوب ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا! ہاں یا حضرت آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنے نفس سے بھی زیادہ محبوب معلوم ہوتے ہیں۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! الان کملت ایمانك یا عمر یعنی اے عمر رضی اللہ عنہ! اب تیرا ایمان کامل ہو گیا۔

قانون نعم البدل

من کان فی اللہ تلفه کان حقا علی اللہ خلفه جو اللہ تعالیٰ کے لیے تلف اور قربان ہوتا ہے اس کا اللہ تعالیٰ پر حق ہوتا ہے کہ اسے بدلہ دیا جائے۔"

کشتگان خنجر تسلیم را

ہر زماں از غیب جانے دیگر است

یعنی تسلیم و رضا کے خنجر سے قتل ہونے والوں کو ہر دور میں غیب سے دوسری جان اور

Marfat.com

زندگی عطا ہوتی ہے۔

درج بالا فرمان اور شعر پڑھ کر فرمایا! کہ ایک شے کی قربانی سے اس سے بہتر دوسری شے حاصل کی جاسکتی ہے۔ اس ضمن میں روزے اور بھوک کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ اِس سے جہاں بھوکوں کی بھوک اور ان کی غذائی ضرورتوں کا اندازہ ہوتا ہے' ان کے لیے ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے' بوقت جہاد و قتال بھوک پیاس کی برداشت اور ہمت پیدا ہوتی ہے وہاں حیوانی اور مادی غذا کے تعطل اور تلف سے روحانی غذا کا خلف اور اجراء ہوتا۔ دوسرے لفظوں میں مادی غذا کی عدم موجودگی میں روحانی غذا اس کی قائم مقام ہو جاتی ہے۔ یونہی جب حیوانی اور جسمانی طاقت کا فقدان ہوتا ہے اور اس میں کمی واقع ہوتی ہے تو روحانی طاقت حاصل ہوتی ہے اور وہ مادی طاقت کی جگہ حاصل کر لیتی ہے۔ یہی روحانی اور ایمانی قوت تھی جس کی بدولت جنگ بدر میں اہل اسلام عددی قلت' آٹھ تلواروں' لکڑیوں کے تیروں اور ڈنڈوں کے ساتھ کفار کے ساز و سامان سے لیس تین گناہ فوج پر غالب رہے۔ جنگ احزاب اور جنگ خیبر میں اسی روحانی قوت کے بل بوتے پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے عجیب اور حیرت انگیز کارنامے ظاہر ہوئے' حالانکہ وہ پاک باز لوگ دن کو بحالت صوم جنگ کرتے اور رات عبادت و ریاضت میں گزار دیتے۔ خوراک نہ ہونے کے برابر ہوتی' نیند اور آرام بہت کم نصیب ہوتا' اس تنگی' فاقہ زدگی اور بے آرامی کے باوجود وہ ایسی قوت و طاقت کا مظاہرہ کرتے کہ مادی طاقتوں کے حاملین اور نامی گرامی پہلوان و رستم زمان دنگ رہ جاتے۔

فرمایا! اب اگر کوئی روحانیت' روحانی زندگی اور روحانی قوتوں کا انکار کرتا ہے اور ان حقائق کو لائق اعتناء نہیں سمجھتا تو قدرت کو کیا پڑی کہ انہیں روحانی دنیا سے روشناس کرائے اور روحانی قوتوں سے بہرہ ور فرمائے۔

قرآن اور روزہ روح اور دل کے لیے شفا ہے۔ ہر مرض کی ابتداء روحانی فساد سے شروع ہوتی ہے' بعد میں جسم متاثر اور بیمار ہوتا ہے۔ اب جو شخص روحانی علاج اور روحانی صحت کو بیماری یا زیان سے تعبیر کرتا ہے تو اس بے نیاز ذات یعنی خالق کائنات کو کیا ضرورت

Marfat.com

ہے کہ وہ اسے روحانی صحت اور شفا سے ہم کنار فرمائے۔ قولہ تعالیٰ

﴿وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (بنی اسرائیل:۸۲)

''اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لیے شفا اور رحمت ہے۔''

فرمایا! زندگی میں کئی افراد کو دیکھا جنہوں نے بھوک اور گرسنگی کی حالت میں قرآن کریم کی تلاوت کی تو ان کی بھوک جاتی رہی۔ قرآن پاک کو دل لگا کر پڑھا جائے تو باطن سیر ہو جاتا ہے اور مادی بھوک ختم ہو جاتی ہے۔

نوشتۂ ازلی اور یقین و ایمان

قبلہؒ نے فرمایا! نوشتۂ ازلی اور فطرت کام کرتی ہے۔ اہل دنیا ہر کام میں خواہ وہ دین کا ہو دنیا ہی طلب کرتا ہے اور اہل دین دنیوی معاملات میں بھی دین کو ہی مدنظر رکھتا ہے' جبکہ اس دور میں حقیقی دین دار بہت تھوڑے ہیں۔

فرمایا! اصل شے یقین و اعتقاد ہے۔ جس کا اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر یقین و ایمان ہے وہ کبھی نافرمانی نہیں کرتا۔ نافرمانی وہی شخص کرسکتا ہے جس کا ان امور پر یقین و ایمان نہیں۔ یقین و ایمان بھی دل کا ہی کارآمد ہوتا ہے۔ زبانی اقرار اور دل کا عدم اعتقاد و تصدیق یقین اور ایمان نہیں کہلاسکتا بلکہ اسے منافقت کہا جاسکتا ہے۔

حضور علیہ السلام کے ارشاد پاک کا مفہوم واضح کرتے ہوئے فرمایا! کہ ایک شخص نیکیاں کرتا ہے' جب وہ جنت سے بہت تھوڑے فاصلے پر رہ جاتا ہے تو اچانک جہنم کی طرف مڑ جاتا ہے۔ دوسرا آدمی برائیاں کرتا ہے جب وہ جہنم کے بہت قریب پہنچ جاتا ہے تو یک لخت جنت کی جانب مڑ جاتا ہے ایسا فطرت کے باعث ہوتا ہے۔ ایک آدمی نیکیاں کماتا ہے اور انجام کار دوزخ کی طرف چل پڑتا ہے تو اس سے یہی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ اس نے نیکیاں کسی وقتی جذبے یا تحریک کے تحت کی تھیں۔ اس وقتی جذبے اور عارضی تحریک کی تہہ میں چونکہ یقین و ایمان کا جوہر نہ تھا اس لیے جب وقتی ابال اور جوش ختم ہو گیا تو اس کی نیکی بھی جاتی رہی اور وہ حسب فطرت برائی پر کاربند ہو کر جہنم کی جانب چل پڑا۔

یہی حال اس برے آدمی کا ہے جو وقتی تحریک اور صحبت طالع کے اثرات کے باعث برائی سے ہم کنار رہا حتیٰ کہ بداعمالی اسے جہنم کے قریب لے گئی' لیکن اس کی فطرت میں یقین وایمان کا جوہر پوشیدہ تھا جس نے بالآخر اسے نیکی پر آمادہ کر کے جنت کی طرف روانہ کر دیا۔

فرمایا! اس ضمن میں ارتداد وغیرہ کو بطور مثال پیش کیا جا سکتا ہے کہ بعض لوگ وقتی حالات یا مصلحت کے تحت اسلام لائے۔ کچھ عرصہ اس دائرے میں رہے' بعد میں جب معاملے کو اپنی توقعات اور اندازوں کے موافق نہ پایا تو مرتد ہو کر اپنی سابق حالت پر لوٹ گئے' اس لیے کہ یقین وایمان کی دولت سے ان کے سینے خالی تھے یوں وہ جنت کی طرف چلتے چلتے جہنم کی جانب مڑ گئے۔

سچ کی برکتیں

الصدق ینجی والکذب یھلك یعنی سچائی انسان کو نجات بخشتی ہے اور جھوٹ باعث ہلاکت ہے۔ اس حدیث کو پڑھ کر فرمایا! راستی موجب رضائے خدا است یعنی سچائی اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی موجب ہے۔

حضور علیہ السلام کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اپنی کئی خامیوں اور کمزوریوں کا اعتراف کر کے بولا! یا رسول اللہ ﷺ: ان تمام میں سے کسی ایک کو چھوڑنے کا حکم فرمایئے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا! جھوٹ بولنا چھوڑ دو۔ اس نے ایسا ہی کیا اور سچ بولنا شروع کر دیا۔ باقی برائیاں اس نے اس خوف سے ترک کر دیں کہ اگر ان کے بارے میں پوچھا گیا تو سچ بولنا پڑے گا اور اعتراف کرنا پڑے گا کہ یہ یہ برا کام کیا ہے' یوں شرمندگی کے ساتھ ساتھ شرعی سزا بھی ملے گی' لہٰذا ایک سچ کی برکت سے باقی خامیاں خود بخود رفع ہو گئیں۔

فرمایا! منافق کی تین علامات گنوائی گئی ہیں۔ جھوٹ بولنا' وعدہ کر کے خلاف کرنا اور امانت میں خیانت کرنا۔ اگر وہ وعدہ خلافی کر بیٹھے اور اس سے باز پرس ہو تو بچنے اور جان چھڑوانے کے لیے جھوٹے بہانے تراشے گا۔ امانت میں خیانت کر بیٹھے تو یا سرے سے امانت کا انکار کر دے گا یا اس سلسلے میں جھوٹی قسمیں کھائے گا' گویا باقی دونوں خرابیوں کے لیے جھوٹ بولے گا۔

Marfat.com

فرمایا! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کفار و مشرکین بھی صادق اور امین تسلیم کرتے تھے' سو معلوم ہوا کہ نبوت و ولایت کی بنیاد سچائی پر ہے' بنا بریں کسی جھوٹے اور منافق کو نبوت اور ولایت نہیں سونپی جاتی۔ اسی لیے مسیلمہ کو کذاب کے لقب سے ملقب کیا گیا۔

فرمایا! سچ بولنے والے کے خواب اکثر سچے ہوتے ہیں۔

فساد و تنقیص کے مشغلے

فرمایا! بعض لوگ شیطان کے ایسے آلۂ کار بنتے ہیں کہ لوگوں کے درمیان فساد' بگاڑ' تفریق اور پھوٹ وغیرہ ڈالنا ان کا محبوب مشغلہ بن جاتا ہے۔ یہ لوگ بنی آدم کے دشمن بن جاتے ہیں حالانکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں لہٰذا ان میں صلح اور بھائی چارہ رکھو' اور فرمایا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے اس سے بچو۔ لیکن یہ لوگ الٹا کرتے ہیں یعنی بنی آدم سے عداوت کرتے ہیں اور شیطان کے رفیق بنتے ہیں' اور اس فساد کو اصلاح سے تعبیر کرتے ہیں۔

فرمایا! بعض لوگوں میں حسد و نفاق کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوتا ہے جس کے باعث وہ نیک لوگوں سے بغض و عداوت رکھتے ہیں۔ انبیاء اور اولیاء کی تنقیص و تحقیر ان کا من پسند مشغلہ ہوتا ہے۔ یہ لوگ اللہ کے نیک بندوں کی جائز تعظیم اور تکریم سے بھی بدکتے ہیں' اور ہر وقت منفی پہلو اور نکتہ چینی کے درپے رہتے ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ انہیں بطور پاداش دنیا داروں کے آگے ذلیل و خوار رکھتا ہے۔ یہ لوگ ان کی بے جا خوشامد اور چاپلوسی کرتے ہیں' ان ظالموں اور بدکاروں کے لیے تعظیماً بار بار اٹھتے ہیں اور ذرا نہیں شرماتے' لیکن انبیاء اور اولیاء کے احترام کا مقام ہو تو یہ لوگ شیطانی تکبر کے باعث اکڑ جاتے ہیں جسے وہ توحید سے تعبیر کرتے ہیں' لیکن ظالم دنیا داروں اور سرمایہ داروں کے ہاں انہیں شرک اور توحید وغیرہ یاد نہیں رہتا۔

سرمایہ داری' ذخیرہ اندوزی اور اندر کے بت

قولہ تعالیٰ:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ﴾

(المنافقون:۹)

Marfat.com

''اے ایمان والو! تمہارے مال، تمہاری اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کرے۔''

قولہ تعالیٰ:

﴿یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ قُلْ فِیْهِمَآ اِثْمٌ کَبِیْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ اِثْمُهُمَآ اَکْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا وَ یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ﴾ (البقرہ:۲۱۹)

''تم سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں، تم فرماؤ جو فاضل بچے۔''

قولہ تعالیٰ:

﴿وَ الَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ﴾ (توبہ:۳۴)

''اور لوگ جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں خوشخبری سناؤ دردناک عذاب کی۔''

مذکورہ بالا آیات کو پڑھ کر قبلہؒ نے فرمایا! اسلام میں غیر ضروری سرمایہ داری اور ذخیرہ اندوزی کی کوئی گنجائش اور اجازت نہیں۔ اولاد وغیرہ کے بہانے ان کا جواز نکالنا رب کی ذات پر بھروسے اور اس کی رزاقی کے منافی ہے۔ لائق اور نالائق اولاد دونوں کا وہ رازق اور مالک ہے۔ رزق مرزوق یعنی جو رزق ان کا مقدر ہے وہ انہیں بہر حال پہنچتا ہے۔ رزق مملوک جو ان کا مقدر نہیں اور جس کے وہ چند روز کے لیے محض چوکیدار اور رکھوالے ہیں ان کی اولاد کے کام نہیں آ سکتا۔ اس رزق کو بالآخر اپنے اصلی حق داروں تک پہنچنا ہوتا ہے۔ قارون کا اتنا بڑا خزانہ کیا خود اس کے یا اس کے لواحقین کے کام آ سکا؟

فرمایا! دنیا میں فسادات، لڑائیوں، جھگڑوں، ظلم وستم اور خونریزی کا باعث محض پتھر اور دھات کے بت نہیں بلکہ اپنے اندر کے طبعی خواہشات کے بت ہیں۔ نفس، دنیا اور شیطان ہی اصل لات، منات اور عزیٰ ہیں جن کی حقیقت کو انبیاءؑ اولیاء اور فقراء سمجھ سکے۔

فرمایا! حدیث شریف ''کہ جس شے نے تجھے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل کیا وہی تیرا بت ٹھہرا۔'' سے یہی اندر کے بت مراد ہیں، جن کے خیال میں بندہ ہر وقت مشغول رہتا ہے اور ذکر خداوندی سے غافل رہتا ہے۔

Marfat.com

اسراف اور اعتدال

﴿وَّ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ﴾ (اعراف:۳۱)

''اور کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو حد سے بڑھنے والے اسے (یعنی اللہ تعالیٰ کو) پسند نہیں۔''

اس آیت کو پڑھ کر قبلہؒ نے فرمایا! تمام بیماریوں کی اصل کھانے پینے میں اسراف اور بے اعتدالی ہے۔ پھر الایمان بین الخوف والرجاء ایمان خوف ورجا کے مابین ہے'' پڑھ کر فرمایا! کہ ایمان بھی خوف ورجاء کے اعتدال میں مضمر ہے۔

﴿وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ﴾ (توبہ:۳۴)

''اور وہ لوگ کہ جوڑ جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی۔''

﴿اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ﴾ (تکاثر:۱)

''تمہیں مال کی زیادہ طلب نے غافل رکھا۔''

ان دونوں آیتوں کو پڑھ کر فرمایا! کہ سونے اور چاندی کی ذخیرہ اندوزی اور حد و ضرورت سے زیادہ مال و دولت کا اجتماع اور قارون کے خزانے کی مثل بڑھا ہوا بنک بیلنس بھی اجتماع دولت کا اسراف اور زیادتی ہے۔ گویا کہ ہر کام میں زیادتی اس کام کے لحاظ سے اسراف ہے۔

﴿وَ لَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَ لَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا﴾ (بنی اسرائیل:۲۹)

''اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ پورا کھول دے کہ تو بیٹھ رہے ملامت کیا ہوا تھکا ہوا۔''

ان الفاظ قرآنی کو پڑھ کر فرمایا! کہ ان میں بخل اور اسراف کی نشاندہی کی گئی ہے۔ گویا حد سے زیادہ بخل اسراف معکوس یعنی الٹا اسراف ہے۔

﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا﴾ (بقرہ:۱۴۳)

''اور ہم نے تمہیں درمیان اور بیچ کی امت کیا۔''

﴿وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ﴾ (بنی اسرائیل:۳۵)

''اور برابر ترازو سے تولو۔''

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ''یعنی ہمیں سیدھے راستے پر ہدایت دے۔''

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآ لِّيْنَ ''نہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کا۔''

ان آیتوں کے پیش نظر فرمایا! اسلام اعتدال اور اوسط کا مذہب ہے۔ اگر کسی نے پیغمبروں اور ولیوں کو نظر انداز کر کے شیطان کی طرح کبر و انانیت کو اپنا شیوہ بنا لیا تو اس کا شمار مغضوبین یعنی غضب کیے گئے لوگوں میں ہوگا۔ اگر کسی نے انبیاء اور اولیاء کو حد سے بڑھایا اور اللہ تعالیٰ کو نظر انداز کر دیا جو مقصود حقیقی ہے تو اس کا شمار ضالین یعنی گمراہوں میں ہوگا' ایسے لوگوں کا انجام یہود و نصاریٰ کے ساتھ ہوگا۔ انبیاء اور اولیاء اللہ تعالیٰ تک راستے کے صحیح اور بہترین رفیق ہیں جبکہ حقیقی مقصود اور اصلی مطلوب اللہ تعالیٰ کی پاک ذات ہے' لہٰذا مقصود و مطلوب سے رفقاء کو بڑھانا درست نہیں۔ ان رفقاء اور رہبروں کا احترام اور فرمانبرداری اسی مقدس رفاقت اور اعلیٰ مقصد میں معاونت کی وجہ سے ہے۔ جو لوگ ان سے احتراز اور اعراض برتیں گے وہ مقصود حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کی ملاقات اور اس تک رسائی سے محروم رہیں گے اور جو ان رفقاء اور وسائل ہی کو مقصود بنا لیں گے وہ بھی ذات خداوندی تک نہ پہنچ سکیں گے۔ فرمایا! صراط مستقیم ان امور میں توازن سے حاصل ہوتی ہے' لہٰذا نہ تو اولیاء کو انبیاء سے بڑھایا جائے اور نہ انبیاء کو اللہ تعالیٰ پر ترجیح دی جائے اور نہ انبیاء و اولیاء کی رفاقت و وسیلت کو شیطانی بغض و عناد سے ٹھکرایا جائے۔ فرمایا! بعض لوگ اپنے مرشد کو نبی سے بڑھاتے ہیں بعض کو ہر شے میں خدا نظر آتا ہے' اس قسم کی بے اعتدالیوں سے افراط و تفریط جنم لیتا ہے۔

گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

اگر درجہ بدرجہ مراتب کا لحاظ نہ کیا جائے تو اس بے لحاظی کو زندیقی سے تعبیر کیا جائے گا۔

Marfat.com

سفر وسیلہ ظفر

فرمایا! اس دنیا میں انسانوں کو زمین کا سفر درپیش رہتا ہے' پھر موت کے بعد برزخی سفر سے دو چار ہوتے ہیں' آخر میں ﴿ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ﴾ (عنکبوت:۵۷) پھر ہماری طرف لوٹ کر آؤ گے۔'' کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کی طرف آخری سفر طے کرنا ہوگا۔ سفر کو وسیلہ ظفر یعنی کامیابی کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔ اس سے بندہ ایک جگہ سے مانوس ہو کر چمٹ نہیں پاتا اور ایک حد تک محدود نہیں رہتا۔ سفر سے انسان کے تجربات و مشاہدات میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ بہت کچھ نیا اور مختلف سیکھتا ہے اور اچھے برے حالات اس میں احتیاط' استقلال اور سوجھ بوجھ پیدا کر دیتے ہیں اور قوت مدافعت کو بڑھاتے ہیں۔

کوئی بھی سفر بغیر ذریعے اور وسیلے کے ممکن نہیں' ہر سفر کے لیے ذریعہ' گائیڈ اور رہبر کی ضرورت ہوتی ہے۔ حج کے موقع پر بھی معلم درکار ہوتے ہیں۔ ہر نادیدہ اور نامعلوم سفر کے لیے ایسے رہبر کی ضرورت ہوتی ہے جس نے راستہ اور منزل دیکھی ہو۔ آخرت کے سفر کی حقیقی معلومات محض قیل وقال سے حاصل نہیں ہو سکتیں جب تک کوئی اس سفر سے اور اس کی شرائط ولوازمات سے زندگی میں موتوا قبل ان تموتوا ''یعنی موت سے پہلے مر جاؤ'' کے ذریعے واقف نہ ہو لے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَ جَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝﴾ (المائدہ:۳۵)

''اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں کوشش کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔''

اس آیت میں اسی رہبری اور وسیلت کی طرف اشارہ ہے۔ اس وسیلے کی تاکید ایمان اور تقویٰ کے بعد کی گئی ہے' پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے راستے کا اور اس میں کوشش کا ذکر کیا گیا ہے۔ لہٰذا اس آیت میں ذکر کیے گئے وسیلے کو عبادات و معاملات سے تعبیر کرنا درست نہیں۔ عبادات و معاملات کے واضح احکام صریح الفاظ میں کئی جگہ آئے ہیں۔ عبادات و معاملات ایمان' اسلام اور تقویٰ وغیرہ کے تحت آ جاتے ہیں جبکہ وسیلت کو ان پر زائد ذکر کیا

Marfat.com

گیا ہے۔ فرمایا! آخرت کا سفر بھی بغیر زادراہ اور رہبر ممکن نہیں۔ اس سفر میں انبیاء' صدیقین' شہداء اور صالحین جیسے نیک اور نورانی لوگ بہترین رفیق بنتے ہیں۔ دل کے جاہل علماء اور محض رسمی رواجی پیر اس راہ سے آگاہ نہیں۔ فرشتہ خولوگ ان رفقاء کا احترام کرتے ہیں اور ان کے حضور جھکتے ہیں جبکہ شیطان صفت افراد بسبب کبر حسد ان کا انکار کرتے ہیں اور ان سے برسر پیکار رہتے ہیں۔ یہ نیک لوگ دنیا سے گزر بھی جائیں تو بھی ان کا نور چمکتا رہتا ہے اور نوری احساس کے حامل لوگ پروانہ وار ان کے آستانوں پر گرتے اور فیض یاب ہوتے رہتے ہیں۔

زمان و مکان

فرمایا! اللہ تعالیٰ نے عصر' فجر اور بلد یعنی زمانے' اور مقام وغیرہ کی قرآن کریم میں قسم کھائی ہے جس سے زمان و مکان کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ لیلۃ القدر' شب برات اور جمعہ وغیرہ خاص اوقات ہیں۔ کعبہ شریف' مدینہ منورہ اور بیت المقدس وغیرہ خاص مقامات ہیں۔ زمان و مکان کی مناسبت اور موزونیت کو حاصل اور نتائج میں بڑا دخل ہے۔ زراعت کے لیے موسم اور مخصوص اوقات کا لحاظ لازمی ہے۔ ہر فصل کے لیے اس کے وقت کا خیال نہ رکھا جائے تو نتیجہ جو ہوتا ہے اس سے ہر شخص واقف ہے۔ فصلوں کے لیے وقت پر بارش اور پانی زندگی کا باعث ہوتے ہیں جبکہ یہی بارش اور پانی بے وقت ہو تو فصل کے لیے موت کا سبب بنتے ہیں۔ نماز کو اپنے اوقات میں ادا کرنے کا حکم اور تاکید ہے۔ حج' روزہ' زکوٰۃ سب کے لیے اوقات اور مقامات متعین ہیں۔ مختلف امتوں اور قوموں کے لیے مختلف ایام مقرر ہیں۔ جیسے اہل اسلام کے لیے جمعہ کا روز' یہود کے لیے ہفتہ کا دن اور عیسائیوں کے لیے اتوار کا روز۔

فرمایا! قدرت کی ہر حرکت میں حکمت ہے۔ یہاں تک آنکھ پھڑکنا' ٹھوکر لگنا' کپڑا اٹکنا وغیرہ جیسی عام حرکات اور اشارات کا بھی کچھ نہ کچھ مطلب ہوتا ہے جنہیں مادہ پرستی اور باطنی کورچشمی کے باعث لائق اعتناء نہیں سمجھا جاتا۔ فرمایا! تفاول یعنی فال لینا سنت ہے۔

علم کی حقیقت

((العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم و مسلمۃ))

''علم ہر مسلمان مرد عورت پر فرض ہے''۔

((اطلبوا العلم ولو کان بالصین))

''علم حاصل کرو خواہ اس کے لیے چین تک جانا پڑے''۔

((اطلبوا العلم من المھد الی اللحد))

''علم حاصل کرو پنگھوڑے سے لے کر قبر تک''۔

ان فرمودات کو پڑھ کر فرمایا! کہ ان سے مراد علم دین ہے' خصوصاً وہ دینی علم جس سے معرفت خداوندی کا حصول ممکن ہو۔ دنیوی علم سے خود نبی کریم ﷺ' دیگر انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین امی اور بے گانہ تھے۔ جب کہ انہوں نے دنیا کو نجات اصلی اور مقصود حقیقی تک رسائی کا درس دیا۔ ان کی معلومات بناسپتی اور نام نہاد پیغمبروں اور نبیوں کی مثل موجودہ سکولوں اور کالجوں کے مرہون منت نہ تھیں۔ ان خانہ ساز نبیوں' اماموں اور مہدیوں کی اولادیں یورپ وامریکہ میں دنیوی مادی فانی علوم کی خاک چھانتی پھرتی ہیں۔ یہ خود اور ان کے ورثاء دین کے حقیقی علم کے ابجد سے بھی واقف نہیں' اس پر بھی انہیں خدا رسیدگی اور ہزاروں پیروکاروں کے نجات کی ضمانت کا دعویٰ ہے۔ آج دنیا میں دنیوی علوم کو فروغ اور اہمیت حاصل ہے اور دینی علوم سے باوجود ارزانی کے بیزاری کا اظہار کیا جاتا ہے' خصوصاً دین کے باطنی علم اور روحانی پہلو سے تو کثیر تعداد غافل اور بے بہرہ ہے۔ دنیوی علم اگر دینی علم کو سمجھنے میں ممد و معاون اور پشت پناہ بنتا ہو تو اسے فائدہ مند کہا جاسکتا ہے' اس کے برعکس اگر محض اسی کو مقصد و منزل تصور کر لیا جائے تو یہ اخروی حرمان اور بدنصیبی کا باعث اور سبب ہوگا۔

یورپین سپر چولزم اور اسلامی روحانیت

سپر چولزم اور حاضرات ارواح کا سلسلہ ایک عرصہ سے یورپ میں جاری ہے جسے وہاں باقاعدہ ایک علم اور فن کا درجہ حاصل ہے۔ اس علم و فن سے وہاں کے ماہرین علاج معالجے اور غیبی معلومات کے حصول کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس ضمن میں فرمایا! ہمیں احساس ہے کہ یورپ کی جملہ مذہبی تنظیموں اور روحانی اداروں میں سے صرف سپر چولزم یعنی حاضرات

Marfat.com

ارواح ہی ایک ایسی تحریک ہے جس کے تجربات اور مشاہدات کسی قدر سچائی اور حقیقت پر مبنی ہیں۔ لیکن جو کچھ ہم نے اپنی کتب میں پیش کیا ان میں اور یورپین معلومات میں سورج اور چراغ کا سا فرق ہے' اس لیے کہ یورپ کا سپر چولزم قابل زوال شے ہے جبکہ ہماری اسلامی اور ایمانی روحانیت لازوال اور غیر مختتم چیز ہے۔ سپر چولزم کا منبع اور معدن مقام ناسوت سفلیہ ہے' جبکہ ہماری روحانیت کا معدن و ماخذ اللہ تعالیٰ کی باکمال لازوال ذات ہے۔

❀❀❀

Marfat.com

Marfat.com

جواباتِ نور

Marfat.com

جوابات نور

سوال: شروع میں جب تصور اسم اللہ ذات کرتا تھا تو طبیعت میں بہت جوش ہوتا تھا' اچھے خواب آتے تھے' اگر تمام رات جاگتا رہتا تو بھی بوجھ محسوس نہ ہوتا' لیکن اب یہ سب کچھ مفقود ہے۔

جواب: کل جدید لذیذ ہر نئی چیز لذیذ ہوا کرتی ہے اس لیے ہر نئے عمل کی ابتداء میں طبیعت جوش مارتی ہے۔ دیگر سلوک میں قبض و بسط' اتار اور چڑھاؤ بھی ہوتا ہے' جس طرح دن کے بعد رات اور گرمی کے بعد سردی کا موسم۔ اچھے خوابوں' راستوں اور نظاروں کے عاشق اور طالب منزل مقصود سے رہ جاتے ہیں۔ اصل مطلوب اور حقیقی مراد کو مدنظر رکھو۔

سوال: تلاوت قرآن کرتے وقت اور نماز میں وساوس بہت آتے ہیں ان کا علاج تجویز کریں۔

جواب: چور ایسے مکان کو نقب لگاتے ہیں جہاں دولت ہوا کرتی ہے۔ خالی ویران مکان کی طرف کوئی چور رخ نہیں کرتا' اس کے لیے اللہ کے نام کے پہریدار اور چوکیدار درکار ہیں۔

سوال: فرض نماز کی ان رکعتوں میں جن میں امام صاحبان قرات بلند آواز سے نہیں پڑھتے ذکر پاس انفاس کر لیا کروں یا نہیں۔ نیز پاس انفاس کا طریقہ بھی تحریر فرماویں۔

جواب: ذکر پاس انفاس ہر حال میں جائز اور مستحسن ہے' پاس انفاس کے بہت سے طریقے ہیں لیکن ان میں دو طریقے بہترین ہیں' ایک یہ کہ جب سانس اندر جائے تو لفظ اللہ اور جب باہر آئے تو ذکر ھو نکلے یا اندر نفی لا الہ اور باہر اثبات الا اللہ ادا ہو۔ بہتر ہے کہ پاس انفاس خیال اور دل سے ادا ہو اور زبان ساکت اور خاموش ہو اور تصور اسم اللہ ذات بھی ساتھ ساتھ ہوتا رہے۔

سوال: دعا کرتے وقت یہ پکارا کرتا ہوں' "یا اللہ مجھے اپنا اور اپنے حبیب ﷺ کا عشق عطا

فرمائے' اللہ تعالیٰ سے اس کا عشق مانگنا بے ادبی تو نہیں؟ نیز مرض تکبر بھی آہستہ آہستہ ترقی کر رہا ہے۔ دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید بہت جلد حفظ فرما دیں۔

جواب: یہی بہترین دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کی رضا مندی' قرب وصال اور اس کے مشاہدے کی آرزو اور استدعا کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بڑی غنی' جواد اور کریم ہے' اس کے خزانے میں کسی چیز کی کمی نہیں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تکبر کا مرض واقعی بڑا بھاری ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مہلک مرض سے ہر مومن کو محفوظ رکھے۔ مرشد کے ہوتے ہوئے یہ مرض زائل ہو جاتا ہے۔ قرآن کا حفظ بہت بڑی اور بھاری دولت ہے خصوصاً جب قرآن کے حروف و الفاظ اور عبارت کے زبان پر جاری ہوتے وقت قرآن کا نور بھی دل میں اترتا جائے' ورنہ ویسے تو دنیا میں بے شمار زبانی حافظ دربدر مارے مارے پھرتے ہیں جو قرآن کی قدر نہیں جانتے اور پیٹ کی خاطر قرآن کو کم قدر اور خود کو ذلیل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صراط مستقیم پر گامزن فرماوے۔

سوال: ذکر پاس انفاس وضو کے بغیر بھی کرنا چاہئے۔

جواب: ذکر پاس انفاس اور دیگر ہر قسم کا ذکر بغیر وضو کے جائز ہے۔

سوال: ذکر کرتے وقت آنکھیں کھلی ہوں یا بند۔

جواب: جس طرح زیادہ لطف آئے اور زیادہ فائدہ معلوم ہو۔

سوال: نماز کے وقت قلب میں اسم اللہ کا تصور کر کے ان کو نماز سنانا اور اسم اللہ کے علاوہ کوئی مثالی صورت قائم کرنا درست ہے۔

جواب: نماز میں مقام سجدہ پر صرف اسم اللہ مرقوم تصور کرنا چاہئے اور ''التحیات'' کے وقت اسم محمد ﷺ سینے پر مرقوم تصور کرنا چاہئے' باقی نماز کے معانی کا خیال رکھیں' سنانے اور مثالیہ اشکال کا خیال نہیں رکھنا چاہئے۔

سوال: اسم اللہ سے اسم محمد ﷺ کے لیے دعا کی جا سکتی ہے؟ نیز اسم اللہ سے اپنے لیے دعا مانگتا ہوں۔

جواب: اسم اللہ سے اسم محمد ﷺ کے لیے دعا کرنے کی ضرورت نہیں' اپنے لیے بھی اسم سے

Marfat.com

نہیں بلکہ مسمّیٰ سے دعا طلب کرنی چاہئے اور اسم اللہ کو محض یکسوئی اور یکجہتی پیدا کرنے کا ذریعہ اور وسیلہ بنانا چاہئے اور اس میں محویت اور استغراق کے ذریعے مسمّیٰ تک پہنچنا چاہئے۔

سوال: میں نے تو انہی اسموں کو سب کچھ سمجھ رکھا ہے کیا یہ درست ہے یا نہیں؟

جواب: اسم بے شک بہترین ذریعہ اور وسیلہ ہے لیکن اصل مقصود مسمّیٰ ہے۔

سوال: ذکر نفی اثبات زبان سے کرنا چاہئے یا جس وقت سانس اندر جائے تو لا الہ اور جب باہر آئے تو اِلَّا اللہ ادا ہو۔

جواب: ذکر نفی اثبات مبتدی کو پہلے زبان سے کرنا چاہئے جب زبان پر اچھی طرح جاری ہو جائے تو پھر دل اور خیال سے کرنا پڑتا ہے اور فکر لا معبود الا اللہ لا مقصود الا اللہ اور لا موجود الا اللہ ساتھ ضرور ہونا چاہئے۔

سوال: میں ذکر نفی اثبات کرتے وقت ہر دفعہ انگلی کے ساتھ دل پر اللہ لکھ لیتا ہوں' کیا یہ درست ہے؟

جواب: یہ بہترین طریقہ ہے کہ نفی اثبات کرتے وقت شہادت کی انگلی اسم ذات پر فکر میں پھر جائے اور محمد رسول پڑھتے وقت فکر کی انگلی اسم محمد ﷺ کو عبور کر لے۔

سوال: میں سورۃ مزمل پڑھتے وقت اسم محمد ﷺ کو اپنے سینے پر لکھا ہوا تصور کرتا ہوں' کیا یہ ٹھیک ہے؟ نیز جب سانس اندر جائے تو محمد رسول اللہ کہنا اور جب باہر آئے تو ﷺ کہنا کیسا ہے۔ مزید یہ کہ ذکر اسم محمد ﷺ اور تصور اسم محمد ﷺ صرف اس وقت کرنا چاہئے جب ترک دنیا کے خیالات پیدا ہوں یا روزانہ تھوڑا بہت کر لینا چاہئے۔

جواب: سورۃ مزمل اور تمام قرآن کی دعوت کا عمل اسم حضرت محمد ﷺ سے جاری ہوتا ہے۔ تصور اسم اللہ ذات سے سالک عالم کثرت سے عالم وحدت کی طرف پرواز کرتا ہے اور اس مقام میں طالب کے وجود سے تمام غیر اور ماسوٰی آلائشیں اور کدورتیں جل کر دور ہو جاتی ہیں' اس مقام میں بے شمار آتشیں موجوں سے طالب کو گزرنا پڑتا ہے' اگر اس قسم کی حرارت کا غلبہ ہو تو درود شریف کی کثرت اور تصور اسم محمد ﷺ سے وجود کو

Marfat.com

ٹھنڈا اور حوصلہ وسیع کرنا چاہیے۔ اسم محمد ﷺ سے سالک وحدت سے واپس عالم کثرت اور معرفت کی طرف رجوع کرتا ہے۔

سوال: حضرت! اسم ذات کا تصور میں نہ آنا کیا ذہن کی کمزوری ہے' گناہوں کا نتیجہ ہے یا اس کی کوئی معیاد ہے؟

جواب: جس طرح انسان ظاہری مادی غذا حسب طلب و اشتہاء کھاتا ہے اسی طرح ذکر فکر' تلاوت' تصور اور عبادت وغیرہ روحانی غذا کی بھی ایک خاص حد ہوتی ہے۔ جب بطن باطن میں حد سے زیادہ غذا بڑھ جاتی ہے تو طبیعت سیر ہو جاتی ہے۔ جب رغبت کم ہو جائے تو اشتہاء اور طلب کا انتظار کرنا چاہیے یا شغل کو تبدیل کرنا چاہیے' جیسے حلوا کھانے کے بعد نمکین غذا کھائی جا سکتی ہے اور نمکین کے بعد میٹھی مرغوب خاطر معلوم ہوتی ہے۔ اگر تصور سے طبیعت ملول ہو جائے تو ظاہر عبادت کی طرف رجوع کرنے سے طبیعت بحال ہو جاتی ہے۔

سوال: حضرت جی! آپ نے کتاب عرفان میں تحریر فرمایا ہے کہ کثرت وساوس کے وقت مشق وجودیہ کرنا چاہیے۔ انسان جب مشق وجودیہ کرے تو ایک ایک دفعہ مقام ناف' کان' دماغ' آنکھ وغیرہ پر اسم ذات قائم کر کے دل پر تصور اسم ذات شروع کر دے یا متواتر کئی کئی بار اور کئی کئی دن مشق وجودیہ کرے۔

جواب: تصور ایک مبارک شغل ہے جس طرح' جس وقت اور جس مقام پر بن سکے بنانے کی کوشش بار بار کرنی چاہیے خواہ بظاہر کوئی نتیجہ برآمد نہ ہو تو بھی اس کی مشق کرنی چاہیے۔ اگر نفسانی اور شہوانی خیالات کا غلبہ ہو تو مقام نفس (ناف) پر اسم اللہ ذات مرقوم کیا جائے۔ اگر دل میں دنیا کے حرص و آز کے خیالات کا ہجوم ہو تو دل میں اسم محمد ﷺ اور تمام سینے میں اسم محمد ﷺ کا تصور کرنا چاہیے۔ اور اللہ تعالیٰ کے مشاہدے اور چشم بصیرت کے کھولنے کے لیے اسم اللہ ماتھے پر تصور کیا جائے۔ یہ تین مقام یعنی ناف نفس کا' سینہ قلب کا اور ماتھا روح کے مخصوص مقام ہیں۔

سوال: مشق وجودیہ کرتے وقت جس مقام سے اسم ذات نکالا جاوے اس جگہ سے لفظ ھو نکلے

Marfat.com

یا دل سے۔

جواب: تصور کرتے وقت پاس انفاس بھی ساتھ کرنا پڑتا ہے۔ سانس کے اندر جاتے وقت لفظ اللہ اور سانس نکلتے وقت لفظ ھو دل سے ادا کیا جائے۔

سوال: قرآن مجید کی تلاوت کے وقت اسم اللہ ذات یا اسم محمد ﷺ کا تصور کرنا چاہئے۔

جواب: قرآن مجید کی تلاوت کے وقت سینے میں اسم محمد ﷺ رکھے اور اپنے آپ کو ہم جسم اور ہم قدم و ہم زبان حضرت سرور عالم ﷺ خیال کرے' اور سر کے اوپر اسم اللہ ذات کا تصور آفتابی صورت میں کرے اور اس سے قرآن نازل ہوتا ہوا تصور کرے۔

سوال: حضرت سلطان العارفین سلطان باہوؒ کی کتابوں میں نقش اسم اللہ ذات پر بعض جگہ تصرف' مراقبہ' ترک اور توکل وغیرہ الفاظ لکھے ہوئے ملتے ہیں ان کا کیا مطلب ہے؟

جواب: طالب جب تصور اسم اللہ ذات میں کمال کو پہنچتا ہے تو اسم اللہ کے ہر حرف سے الگ مقامات اور منازل طے ہوتے ہیں۔ مثلاً: ل سے تصرف کی منزل طے ہوتی ہے۔ ہ سے مراقبہ کی' اسی طرح الف سے الگ منزل طے ہوتی ہے۔

سوال: طالب کو دوران تصور و عبادت خواب میں جو مقامات اور مناظر نظر آتے ہیں وہ حقیقی ہوتے ہیں یا محض خیال کا نتیجہ ہوتے ہیں۔

جواب: اگر شیخ کامل ہو' اس کی توجہ شامل حال ہو اور لطائف بیدار ہوں تو خواب اور مراقبہ میں نظر آنے والے تمام مقامات اور مناظر حقیقی ہوتے ہیں اور ان میں وہم و گمان اور خواب و خیال کو دخل نہیں ہوتا۔

سوال: اسم اعظم کون سا ہے' کیا آپ کو اس کا علم ہے؟

جواب: اسم اللہ اسم اعظم ہے۔ مجھے ایک دفعہ باطن کے اندر ایک آیت بتائی گئی تھی اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا گیا تھا کہ یہ اسم اعظم ہے۔ جب میں نے اس آیت کریمہ پر غور کیا تو اس میں مرکزی چیز اسم اللہ ہی تھا۔ صاحب کمال لوگ اسی اسم سے وہ کام لیتے ہیں جو اسم اعظم کے ساتھ مخصوص ہیں۔ مردہ دل لوگ اسم اعظم سے بھی کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

سوال: دعوت القبور سے کیا فائدہ ہوتا ہے؟

Marfat.com

جواب: اس سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ روحانی اہل قبر اپنے دائرہ تصرف اور قوت و دسترس کے مطابق اہل دعوت کے لیے کام کرتا ہے اور اس کی دینی و دنیوی مشکلات حل کرتا ہے۔

اگر اہل دعوت قوی استعداد ہے تو اسے وہ مقامات اور منازل بھی طے کرا دیتا ہے جو اہل قبر روحانی نے طے کی ہوئی ہوتی ہیں' مگر یہ یاد رہے کہ یہ کام ہر نا اہل کا نہیں۔

دعوت ایک انتہائی عمل ہے' اس کے لیے خاص اجازت اور مخصوص لوازمات کی ضرورت ہوتی ہے اور اس سلسلے میں سب سے بڑی چیز شیخ کی توجہ اور نظر عنایت ہے۔

اگر اہل دعوت کامل ہو تو وہ اہل قبر روحانی کو بھی بے انتہا روحانی فائدہ پہنچاتا ہے۔ اس سے اہل قبر روحانیوں کی دامانده (رہی ہوئی) منازل طے ہو جاتی ہیں۔

سوال: اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا سب سے بڑا ذریعہ کون سا ہے اور اس راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا سب سے بڑا ذریعہ اور عمل شیخ کامل کی خوشنودی ہے اور اس راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ شیخ کی ناراضگی ہے۔

سوال: جادوگر' کاہن اور ساحر جو حیرت انگیز کام کرتے ہیں اور خوارق عادت کارنامے سرانجام دیتے ہیں ان میں اور پیغمبروں اور اولیاء کرام کے معجزات اور کرامات میں کیا فرق ہے؟

جواب: جادوگر' کاہن اور ساحر صرف ارواح خبیثہ' جن' شیاطین اور سفلی ارواح کے ذریعے کام کرتے ہیں اور ان کا مقصد گمراہی' ظلمت کفر اور بدی کی ترویج ہوتا ہے۔ اس کے برعکس پیغمبر اور اولیاءِ کرام مقدس ارواح' ملائکہ اور نوری موکلات کے ذریعے کام کرتے ہیں۔ ان کا مقصد دنیا میں ہدایت' نیکی' اسلام' تقویٰ اور بھلائی کی تبلیغ اور اشاعت ہے۔ اول الذکر طبقہ عالم انسانیت کا دشمن اور ننگ آدمیت ہوتا ہے لیکن موخر الذکر طبقہ محسن انسانیت اور فخر آدمیت ہوتا ہے۔ اول الذکر لوگوں کا انجام خراب ہوتا ہے اور موخر الذکر کا انجام بخیر ہوتا ہے۔

سوال: میں تصور اسم اللہ کرتا ہوں لیکن دل پر اثر نہیں ہوتا اس کا کیا علاج ہے؟

Marfat.com

جواب: تمہارا دل سخت ہے۔ تصور کرتے وقت اپنے دل کو ایک سیاہ اور سخت پہاڑ کی طرح خیال کرو اور اپنے آپ کو کلیم اللہ تصور کر کے اس دل کے پہاڑ پر اللہ ہو کی ضرب لگاؤ اور یوں خیال کرو کہ اس ضرب کلیمی سے وہ پہاڑ ریزہ ریزہ اور پاش پاش ہو رہا ہے اس مسلسل مشق سے تمہارا دل نرم ہو جائے گا اور تصور اسم اللہ ذات اس پر اثر کرنے اور پھر اس کے وہ اثرات پیدا ہوں گے جو اس اسم کے ساتھ مخصوص ہیں۔

سوال: لیٹی ہوئی حالت میں کس طرح تصور کرنا چاہیے اور اسم ذات کس طرح رکھنا چاہیے؟

جواب: لیٹی ہوئی حالت میں تصور کرتے وقت اسم ذات کو دائیں طرف جھکا کر رکھنا چاہیے۔

سوال: آپ نے عرفان میں مغربی سپر چولزم کا ذکر کیا ہے' اس کی کیا ضرورت تھی؟

جواب: مغرب زدہ اصحاب اور تعلیم یافتہ لوگ یورپ سے بہت متاثر ہیں' ان کو اسلامی روحانیت کا یقین دلانے کے لیے اس کا ذکر ضمناً کیا گیا ہے۔ یورپ میں آج کل سپر چولٹس جو حیرت انگیز کام کر رہے ہیں اس سے پیغمبروں اور اولیاء کے معجزات اور کرامات کی تصدیق ہوتی ہے اور معجزات' کرامات اور خوارق و عادات کے امکان کا پتہ چلتا ہے۔ اس سے یہ بھی مراد ہے کہ جب سفلی مخلوق کے ذریعے اس قدر حیرت انگیز کام انجام دیئے جا سکتے ہیں تو روحانی مخلوق کے ذریعے کیا کچھ نہیں کیا جا سکتا اور فرشتوں اور پاک ارواح کے لیے کوئی کام غیر ممکن نہیں۔

سوال: آپ کے مرید پنجاب میں زیادہ ہیں اور صوبہ سرحد خصوصاً اپنے علاقے میں بہت کم ہیں' اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کے سب بڑے دشمن اور مخالف قریش تھے جو آپ علیہ السلام کی اپنی قوم کے لوگ تھے۔ ان لوگوں نے آپ ﷺ کو ہجرت پر مجبور کر دیا اور آپ علیہ السلام کو قتل کر دینا چاہا' مگر باہر کے لوگوں نے آپ ﷺ کی قدر کی اور آپ ﷺ پر ایمان لائے مدینہ کے لوگوں نے آپ ﷺ کا ساتھ دیا اور آپ علیہ السلام پر جان و مال نچھاور کر دیا۔ بزرگوں اور اولیاء کرام کے ساتھ بھی یہی معاملہ پیش آتا ہے۔ اپنے وطن اور اپنے علاقے کے لوگ اور خصوصاً اپنے شہر اور اپنی قوم کے لوگ ان کی قدر نہیں کرتے اور

Marfat.com

ہی فیض اٹھا سکتے ہیں۔ یہ سعادت ہمیشہ باہر کے لوگوں کے حصے میں آتی ہے۔ میرے ساتھ بھی یہی معاملہ درپیش ہے۔ مجھ سے اکثر پنجاب کے لوگوں نے فیض حاصل کیا ہے۔ سرحد کے علاقے میں میرے مرید بہت کم ہیں۔

سوال: جس شخص کا عقیدہ درست نہ ہو اس کی عبادت اور اعمال کے متعلق آپ کا خیال ہے؟

جواب: اعتقاد اور عقیدہ ہی وہ اصل بنیاد اور اساس ہے جس پر تمام مذہبی اعمال اور روحانی احوال کی عمارت کھڑی کی جاتی ہے' اور جس عمارت کی اساس اور بنیاد ہی باطل' فاسد اور کمزور ہو تو بمقتضائے ''بناء الفاسد علی الفاسد'' وہ عمارت کمزور اور فاسد بن جاتی ہے' لہٰذا تمام مذہبی اعمال اور روحانی احوال کے لیے عقیدے اور اعتقاد کا درست ہونا نہایت لازمی اور ضروری ہے۔ عقیدہ اور اعتقاد مذہب اور روحانیت کے لیے بمنزلہ روح اور جان کے ہے اور باقی تمام اعمال اور افعال انسانی جسم اور اس کے جوارح اور اعضاء کی مانند ہیں' یا اول الذکر جڑ اور تنے کی مانند ہے اور اعمال وغیرہ شاخوں کی مانند ہیں۔ اعتقاد اور عقیدے کا تعلق انسانی قلب اور دل سے ہے اور اعمال اور کردار انسانی تن اور جسد کا کام ہیں۔ جب دل صحیح اور صالح ہو جاتا ہے تو تن اور جسد تبعًا خود بخود صحیح اور درست ہو جاتا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے۔

((اِنَّ فِیْ جَسَدِ بَنِیْ اٰدَمَ مُضْغَۃٌ فَاِذَا صَلُحَتْ صَلُحَتِ الْجَسَدُ کُلُّھَا اَلَا ھِیَ الْقَلْبُ))

''یعنی آدمی کے جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جس وقت وہ درست ہو جاتا ہے تو سارا جسم اصلاح پذیر اور درست ہو جاتا ہے' سن رکھو کہ وہ لوتھڑا دل ہے۔''

یا یوں سمجھو کہ ان ہر دو میں اسلام اور ایمان کا فرق ہے' کیونکہ اسلام جسم اور تن پر عائد ہوتا ہے اور ایمان دل کی صفت ہے۔ انسان کی نجات ایمان سے ہوگی نہ کہ خالی اسلام سے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے

﴿قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰکِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ﴾ (الحجرات:۱۴)

''اعراب یعنی سادہ لوح بدوؤں نے کہا کہ ہم ایمان لے آئے' آپ ﷺ ان سے کہہ دیں کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ یوں کہو کہ ہم اسلام لے آئے ہیں' ایمان دار تب بنو گے جب ایمان تمہارے دلوں کے اندر داخل ہوگا''

سو معلوم ہوا کہ اسلام اور دین کے معاملے میں انسانی قلب اور دل بہت اہم کردار ادا کرتا ہے' لہٰذا اللہ تعالیٰ کی نظر اور نگاہ انسانی دل پر رہتی ہے۔ ان اللہ لا ینظر الی صورکم ولا الیٰ اعمالکم ولکن ینظر فی قلوبکم ونیاتکم یعنی اللہ تعالیٰ نہ تمہاری صورتوں کو اور نہ تمہارے ظاہری اعمال کو دیکھتا ہے بلکہ تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے۔'' سو انسان کی اخروی نجات صحیح اعتقاد' کامل ایمان' درست نیت اور سلیم قلب پر ہے۔ قولہ تعالیٰ

﴿يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ○ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ﴾ (الشعراء:۸۹)

''یعنی قیامت کے روز نہ تو مال نفع دے گا اور نہ اولاد بلکہ وہ قلب سلیم کام دے گا جو نفس' دنیا اور شیطانی بگاڑ اور فساد سے صحیح اور سلامت رہے گا اور اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی اطاعت سے اطمینان حاصل کر لے گا۔

﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾ (الرعد:۲۸)

''یعنی خبردار! اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہی دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔''

اور نفس اور دل جب مطمئن ہو جاتا ہے تو انسان اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کی صف میں شامل ہو کر اللہ تعالیٰ کے بہشت قرب میں داخل ہو جاتا ہے۔

سوال: توجہ کیا چیز ہے؟

جواب: توجہ کی مثال اس تجلی کی ہوتی ہے جو موسیٰ علیہ السلام کو حضرت باری تعالیٰ سے کوہ طور پر ملی تھی اور جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو گئے تھے۔ شیخ کی اصلی توجہ کے وقت مرید پر ذاتی انوار کی تجلی ہوتی ہے' کیونکہ شیخ کا دل اور دماغ اسم اللہ ذات میں طے ہوتا ہے' اس توجہ کو ہر خاص و عام برداشت نہیں کر سکتا۔ ابتدائے سلوک میں میں نے اپنے حضرت صاحب (یعنی مرشد جناب حضرت نور احمد صاحبؒ) سے توجہ کے سلسلے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا! توجہ معمولی چیز نہیں ہوتی۔ جب قادری فقیر توجہ کرتا

Marfat.com

ہے تو پہاڑ کانپ جاتے ہیں' اور حضرت صاحبؒ کے اس فرمان سے میرا دل کانپنے لگا۔ (قبلہ فقیر صاحبؒ نے جب یہ الفاظ ادا فرمائے تو سوال کرنے والے کا دل بھی کانپنے لگ گیا)

سوال: کیا طریقت میں ایک دوسرے کو سلب بھی کر لیا کرتے ہیں؟

جواب: مشائخت کے دلدادہ عموماً مبتدی طالبوں کو سلب کر لیا کرتے ہیں۔ مبتدیوں کو مجذوبوں سے خاص طور پر محتاط رہنا چاہئے' کیونکہ یہ لٹیروں کی طرح ہوتے ہیں اور جاتے جاتے مبتدی کی پونجی اڑا لے جاتے ہیں۔ ان سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان مجذوبوں سے میل ملاپ نہ رکھا جائے کیونکہ ان سے میل ملاپ رکھنا ایسا ہے جیسے کوئی شخص جیب میں روپے بھر کر ڈاکوؤں کے گروہ میں ہتھیار کے بغیر چلنا پھرنا شروع کر دے۔ ایسے شخص کے لٹ جانے کا قوی امکان ہوتا ہے۔ جب پوچھا گیا کہ ہتھیار کا کیا مطلب ہے؟ تو فرمایا کہ شیخ مرید کے حق میں بمنزلہ ہتھیار کے ہے۔ جب تک مرید خود اپنے آپ کو تہلکے میں نہ ڈالے اس کے سلب ہونے کا امکان کم ہوتا ہے۔ مجذوب اکثر نظریں ملا کر مبتدی کی پونجی اڑا لے جاتے ہیں' اور گاہے مصافحہ کر کے اسے لوٹ لیتے ہیں۔ گاہے مبتدی مجذوب کی مدد کرنے کی غرض سے اس کے قریب جاتا ہے اور اپنا سب کچھ لٹوا بیٹھتا ہے۔ اکثر مبتدی ہر مجذوب کو غوث یا قطب یا متصرف سمجھ کر حصول فیض کی غرض سے ان کے پاس جاتے ہیں اور بجائے فائدہ کے الٹا نقصان پاتے ہیں۔

سوال: ذکر بالجہر کرنا چاہئے کہ نہیں؟

جواب: ذکر بالجہر قادریوں کے ہاں رائج ہے اس سے مبتدی کو بہت فائدہ ہوتا ہے' لیکن ذکر اس قدر اونچا نہیں ہونا چاہئے جس سے دوسروں کو تکلیف ہو۔

سوال: حبس دم کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب: حبس دم دراصل جوگیوں کی اختراع ہے اور اہل یوگ سے نقش بندیوں کے بعض عاملین نے اخذ کیا ہے' یہ عاملین متاخرین تھے' متقدمین کے ہاں حبس دم کا وجود تک نہ

Marfat.com

تھا۔ متوسطین نے اسے حرارت قلب کو تقویت پہنچانے کے لیے استعمال کیا۔ متاخرین نے اسے طریقت کا ایک جزو قرار دے دیا ہے اور اس کے استعمال سے گونا گوں نقصانات اٹھا رہے ہیں۔ کوئی تپ دق میں مبتلا ہو جاتا ہے اور کسی کا مثانہ پھٹ جاتا ہے' کسی کا دماغ خراب ہو جاتا ہے اور کوئی ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہے۔ اس قسم کی رجعتوں کو دیکھتے ہوئے بھی نقش بندی یہ سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے کہ جس چیز کا ضرر اور نقص اس دنیا میں ظاہر ہو اس سے دوسرے جہان میں کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ خداوند کریم طریقت کے لازوال رجعتوں سے پناہ میں رکھے۔

سوال: عرفان کو مضامین کے لحاظ سے کوئی خاص ترتیب نہیں دی' کوئی مضمون کہاں ہے اور کوئی کہاں' اگر اس کو باقاعدہ ترتیب دیتے تو بہتر ہوتا۔

جواب: عرفان کی یہی بے ترتیبی اور بے ربطی ہی اس کی خوبی اور اثر کا باعث ہے۔ قرآن شریف بھی اسی طرح نازل ہوا ہے' ایک مضمون کہیں ہے اور اس کا بقایا حصہ پھر دوسرے مقام پر آیا ہے اور اس کی خوبی اسی میں ہے۔ حضرت سلطان العارفین نے جس قدر کتابیں لکھی ہیں سب کی سب اسی طرح ہیں' ان میں تمام مضامین اسی طرح بے ترتیب اور بے ربط طور پر درج ہیں اور یہی ان کی خوبی اور وجہ امتیاز ہے۔

سوال: مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب: ایک دفعہ میں نے مرزا غلام احمد قادیانی کو واقعے میں دیکھا تھا۔ میں نے دیکھا مسلمانوں کا ایک بڑا ہجوم ہے جو مغرب کی طرف جا رہا ہے' اس وقت میں نے مرزا غلام احمد قادیانی کو دیکھا ان کا رنگ بالکل سیاہ تھا اور وہ بہت خراب اور خستہ حالت میں تھے اور مسلمانوں کے ہجوم کے برعکس مشرق کی طرف رخ کیے ہوئے تھے اور اسی طرف جا رہے تھے۔ جب آپ سے اس کا مطلب پوچھا گیا تو فرمایا! اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا مسلک غلط ہے اور وہ سیدھے راستے سے بھٹک کر غلط راستے پر چل پڑے ہیں جو عام مسلمانوں کا راستہ نہیں۔

سوال: ایمان بالغیب سے کیا مراد ہے؟

Marfat.com

جواب: غیب سے مراد عالم غیب ہے جس میں ذات باری تعالیٰ' رسول ملائکہ' جن اور شیاطین شامل ہیں۔ ان سب کی ہستی کا اقرار کرنا شرط ایمان ہے' مگر آج کل زمانہ روحانیت سے اس قدر دور چلا گیا ہے کہ ان کو شیطان بھی اپنی صورت دکھانے سے عار محسوس کرتا ہے عالم غیب کی دوسری مخلوقات کا تو ذکر ہی کیا۔ یومنون بالغیب میں تمام عالم غیب کی طرف اشارہ ہے اس سے بن دیکھے ایمان لانا مراد نہیں۔

سوال: قادری مرید کا اگر پیر فوت ہو جائے تو اسے دوبارہ اسی طریقے میں یا کسی دوسرے طریقے میں بیعت کرنی چاہئے۔

جواب: اگر کسی مرید کا پیر فوت ہو جائے اور اس کے کام میں رکاوٹ نہ آئے تو اسے دوبارہ ہر گز بیعت نہیں کرنی چاہئے یا اگر کرے تو اسی خاندان میں تجدید کرے۔

سیالکوٹ میں ایک قادری مرید کا پیر وفات پا گیا۔ ایک دن اسے ایک اور طریقے والے پیر سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ اس پیر نے اس سے کہا کہ تم ہم سے دوبارہ بیعت کر لو۔ قادری مرید نے کہا میرے دین و دنیا دونوں کے کام ٹھیک چل رہے ہیں' دوبارہ بیعت سے کہیں نقصان نہ ہو۔ اس پیر نے کہا ''نقصان ہو تو ہم پیر کیسے'' چنانچہ قادری مرید دھوکے میں آ گیا اور اس نے بیعت پر آمادگی کا اظہار کر دیا۔ عین بیعت کے وقت قادری مرید نے کوئی چیز اپنی پشت سے نکلتی ہوئی محسوس کی' مگر اس نے سوچا کہ خیر جو چیز پشت سے نکلی ہے اس سے عمدہ شے سینے میں اب آئے گی' مگر اس کی امیدوں پر پانی پھر گیا۔ قادری مرید نے ایک دن خواب میں اپنے مرحوم پیر صاحب کو دیکھا کہ دیگر احباب کے ساتھ بیٹھے ہیں لیکن اس کی طرف سے دانستہ منہ پھیر لیا ہے' جب اس نے سامنے ہونے کی کوشش کی تو انہوں نے اپنا رخ مبارک دوسری طرف پھیر لیا۔ پھر ایک روز اس (مرید) نے حضرت سرور کائنات ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آنحضرت بہت پریشان نظر آ رہے ہیں اور ادھر ادھر پریشانی کے عالم میں گھوم رہے ہیں قادری مرید نے بیان کیا کہ اسی دن سے میں بھی پریشان ہوں اور مجھے بھی قرار نصیب نہیں۔

سوال: بعض لوگ پڑھتے وقت چند آیات کی سہ بار تکرار کرتے ہیں اس سے کوئی فائدہ ہوتا ہے؟

Marfat.com

جواب: بعض لوگ ایسا کرتے ہیں لیکن جب تک اجازت کامل حاصل نہ ہو تکرار سے بجائے فائدہ کے آدمی نقصان میں رہتا ہے، کیونکہ اس سے وہ رجعت میں پھنس جاتا ہے جس سے پھر نکل نہیں سکتا۔ ہمارے کُلاچی میں ایک آدمی ہر رات پانچ سو مرتبہ سورۃ مزمل پڑھا کرتا تھا، کچھ عرصہ بعد اس نے اناشُنلقی کی تکرار شروع کی تو اس میں پھنس گیا، پھر آگے نہیں بڑھ سکتا تھا۔ اس نے اپنا حال مجھ سے بیان کیا، میں نے اسے اجازت دی تو اس کی جان رجعت سے آزاد ہوئی۔

سوال: کوئی سورت پڑھتے وقت اس کے موکلات کا نام بھی پڑھنا چاہئے یا نہیں؟

جواب: کسی سورت کو پڑھتے وقت موکلات کو پڑھنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ موکلات ویسے بھی حاضر ہو جاتے ہیں لیکن پڑھنے میں تاثیر ہونی چاہئے۔ کسی کلام کو کئی مرتبہ پڑھنے کی بجائے اگر صرف چند بار غور سے پڑھا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ میں ایک ہی مرتبہ سورۃ مزمل پڑھتا ہوں تو زمین ہلتی معلوم ہوتی ہے۔ صرف گیارہ بار صبح کے وقت سورۃ مزمل پڑھنا کافی ہے۔

سوال: مراقبہ کیسے شروع ہوتا ہے؟

جواب: میرے مراقبے کی ابتداء یوں ہوئی کہ کالج کے زمانے میں جب کبھی میں اپنے نفس ناطقہ کی طرف متوجہ ہوتا اور اپنے اندر اپنے آپ کو تلاش کرتا تو اپنی ہستی کے آثار اکثر اپنے ماتھے میں دو ابروؤں کے درمیان پاتا اور جب کبھی اس کی طرف متوجہ ہو کر ٹکٹکی باندھتا تو ایک دم بے ہوش ہو جاتا اور اپنے آپ میں ڈوب جاتا۔ اس بے خودی اور بے ہوشی کی حالت میں نہایت عمدہ اور طویل خواب دیکھتا اور یوں محسوس کرتا کہ بہت عرصہ تک خواب دیکھتا رہا ہوں، لیکن آنکھ کھلنے پر محسوس ہوتا کہ ایک لمحہ بھی نہیں گزرا۔ یہ مراقبے کی ابتداء تھی، پھر یہ معاملہ اختیاری بن گیا اور جب کبھی لیٹے لیٹے اس طرف تھوڑا سا خیال کرتا تو یک دم بے خود ہو جاتا اور بہت طول طویل خوابوں کے بعد بیدار ہوتا اور لحظہ بھر میں ہزار ہا تماشے دیکھ لیتا اور سیر و سیاحت کر لیتا، اور اس طرح مراقبے میں آنا جانا اپنے اختیار میں ہو گیا۔ لیکن جب مراقبہ کرتے کرتے تھک جاتا

Marfat.com

اور طبیعت کوفت محسوس کرتی تو اس طرف توجہ کئے بغیر لیٹ جاتا اور گہری نیند سو جاتا۔
سوال: آپ کو دعوت القبور کی کلید کب اور کیسے حاصل ہوئی؟
جواب: دعوت القبور کی کلید مجھے ابتدائے سلوک ہی میں حاصل ہوگئی تھی۔ جن دنوں میں نے کالج چھوڑ کر فقیری اختیار کر لی اور دربار شریف پر سکونت پذیر ہو گیا ان دنوں میرے والد بزرگوار دیگر ہمراہیوں کے ساتھ حج کے ارادے سے پہلے دربار شریف آئے اور مجھ سے کہا کہ تم بھی ساتھ چلو' میں چونکہ حضرت سلطان العارفینؒ کی باطنی زنجیر میں جکڑا ہوا تھا اس لیے معذرت چاہی۔ جاتے وقت والد صاحب نے مجھے کچھ رقم دی۔ ان کو میری تہی دستی کا علم تھا۔ میں نے اس میں سے آدھی رقم (حضرت سلطان العارفینؒ) کے مزار مبارک پر رکھ دی' کچھ رقم ایک دکاندار کے قرض میں دے دی اور باقی رقم عظمت نامی ایک فقیر کی چادر کے پلو کے ساتھ اسے بتائے بغیر باندھ دی۔ عظمت فقیر اس وقت دنیا ومافیہا سے بے خبر گہری نیند سو رہا تھا' اور باوجود سخت ضرورت اور احتیاج کے ایک پائی بھی اپنے پاس نہ رہنے دی۔ ترک دنیا اور ایثار نفس کے اس عملی مظاہرے کے باعث اسی رات مجھے دعوت القبور کی کلید حاصل ہوگئی۔ اس کی تفصیل عرفان جلد دوم صفحہ ۱۳۲ پر درج ہے۔
سوال: فقراء کے خمول اور گمنامی کا کیا انداز ہوتا ہے؟ آپ نے تو عرفان میں اپنا سب کچھ ظاہر کر دیا اور کوئی بات پوشیدہ نہیں رکھی۔
جواب: مسکرا کر فرمایا! ابھی کہاں: اگر حقیقت ظاہر ہوگئی تو ساری دنیا یہاں آ کر بیٹھ جائے گی۔ دنیا کو میرا مرتبہ میری موت کے بعد معلوم ہوگا۔ میرا اپنا مسلک خمول اور گمنامی ہے۔

ایک دفعہ میں رات کے وقت شہر کلاچی میں اپنی مسجد کے اندر بیٹھا ذکر کر رہا تھا کہ اچانک میری پیٹھ سے ایک وجود نکلا اور پشت کی طرف تیزی کے ساتھ تیر کی طرح جانے لگا اور ایک بہت دور دراز تاریکی میں سے گزرا حتیٰ کہ میں ایسی جگہ پہنچا جہاں میں نے یاجوج ماجوج کے ڈھیر کے ڈھیر لگے ہوئے دیکھے جو ایک دوسرے کے اوپر تلے ہو رہے تھے' ان کی شکلیں انسان اور خرگوش کے مابین تھیں۔ جب میں وہاں پہنچا تو مجھ پر روشنی ہوگئی' میں نے

Marfat.com

حضرت سلطان العارفینؒ کی کتابوں میں پڑھا تھا کہ بعض طالبوں کو فرشتے موکل چشمہ آب حیات پر لے جاتے ہیں' اگر وہاں طالب پر روشنی ہو جائے تو عمر بھر گمنام رہتا ہے اور اگر تاریکی میں رہے تو شہرت پذیر ہو جاتا ہے' چنانچہ میں نے اس کو اپنے حال کے مطابق پایا۔

سوال: دل کی بینائی سے کیا مراد ہے؟

جواب: جب دل کا لطیفہ زندہ اور بیدار ہو جاتا ہے تو وہ باطنی اور روحانی دنیا میں طیر سیر کرتا اور وہاں مشاہدہ کرتا ہے۔ لطیفہ دل کی بصیرت اور بینائی سے عارف کامل عالم ازل' عالم ابد' عالم عقبیٰ' عالم دنیا' عالم برزخ اور عالم قدس شہود کا تماشہ کرتا ہے۔ اسی کا نام دل کی بینائی ہے۔

دل بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

سوال: کسی کلام کے اجراء عمل کی کیا علامت ہے؟

جواب: جب کسی کلام میں جلالی اثر شروع ہو جاتا ہے تو اپنا شیخ اس کو خواب یا مراقبے کے اندر کوئی ہتھیار مثلاً: چاقو' بندوق' چھرا یا کلہاڑی وغیرہ دیتا ہے اور جب پڑھنے والے کو اپنے پیر و مرشد کی طرف سے آئینہ دیا جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے کلام میں جمالی اثر شروع ہو گیا ہے۔

سوال: کیا روحانی اہل قبور کو دعوت پڑھنے والوں کی ضرورت ہوتی ہے؟

جواب: اہل قبر روحانی اس بات کے بڑے مشتاق اور متمنی ہوتے ہیں کہ کوئی کامل فقیر ان کے پاس آ کر تلاوت کلام پاک کرے اور ان کو ثواب بخشے۔ اس کے لیے روحانی اپنی روحانی قوت اور استعداد کے مطابق ہر ممکن کوشش کرتے ہیں اور اہل دعوت زندہ کاملین کی خاطر مدارت کرتے ہیں اور ان کو خوش کرتے ہیں۔

سوال: کبھی کوئی روحانی اہل قبر مخالفت بھی کرتا ہے یا نہیں؟

جواب: گاہے گاہے روحانی اہل قبور مخالفت اور مقابلہ بھی کرتے ہیں۔ ایسی حالت میں اگر اہل دعوت خام اور کمزور ہو اور اس کا شیخ کامل نہ ہو تو روحانی اہل قبر اس کو سخت نقصان

پہنچاتا ہے، اور نوبت پاگل پن، لاعلاج بیماری اور دنیاوی نقصان تک پہنچتی ہے لیکن اگر اہلِ دعوت قوی، پختہ اور طاقت ور ہو اور اس کا شیخ کامل ہو تو پھر روحانی اہلِ قبر مغلوب اور رام ہو کر اطاعت قبول کر لیتا ہے اور اہلِ دعوت کی خاطر مدارات کرتا ہے۔

ایک دفعہ میں نے ایک قبر پر دعوت پڑھی، میں نے دیکھا کہ اہلِ قبر روحانی ایک حلقے کے اندر بیٹھا ہے اور چاروں طرف اس کے مرید اور شاگرد بیٹھے ہیں۔ وہاں اس صدر حلقہ روحانی کے بائیں پہلو میں مجھے ایک سرخ رنگ کی تلوار چمکتی ہوئی دکھائی دی جو گاہے ظاہر ہوتی تھی اور گاہے غائب ہو جاتی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ روحانی اٹھا اور تلوار سنبھال کر مجھ پر حملہ کرنا چاہا، مگر میرے قریب پہنچ کر اور مجھے دیکھ کر خود بخود مانوس ہو گیا۔ بعض اوقات اس قسم کی لڑائی ٹھن جاتی ہے اور مقابلہ شروع ہو جاتا ہے اور سلسلۂ طریقت کے تمام بزرگ روحانی اپنے مرید کی امداد کو پہنچ جاتے ہیں۔ میں نے اپنے ایک مرید کو دعوت پڑھنے کی اجازت دی۔ اس مرید نے جب دعوت پڑھی تو باطن میں اہلِ قبر روحانی تلوار لے کر اس پر حملہ آور ہوا، اس مرید نے بھی تلوار سنبھال لی۔ اس مرید نے بیان کیا کہ عین اس وقت آپ (قبلہ فقیر صاحبؒ) آئے اور ہم دونوں کے درمیان حائل ہو کر دونوں کی تلواروں کو پکڑ لیا اور معاملہ رفع دفع ہو گیا۔

سوال: اخفائے احوال کیوں کیا جاتا ہے؟

جواب: اس لیے کہ ایسا نہ کرنے سے قوت توفیق زائل ہو جاتی ہے، اور پھر طالب حسب خواہش عبادت نہیں کر سکتا حتیٰ کہ بعض اوقات نوبت ترک فرائض تک پہنچ جاتی ہے، لہٰذا مبتدی طالب کو چاہیے کہ اپنی ریاضت، عبادت اور مجاہدے اور باطنی احوال کا ذکر عوام کے سامنے نہ کرے، البتہ جب کوئی عارف کامل ہو جائے اور ابتدائی منازل کامیابی کے ساتھ طے کر لے تو پھر اظہار سے کوئی نقصان واقع نہیں ہوتا۔

روشن ضمیر راچہ غم از اختلاط خلق
دریا بہ مشت خاک مکدر نمے شود

سوال: مجذوبیت کیا چیز ہے؟

Marfat.com

جواب: مجذوب وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے دل کا شیشہ تجلیات الٰہی سے چکنا چور ہو جاتا ہے اور وہ اپنے ہوش و حواس کھو کر عام دیوانوں کی طرح ہو جاتے ہیں اور دیوانوں کی طرح شرعی حدود اور حکم تعزیر سے معاف ہو جاتے ہیں۔ مجذوب عموماً عنصری جثوں کے ساتھ روحانی محفلوں میں شامل ہوتے ہیں، لیکن تمام دیوانے اور پاگل مجذوب نہیں ہوتے۔ سینکڑوں ہزاروں میں کوئی ایک آدھ مجذوب ہوتا ہے ورنہ اکثر دیوانے چرس اور دیگر منشیات سے اس حالت کو پہنچتے ہیں۔ بہت سے دماغی امراض کے مریض ہوتے ہیں، ان میں کوئی مجذوبیت وغیرہ نہیں ہوتی۔ اکثر نادان اور جاہل لوگ ان حقیقی پاگلوں، دیوانوں اور فاتر العقل لوگوں کو مجذوب اشخاص سمجھ کر ان کی خدمت کرتے رہتے ہیں اور کچھ فائدہ حاصل نہیں کرتے۔

سوال: سلب کیسے کیا جاتا ہے یہ چیز آپ کو بھی آتی ہے یا نہیں؟

جواب: یہ ایک روحانی کشش ہے جسے صرف روحانی اصحاب ہی سمجھ سکتے ہیں۔ میں جن دنوں کالج سے نیا نیا دربار حضرت سلطان العارفین پر حاضر ہوا تھا ان دنوں میں اس چیز سے پوری طرح واقف نہ تھا اور نہ ہی اس کا کوئی عملی تجربہ ہوا تھا۔ ان دنوں جب کبھی میں اپنے مرشد حضرت نور احمد صاحبؒ کی مجلس میں بیٹھتا تو حضرت صاحبؒ اکثر اپنے گھوڑوں کے متعلق بات چیت کرتے رہتے۔ تصوف اور سلوک کا کوئی مسئلہ زیر بحث نہ آتا۔ وہ گھوڑوں کے بہت شوقین تھے اور ان کے اصطبل میں بڑی اچھی قسم اور نسل کے گھوڑے موجود تھے۔ ایک دن میرے دل میں خیال آیا کہ حضرت صاحبؒ تو دن بھر گھوڑوں کے متعلق باتیں کرتے رہتے ہیں ان کو روحانیت، سلوک، فقر اور تصوف سے کوئی دلچسپی اور لگاؤ نہیں۔ اس کے چند دن بعد حضرت صاحبؒ نے مجھے اپنے پاس بلایا اور ایک خط لکھنے کو دیا۔ میں زمین پر دو زانو خط لکھنے بیٹھ گیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ لکھوانے لگے۔ ایک لمحہ بعد میں نے کوئی چیز اپنے سینے سے نکلتی ہوئی محسوس کی جس کے باعث میرے سینے کا بھاری پن اور ثقالت یک دم جاتی رہی، میں گھبرا کر کھڑا ہو گیا۔ آپؒ نے مسکرا کر فرمایا! کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا! حضور مجھے کچھ ہو گیا ہے، میرا

کچھ کھو گیا ہے۔ آپؒ ہنس پڑے اور فرمایا! نور محمد: کبھی کبھی یوں بھی ہوتا ہے اور اس طرح بھی کیا جاتا ہے۔ پھر مجھے اپنے سینے سے لگا کر مجھے اپنا فیض لوٹا دیا' جس سے میں نے دوبارہ اپنے سینے میں ثقالت محسوس کی۔ اس کے بعد مجھے قائل ہونا پڑا کہ حضرت صاحبؒ صرف گھوڑوں کے شہسوار ہی نہیں بلکہ باطنی دنیا کے بھی شہسوار ہیں۔ میں نے خود بھی ایک دو بار اس کا تجربہ کیا ہے لیکن اس کام میں خصوصی دلچسپی کبھی نہیں لی کیونکہ یہ مستحسن عمل نہیں۔

سوال: آپ کو پہلی بار حضرت سلطان العارفینؒ کے دربار میں کس طرح باریابی حاصل ہوئی؟

جواب: میں جب کالج چھوڑ کر دربار شریف پہنچا تو وہاں چند یوم گزارنے کے بعد مجھے باریابی نصیب ہوگئی۔ حضرت سلطان العارفین نے فرمایا! نور محمد: اچھا ہوا تم وقت پر پہنچ گئے ورنہ ہم تو اپنی دکان بڑھانے والے تھے اور اپنی بساط لپیٹنے والے تھے۔

جن اولیاء کرام کی روحانی قوت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ وہ روحانی شہنشاہوں اور اعلیٰ حکام کی طرح ہوتے ہیں' ان کی باریابی حاصل کرنے میں نسبتاً زیادہ وقت صرف ہوتا ہے' اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ بہت زیادہ مصروف ہوتے ہیں' ان کے ملاقاتیوں کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے اس لیے ہر ملاقاتی کے لیے ملاقات کا ایک خاص وقت مقرر کر دیا جاتا ہے اور اس خاص وقت میں ہی ملاقات ہوتی ہے' جیسے اس ظاہری دنیا میں بڑے بادشاہوں' ملکوں کے سربراہوں اور اعلیٰ حکام سے ملنے کے لیے وقت کا تعین کرنا پڑتا ہے اور وہ ہر وقت کسی سے ملاقات کے لیے وقت نہیں نکال سکتے' یہی حال باطنی اور روحانی شہنشاہوں کا بھی ہے۔ جن روحانیوں کی طاقت کم ہوتی ہے ان سے فوراً ملاقات ہو جاتی ہے' ان کی مثال چھوٹے اہل کاروں کی ہوتی ہے۔

سوال: اہل قبر روحانیوں' انبیاءؑ اور اولیاء سے استمداد کی شرعی صورت کیا ہے' اور غیر اللہ کو نہ پکارنے کا کیا مطلب ہے۔

جواب: رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے زمانے میں عرب کے اندر بت پرستی کا بہت زور تھا' گھر گھر بت خانہ تھا اور ہر قبیلے کا الگ الگ بت خدا تھا جنہیں وہ لوگ اپنی حاجات کے

Marfat.com

لیے پکارا کرتے تھے' ان کو معبود تصور کرتے تھے' ان کو سجدے کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کو یکسر بھلا کر اور بالکل فراموش کر کے انہی بتوں کو حاجت روا اور قادر مطلق خیال کرتے تھے۔ انہی بتوں کو خیر و شر' موت و حیات فتح و شکست اور نفع و نقصان کا خالق اور مالک سمجھتے تھے۔ قرآن نے انہی لوگوں کو براہ راست خطاب کر کے ان غیر اللہ سے استمداد کرنے سے منع کیا اور اس کو کفر و شرک قرار دیا۔ قرآن میں جہاں جہاں غیر اللہ کا ذکر آیا ہے ان سے یہی بت مراد ہیں اور ان بتوں کو معبود ماننے والوں سے خطاب کیا گیا ہے۔ اللہ کے راستے میں وسیلہ پکڑنا منع نہیں

﴿وَ ابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ﴾ (مائدہ:۳۵)

اور یہ وسائل صرف انبیاء' اولیاء اور صوفیاء ہیں۔ ان سے روحانی رہنمائی' ہدایت اور دینی و دنیوی مشکلات میں استمداد کرنا ممنوع نہیں' اور یہ غیر اللہ میں ہرگز شمار نہیں ہوتے بلکہ یہ تو حزب اللہ میں شمار ہیں۔ ان کا ہر فعل اللہ کا فعل اور ان کا ہر قول اللہ کا قول ہوتا ہے۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

یہ جب کنکر پھینکتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ کنکر انہوں نے نہیں پھینکے بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکے ہیں۔

﴿وَ مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى﴾ (انفال:۱۷)

''یہ مقدس ہستیاں جب کسی کو بیعت کرتی ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھوں کو اپنا ہاتھ کہہ کر ان کی بیعت کو اپنی بیعت سے تعبیر فرماتا ہے۔''

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ﴾ (الفتح:۱۰)

''یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کو اپنی وحی اور القاء قرار دیتا ہے۔''

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾ (نجم:۳۔۴)

یہ خدا کے بندے زائد عبادت اور اطاعت سے خدا کے اس قدر قریب ہو جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن کی آنکھیں' کان اور زبان بن جاتا ہے جس سے وہ دیکھتے' سنتے اور کلام

Marfat.com

کرتے ہیں''۔

((یتقرب العبد الی بالنوافل حتیٰ اکون عینیه یبصربی واذنیه یسمع بی وایدیه یبطش بی ولسانه الذی ینطق بی))

''یہ اصحاب تو فنا فی اللہ ہوتے ہیں' ان پر اللہ کا رنگ غالب ہوتا ہے اور وہ صبغۃ اللہ کے مصداق ہوتے ہیں۔''

اولیاء اللہ واللہ اولیاء

ہیچ فرقے درمیاں نبود روا

ان لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں زندگی وقف کر کے جان دے دی۔ ان کو مردہ نہ سمجھو بلکہ یہ زندہ ہیں' تمہیں ان کی زندگی کا شعور اور احساس نہیں' وہ زندوں کی طرح کام کرتے ہیں۔

﴿وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ﴾ (بقرہ:۱۵۴)

''ان سے دینی اور دنیوی مشکلات میں استمداد کسی طرح بھی ناجائز اور ناروا نہیں۔''

سوال: پیر اور مرشد میں کیا فرق ہوتا ہے؟

جواب: مرشد وہ ذات ہوتی ہے جس کے ساتھ طالب نے دست بیعت کی ہو اور پیر وہ ہوتا ہے جس کے ساتھ مرشد نے بیعت کی ہو۔

❀❀❀

مکتوباتِ نور

بنام مولوی محمد شفیع صاحب امام مسجد' چک ۲۹۱ گ۔ب لائل پور (فیصل آباد)

۷۸۶
ح۔م

مورخہ ۲۳ مارچ ۱۹۴۲ء

مکرمی مولوی محمد شفیع صاحب دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مراسلہ آپ کا موصول ہوکر کاشف احوال ہوا۔ امید ہے آپ ہماری کتب کی توسیع و اشاعت میں کوشش فرماتے رہا کریں گے۔ محک الفقراء کلاں میں شرح نور محمد و روح محمد ﷺ آنحضرت ﷺ کی حدیث ''کُنْتُ نَبِیًّا وَکَانَ الْاٰدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ'' کی شرح ہے' یعنی آنحضرت ﷺ کے اس نور نبوت کا بیان ہے جب کہ آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی میں تھے۔ آپ کے حسب استدعا فارسی عبادت درج ذیل ہے۔

شرح نور محمد' شرح روح محمد و شرح جسد محمد ﷺ:

چوں خدائے تعالیٰ خواست کہ خداوندی خود را آشکارا کنم' نورے از نور خود جدا ساخت۔ و در آئینہ محبت معرفت' جمالیت مشاہدہ نور خود را نجود بین شدہ مبتلا ومشتاق گشت۔ و نام آں نور خود را خطاب نور محمد ﷺ داد۔ نام محمد ﷺ حبیب از آنست' حق سبحانہ وتعالیٰ بزبان قدرت فرمود بجنب و بما ہمسخن شوائے نور۔ نور محمد ﷺ درجنبش و جوش درآمد و گفت! یا اللہ۔ نام اللہ از نور محمد ﷺ اظہار شد۔ ودہ لکھ و ہفتاد وسی ہزار سال اللہ تعالیٰ نور محمد ﷺ را بمد نظر نگاہ داشت۔ بعد ازاں حق سبحانہ وتعالیٰ ازروئے کرم ولطف فرمود کہ اے نور محمد ﷺ روحِ محمد شو۔ بحکم سبحانہ وتعالیٰ از نورِ محمد ﷺ روحِ محمد پیدا شد۔ حق سبحانہ وتعالیٰ بزبان قدرت فرمود کہ اے روح محمد ﷺ بجنب و بما ہم سخن شو۔ روح محمد ﷺ گفت اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له بعد ازاں بزبان قدرت اللہ تعالیٰ فرمود اشهد ان محمدا عبده ورسوله از کلمہ توحید صورت نور فقر' وحدت' معرفت پیدا شد۔ آں صورت روح محمد ﷺ را گفت السلام علیکم یا روح محمد ﷺ۔ روح محمد ﷺ برخاست وصورت نور فقر توحید ومعرفت الٰہی در دل روح محمد ﷺ سکونت گرفت وتصدیق دل بوجود محمد ﷺ مبدل' یکوجود و یکتا گشت' باز حق سبحانہ

Marfat.com

وتعالیٰ بزبان قدرت فرمود کہ اے روح محمد ﷺ بجنب و بما ہمسخن شو۔ روح گفت لا الہ الا الله وحق تعالیٰ بزبان قدرت فرمود محمد رسول الله از نور کلمہ طیب صورت اسلام ذکر الله علم کلام الله پیدا شد۔ صورت علم کلام الله روح محمد ﷺ را گفت السلام علیکم یا روح محمد ﷺ روح محمد ﷺ گفت وعلیکم السلام یا کلام الله۔ روح محمد ﷺ صورت علم را تعظیم داد و پیش علم برخاست، وعلم را برلب و بوسید و برچشم نہاد۔ علم قرار وسکونت برزبان محمد ﷺ گرفت و مطالعہ بچشم نمود۔ سہ لکھ وسی وسہ ہزار سال خدائے تعالیٰ روح محمد ﷺ را تعلیم علم دور بدور حافظہ بحافظہ نمود کہ ہنوز وحی پیدا نبود۔ الاٰن کما کان۔ علم الانسان مالم یعلم۔ اذا تم الفقر فهو الله نقل از محک الفقراء ومن عینہٖ

والسلام
دعا گو فقیر نور محمد سروری

ترجمہ فارسی عبادت:

شرح نور محمد ﷺ، روح محمد ﷺ اور جسد محمد ﷺ:

جب اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اس کی خدائی کا اظہار ہو تو اس نے اپنے نور سے ایک نور کو جدا کیا۔ جب اپنے نور کا آئینہ محبت' معرفت اور جمالیت میں مشاہدہ کیا تو اس کا عاشق مشتاق ہو گیا۔ پھر اس نور کو نور محمد کے نام سے مخاطب کیا' اسی وجہ سے محبوب ﷺ کا نام محمد ﷺ ہے۔ پھر حق سبحانہ وتعالیٰ نے زبان قدرت سے نور محمد ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا اے نور محمد ﷺ! حرکت میں آ اور میرے ساتھ ہم کلام ہو۔ اس پر نور محمد ﷺ جنبش و جوش میں آیا اور بولا: یا اللہ۔ یوں اسم اللہ کا اظہار نور محمد ﷺ کے ذریعے ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے نور محمد ﷺ کو دس لاکھ تہتر ہزار سال تک اپنے پیش نظر رکھا۔ اس کے بعد حق سبحانہ وتعالیٰ نے روئے لطف و کرم سے فرمایا: اے نور محمد ﷺ! روح محمد ﷺ ہو جا۔ تب حق سبحانہ وتعالیٰ کے حکم سے نور محمد ﷺ سے روح محمد ﷺ پیدا ہو گئی۔ پھر حق سبحانہ وتعالیٰ نے زبان قدرت سے فرمایا: اے روح محمد ﷺ حرکت میں آ اور میرے ساتھ ہم سخن ہو جا۔ روح محمد ﷺ نے اشهد ان لا الہ الا الله وحده لا شريك له اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے زبان قدرت سے

فرمایا اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ اس کلمہ توحید سے نور فقر' وحدت اور معرفت کی صورت پیدا ہوئی اس صورت نے روح محمد ﷺ سے کہا۔ السلام علیکم اے روح محمد ﷺ۔ روح محمد ﷺ اٹھی اور صورت نور فقر توحید اور معرفت الٰہی روح محمد ﷺ کے دل میں سکونت پذیر ہوگئی اور تصدیق قلب وجود محمد ﷺ میں تبدیل ہو کر یکتا و یک وجود ہوگئی۔ پھر حق سبحانہ و تعالیٰ نے زبان قدرت سے فرمایا: اے روح محمد ﷺ حرکت میں آ اور میرے ساتھ گفتگو کر۔ روح محمد ﷺ نے کہا: لا الہ الا اللہ تب حق تعالیٰ نے بزبان قدرت فرمایا محمد رسول اللہ پھر کلمہ طیب کے نور سے اسلام' ذکر اللہ اور علم کلام اللہ کی صورتیں پیدا ہوئیں۔ صورت علم کلام اللہ نے روح محمد ﷺ سے کہا: السلام علیکم اے روح محمد ﷺ۔ روح محمد ﷺ بولی: وعلیکم السلام اے کلام اللہ۔ روح محمد ﷺ نے صورت علم کے روبرو کھڑے ہو کر اس کی تعظیم کی' علم کو بوسہ دیا اور اسے آنکھوں پر رکھا۔ علم نے زبان محمد ﷺ پر سکونت و قرار پکڑا اور اس کا مطالعہ ان کی آنکھ پر ظاہر ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے روح محمد ﷺ کو وحی کی تخلیق سے قبل تین لاکھ تینتیس ہزار سال تک بطریق دور بدور اور حافظہ بحافظہ اس علم کی تعلیم دی۔

((الان کما کان' علم الانسان ما لم یعلم' اذا تم الفقر فھو اللہ))

اصل مراسلے میں ترجمہ نہیں دیا گیا' قارئین کی سہولت اور دلچسپی کے لیے ترجمہ دیا گیا ہے۔

❀❀❀

بنام میاں اللہ رکھا و غلام نبی صاحبان

بمقام چک نمبر ۱۲۰۔P-۶ ڈاکخانہ فقیر والی ضلع بہاولنگر۔ ریاست بہاول پور

۷۸۶
ج۔م

از کلاچی ۲۱/۶/۱۹۴۶

مخلصم میاں اللہ رکھا و عزیزم غلام نبی سلمکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مراسلہ آنعزیز کا ملا۔ حالات مندرجہ سے آگاہی ہوئی۔

Marfat.com

یہ فقیر خمس الاوقات تمہارے حق میں دعاء خیر کیا کرتا ہے کہ او سبحانہ وتعالیٰ تمہارے جملہ دینی و دنیوی مقاصد پورے فرماوے اور دنیا کی ہر تکلیف اور مصیبت سے بچاوے اور صراط مستقیم پر راہ ہدایت دکھاوے۔ آمین۔

امید ہے تم لوگ نماز پابندی سے ادا کرتے رہو گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے جملہ فرائض میں بڑا بھاری فرض ہے۔ کافر اور مومن کے درمیان یہی فرق اور امتیاز ہے کہ مومن پانچ وقت اپنے خالق اور مالک کے دربار میں حاضری دیتا ہے اور کافر کنارہ کش اور غافل رہتا ہے۔ آٹھ پہر انسان کے دنیوی مشقت میں گزر جاتے ہیں اگر ان میں چند منٹ اپنے مولا کی یاد کے لیے صرف کر دے تو کیا مضائقہ ہے؟ آخر وہ بڑا بھاری آزمائش اور حساب کتاب کا دن آنے والا ہے کہ تن تنہا بے یار و مددگار قبر کی غار میں ڈال دیا جائے گا اور ساری زندگی کے اعمال کا حساب لیا جائے گا۔ سخت غافل ہے وہ شخص جو ایسے سخت دن کا فکر نہ کرے اور حیوانوں کی طرح غفلت اور جہالت میں زندگی بسر کرے۔ تمہارے گھر کے سب چھوٹے بڑوں کو السلام علیکم، تمام احباب اور مخلصین کو السلام علیکم۔

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری

❀❀❀

بنام حافظ محمد حسین صاحب نہر بازار، سمندری، ضلع لائل پور (فیصل آباد)

۷۸۶
ح۔م

کلاچی ۱۹۵۱/۴/۳۰

مخلصم محمد حسین سلمکم اللہ تعالیٰ فی الدارین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا خط پہنچا۔ آپ نے اردو نور الہدیٰ طلب کیا ہے، میرے خیال میں اس کے بجائے اگر آپ فارسی نور الہدیٰ منگوا کر مطالعہ کریں تو آپ کے لیے زیادہ سودمند اور مفید پڑے گا کیونکہ وہ حضرت سلطان العارفینؒ کی اپنی زبان میں ہے اور

Marfat.com

بہت پر تاثیر ہے۔ فارسی اردو سے زیادہ آسان اور عام فہم ہے' ہر اردو خوان سمجھ سکتا ہے۔ اس کے خالی مطالعہ سے حضرت سلطان العارفینؒ کی روح مبارک پڑھنے والے کی طرف متوجہ اور متجلی ہو جاتی ہے۔ باقی آپ کی مرضی ہے۔ ضرور فارسی نور الہدیٰ منگوا کر پڑھا کریں' اس میں آپ کا سراسر فائدہ ہے۔ میں بطور خیر خواہ کے اپنے تجربے کی بات کرتا ہوں۔ والسلام

دعا گو

فقیر نور محمد سروری

❀❀❀

بنام حکیم ممتاز علی صاحب

۷۸۶
ح۔م

مورخہ ۲۴ جون ۱۹۵۱ء

مخلصم سید ممتاز علی دام اقبالکم وافضالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا مراسلہ اور مرسولہ نذرانہ اس فقیر کی عدم موجودگی میں موصول ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرماوے۔ یہ فقیر باہر گیا ہوا تھا۔ کل واپس گھر پہنچا ہے۔ نیز واضح ہو کہ اسم اللہ ذات علم توحید اور اللہ تعالیٰ کے قرب' مشاہدے' وصل اور فناء و بقاء کی کلید ہے۔ تصور اسم اللہ ذات جسم کے تمام اعضاء پر تصور کے ذریعے نقش کیا جاتا ہے جس سے طالب کے جسم کا وہی لطیفہ منور ہوتا ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کے قرب' مشاہدے اور وصل کی طرف روزن کھلتا ہے۔ سو طالب کو چاہیے کہ اسم اللہ ذات کو جسم کے ہر عضو پر جیسا کہ حضرت سلطان العارفینؒ کی کتب میں مرقوم ہے تصور کے ذریعے نقش کرے' اور جس مقام پر جلدی اور آسانی سے مرقوم ہو اس جگہ مشق جاری رکھے' کیونکہ طالب کا کوئی مخصوص عضو اسم اللہ ذات کو قبول کرنے کے لیے بہت مستعد اور قابل ہوتا ہے۔ سو اسم اللہ ذات کے تصور سے طالب عالم کثرت کے حجابوں اور ظلمتوں سے نکل کر عالم وحدت کے نوری عالم میں داخل ہوتا ہے' لیکن اسم اللہ ذات کے تصور کے لیے سب سے زیادہ موزوں مقام

Marfat.com

انسان کا دماغ یعنی پیشانی' دل اور ناف ہوتا ہے۔ دراصل اسم اللہ ذات سے نور جلال حاصل ہوتا ہے۔ اور تصور اسم محمد ﷺ سے طالب کو علم معرفت اور مجلس محمدی صلعم کا حضور اور جملہ انبیاء اور اولیاء کے بزموں میں حضوری اور ملائکہ وارواح سے ملاقات اور ان سے فیوضات حاصل ہوتے ہیں' اور تصور اسم محمد صلعم کا مقام سینہ اور قلب ہے اور اس سے نور جمال حاصل ہوتا ہے اور یہ سب کچھ مرشد کامل کی توجہ اور نگاہ سے جاری ہوتا ہے۔ بعض طالب کو ابتداء میں تصور اسم اللہ ذات سے فائدہ ہوتا ہے اور بعض کو اسم محمد ﷺ سے' طالب صادق اپنا راستہ خود معلوم کر لیتا ہے۔

نیز امام صاحب کے ظہور کی نسبت بہت بے شمار پیشین گوئیاں موجود ہیں جن کا کائی اعتبار نہیں' جس کا جی چاہا اپنی طرف سے کچھ شعر جوڑ دیئے' اس قسم کے اشعار جوڑنا کوئی مشکل کام نہیں اور ان کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ آپ اللہ اللہ کریں' اگر تمام دنیا میں مسلمانوں کی حکومت قائم ہو جائے لیکن آپ کے اندر اسلام اور ایمان کا نور موجود نہ ہو تو آپ کو اس سے کیا فائدہ' اور برعکس اس کے اگر تمام دنیا پر کافروں کا قبضہ ہو جائے اور آپ کے اندر ایمان کا چراغ روشن ہو تو تمام دنیا کے کفر کی ظلمت سے آپ کو کیا نقصان ہوگا۔ اپنے سینے کو نور ایمان سے معمور کرنے کی کوشش کریں اور دنیا جس طرف جاتی ہے اسے جانے دو' اپنا فکر اور غم کرو' بعدہ اوروں کا فکر فائدہ دے گا۔ والسلام!

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری

❀❀❀

بنام حکیم ممتاز علی صاحب

۷۸۶
ح۔م

مورخہ ۲۴ جولائی ۱۹۵۱ء

مخلصم حکیم صاحب دام اقبالکم

Marfat.com

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بہت روز بعد آپ کے خط کا جواب لکھ رہا ہوں' وجہ یہ ہے کہ میں آج کل بہت مصروف ہوں۔ عرفان کے دوسرے حصے کو مرتب کر رہا ہوں' خدا کرے آئندہ موسم سرما میں دوسرا حصہ شائع ہو جائے۔

شیخ اور پیر و مرشد کا برزخ یعنی تصور خود بخود اگر طالب پر مسلط اور حاوی ہو جائے اور اگر شیخ قوی توجہ ہو کر تصور کے ساتھ ہی طالب کی دستگیری فرمادے اور ہر وقت طالب کے حالات کا نگران ہو تو ایسے شیخ کا تصور جائز ہو سکتا ہے ورنہ میں اسے بت پرستی میں شمار کروں گا۔ شیخ کو چاہئے کہ طالب کو ہر منزل اور مقام اللہ کے نام میں دکھائے اور اپنے آپ کو درمیان میں نہ لائے۔

آپ نے جو کلا میں لکھی ہیں وہ سب اچھی ہیں' زبان اور دل اچھا ہونا چاہئے۔ کلاموں میں کوئی نقص نہیں ہوتا۔ بیمار آدمی کو دنیا کی تمام عمدہ غذائیں اور کھانے بدمزہ اور کڑوے معلوم ہوتے ہیں' دراصل اس کا مزاج خراب ہوتا ہے' لہٰذا اگر بیمار دل والا آدمی کوئی عمدہ کلام بھی پڑھے تو اسے بوجھ معلوم ہوتا ہے اور کچھ لطف نہیں آتا۔ زندہ' بیدار اور صحت مند دل سے جو کلام ادا ہو تو اس سے نور اور سرور ضرور پیدا ہوتا ہے اور دل کو طاقت اور قوت بخشتا ہے۔
والسلام

دعا گو
فقیر نور محمد سروریؔ

❀❀❀

بنام حافظ محمد حسین صاحب (سمندری)

۲۸۶/م۔ح

کلاچی ۱۹۵۱/۱۱/۹

مخلصم محمد حسین سلمکم اللہ تعالیٰ فی الدارین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا مراسلہ موصول ہو کر کاشف حالات ہوا۔ اللہ

تعالیٰ آپ کو صراط مستقیم دکھاوے اور اپنی طرف ہدایت فرماوے۔ آج کل یہ متاع بالکل نادر و نایاب ہے۔ کتنے خوش قسمت اور سعادت مند ہیں وہ دل جن میں اللہ تعالیٰ کے شوق کی مقدس آگ بھڑکتی ہے' مبارک ہیں وہ قدم جو اس کی طلب اور تلاش میں چل کھڑے ہوتے ہیں' پاک ہے وہ زبان جو اس ذات مقدس کے ذکر میں دن رات محو اور مصروف ہے۔ دنیا میں اس جیسا خوش نصیب آدمی نہیں ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ اپنے لیے چن لے اور اپنے ساتھ مصروف اور مشغول رکھ کر مرتے دم تک اس زندگی کے اصلی مقصد پر قائم اور مستقیم رکھے۔ یہ فقیر آپ کی اصلاح اور رہبری کے لیے ہر طرح تیار ہے۔ ہماری خوشی اسی میں ہے کہ کوئی بندہ خدا ہماری سعی اور کوشش سے اپنے خالق اور مالک کے آستانے پر پہنچ جائے۔ اللہ اللہ کیا کریں۔ میری کتاب عرفان کا دن رات مطالعہ کیا کریں۔ جتنا زیادہ اور بار بار مطالعہ کرو گے اتنا زیادہ فائدہ ہوگا۔ دیگر حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کی فارسی کتاب نور الہدیٰ ہے اگر آپ فارسی زبان سمجھ سکتے ہیں تو اسے منگوا کر اس کا مطالعہ بھی نہایت فائدہ مند ثابت ہوگا۔ باقی یہ فقیر تہہ دل سے آپ کی طرف متوجہ ہوگا اور آپ کی ظاہری و باطنی اصلاح و ترقی میں ساعی و کوشاں رہے گا۔ والسلام

دعا گو فقیر نور محمد سروری

❀❀❀

بنام حافظ محمد حسین صاحب (سمندری)

۴۸۶
ح۔م

کلاچی ۲/۱۲/۱۹۵۱

عزیزم محمد حسین سلمکم اللہ تعالیٰ فی الدارین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا مراسلہ موصول ہوا۔ کل ایک مخلص نے لاہور سے عمدہ کاغذ ارسال کر دیئے ہیں' آپ کاغذ بھیجنے کی تکلیف نہ کریں۔ دیگر اگر تہجد کے وقت یا صبح سویرے روزانہ گیارہ دفعہ سورہ مزمل شریف پڑھا کریں تو آپ کو بہت فائدہ ہوگا۔ ہر

Marfat.com

دفعہ ابتداء میں سورہ مزمل کے ساتھ اللہ لا الہ الا ھو ضم کیا کریں، یعنی سورہ مزمل سے پہلے اللہ لا الہ الا ھو ہر دفعہ پڑھا کریں۔ زیادہ خیریت نصیب باد۔

دعا گو

فقیر نور محمد سروری

❀❀❀

بنام حافظ محمد حسین صاحب (سمندری)

۷۸۶
ح۔م

کلاچی ۱۹۵۲/۱/۱۲

عزیزم محمد حسین سلمکم اللہ تعالیٰ فی الدارین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا مراسلہ موصول ہو کر کاشف حالات ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے راستے پر ہدایت اور اس پر آپ کو آخر تک مکمل استقامت مرحمت فرماوے۔ یہ وہ سعادت ہے جو لاکھوں کروڑوں میں سے کسی ایک آدھ خوش نصیب کو حاصل ہوتی ہے ورنہ دنیوی دولت تو کفار نابکار کو جس فراوانی سے حاصل ہے مسلمان اور اہل ایمان کو ان کے خرمن سے ایک حبہ بھی حاصل نہیں ہوسکتا چہ جائیکہ ان کی برابری کریں۔ اہل ایمان کے لیے اس طرف راستہ ہی محدود ہے۔ ہالی وڈ امریکہ کی ایک ایکٹریس یعنی فاحشہ بازاری عورت ایک ہفتہ میں چار پانچ ہزار پاؤنڈ تنخواہ لیتی ہے، اب جس دوڑ اور ریس میں تم ایک بازاری عورت کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو اس میدان میں دوڑنے سے کیا حاصل۔ آج اگر اللہ تعالیٰ کی طرف صدق دل سے چل پڑو تو پہلے قدم میں دنیا کے تمام شاہنشاہوں سے سبقت اور بازی لے جاؤ گے۔ آگے تم خود سوچو اور سمجھو کہ کون سی چال مفید ہے۔ دنیا چند روزہ فانی ہے اور اس کی طلب محض خاکرانی ہے اور آخرت کی دولت ابدی، سرمدی اور جاویدانی ہے۔ جو رزق مقدر ہے وہ بہرحال تم کو مل کر ہی رہے گا اور جو مقدر نہیں اس کی طلب بے سود اور تضیع اوقات ہے، اس بات پر جس کا ایمان نہیں وہ سرے سے مسلمان ہی نہیں۔ اللہ اللہ کیے جاؤ اور قرآن

Marfat.com

کی دولت کو لوٹتے رہو۔ بداعتقاد نفسانی ہوا پرست لوگوں کی صحبت سے احتراز کرو خواہ عالم فاضل ہی کیوں نہ ہوں، جس کی زندگی کا اصل مقصد حصول دنیا ہو۔ خصوصاً غیر مقلدین اور نجدی خیالات کے آدمیوں کے اختلاط سے بچو ورنہ یہ شوق ذوق اور اعتقاد و یقین ہاتھ سے نکل جائے گا، پھر کف افسوس ملتے رہو گے، ان نفسانی لوگوں کی صحبت بد سے کسی اچھی کتاب اور رسالے کا مطالعہ ہزار درجے بہتر ہے۔ زیادہ کیا تحریر کروں۔ والسلام

دعا گو

فقیر نور محمد سروری

❀❀❀

بنام حافظ محمد حسین صاحب (سمندری)

۷۸۶
ح۔م

19/1/1952

عزیزم محمد حسین سلمکم اللہ تعالیٰ فی الدارین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کے سابق خط کا جواب دے دیا گیا ہے۔ خطوں کے جواب میں گاہے گاہے بسبب مصروفیت دیر ہو جایا کرتی ہے۔ زیادہ کیا تحریر کروں۔ زندگی تیز سیلاب کی طرح رواں دواں ہے۔ اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرو قبل اس کے کہ یہ ہاتھ سے نکل جائے، پھر یہ سنہری قیمتی گھڑیاں کسی صورت اور کسی قیمت پر ہاتھ نہیں آویں گی۔ ہم نے تو زندگی کا بہت عرصہ گزار دیا ہے، آپ نوجوان ہیں، آپ کے سامنے وسیع میدان ہے، ایک ایک دم کو غنیمت جانو، موت کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے، یہ بن بلائے مہمان کی طرح اچانک آدھمکتی ہے، اس کے لیے ہر وقت کمر بستہ، مستعد اور تیار رہنا چاہیے۔ والسلام

دعا گو

فقیر نور محمد سروری

❀❀❀

Marfat.com

مکتوب الیہ کا نام معلوم نہیں

۷۸۶
ح-م

کلاچی ۲۰/۲/۱۹۵۲
مخلصم دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ۔ آپ کا مراسلہ موصول ہوا جسے اول سے آخر تک پڑھا۔ مجھے آپ کی رہبری اور رہنمائی میں کوئی عذر نہیں۔ اگر ہماری کوشش سے کوئی شخص ہدایت پر آئے تو ہم ایسے شخص سے ہرگز پہلو تہی نہیں کریں گے' بشرطیکہ طالب صادق ہو۔ ورنہ بعض طالب بطور آزمائش چند روز کے لیے کسی فقیر کی شہرت سن کر اس سے رسمی طور پر بیعت حاصل کر لیتے ہیں اور دل میں اپنی ایک غرض لے کر اس کے طالب بن جاتے ہیں' جب وہ نفسانی غرض پوری ہوتی نظر نہیں آتی تو وہ اپنا سا منہ لے کر فقیر سے جدا ہو جاتے ہیں۔ بعض اس زمانے کے مکار دکاندار پیر ایسے غرض مند طالبوں کو خالی دم دلاسے اور طفل تسلیوں سے خوش رکھتے ہیں اور طالبوں کی عمر عزیز امروز و فردا کے انتظار میں برباد کر دیتے ہیں' لہٰذا اس دعا گو کو نہ جھوٹ بولنا آتا ہے اور نہ مکر و فریب کی عادت ہے اور نہ پیری مریدی سے غرض ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کا سچا طالب بن کر اس راستے میں صدق دل سے گامزن ہو جاتا ہے تو دنیا و عقبیٰ کی تمام مرادیں قدم قدم پر اس کا استقبال کرتی ہیں اور جن' ملائکہ اور ارواح خود بخود اس کے غلام اور فرمانبردار بن جاتے ہیں۔ لیکن جو نفسانی اغراض لے کر اس راستے میں قدم رکھتا ہے تو اسے قدم قدم پر ٹھوکریں لگتی ہیں اور ہر جگہ کانٹے چبھتے ہیں۔

سو بھائی صاحب! یہ راستہ بہت دور دراز' کٹھن اور لازوال ہے۔ اس کے لیے تمام عمر وقف کرنی پڑتی ہے۔ یہ آزمائش کے طور پر چند روز' چند ماہ اور چند سال کا کام نہیں ہے۔ اس کے لیے بڑا بھاری جگر اور بڑی بھاری ہمت اور جذبہ چاہئے۔ یہاں ہمزاد اور جن شیاطین وغیرہ کے مسخرات اور حاضرات کا طالب کامیاب نہیں ہوتا۔ انسان اگر اپنے آپ کو پہچانے تو وہ بڑی بات ہے' وہ بہت بڑے کام کے لیے پیدا ہوا ہے' سو پہلے ہی روز بڑے بھاری مقصد کو مدنظر رکھ کر چلنا سعادت مند طالب کا کام ہے' لہٰذا اس فقیر کے پاس ہمزاد وغیرہ کا کوئی

Marfat.com

عمل نہیں ہے۔ ہم تو اللہ کا نام بتاتے اور اللہ کا نام سکھاتے اور اسی سے طالب کو اللہ کی طرف چلاتے ہیں' باقی باتوں کا نہ ہمیں علم ہے اور نہ ہم نے اس قسم کی کوئی دکان کھولی ہے۔ والسلام

دعا گو

فقیر نور محمد سروری

محلہ کمال خیل' کلاچی ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان (صوبہ سرحد)

❀❀❀

بنام حکیم ممتاز علی صاحب

۷۸۶
ح۔م

مؤرخہ ۱۵ مارچ ۱۹۵۲ء

مخلصم حکیم صاحب دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ یہ فقیر ماہ جمادی الثانی کے پہلے ہفتے دربار شریف آنخضرت قدس سرہ کے عرس میں شامل ہونے کے لیے گیا ہوا تھا' حال ہی میں واپس آیا ہے' خط کے جواب میں تاخیر اس واسطے واقع ہو گئی ہے۔ آپ جس طرح شیخ کا برزخ قائم کرتے ہیں یہ طریقہ صحیح ہے۔ اگر اس میں فائدہ نظر آئے تو اسے جاری رکھیں۔ یہ ضروری نہیں کہ تصور کے وقت شیخ طالب کو حضور پرنور مجلس محمدی صلعم میں حاضر کرے۔

درود شریف جس قدر بھی پڑھا جاوے اس میں پاکی ادب اور حضور قلب ملحوظ رہے اور خیال رہے کہ حضور پرنور سامنے رونق افروز ہیں اور میں ان پر درود پڑھ رہا ہوں۔ مقدار یعنی (quantity) کا بہت خیال نہ ہو بلکہ اس کے اخلاص اور صفت یعنی (quality) کا خیال رکھا جائے تب زیادہ قبولیت حاصل کرتا ہے' اور درود کے وقت خوشبو یا بخور بھی بہت مفید ہے اور نافع ثابت ہوتی ہے۔ اسم محمد ﷺ سینے پر تصور سے مرقوم کیا جاوے اور اسم ذات ماتھے پر اور پاس انفاس بھی ساتھ کیا جاوے۔ ان شاء اللہ آپ کا کام ترقی کر جائے گا' تسلی رکھیں۔

صبر و تحمل اور حوصلے سے رفتہ رفتہ کام بن جاتا ہے۔ والسلام

دعا گو

فقیر نور محمد سروری

❀❀❀

مکتوب الیہ کا نام معلوم نہیں

۸۶ ے
ح۔م

گلاچی ۱۹۵۲/۳/۲۳

عزیزم و مخلصم دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا مراسلہ موصول ہوا۔ اللہ تعالیٰ آں عزیز کو ہدایت اور استقامت مرحمت فرماوے۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اس مبارک راستے پر صدق دل سے گامزن ہوتے ہیں۔ شوق انسان کو ہر جگہ پہنچا دیتا ہے۔

کعبہ مقصود اگر باشد ہزاراں سالہ راہ
نیم گاہے ہم نباشد شوق چوں راہبر شود

"یعنی مقصد و منزل کا کعبہ اگر ہزاروں سال کی مسافت بھی رکھتا ہو جب شوق راہبر بنتا ہے تو یہ راہ آدھا قدم بھی نہیں بنتی۔" مولف

اس فقیر کا آپ کی راہنمائی اور ہر قسم کی باطنی امداد میں کچھ عذر نہیں ہے اور یہ فقیر حتی الوسع آپ کی راہبری میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صدق اور اخلاص نصیب فرماوے۔ آج سے آپ اپنے آپ کو ہمارے باطنی سلک سے منسلک تصور کریں اور ہماری تصنیف کو پڑھ کر اس پر عمل کریں اور تصور اسم اللہ ذات اور تصور اسم حضرت سرور کائنات صلعم کیا کریں اور فرصت کے وقت ذکر کلمہ طیب ۱۶۵ دفعہ اور درود شریف ۱۹۱ دفعہ تہہ دل سے بمعہ تصور پڑھا کریں اور گیارہ دفعہ سورہ مزمل شریف نماز فجر سے پہلے روزانہ

Marfat.com

پڑھا کریں۔

والسلام

دعا گو

فقیر نور محمد سروری۔ محلّہ کمال خیل، کلاچی۔ ضلع

ڈیرہ اسمٰعیل خان۔ صوبہ سرحد۔

❀❀❀

بنام حافظ محمد حسینؒ صاحب (سمندری)

۷۸۶
ح۔م

کُلاچی ۳۱/۳/۱۹۵۲

عزیزم محمد حسین سلمکم اللہ تعالیٰ فی الدارین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مراسلہ آں عزیز کا موصول ہو کر کاشف حالات ہوا۔ آپ کی سمجھ اور فطرت ما شاء اللہ ہر دو اچھے ہیں۔ آپ جو کچھ کرتے ہیں اور سوچتے ہیں ان شاء اللہ سب درست ہے۔

در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست
در صراط مستقیم اے دل کسے گمراہ نیست

''طریقت میں جو کچھ سالک کو پیش آتا ہے اس کے لیے اس میں بھلائی ہوتی ہے۔ اے دل سیدھے راستے پر چلنے والا گمراہ نہیں ہوتا۔'' مولف

تصور اسم اللہ ذات سے پہلے ذکر نفی اثبات ''لا الٰہ الا اللہ'' تین سو پینسٹھ (۳۶۵) دفعہ کرلیا کریں اور ہر دس گیارہ دفعہ بعد محمد رسول اللہ ﷺ کہہ لیا کریں۔ دس گیارہ کی قید نہیں، جب تقریباً دس گیارہ دفعہ پڑھ کر دم لیں تو محمد رسول اللہ کہہ لیا کریں اور ذکر کے وقت ہر دفعہ کلمہ کے ساتھ آپ کے فکر کی انگلی اسم اللہ ذات پر پھر جائے، اس کے بعد تصور اسم اللہ ذات کریں۔ اور جب تصور کرتے کرتے تھک جائیں تو اسم اللہ ذات کو سلیٹ پر خوشخط موٹا لکھ کر اپنے روبرو کسی چیز پر ٹیک کر رکھ لیویں، اس طرح کہ آپ کی نظر اس پر آسانی سے پڑے اور

اس کو ذرا ٹیڑھا کر کے رکھیں تا کہ آپ کو لیٹتے وقت سیدھا نظر آئے' اس وقت اسے اپنے اندر کبھی آنکھ کھول کر اور کبھی بند کر کے جمانے کی کوشش کریں۔ اس میں اگر نیند آ جائے تو وہ نیند غفلت کی نیند نہ ہوگی بلکہ مشاہدہ ہوگا' اور اسم محمد رسول اللہ صلعم کا تصور کرنے سے پہلے درود شریف تین سو اکانوے (۳۹۱) دفعہ پڑھ کر اسم محمد صلعم کا تصور کریں اور ہر دفعہ درود شریف پڑھتے وقت فکر کی انگلی اسم محمد ﷺ کو عبور کرے۔

دادیم ترا از گنج مقصود خبر

(میں تجھے خزانہ مقصد پر مطلع کر رہا ہوں۔ مؤلف۔)

والسلام

دعا گو

فقیر نور محمد سروری

۱۹۵۲/۴/۱۵ کو آپؒ نے حافظ محمد حسین صاحب کے نام پوسٹ کارڈ بھیجا جس میں مختصراً تحریر فرمایا کہ "اگر آپ اسم محمد ﷺ کا تصور کیا کریں اور ساتھ ہی سورہ مزمل کا ورد جاری رکھیں تو آپ کو بہت فائدہ رہے گا۔

❀❀❀

بنام ماسٹر غلام نبی صاحب بہاولپوری

(یہ پرنٹڈ مراسلہ آپؒ نے کئی عقیدت مندوں کو بھیجا)

۷۸۶
ح۔م

کلاچی

مخلصم وعزیزم غلام نبی دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کو یہ معلوم کر کے دلی مسرت حاصل ہوگی کہ اس فقیر نے حال ہی میں دو عدد نئی اور نہایت شاندار و پراسرار کتابیں مرتب کی ہیں' جو عنقریب چھپنے والی ہیں' نیز آپ سے یہ بات مخفی نہیں ہے کہ اس فقیر کی سابقہ تصنیفات اور تالیفات سے بے شمار بندگان خدا کو رشد و ہدایت نصیب ہوتی رہی ہے اور بہت گمگشتگاں بادیہ ضلالت ان

Marfat.com

کے مطالعہ سے راہ راست پر آ گئے ہیں اور ان شاء اللہ قیامت تک ہدایت کا یہ سلسلہ جاری رہے گا اور کبھی ختم نہ ہوگا۔

ایک روز حضرت سرور کائنات ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ ''اے علی! اگر تیری کوشش سے ایک شخص بھی ہدایت پر آ جائے تو تیری نجات کے لیے بس یہی ایک عمل کافی ہے۔'' اس حدیث سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس فقیر کی یہ علمی اور قلمی خدمت کس قدر خیر و برکت اور ثواب و سعادت کا کام ہے۔ ہماری یہ خواہش ہے کہ ہمارے خاص مخلص احباب بھی قیامت تک اس سعادت ابدی میں ہمارے ساتھ شامل رہیں۔

چوں باحبیب نشینی و بادہ پیمائی
بیاد آر حریفان بادہ پیمارا

''جب تجھے حبیب کے ساتھ بیٹھنے اور مے کشی کا موقع ملے تو مے کش حریفوں کو بھی یاد رکھنا۔'' مولف

چونکہ آپ بھی ہمارے خاص مخلص احباب میں سے ہیں لہٰذا آپ کو اس خط کے ذریعے اس کارِ خیر میں شمولیت کی دعوت دی جاتی ہے۔ امید ہے آپ ہماری اس خیرات جاریہ اور کارِ خیر مستمرہ میں مالی معاونت کے ذریعے شامل ہو کر ثواب ابدی اور سعادت سرمدی حاصل کریں گے۔ نیز یہ بھی یاد رہے کہ اگر ہمارا یہ کام نیک ہے اور نیک نیتی پر مبنی ہے اور اللہ تعالیٰ کو منظور ہے تو بطور سابق غیب سے اس کی تکمیل کے اسباب بھی مہیا ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنے خاص مخیّر اور نیک بندوں کو اس کارِ خیر کی خدمت اور تعمیل پر مامور فرماوے گا۔
وما ذٰلك على الله بعزيز

بعض لوگ رسمی رواجی اور نمائشی دینی کاموں میں بڑی بھاری رقمیں بے فائدہ خرچ کر ڈالتے ہیں، سو جس طرح کسی کی مذہبی ذہنیت، مالی نوعیت اور ازلی قسمت ہوتی ہے ویسے ہی ان کے مذہبی مصارف ہوا کرتے ہیں۔ سو جن مخیّر اور نیک طینت بندوں کی یہ دلی تمنا ہو کہ ان کا مال کسی بہترین دینی خدمت میں صرف ہو جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی عنایت اور رضا مندی حاصل کریں تو یہ فقیر بے لوث اور بے طمع یہ اعلان کرتا ہے کہ ان کے لیے اس سے بہتر اور

زریں موقع پھر کبھی پیش نہیں آئے گا۔ وما علینا الا البلاغ

بہادر کی بہادری میدان جنگ میں معلوم ہوتی ہے اور طالبان حق کی اللہ تعالیٰ کے راستے میں قربانی اور جانفشانی کسی جانی داد وستد یا مالی لین دین کے امتحان کے وقت بخوبی ظاہر ہوتی ہے ورنہ ویسے تو ہر شخص گھر بیٹھے بہادری کے دعوے باندھتا اور سخاوت کی لافیں مارتا رہتا ہے۔ پس ہر کام کے لیے اپنا مخصوص موقع اور ہر شے کے لیے مناسب وقت ہوتا ہے۔

وقت پر ایک بوند در ہے ابرخوش انجام کا
بعدہ برسوں اگر برسا تو پھر کس کام کا

امید ہے آپ اس زریں موقع کو ہاتھ سے نہیں جانے دیں گے اس کارخیر کی اہمیت اور اس سعادت دارین کی قدر و قیمت جان کر اسی کے اندازے کے مطابق اس میں شمولیت اور جانفشانی میں بڑھ چڑھ کر پیش قدمی کریں گے۔

یہ بزم مے ہے یاں کوتاہ دستی میں ہے محرومی
جو بڑھ کے خود اٹھا لے ہاتھ میں مینا اسی کا ہے

آپ کا بہی خواہ و دعا گو

فقیر نور محمد سروری، کمال خیل، کلاچی، ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان

❀❀❀

بنام حافظ محمد حسین صاحب (سمندری)

۴۸۶
ح۔م

کلاچی ۱۹۵۲/۵/۵

عزیزم محمد حسین سلمکم اللہ فی الدارین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مراسلہ آنعزیز کا موصول ہو کر کاشف حالات ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف جب دل متوجہ اور ملتفت ہو جاتا ہے تو دل کی غفلت دور ہو جاتی ہے۔ جسم میں اور آنکھوں میں نیند کا غلبہ اور خواب کا خمار غفلت نہیں کہلاتا، کیونکہ خدا کے خاص بندوں کے

Marfat.com

خواب کے وقت جسم اور آنکھیں سو جاتے ہیں لیکن دل اللہ کی طرف متوجہ اور بیدار ہوتا ہے۔ جیسا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ فرمایا کہ میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔ اللہ تعالیٰ کے طالب اور راہ سلوک کے سالک کا دل خواب کے وقت اور دنیاوی کاروبار کے وقت اپنے کام میں لگا رہتا ہے اور ترقی کرتا ہے۔ غفلت کے معنی ہیں کہ انسان اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء ملائکہ یوم آخرت اور اس کے احکام کا منکر ہو جائے اور یکسر مجموعی طور پر دنیا کا طالب بن جاوے اور اللہ تعالیٰ کی یاد اس کے دل سے نکل جاوے اور دنیا اور اس کی لذات کے خیالات دل میں ہر وقت جاگزیں رہیں۔ جس دل کو اللہ تعالیٰ کی طلب اور اس کے قرب و معرفت کی تڑپ لاحق ہے وہ دل غافل نہیں کہلاتا۔ مولانا روم صاحبؒ فرماتے ہیں۔

چیست دنیا از خدا غافل بدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

''دنیا کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ سے غافل ہونا' روزگار' سونا چاندی اور بیوی بچے دراصل دنیا نہیں ہیں۔'' مولف

دیگر سالک پر قبض و بسط اور اتار اور چڑھاؤ کی مختلف حالتیں وارد ہوتی ہیں' جیسا کہ دن کے بعد رات آتی ہے' سو اس کو بھی غفلت نہیں کہتے آپ تسلی رکھیں۔ آپ کا دل اللہ تعالیٰ کے نام سے بیدار اور زندہ ہے' اب وہ سونے والا ہے اور نہ مرنے والا ہے۔

دِلے زندہ شود ہرگز نہ میرد
دِلے بیدار شد خوابش نہ گیرد

''دل جب زندہ ہو جاتا ہے تو پھر ہرگز نہیں مرتا' جب یہ بیدار ہو جاتا ہے تو پھر نیند سے ہم کنار نہیں ہوتا۔'' مولف

دیگر یہ فقیر دو نئی کتابوں کے مرتب کرنے میں مصروف ہے' ان میں ایک تو مکمل ہو گئی ہے اور میرے لڑکے نے اسے کاپیوں پر نقل کر لیا ہے۔ دوسری کتاب بھی عنقریب لکھی جانے والی ہے تب انہیں لاہور یا لائل پور میں چھپوانے کا بندوبست کیا جاوے گا۔ اللہ اللہ کیا کریں اور پھر کسی بات کی فکر نہ کریں۔ شیطان دل میں طرح طرح کے مخالفت وساوس پیدا کر کے

Marfat.com

طالب کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں گاہے ڈراتا، کبھی دھمکاتا اور کسی وقت مایوس اور ناامید کرتا ہے۔ خواجہ حافظ صاحبؒ فرماتے ہیں۔

در طریقت ہرچہ پیش سالک آید خیر اوست
در صراط المستقیم اے دل کسے گمراہ نیست

حضرت سلطان العارفینؒ اپنے ہندی دوہے میں فرماتے ہیں

عاشق ہوویں اتے عشق کماویں دل رکھیں وانگ پہاڑاں
سے الامے اتے ہزاراں بدیاں کر جانڑے باغ بہاراں

والسلام
دعا گو
فقیر نور محمد سروری

❀❀❀

بنام ڈاکٹر محمد رفیق حجازی صاحب (ٹوبہ ٹیک سنگھ)

۷۸۶
ح۔م

مورخہ ۳۰ مئی ۱۹۵۲ء

عزیزم محمد رفیق دام اقبالکم وافضالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا اخلاص نامہ موصول ہو کر اس فقیر کی حوصلہ افزائی کا موجب ہوا۔ آپ کی بروقت امداد نے اس فقیر کے دل پر گہرا اثر کیا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو اس جانفشانی اور قربانی کی اول کافی توفیق اور بعدہٗ وافی اجر دنیا و آخرت میں دے گا۔ کتابوں کی طباعت کے خرچ کا آپ کا لگایا ہوا اندازہ ان شاء اللہ صحیح اور درست ہوگا، ہم نے پرانے اندازے لگا رکھے تھے، اس وقت کاغذ پر سخت کنٹرول اور پابندی تھی اور کافی مہنگا تھا۔ اس کی ۲۰x۳۰ سائز کی اٹھائیس کاپیاں ہوں گی اور اسی قدر یا اس سے زائد دوسرا حصہ ہوگا۔ اس دفعہ کاغذ اچھا لگانے کا خیال ہے خدا کرے یہ کارِ خیر باحسن وجوہ سرانجام ہو جائے تا کہ خلق

خدا اس سے مستفید ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم شامل حال رہے تو ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے۔ حتی الوسع اللہ اللہ کیے جائیں اور نفس کو حد سے زیادہ تکلیف میں نہ ڈالیں۔ جس طرح ظاہری مادی غذا کی زیادتی سے ہاضمہ خراب ہو کر طبیعت کی طلب اور اشتہاء کم ہو جاتی ہے اسی طرح بطن باطن کو بھی حد سے زیادہ ٹھونسنے سے بعدہ دل اللہ اللہ کرنے سے ملول اور سیر ہو جاتا ہے، سو ہر چیز میں اعتدال اچھی چیز ہے۔ یہ راستہ ریاضت کے قدموں سے نہیں بلکہ عنایت کے قدموں سے طے ہوتا ہے۔ ریاضت اس واسطے کرائی جاتی ہے تاکہ دولت کی قدر ہو۔ مفت کی دولت کی قدر نہیں ہوا کرتی۔ دراصل معاملہ سب فضل اور عنایت پر موقوف ہے اور بس۔ اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس۔

دعا گو

فقیر نور محمد سروری

❀❀❀

بنام ماسٹر غلام نبی صاحب بہاولپوری

۷۸۶
ح۔م

کلاچی ۱۹۵۲/۸/۱۶

عزیزم غلام نبی سلامت با کرامت رہو

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ یہ فقیر ابھی ایبٹ آباد سے گھر واپس آیا ہے۔ آپ کا خط یہاں نظر سے گزرا۔ آپ نے پولیس میں ملازمت اختیار کرنے کے بارے میں اس فقیر سے مشورہ طلب کیا ہے، سو یہ فقیر آپ کو ہرگز پولیس میں ملازمت اختیار کرنے کی صلاح نہیں دیتا، اور جو لوگ یا خویش و اقارب آپ کو پولیس لائن کی طرف دھکیلنے کی کوشش کرتے ہیں وہ آپ کے حقیقی خیر خواہ نہیں ہیں بلکہ دشمن ہیں۔ یہ ظلم و ستم والی مد ہے، اور اگر اس لائن میں فرشتہ بھی داخل ہو جاوے وہ شیطان بن جاتا ہے کیونکہ سوائے ظلم و تعدی اور رشوت کے اس مد میں اور

Marfat.com

کوئی سبیل بھی نہیں ہے۔ اگر خشک تنخواہ کی خاطر آپ کو یہ لوگ پولیس کی طرف دھکیلتے ہیں تو خشک تنخواہ تو آپ کو مدرسی میں بھی مل رہی ہے۔ اب اگر آپ کا خیال اور ارادہ رشوت لینے کا نہیں ہے لیکن جب آپ ان ظالموں کی فوج میں شامل ہو جائیں گے تو ان کی صحبت کا اثر آپ میں ضرور سرایت کر جائے گا۔ پہلے تو لوگ آپ کو خود بخود بن مانگے رشوت دیویں گے اور تم خیال کرو گے کہ میں مانگتا تو نہیں ہوں خود لوگ دیتے ہیں' اس میں کیا ہرج ہے' اسی طرح تم آہستہ آہستہ پھر مانگنے بھی لگ جاؤ گے۔ دیگر ایک سب انسپکٹر یا آپ کا کوئی افسر کسی ملزم سے ناجائز روپیہ وصول کرنے کے لیے آپ کو حکم دے گا کہ اسے مارو پیٹو تو تم اسے ضرور مارو گے اور پیٹو گے اور وہ صریح ظلم ہو گا ورنہ افسر کی حکم عدولی کے سبب نوکری سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ غرض اس لائن میں ظلم اور رشوت سے آپ ہرگز نہیں بچ سکتے' اور دنیا کے مقابلے میں دین اور نعماء اخروی کی بڑی بھاری نعمت سے محروم ہو جاؤ گے اور ایمان سے تہی دست ہو جاؤ گے' جس وقت تم ان حرام خوروں کی ٹولی میں شامل ہو جاؤ گے تو نہ آپ کا یہ دل اور دماغ ہو گا اور نہ دین اور ایمان۔ بلکہ بمقتضائے ''ہر چیز کہ در کان نمک رفت نمک شد'' آپ ان کی طرح ہو جائیں گے۔ دنیا میں اور بے شمار روزی کمانے کی لائنیں ہیں' سو پولیس میں ہرگز ہرگز شامل نہ ہوویں اور اسی مدرسی میں رہتے ہوئے کسی اور اچھی لائن کی تلاش میں رہیں۔ اللہ تعالیٰ کوئی موزوں ملازمت دلا دے گا۔

مجھے پولیس کی حقیقت معلوم ہے اور پھر ریاست کی پولیس' اللہ تعالیٰ امان دیوے' سات پشت تک اس کے ظلم کے اثرات جاری اور ساری رہیں گے' اس فقیر کی ہرگز صلاح نہیں ہے کہ آپ پولیس کی ملازمت اختیار کریں۔

کتاب لکھی گئی ہے' عنقریب اسی ماہ میں لاہور جا کر چھپواؤں گا۔

والسلام دعا گو

فقیر نور محمد سروری

Marfat.com

بنام حافظ محمد حسین صاحب (سمندری)

۷۸۶
ح۔م

کلاچی ۱۹۵۲/۸/۲۶
مخلصم محمد حسین سلمکم اللہ تعالیٰ فی الدارین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔مراسلہ آپ کا موصول ہوا۔آپ نے اپنی حالت کے تنزل کی شکایت کی ہے۔آپ کو معلوم ہو کہ کبھی کبھار بسط سے پہلے قبض کی صورت نمودار ہوتی ہے۔نہیں دیکھتے کہ باران رحمت سے پہلے ہوا بند ہو جاتی ہے اور غیر معمولی گرمی پیدا ہو جاتی ہے' ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار ہونا چاہئے نہ یہ کہ انسان الٹا ناامید ہو جائے۔شیطان طالب کے دل میں طرح طرح کے وسوسے ڈال کر اس راستے سے روکتا اور ناامید کرتا ہے۔سو طالب صادق وہ ہے کہ ہر حال میں اپنی طلب اور کوشش جاری رکھے۔اللہ تعالیٰ نے متلون مزاج لوگوں کی قرآن کریم میں شکایت فرمائی ہے۔جیسا کہ ارشاد ہے۔

﴿وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَیْرُ نِ اطْمَاَنَّ بِهٖ وَ اِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ نِ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ خَسِرَ الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةَ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ﴾ (حج:۱۱)

"یعنی لوگوں میں بعض ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت اوپرے اور الٹے طور پر کرتے ہیں' اگر انہیں خیر اور بھلائی پہنچتی ہے تو اس سے خوش اور مطمئن ہو جاتے ہیں اور اگر انہیں بطور آزمائش کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو راہ خدا سے الٹے پاؤں پھر جاتے ہیں۔ایسے لوگ دنیا و آخرت میں نقصان اٹھانے والے ہیں اور یہ کھلم کھلا بڑا بھاری نقصان ہے۔"

سو عزیزم! اس راستے میں قبض و بسط' نشیب و فراز اور گرم سرد ضرور آتے ہیں۔ہر حال میں صبر اور تحمل کے ساتھ اس لازوال راستے پر گامزن ہونا پڑے گا۔حضرت سلطان العارفینؒ اپنے پنجابی دوہے میں فرماتے ہیں:

Marfat.com

عاشق ہوویں اتے عشق کماویں دل رکھیں وانگ پہاڑاں
سے الامے تے ہزاراں بدیاں کر جانڑے باغ بہاراں

سو گھبرانا اور بے دل ہونا نامردوں' ناقصوں اور بزدلوں کا کام ہے۔ جس قدر آزمائش بھاری اور طالب کا صبر و تحمل بھاری ہوتا ہے اسی قدر درجہ' نعمت اور دولت بھاری ملتی ہے۔ آپ ابھی سے گھبرا اٹھے ہیں۔

والسلام
دعا گو
فقیر نور محمد سروری

❀❀❀

بنام حافظ محمد حسین صاحب (سمندری)

۷۸۶
ح۔م

کلاچی ۲۹/۱۱/۱۹۵۲

عزیزم محمد حسین سلمکم اللہ تعالیٰ فی الدارین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا مراسلہ موصول ہوا۔ اللہ تعالیٰ آنعزیز کو دین و دنیا میں کامیاب فرماوے۔ شادی کی بابت آپ نے مشورہ طلب کیا ہے۔ سو نکاح کے کئی درجے اور مراتب ہیں۔ نکاح بعض پر فرض بعض کے لیے واجب بعض پر سنت بعض کے لیے مستحب اور بعض کے لیے مکروہ اور بعض کے لیے حرام ہے' اور یہ مراتب اور درجے قوت شہوانی اور مالی استطاعت کی کمی بیشی پر منحصر ہیں' سو جو آدمی مالدار ہو اور شہوت اس پر غالب ہو کہ اسے زنا پر مجبور کرے ایسے شخص کے لیے نکاح فرض ہے' اور جو شخص شہوانی حالت میں اتنا کمزور ہو کہ وہ اپنی منکوحہ کے وظیفہ زوجیت کو کما حقہ ادا نہ کر سکے یعنی نامرد ہو تو ایسے شخص کے لیے نکاح حرام ہے۔ باقی مراتب بمراتب شہوت کی کمی بیشی اور مالی استطاعت کے اختلاف پر سنت' واجب' مستحب اور مکروہ ہیں۔ سو آپ اپنی حالت کو خود اچھی طرح جانچ سکتے ہیں۔ ضرور شادی سے

Marfat.com

انسان کی مالی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں اور انسان پابند اور مقید آل وعیال ضرور ہو جاتا ہے لیکن شیطان کے لیے نکاح ڈھال کا کام بھی دیتا ہے۔ دیگر زکوۃ سورہ مزمل اگر آبادی سے کہیں دور جنگل میں یا دریا کے کنارے یا کسی بزرگ کی قبر کے پاس بیٹھ کر مکمل خلوت' روزہ اور ترک جلالی و جمالی سے ادا کیا جائے تو بہت مفید پڑتا ہے۔ ترک جلالی و جمالی سے مراد حیوانات کا گوشت اور جو کچھ حیوانات سے برآمد ہو مثلاً: دودھ' گھی' انڈا' دہی' کچا پیاز' لہسن وغیرہ سے پرہیز کا نام ہے۔ آپ اگر یہ تمام پرہیز اور شرائط ادا نہیں کر سکتے تو روزہ رکھیں اور بات چیت لوگوں سے بہت کم کریں اور آبادی سے ذرا دور یا کسی علیحدہ مکان کے اندر بیٹھ کر پڑھ لیا کریں۔

والسلام

دعا گو

فقیر نور محمد سروری

Marfat.com

بنام حافظ محمد حسین صاحب (سمندری)

۷۸۶
ح۔م

کلاچی ۱۵/۱/۱۹۵۳

مخلصم محمد حسین سلمکم اللہ تعالیٰ فی الدارین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا مراسلہ موصول ہوا۔ اللہ تعالیٰ قادر اور قوی آپ کا یاور اور ناصر رہے۔ شیطان واقعی اپنے شیطانی داؤ پیچ میں بڑا ماہر اور زبردست دشمن ہے۔ وہ ہر وقت مومن کو گمراہ کرنے اور پھسلانے کی فکر میں لگا رہتا ہے۔ خصوصاً جبکہ انسان اللہ تعالیٰ کی طرف چلنے کا عزم اور ارادہ کرتا ہے تو وہ آگ بگولا ہو جاتا ہے اور اس کے کمزور پہلو کو معلوم کر کے اسے اسی طرف سے پھسلانے اور گرانے کی کوشش کرتا ہے' کیونکہ آج کل تو نفسانی اور شیطانی معصیت کے سامان ہر جگہ مہیا اور موجود ہیں' شیطان کو صرف اشارہ کرنے کی دیری لگتی ہے اور انسان کا بیڑا غرق کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس ازلی دشمن کے مکروں

اور فریبوں سے محفوظ رکھے۔ زیادہ کیا تحریر کروں۔

نئی کتاب کی سات آٹھ ابتدائی کاپیاں میرے لڑکوں نے لکھ ڈالی ہیں' کل باقی مسودہ بھیج رہا ہوں' امید ہے اسی ماہ میں ساری کتاب کی لکھائی مکمل ہو جائے گی اور مارچ میں اسے چھپوانے کی نوبت آئے گی۔ یہ کتاب بالکل نئی اور انوکھی اور لوگ اُسے اپنے اغراض اور مطالب کے واسطے بہت مفید پائیں گے۔ اپنے احوال سے مطلع کریں۔

بہت دنوں سے مجھے یہاں سے نقل مکانی کا خیال دامن گیر ہے۔ اب ٹوبہ ٹیک سنگھ میں مستقل اقامت کا ارادہ ہے۔ رفیق اور دوسرے احباب کو اس بارے میں لکھا ہے۔ دربار شریف اور اپنے احباب کے قریب ہو جاؤں گا۔ فی الحال اگر کوئی کرائے کا موزوں مکان مل گیا تو رہ پڑوں گا۔ بعدہ کسی اپنے مکان کا بندوبست ہو جائے گا۔ یہاں سے دل برداشتہ ہوں۔ یہاں تو اجناس اور ہر چیز بہت گراں ہوتی جا رہی ہیں' وہاں کیا حال ہے۔ والسلام

دعا گو

فقیر نور محمد سروری

❀❀❀

بنام ڈاکٹر محمد رفیق حجازی صاحب (ٹوبہ ٹیک سنگھ)

۷۸۶
ح۔م

مورخہ ۱۹۵۳/۷/۳۱

عزیزم ڈاکٹر صاحب دام اقبالکم وافضالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا مراسلہ موصول ہوا۔ احوال مندرجہ سے آگاہی ہوئی۔ کاغذ کے لیے میرے لاہور کے مخلصوں نے درخواست دی ہے۔ اگر وہاں بندوبست ہو گیا تو آپ کو تکلیف نہیں دی جائے گی' ورنہ جس طرح آپ نے لکھا ہے وہی بندوبست کیا جائے گا۔

دیگر آپ نے اپنی قلبی بے اطمینانی کا شکوہ کیا ہے۔ واقعی اس زمانے میں تخم اسم اللہ ذات کے سرسبز ہونے اور پھلنے پھولنے کے سامان اور ذرائع بہت کم ہو گئے ہیں' بلکہ اس کے

Marfat.com

برخلاف اس کی پژمردگی، مرجھانے اور خشک ہو جانے کے ذرائع اور اسباب بکثرت ہیں۔ انسان کو چاہیئے کہ ان مخالف اسباب اور جنودِ ابلیس کا پامردی سے آخر دم تک مقابلہ کرے اور ہمت نہ ہارے۔ شیطان اندر بیٹھا انسان خصوصاً اللہ تعالیٰ کے طالب کے برخلاف بڑے بڑے زبردست منصوبے سوچا رہتا ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ اپنے مولا کی طلب سے منہ نہ موڑے اور اس کے ذکر کی رسی کو مضبوط تھامے رکھے اور اللہ والوں سے رشتہ نہ توڑے' یہی راستے کے اچھے رفیق ہیں۔ شیطان اس رسی کو توڑنے کے درپے رہتا ہے۔ خربوزے گرمی کے موسم میں ہوا کرتے ہیں۔ خدا کرے دل کی ولایت میں سرد مہری اور سرد موسم نہ آئے۔ دل میں اللہ تعالیٰ کے نام کی گرم بازاری اور گرمی ہو تو اللہ کے نام کے خربوزے خوب پکتے ہیں۔

عرفان کا دوسرا حصہ لکھ رہا ہوں' نیز ایک مخلص نے عرفان (اول) کا انگریزی ترجمہ کیا ہے' اس کو یہاں کرنل صاحب (عبدالحفیظ صاحب) کے دفتر میں ٹائپ کر رہا ہوں۔ آپ کے جملہ گھر والوں کو سلام۔

دعا گو

فقیر نور محمد سروری

❀❀❀

بنام حکیم ممتاز علی صاحب

۷۸۶
ح۔م

مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۵۳ء

مخلصم حکیم صاحب دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا مراسلہ موصول ہوا۔ آپ کے خط آنے سے پہلے یہ فقیر آپ کو کتاب کی وی پی ارسال کر چکا تھا' اس واسطے آپ وی پی چھڑوا کر کتاب کسی اہل ذوق کو دے دیویں۔ کتاب ایک لاجواب تحفہ ہے ان شاء اللہ آپ اس کے مطالعے سے مستفید اور مستفیض ہوں گے۔

اس خواب کی بھی تعبیر یہی ہے کہ حضرت غوث پاک قدس سرہ نے باطن میں آپ کو

Marfat.com

تلقین اور تعلیم فرما دی ہے اور تین دفعہ کلمہ پڑھا کر آپ کو اپنی مریدی میں منظور فرما لیا ہے۔ یہ آپ کی نجات اخروی اور سعادت ابدی کی علامت ہے۔

والسلام

دعا گو

فقیر نور محمد سروری

❀❀❀

بنام مولوی محمد شفیع صاحب

۷۸۶
ح۔م

مورخہ ۲ جنوری ۱۹۵۴ء

مخلصم مولوی صاحب دام اقبالکم

السلام علیکم آپ کا مراسلہ موصول ہوا۔ احوال مندرجہ سے آگاہی ہوئی۔ آپ نے حضرت سلطان العارفینؒ کی کتاب کے ایک اشکال کا حل طلب کیا ہے کہ مرید اگر ناقص ہے اور بعد میں پیر اسے دور پھینک دیتا ہے تو پہلے اسے قبول کیوں فرماتا ہے۔ آپ کو معلوم ہو گا کہ حضرت نبی کریم ﷺ کے ہاتھ پر بہت منافق محض دنیوی مفاد اور مال غنیمت کے حصول کے لیے اسلام میں داخل ہو گئے تھے اور حضور ﷺ نے انہیں قبول فرما لیا تھا' کیونکہ اسلام ظاہری ہر کلمہ پڑھنے والے کو قبول کرتا ہے۔ اس طرح مرشد کی جب شہرت ہو جاتی ہے اور ہر قسم کے لوگ اس کے حلقہ ارادت میں داخل ہوتے ہیں تو بعض محض اپنے اغراض دنیوی کے سبب مرید ہو جاتے ہیں' بعض آخرت کے طالب ہوتے ہیں اور کوئی خال خال مولیٰ کا طالب پیدا ہوتا ہے۔ سو مرشد کامل ظاہر داری کے سبب سب کو قبول فرماتا ہے اور سب کو اپنی اپنی دنیوی' اخروی اور مولائی مراد تک پہنچاتا ہے۔ بعض بادشاہ کی رعیت کی طرح عام مریدوں میں داخل ہو جاتے ہیں' بعض سرکاری ملازموں کی طرح خاص مرید ہوتے ہیں اور بعض مولیٰ والوں کو اپنے اہل بیت اور شاہی خاندان میں شامل فرماتا ہے۔ دور پھینکنے سے مراد عام

Marfat.com

مریدوں میں ڈال دیتا ہے۔ جیسا کہ زرگر اور سنار خالص سونے سے زیورات بنا لیتا ہے اور کھوٹے سونے کو کٹھالیوں میں گلا گلا کر اور ان کا کھوٹ نکال نکال کر بعد میں قبول کرتا ہے۔ لیکن کامل مرشد کا کوئی مرید فیض سے محروم نہیں رہتا۔ ہر شخص اپنے من کی مراد پاتا ہے۔
اس فقیر کا ارادہ اس طرف آنے کا ہے، خدا جانے کس وقت اللہ تعالیٰ کو منظور ہو۔

والسلام

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری

❀❀❀

بنام حکیم ممتاز علی صاحب

۷۸۶ / ح۔م

مؤرخہ ۵ جنوری ۱۹۵۴ء

مخلصم حکیم صاحب دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا مراسلہ موصول ہوا۔

۱. اگر طالب کے اندر اسم اللہ ذات کا تخم مرشد کی توجہ اور نگاہ سے سرسبز ہو کر کچی اور خام حالت میں ضائع ہو جائے تو اس کی علامت یہ ہے کہ طالب کو دوبارہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور رغبت پیدا نہیں ہوتی اور وہ اس راستے کا منکر اور مخالف ہو جاتا ہے اور اگر طالب کے اندر اللہ تعالیٰ کا شوق، محبت اور اس راستے کی طلب اور تلاش کا جذبہ بدستور موجزن ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ شجر اسم اللہ ذات کی جڑ قائم ہے صرف اسے پانی ملنا بند ہو گیا ہے، ایسی حالت میں اگر کسی دوسرے شیخ کامل کی صحبت اور توجہ حاصل کی جائے تو وہی شجر دوبارہ پھلنے اور پھولنے لگ جاتا ہے، اور اگر شیخ چاہے تو سابق شجر کی کٹی شاخ سے اپنا پیوند بھی لگا کر اس کی نشوونما کر سکتا ہے۔

۲. اگر کسی طالب کا شیخ فوت ہو چکا ہو، اگر شیخ پورا کامل ہو تو موت کے بعد بھی قبر سے طالب کو اس کا فیض بدستور ملتا رہتا ہے، اور اگر فوت ہونے پر اس کا فیضان بند ہو

جائے تو طالب کو دوسرا شیخ تلاش کرنا چاہئے۔ امرالٰہی شیخ کامل کی توجہ میں شامل رہتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے رسول ﷺ کی برکات اور فیوضات شیخ کے وجود کے اندر اس طرح داخل اور شامل ہوتے ہیں جس طرح دودھ میں دہی' مکھن اور گھی بالقویٰ موجود ہوتا ہے۔

۳ اس فقیر نے جو صلوٰۃ الکبریٰ شائع کی ہے یہ بغداد شریف میں حضرت پیر محبوب سبحانیؒ کے خاندانی قلمی نسخے کی نقل ہے اور یہی صحیح ہے' پہلی صلوٰۃ الکبریٰ جو اسبوع شریف کی صورت میں سات حصے کر کے چھاپی گئی ہے وہ لاہور کے سید عبدالغفار شاہ صاحب نے خود اپنی طرف سے طالبوں کی آسانی کے واسطے چھپوائی تھی' وہ میں نے دیکھی ہے' اس میں غلطیاں بہت ہیں اور سات روز کے الگ الگ حصے بنانا ان کی اپنی اختراع ہے۔ اصلی نسخے میں حصے نہیں ہیں۔

والسلام

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری

❀❀❀

بنام حافظ محمد حسین صاحب (سمندری)

۷۸۶
ح۔م

کلاچی ۱۳ اگست ۱۹۵۴ء

عزیزم سلمکم اللہ تعالیٰ فی الدارین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا مراسلہ موصول ہوا۔ آپ نے اپنے دل کی بے ذوقی اور پریشانی کی شکایت کی ہے۔ آپ آج کل حضرت سلطان العارفینؒ کی کتابیں لکھنے میں مصروف ہیں' جب ان کے عالی اور بلند مقامات کا حال پڑھتے ہیں تو اپنی کم مائیگی اور ناداری پر افسوس آتا ہے اور آپ مایوس اور پریشان خاطر ہو جاتے ہیں۔ سو آپ شاہنشاہ دو عالم سے اپنا موازنہ اور مقابلہ نہ کریں بلکہ اپنے زمانے کے لوگوں سے اپنا موازنہ اور مقابلہ

Marfat.com

کریں تو ان شاءاللہ آپ اپنے آپ کو بہت اچھی حالت میں پائیں گے۔ دنیا انسان نما حیوانوں سے معمور ہے۔ کہیں دنیا میں نام کو بھی ایسا شخص نظر نہیں آتا جسے صحیح معنوں میں مسلمان یا مومن با ایمان کہا جا سکے۔ دیگر باطنی دولت چونکہ ظاہری آنکھوں سے اوجھل رہتی ہے اس لیے دل کو تسلی اور اطمینان نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت اور قدرت سے مومن کی آخرت والی دولت چھپا رکھی ہے جو بعد میں اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک ثابت ہوگی۔ اپنے کام میں لگے رہیں ان شاءاللہ دین اور دنیا کی سعادت حاصل ہوگی۔ والسلام

دعاگو

فقیر نور محمد سروری

❀❀❀

بنام دلباز خان آف بنوں

۸۶ / ح۔م

کلاچی ۵ فروری ۱۹۵۵ء

عزیزم دلباز خان دام اقبالکم

السلام علیکم و دعوت کے بعد واضح ہو کہ آپ کا مراسلہ موصول ہوا۔ میں نے آپ کو پہلے خط میں لکھا تھا کہ آپ نے کراچی جانے میں بہت جلدی کی۔ اگر مجھ سے پوچھ کر جاتے تو میں کبھی آپ کو کراچی جانے کی اجازت نہ دیتا۔ آپ کو کسی کی امداد کے سبز باغ کا پھاٹک کھلا نظر آیا اور آپ بن پوچھے بے تحاشہ ادھر دوڑ پڑے' لیکن وہ سب سراب تھا' خوبصورت آب آپ کو نظر آیا۔ آپ نے آخری خط میں بے وجہ مایوسی اور ناامیدی ظاہر کی ہے ورنہ اس قدر پریشانی کی ضرورت نہیں۔ پھر کراچی شہر میں بودوباش اور بڑے بڑے لوگوں کی دولت اور کوٹھیوں کو دیکھنے کی تاثیر ہے کہ آپ کو اپنی حالت اور پوزیشن بہت کمزور اور حقیر نظر آتی ہے ورنہ اگر انصاف سے دیکھو تو آج سے چند سال پہلے آپ لوگوں کی دینی اور دنیوی حالت بہت خراب اور کمزور تھی' نہ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے اور نہ گزراوقات کے لیے کچھ رقم پاس

تھی۔ طرح طرح کی دنیوی اور سماجی مشکلات میں آپ کا خاندان مبتلا تھا۔ اب تو اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہے۔ آپ نے بی۔ اے کی ڈگری حاصل کر لی ہے۔ چودہ پندرہ ہزار کی فالتو کیش رقم آپ لوگوں کے پاس ہے' آپ کو بجائے شکوہ کے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ انسان بہت حریص اور بے صبر واقع ہوا ہے۔ جب اسے کچھ تکلیف پہنچتی ہے تو جزع فزع اور شکوہ و شکایت کرنے لگ جاتا ہے اور جب اسے خیر اور دولت حاصل ہو جاتی ہے تو وہ بخیل اور ممسک بن جاتا ہے۔ وہ آیت یہ ہے

﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا○ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا○ وَاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا○﴾ (المعارج:۱۹،۲۱)

''یعنی بے شک آدمی بنایا گیا ہے بڑا بے صبر حریص۔ جب اسے برائی پہنچے تو سخت گھبرانا والا' اور جب بھلائی پہنچے تو روک رکھنے والا۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے مخلصوں اور ارادت مندوں کے ظاہری اور باطنی حالات پر آگاہی اور مُطلع فرماتا ہے اور ہم کسی خاص مصلحت اور حکمت کے سبب خاموش رہتے ہیں۔ مرشد اپنے طالبوں اور مریدوں کے ممتحن اور نگران ہوتے ہیں لیکن آج کل کے مرید الٹا مرشدوں کا امتحان لینے لگ جاتے ہیں' اس واسطے معاملہ الٹا بگڑ جاتا ہے۔ جس طرح ہر انسان کی ایک خاص خصوصیت اور اچھی یا بری صفت ہوتی ہے' اسی طرح شہروں اور ملکوں کی بھی یہی حالت ہوتی ہے۔ کراچی شہر ایک حریص' خودغرض' بے مروت' جھوٹے مکار اور خونخوار دکاندار کی طرح ہے جو اپنے گاہکوں اور خریداروں کو لوٹتا اور ان کا خون چوستا ہے۔

آپ کا وہاں زیادہ قیام بے سود ہے۔ پہلے بھی آپ نے وہاں دوڑ کر وقت اور پیسہ ضائع کیا ہے' فائدہ اگر ہوا ہے تو صرف یہ کہ آپ کو اب تھوڑا بہت تلخ تجربہ حاصل ہو گیا ہے۔ میں آپ کو بہت خطوط میں کنایۃً اور اشارۃً یہی بات لکھتا رہا ہوں لیکن آپ وہ آس لیے بیٹھے رہے' اچھا ہوا کہ وہ اس بھی ٹوٹ گئی ہے۔ جس طرح آپ جلدی یا بدیر بی۔ اے ہو گئے ہیں اسی طرح جلدی یا بدیر کوئی نہ کوئی ملازمت بھی آخر مل ہی جائے گی۔ گھبرانے اور پریشان ہونے کی کوئی وجہ اور ضرورت نہیں ہے۔

Marfat.com

والسلام
دعا گو
فقیر نور محمد سروری

❀❀❀

ایک اور مراسلے میں آپؒ نے دلباز خان کو لکھا۔ ''آپ کو معلوم ہو کہ میں نے ڈیرہ اسمٰعیل خان میں ایک دفعہ کہا تھا کہ آپ میری یاد سے کبھی نکلنے والے نہیں ہیں' اور جب میں کسی شخص کو دل سے یاد کر لیتا ہوں تو میری یاد اس کے ساتھ ہمیشہ دائم قائم رہتی ہے۔ میری دعائیں اور باطنی ہمتیں ہمیشہ آپ کے شامل حال ہیں۔

❀❀❀

بنام دلباز خان نبوی
۷۸۶
ج۔م

کلاچی ۲۰ مئی ۱۹۵۵ء

عزیزم دلباز خان دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ یہ فقیر کل بروز خمیس مورخہ ۵۵/۵/۱۹ کو کلاچی پہنچا ہے۔ آپ کا خط قبل ازیں آیا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے نیک مقاصد اور صحیح ارادوں میں کامیاب فرماوے۔ دنیا ایک عظیم تجربہ گاہ ہے۔ ایک دانا اور سلیم العقل انسان کے لیے اس کے سرد اور گرم اور سخت و نرم حالات میں بڑی مفید عبرتیں اور نصیحتیں موجود ہیں' اور انسان اس میں آئندہ زندگی میں چوکنا' بیدار اور ہوشیار ہو جاتا ہے۔

ہوش آتا ہے بشر کو ٹھوکریں کھانے کے بعد
رنگ لاتی ہے حنا پتھر پہ پس جانے کے بعد

دنیا کی اس سنگلاخ اور پرخار وادی میں مذہب اور روحانیت کی رہنمائی بڑی مفید اور

موید پڑتی ہے۔ انسانی عقل بہت کوتاہ ہے اور یہ بغیر آسمانی تائید کے قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتی ہے۔ مذہبی سلک اور روحانی رہنمائی میں خواہ ابتداء میں کچھ تکلیفیں اور دشواریاں بھی پیش آئیں وہ بھی کسی فائدے اور حکمت خداوندی پر مبنی ہوتی ہیں' اور دیندار آدمی کا انجام ہر حالت میں اچھا اور بہتر ہوتا ہے۔

در طریقت ہرچہ پیش سالک آید خیر اوست
در صراط مستقیم اے دل کسے گمراہ نیست

آپ کو نوکری مل جائے گی' یہ کوئی بڑی بات نہیں' لیکن یاد رکھیں دنیوی ترقی اور بخت و اقبال سے دلوں کو کبھی اطمینان حاصل نہیں ہوتا۔ چنانچہ موجودہ گورنر جنرل مسٹر غلام محمد بھی اپنی موجودہ پوزیشن پر پریشان اور غیر مطمئن ہے' دوسروں کا ذکر ہی کیا۔ آپ دولت دنیا کو اپنی زندگی کا مقصد ہرگز نہ بنائیں' اس کی ترقی پر نہ اترائیں' نہ آپے سے باہر جائیں اور نہ اس کے زوال پر پریشان خاطر اور غمگین ہوں۔ ہر کام میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور توکل کریں' یہی نجات کا راستہ ہے۔ دنیا دار کتوں کی باتوں پر نہ جائیں۔ ان کی بے ہودگیاں انسان کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور قدرت سے ناامید کرتی ہیں۔

اس فقیر نے اپنے لڑکوں کو کچھ کتابیں ارسال کر دی تھیں اور انہیں لکھا تھا کہ ایک جلد آپ کو اور ایک جلد آپ کے والد صاحب کو دے دیں۔ امید ہے کتابیں آپ کو مل گئی ہوں گی۔ کتاب عرفان کا یہ دوسرا حصہ خوب لکھا ہے' امید ہے کہ آپ اس کے مطالعہ سے خوش وقت اور محظوظ ہوں گے۔ کتابوں کے خرچ سے کچھ پیسے بچ گئے ہیں' کل اتوار ہے' پرسوں آپ کو ایک سو روپیہ ارسال کر دوں گا۔ باقی ایک سو روپیہ کچھ دن بعد بھیجوں گا۔ آپ کے جملہ گھر والوں کو سلام

دعا گو
فقیر نور محمد سروری

Marfat.com

مکتوب الیہ کا نام معلوم نہیں

۷۸۶
ح۔م

یکم جون ۱۹۵۵ء
مخلصم و مشفقم دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا مراسلہ موصول ہوا۔ سلوک اور طریقت' استاد شاگرد' طالب و مرشد اور مرید و پیر کے مختلف مدارج اور مراتب ہوا کرتے ہیں' اور تینوں مراتب میں طالب کو اختیار ہے بلکہ اس کے لیے فرض ہے کہ وہ کسی خالی دکان پر بیٹھ کر اپنی عزیز عمر ضائع نہ کرے بلکہ ایسی دکان کو تلاش کرے جو دولت دارین کے کل متاعوں سے معمور ہو خواہ بظاہر اس کی عمارت چھوٹی ہی کیوں نہ ہو اور اس پر کوئی بورڈ بھی نہ لگا ہو۔ سو یہ بات بعض ناقص' نکمے دکاندار پیروں کی اختراعات میں سے ہے کہ اگر طالب کسی جگہ مرید ہو جائے خواہ اس کا مرشد ناقص ہی کیوں نہ ہو اور اسے فیض بھی حاصل نہ ہو پھر بھی مرید کو بیعت نہیں توڑنی چاہئے ورنہ وہ طریقت کا مردود اور کافر ہو جاتا ہے۔ سو یہ بات بالکل غلط اور فریب ہے۔ انسان کو چاہئے کہ مرشد کامل کی تلاش کرے خواہ اس کے لیے اسے دور دراز سفر کیوں نہ اختیار کرنا پڑے۔ نیز یہ بھی یاد رہے کہ خالی بیعت کرنے اور ہاتھ ملانے سے فیض نہیں ہوتا بلکہ مرشد کی صحبت' خدمت اور محبت سے فیض حاصل ہوتا ہے۔

جب طالب صاحب استعداد کا وجود پختہ ہو جاتا ہے تب وہ دعوت وغیرہ پڑھنے کے قابل ہوتا ہے۔ زبانی طور پر بھی اجازت حاصل کرنے سے دعوت کا عمل جاری نہیں ہوتا۔ اس کی تفصیل بہت طویل ہے۔ لہٰذا آپ جہاں چاہیں بیعت بھی کر سکتے ہیں اور فیض بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ زیادہ کیا تحریر کروں۔ اپنی کتابوں میں ان باتوں کو اس فقیر نے بہت تفصیل کے ساتھ کھول کر بیان کیا ہے۔

والسلام
دعا گو فقیر نور محمد سروری۔ محلہ کمال خیل۔ کلاچی۔ ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان۔ صوبہ سرحد۔

Marfat.com

بنام عبدالعزیز شاہ صاحب

۷۸۶
ح۔م

از کلاچی
مخلصم و مشفقم عبدالعزیز شاہ دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا مراسلہ موصول ہوا۔ آپ نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ آپ نے عرفان حصہ دوم اور نور الہدیٰ منگوالی ہیں۔ عرفان حصہ دوم تو تھوڑے دن ہوئے یہ فقیر چھپوا کر لایا ہے۔ آپ نے عرفان حصہ دوم اور نور الہدیٰ کس شخص سے منگوائی ہیں۔ اور سورہ مزمل پڑھا کریں' اس سے سب کچھ آپ کو حاصل ہوتا رہے گا۔ پہلی آپ کتنی تعداد میں پڑھتے رہے ہیں اور اس سے آپ کو کیا فوائد حاصل ہوئے ہیں؟ اور سلام قولا من رب الرحیم کی دعوت کس خیال سے اختیار کر رہے ہیں' اور کس کام کے لیے آپ کو اس کے پڑھنے کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے؟

والسلام
فقیر نور محمد سروری
محلہ کمال خیل۔ کلاچی۔ ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان۔ صوبہ سرحد۔

❀❀❀

بنام عبدالعزیز شاہ صاحب

۷۸۶
ح۔م

مورخہ ۲۳/۶/۱۹۵۵
مخلصم عبدالعزیز شاہ دام اقبالکم

السلام علیکم۔ آپ نے اپنے خط کے اندر جس قدر سوالات کیے ہیں ان سب کے مفصل جوابات اس فقیر نے اپنی کتابوں کے اندر دیے ہیں' آپ وہاں دیکھ سکتے ہیں۔ آپ

سلام قولا من رب الرحیم اس طرف پڑھا کریں کہ صبح کی نماز کے بعد سورہ یٰسین شریف شروع کریں اور جب ''سلام قولا من رب الرحیم'' پر پہنچیں تو اس آیت مذکورہ کو اپنے نام کے عدد کے برابر دہرائیں۔ اس کے بعد سورہ شریف ختم کریں۔ ان شاء اللہ بہت فائدہ ہوگا۔

والسلام

دعا گو

فقیر نور محمد سروری۔ محلہ کمال خیل،

کلاچی ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان صوبہ سرحد۔

❀❀❀

بنام ڈاکٹر محمد رفیق حجازی صاحب (ٹوبہ ٹیک سنگھ)

۷۸۶ / ح۔م

ایبٹ آباد ۲/۸/۱۹۵۵

عزیزم ڈاکٹر صاحب دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا مراسلہ انتظار کے بعد موصول ہوا۔ یہ فقیر ان شاء اللہ محرم کے عرس پر دربار شریف یہاں سے سیدھا چلا جائے گا۔ آپ نے رسالہ میں کتابوں کا اشتہار دیا ہے لیکن میرا پتہ نہیں دیا۔ آپ سے رسالہ میں اس قسم کی کوتاہی ہو جایا کرتی ہے۔ اس فقیر نے حضرت سلطان العارفینؒ کے مجموعہ ابیات پنجابی کی شرح مکمل کر لی ہے۔

آپ نے ذکر کے اثرات کی بابت لکھا ہے۔ طالبوں کے اندر دو قسم کا نور پیدا ہوتا ہے۔ ایک نور جلالی، دوم نور جمالی۔ اور طبائع بھی بعض جلالی اور جمالی ہوتی ہیں۔ آپ کی طبیعت بہت جمالی ہے اور جمال کا یہ خاصہ ہے کہ وہ حسن و جمال کو چاہتا ہے اور اس طرف راغب اور مائل رہتا ہے۔ خاص کہ مشرب محمدی صلعم میں عورتوں کی طرف رغبت اور میل لازمی طور پر پیدا ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضور ﷺ کو تین چیزیں محبوب بنا دی گئی تھیں، ان میں نساء کا ذکر خاص طور پر آیا ہے۔ دل کے ظرف سے ذکر فکر کا نور جمال بہت بڑھ جاتا ہے تو وہ

جسم پر ٹپکتا ہے۔ اپنا کام جاری رکھیں ان شاء اللہ انجام بہتر ہو گا۔

والسلام

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری

❀❀❀

بنام ڈاکٹر محمد رفیق حجازی صاحب (ٹوبہ ٹیک سنگھ)

۷۸۶
ح۔م

لائل پور ۱۴ رمضان المبارک ۱۹۵۶ء

عزیزم ڈاکٹر صاحب دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ یہ فقیر ۱۱ رمضان المبارک کو بال بچے لے کر لائل پور آ گیا ہے' اور مخلصم محمد سلیم کے مکان میں فروکش ہو گیا ہے۔ مکان اچھا اور موزوں ہے اور ہماری ضروریات کے لیے کافی ہے۔ اپنی طرف سے تو اپنے آبائی وطن کو خیر باد کہہ آئے ہیں' آئندہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کو منظور ہو گا وہی ہو گا۔ میرے لڑکے عرفان اول کی کتابت میں لگے ہوئے ہیں۔ اب یہاں لائل پور میں سر دست مجموعہ ابیات پنجابی اور عرفان حصہ دوم کچھ اصلاحات اور اضافات کے ساتھ لکھوانا اور چھپوانا ہے۔ ہمارا اپنا اثاثہ اور سرمایہ تو الحمد للہ سیلاب کی نذر ہو گیا ہے' اب یک دم مختلف اخراجات کا بوجھ سر پر آ پڑا ہے۔ اپنا مکان بھی بنوانا ہے' کتابیں دوبارہ چھپوانی ہیں اور حرمین شریفین کی زیارت کے لیے بھی کرایہ اور زادِ راہ کی ضرورت ہے۔ سو مالی لحاظ سے تو یہ اخراجات ناقابل برداشت معلوم ہوتے ہیں لیکن اللہ قادر و توانا کے فضل و کرم پر پورا بھروسہ ہے کہ وہ ضرور غیب سے ہماری حمایت اور اعانت فرماتا رہے گا' اور ہمارے ان نیک ارادوں کی پوری پوری تکمیل فرماتا رہے گا۔ وما ذالك علی بعزیز۔

والسلام

فقیر نور محمد سروری قادری

Marfat.com

بنام چوہدری نیاز الدین صاحب (بہاولپوری)

۷۸۶
ح۔م

لائل پور ۱۹۵۶/۹/۱

مخلصم مشفقم دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا مراسلہ موصول ہوکر کاشف حالات ہوا۔ یہ فقیر چار پانچ ماہ سے یہاں لائل پور آکر سکونت پذیر ہے کیونکہ پارسال کے سیلابوں سے ہمارے آبائی وطن کو کافی نقصان پہنچا ہے اور وہ علاقہ قابل سکونت نہیں رہا۔

آپ نے اپنے مراسلے میں اپنے محبوب حقیقی کے اشتیاق کا جو اظہار کیا ہے خدا کرے آپ کی یہ طلب اور محبت حقیقی اور پائدار ہو۔ یہ ہر انسان کا فطری جذبہ ہے لیکن اکثر لوگ مختلف عوارض کے سبب اسے ضائع کر دیتے ہیں۔ اور جب کبھی انسان کا یہ ازلی اور جبلی جذبہ ضائع اور مفقود ہو جاتا ہے تو انسان اپنی استعداد اعلیٰ سے گر کر حیوان کے درک اسفل میں گر جاتا ہے اور اس کی زندگی کا اصلی مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ آپ نے اس محبت کے قمار خانے میں اپنے جان و مال کی بازی لگانے کا جو اظہار کیا ہے وہ ایک محمود اور مسعود جذبہ ہے لیکن اس جذبے کو بروئے کار لانے کے لیے جلدی نہیں کرنی چاہئے۔ انسان ضعیف البنیان واقع ہوا ہے اور اگر وہ کسی فوری جذبے کے تحت اسباب کو قطعی طور پر جلدی ترک کر دے تو بعد میں بعض جذبے اس راہ میں ابتلاء اور امتحانات کی تکالیف اور مشکلات کی تاب نہ لا کر ٹھنڈے پڑ جاتے ہیں اور واپس رجعت قہقری کا باعث بن جاتے ہیں۔ لہٰذا طالب کو چاہئے کہ اسباب کا دامن خود بخود نہ چھوڑے اور سالک کامل کی راہبری میں کام کرے کیونکہ سالک کامل راہ و رسم منازل سے واقف ہوتا ہے۔ آپ ٹھنڈے دل سے اس معاملے پر غور کریں اور بلند ہمت اور عزم راسخ سے اس طرف قدم اٹھائیں۔ یہ راستہ جسم و بدن کے قدموں سے طے نہیں ہوتا بلکہ دل کے قدموں سے محبوب حقیقی کے وادی قرب میں داخل ہو سکتے ہیں۔ آپ اپنے لواحقین اور متعلقین میں رہتے ہوئے اور اپنا دنیوی کاروبار چلاتے ہوئے بھی یہ راستہ طے کر سکتے ہیں۔ حتیٰ کہ آپ ایسے مقام پر پہنچ جائیں کہ اسباب خود بخود آپ کو چھوڑ

Marfat.com

جائیں اور آپ سبک بار اور سبک سار ہو کر تیزی اور سرعت کے ساتھ مشکل اور کٹھن منازل کو بھی پھاندنے لگ جائیں۔ زیادہ کیا لکھوں۔ العاقل تکفیہ الاشارہ۔ اگر آپ چاہیں کسی فرصت کے وقت آ کر اس فقیر سے مل سکتے ہیں۔ آنے سے پہلے اگر اپنی تاریخ آمد سے مطلع کریں تو بہتر ہوگا۔ تاکہ اس موقع پر یہ فقیر کہیں باہر نہ چلا گیا ہو۔

والسلام

دعا گو فقیر نور محمد سروری قادری۔

محلہ فتح آباد۔ نئی پکی آبادی۔ مکان نمبر ۴۰، جھال خانوانہ۔ لائل پور

❀❀❀

بنام چوہدری نیاز الدین صاحب (بہاولپوری)

ح۔م ۷۸۶

لائل پور ۱۹۵۶-۹-۲۲

مخلصم مشفقم چوہدری صاحب دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا مراسلہ موصول ہوا۔ میں نے آپ کی ملازمت کا اختیار آپ پر اس واسطے ڈالا ہے کہ ہم فقیروں کا کام دعا کرنا ہے۔ آپ اپنی حالت اپنی سہولتیں اور اپنی ضروریات خود اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ اب آپ اپنی دانست میں جونسا راستہ بھی اختیار کریں گے ہماری دعائیں اور باطنی ہمت آپ کے شامل حال ہوں گی اور ان شاء اللہ کامیابیاں آپ کے ہم رکاب ہوں گی۔ دیگر اگر آپ ہمارے سلسلہ طریقت اور ارادت میں شامل ہونا چاہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ آپ کسی فرصت کے وقت یہاں آ کر اس فقیر کے ہاتھ پر بیعت کر لیں گے۔ بعدہٗ آپ کو ہم اپنے طریقہ قادریہ کے چند آسان، سہل اور مختصر وظائف اور اوراد پڑھنے کے لیے بتا دیں گے۔ جن پر عمل درآمد کرنے سے ان شاء اللہ آپ کو دین و دنیا میں ترقی حاصل ہوتی رہے گی۔ لیکن یاد رہے کہ آپ کے اور ہمارے درمیان رشتۂ اتحاد و رابطہ محبت جس قدر زیادہ مضبوط اور استوار ہوگا اسی کے مطابق آپ کو ہمارا باطنی

Marfat.com

فیض حاصل ہوتا رہے گا۔ خالی بیعت کی ظاہری رسم ادا کرنی کافی نہ ہوگی۔

والسلام

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری عفی عنہ

❀❀❀

بنام ڈاکٹر محمد رفیق حجازی صاحب (ٹوبہ ٹیک سنگھ)

۷۸۶
ح۔م

لائل پور ۱۹۵۷۔۳۔۱۱

عزیزم ڈاکٹر صاحب دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ نے اپنے رسالے میں میرے لائل پور کے پتہ کا کوئی ذکر نہیں کیا کہ لائل پور میں مصنف کے پاس سے بھی یہ کتابیں مل سکتی ہیں۔ دیگر اس دفعہ آپ نے اپنے رسالہ میں اللہ تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت کا جو مضمون دیا ہے' پہلے تو آپ اس فقیر کو اپنے رسالہ میں بطور ایک نامہ نگار کے رکھ دیتے تھے لیکن اس دفعہ مضمون مذکورہ کے متعلق نہ آپ نے میرا نام لیا ہے اور نہ کتاب عرفان کا ذکر کیا ہے' حالانکہ میں نے پہلے بھی آپ کو کہا تھا کہ عرفان کے جس مضمون کو آپ اپنے رسالے میں درج کیا کریں اس کے ساتھ ماخوذ از کتاب عرفان لکھ دیا کریں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس فقیر کو اپنے رسالے سے نظر انداز کرتے جا رہے ہیں آپ کا یہ رویہ افسوسناک ہے۔ راہ سلوک میں انسان کو فنا کے بعد بقا کا درجہ ملتا ہے۔ کلمہ توحید میں پہلے نفی ہے پھر اثبات۔ طالب کو چاہئے کہ اپنی نفی کرے اور اپنے شیخ کا اثبات کرے تب فنا فی الشیخ کا درجہ ملتا ہے' اور بعدہ شیخ اسے اپنے نور سے زندہ کرتا ہے۔ لیکن اگر طالب الٹا اپنے شیخ کی نفی کرنے لگے اور اپنے آپ کو ثابت کرنے کی کوشش کرے تو اس رویے سے وہ سب کچھ کھو دیتا ہے۔

Marfat.com

آدمی پہلے محبت میں جو بگڑے تو بنے
جب ملے خاک میں دانہ تو شگوفہ نکلے

زیادہ کیا تحریر کروں، آپ ہوشیار آدمی ہیں۔ اپنے احوال سے مطلع کریں۔

والسلام

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری عفی عنہ

❀❀❀

بنام حکیم ضیاء الحق صاحب (اوکاڑہ)

۷۸۶
ح۔م

لائل پور ۱۹۵۷۔۳۔۲۸

عزیزم دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا مراسلہ موصول ہوا۔ احوال مندرجہ سے آگاہی ہوئی۔ یہ فقیر آپ کو اپنے خاص مخلصوں میں تصور کرتا ہے اور آپ کو اپنی خاص نگاہ اور توجہ میں رکھے ہوئے ہے۔ ان شاء اللہ آپ سعادت دارین سے بہرہ ور ہوں گے۔ قصیدہ غوثیہ کی جو ترتیب کتاب مخزن الاسرار وسلطان الاوراد میں مرقوم ہے اسی طرح پڑھا کریں۔ آپ کو اس کے پڑھنے کی اجازت ہے، اور سورۃ مزمل اگر تہجد کے بعد روزانہ اکتالیس دفعہ پڑھا کریں تو آپ کو بہت فائدہ ہوگا۔ ہر دفعہ سورۃ مزمل پڑھتے وقت اللہ لا الٰہ الا ھو پہلے پڑھ لیا کریں۔ باقی کتابوں کے اندر تصور اسم اللہ ذات اور تصور اسم محمد سرور کائنات ﷺ جس طرح لکھا ہوا ہے اس طرح پر ہر وقت تصور کیا کریں۔ ان شاء اللہ بیڑا پار ہو جائے گا۔ جس کلام کی اجازت طلب کرنی ہو یا جو ارادہ ہو بے کھٹکے پوچھ لیا کریں، شرمانے اور گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، باپ بیٹے کے درمیان شرمانے اور ڈرنے کی گنجائش نہیں رہتی۔

والسلام

Marfat.com

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری عفی عنہ

❀❀❀

بنام ماسٹر غلام نبی صاحب (بہاولپوری)

۷۸۶ / ح م

لائل پور ۸/۴/۱۹۵۷ء

عزیزم دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا مراسلہ موصول ہو کر کاشفِ حالات ہوا۔ آپ چونکہ فطرتاً خاموش واقع ہوئے ہیں اس واسطے اس فقیر نے محسوس کیا کہ شاید آپ شرم اور ادب کے لحاظ سے اپنے خیالات اور حالات کا اظہار نہیں کرتے' اس واسطے آپ کو جرأت اور دلیری دلانے کی خاطر یہ بات کہہ دی گئی تھی۔ گو طالب کے لیے اپنے مرشد کے آگے اسی طرح خاموش اور باادب رہنا چاہیے' ورنہ مرشد کو طالب کے مخفی حالات سے واقعی آگاہی ہوا کرتی ہے' اور میرا یہ کہنا آپ کو بولنے کا کچھ حوصلہ دلانا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر اپنے ساتھ کلام کی جرات دلانے کے لیے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ **وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَا مُوسَىٰ** کہ اے موسیٰ: تیرے دائیں ہاتھ میں کیا چیز ہے۔" ورنہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب سے موسیٰ علیہ السلام کی عصاء مخفی نہیں تھی۔ آپ نے خواہ مخواہ اس بات کو شک اور شبہ پر محمول کیا۔ طالب کو چاہیے کہ مرشد کے ہر قول وفعل کو حکمت اور نیکی پر محمول کرے۔ قرآن کریم میں موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کا واقعہ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ طالب کو باطنی علم اور روحانی فیض حاصل کرنے کے لیے مرشد کی نسبت اس قسم کا حسن ظن رکھنا چاہیے کہ اس کے جملہ حرکات اور سکنات اسے مرغوب خاطر اور پسندیدہ نظر آئیں' تب کہیں اسے حقیقی فیض حاصل ہوتا ہے۔ خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کی رفاقت اور انہیں باطنی علم سکھانے کی پہلی شرط یہی لگائی

Marfat.com

تھی کہ آپ میری کسی بات پر اعتراض نہیں کریں گے۔ لیکن چونکہ انسان فطرتاً جھگڑالو اور متجسس ونکتہ چین واقع ہوا ہے اسی واسطے وہ مجبوراً تینوں دفعہ اعتراض کر بیٹھے اور ھٰذا فراق بینی وبینک سننے پر مجبور ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہدایت نصیب کرے اور اپنی معرفت کی چاشنی چکھائے۔

والسلام

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری عفی عنہ

❀❀❀

بنام ڈاکٹر محمد رفیق حجازی صاحب (ٹوبہ ٹیک سنگھ)

لائل پور ۲۰ اکتوبر ۱۹۵۷ء ...... رحمانیہ ٹیکسٹائل ملز۔ پوسٹ بکس نمبر ۴

عزیزم ڈاکٹر صاحب دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ یہ فقیر کل لاہور سے لائل پور آ گیا ہے۔ کتاب کا کام ختم ہو گیا ہے صرف بائنڈنگ باقی ہے وہ مخلصم مولوی محمد حسین کے حوالے کر آیا ہوں۔ امید ہے وہ دو تین روز میں کام مکمل کر کے کتابیں لائل پور لے آوے گا۔ کتاب اس دفعہ بہت شاندار طریقے پر چھپ کر تیار ہو گئی ہے۔ کاغذ' لکھائی' چھپائی وغیرہ سب کام اللہ کے فضل سے باحسن وجہ سرانجام ہو گئے ہیں۔ اب کے دفعہ کتاب تقریباً تین سو اسی صفحات پر مشتمل ہو گئی ہے۔ آپ کی رقم مبلغ ایک سو روپے موصول ہو گئے تھے۔ کتاب پر تقریباً بارہ تیرہ سو روپیہ خرچ آ گیا ہے۔ اور کچھ اپنا اور کچھ یار دوستوں کی امداد اور کچھ قرض سے کام نکل گیا ہے۔ لیکن شکر ہے کہ چیز بہت عمدہ بن گئی ہے۔ آپ اسے دیکھ کر خوش وقت اور محظوظ ہوں گے۔ دیگر آپ نے لکھا ہے کہ کتاب مخزن الاسرار میں تصورات کا ذکر نہیں کیا' واقعی یہ کوتاہی یا نسیان سمجھو۔ اگر ابتداء میں آپ ہمیں یاد دہانی کراتے تو ہم اس موضوع پر اس کتاب میں کچھ لکھ دیتے لیکن اب وقت نہیں رہا۔ نیز ہم نے حضرت سلطان العارفینؒ کے حق میں بہت منظور اور مقبول چند مدحیہ پنجابی کلام (اسرار سلطانی) میں درج کر دی ہیں جن کی وجہ سے اس مجموعہ کو چار چاند لگ گئے

Marfat.com

ہیں۔ اس کے آخر میں اپنا شجرۂ سلسلہ طریقت بھی خود اردو میں نظم کر کے درج کر دیا ہے۔ دعاء سیفی مع ترجمہ سے مخزن الاسرار میں اضافہ ہو گیا ہے۔ صلوٰۃ الکبریٰ کے سات ضرب بمطابق ہفتے کے سات دنوں کے بنا دیئے ہیں تا کہ پڑھنے والے کو آسانی رہے۔ آپ باقی رقم یہاں لائل پور ارسال کر دیویں تا کہ قرضہ میں دے دی جاوے۔ زیادہ خیریت نصیب باد۔

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری

❀❀❀

بنام صوفی محمد شفیع صاحب لاہوری

۷۸۶
ح۔م

لائل پور ۱۹۵۷/۱۱/۷

عزیزم و مخلصم دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کے مرسولہ مبلغ پانچ روپے موصول ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کو آپ کو جزائے خیر عطا فرماوے اور آپ کی آمدنی اور کمائی میں برکت ڈالے۔ میری کتابوں کا مطالعہ کیا کریں' اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر فکر میں مشغول رہا کریں۔ اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس۔ بس یہی سعادتِ دارین کی کنجی ہے۔ اگر دنیا دار لوگ ظاہری عارضی مال ومتاع جمع کر رہے ہیں تو آپ دار آخرت کی ابدی متاع جمع کرنے کی کوشش کریں جو ہمیشہ کے لیے کام آئے گی اور کبھی فنا اور ختم نہ ہو گی۔

ایک اور مراسلے میں صوفی صاحب کو لکھا "یہ فقیر آپ کو ہر وقت دعائے خیر سے یاد کرتا ہے اور اپنی خاص توجہ اور نظر میں رکھے ہوئے ہے۔ ان شاء اللہ آپ اپنے دینی اور دنیوی مقاصد میں ہمیشہ کامیاب ہوں گے۔ ہر وقت اللہ اللہ کیا کریں اور اپنے مولا کی یاد سے کسی وقت غافل نہ رہیں۔

والسلام

دعا گو فقیر نور محمد سروری قادری۔

رحمانیہ ٹیکسٹائل ملز۔ جھنگ روڈ۔ پوسٹ بکس نمبر ۸ لائل پور۔

بنام ماسٹر غلام نبی صاحب بہاولپوری

۷۸۶
ح۔م

لائل پور ۱۹۵۷۔۱۱۔۱۸

عزیزم و مخلصم دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا مراسلہ موصول ہو کر کاشف حالات ہوا۔ آپ کی خواب میں بیداری مراقبے کی ابتداء اور دل کی زندگی پر دلالت کرتی ہے اور اس بیداری میں آپ جو کچھ دیکھتے رہے ہیں اور ساتھ ہی کلمہ، درود اور لاحول وغیرہ پڑھتے رہے ہیں اور وہ چیز اور حالت برقرار رہی ہے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ مقام حق تھا اور اس میں باطل یعنی نفسانی اور شیطانی معاملات کا کچھ دخل نہیں تھا، اور جو دربار شریف کچے کوٹھے کی صورت میں نظر آتا تھا وہ دربار شریف کی پہلی ابتدائی صورت تھی، کیونکہ حضرت سلطان العارفینؒ کا مزار پہلے کچی مٹی کا بنایا گیا تھا اور اس کے اردگرد کچی چھوٹی سی دیوار تھی، بعدہٗ اس پر ایک چھپر بنایا گیا تھا، بعدہ کچا کوٹھہ بنایا گیا تھا۔ پکے محل کو تو ستر اسی سال ہو گئے ہیں کہ بنایا گیا ہے۔ اور جس وقت حضرت کے مزار پر کچا کوٹھہ تھا اس وقت کا فیضان اور نور کا ظہور بہ نسبت آج کے پکے محل کے بڑھ چڑھ کر اور زوروں پر تھا، جیسا کہ اگر کوئی شخص حضرت سرور کائنات ﷺ کے مزار اور روضہ اول کو اس صورت میں دیکھے جب کہ آپ ﷺ کا مزار مبارک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کی صورت میں تھا تو وہ موجودہ عالیشان پختہ حرم نبوی ﷺ سے باطنی مرتبے میں بڑھ کر ہو گا۔ سو آپؒ (یعنی حضرت سلطان العارفینؒ) کے مزار کا کچے کوٹھے میں دیکھنا بہت بہتر تھا لیکن آپ کو اپنی بے سمجھی کے سبب اس کی قدر معلوم نہ ہوئی اور آپ کی طبیعت اس سے نفرت کرنے لگی، اس واسطے آپ وہ نعمت کھو بیٹھے حالانکہ آپ نے باطن میں لاحول وغیرہ سے اس کی تصدیق اور تصحیح بھی کر لی۔ آپ تصور اسم اللہ ذات اور تصور اسم حضرت سرور کائنات صلعم کی مشق کریں اور رسالہ روحی ذرا زیادہ تین یا پانچ دفعہ روزانہ پڑھیں، ان شاء اللہ معاملہ درست ہو جائے گا۔ باقی یہ فقیر بھی آپ کی طرف ہر وقت متوجہ رہتا ہے اور آپ کی باطنی

Marfat.com

نگرانی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔

والسلام

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری۔ رحمانیہ ٹیکسٹائل ملز

❀❀❀

بنام صوفی محمد شفیع صاحب لاہوری

ص۸۶
ج۔م

لائل پور ۱۹۵۷۔۱۱۔۲۸

مخلصم و عزیزم دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا مراسلہ موصول ہو کر کاشف حالات ہوا۔ شکر ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو کامیاب فرمایا ہے۔ آئندہ بھی اللہ تعالیٰ آپ کا یاور اور ناصر ہو۔ اور اپنے احوال خیریت سے گاہ بے گاہ مطلع کرتے رہا کریں' اور ہر وقت اپنے مالک اور مولیٰ کی یاد میں محو اور منہمک رہا کریں۔ کوئی دم اس کی یاد سے خالی اور غافل نہ جائے۔ زندگی چند روزہ ہے اور دولت دنیا فانی اور آنی جانی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی اطاعت دولت جاودانی ہے۔ یہی توشہ اور زادِ راہ آخرت ہے۔ اس کی تلاش اور فراہمی میں مستعد اور کمر بستہ رہیں۔ اللہ بس باقی ہوس۔ آپ کے گھر والوں کو سلام۔ بچوں کو پیار۔

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری عفی عنہ

❀❀❀

Marfat.com

بنام ڈاکٹر محمد رفیق حجازی صاحب (ٹوبہ ٹیک سنگھ)

۲۸۶
خ۔م

لائل پور ۷ ۱۹۵۷۔۱۱۔۳۰

عزیزم ڈاکٹر صاحب دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ وائس پریذیڈنٹ شپ کے الیکشن میں آپ کی ناکامی سے دل کو بہت دکھ ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی حکمت مخفی ہوتی ہے۔ قولہ تعالیٰ

﴿وَ عَسٰٓی اَنْ تَکْرَهُوْا شَیْئًا وَّ هُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ وَ عَسٰٓی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْئًا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّکُمْ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (البقرہ:۲۱۶)

''یعنی قریب ہے کہ تمہیں کوئی بات بری لگے اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے اور وہ تمہارے حق میں بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''

((فعل الحکیم لا یخلوا عن الحکمۃ))

''حکیم کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔''

آپ پہلے بھی کافی زیادہ مشغول تھے اگر یہ بلا گلے پڑ جاتی تو خدا جانے آپ کو سر کھجلانے کی بھی فرصت نہ ملتی۔ داناؤں نے سچ کہا ہے۔

کار دنیا دراز بے دارد
ہرچہ گیرید مختصر گیرید

''یعنی دنیا کے کام طوالت کے حامل ہیں' لہٰذا ان میں سے تھوڑے کو اختیار کرو۔''

پہلے آپ کی ممبر شپ لوگوں کو نہیں بھاتی تھی۔ صاحب النعمۃ محسود (نعمت کے حامل سے حسد کیا جاتا ہے) آپ کی روز بروز ترقی پر حاسدوں کی بدنظریں دونالی بندوق کی طرح لگی ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ان کی بدنظروں سے محفوظ اور مامون رکھے۔ اس ناکامی سے مایوس اور ملول نہ ہووین۔ اللہ تعالیٰ اس کے عوض آپ کو کوئی اور بڑی کامیابی عطا فرمائے گا۔

Marfat.com

ہاں مشو نومید چوں واقف نہ ز اسرار غیب
باشد اندر پردہ بازیہائے پنہاں غم مخور

"یعنی ناامید نہ ہو اس لیے کہ تو غیب کے بھیدوں سے نا آشنا ہے' پردے کے اندر اور کھیل پوشیدہ ہو سکتے ہیں لہٰذا غم مت کر۔"

والسلام

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری

❀❀❀

بنام محمد اختر گل صاحب لاہوری

۷۸۶
ح۔م

لائل پور ۱۹۵۸۔۳۔۶

مخلصم محمد اختر صاحب دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا مراسلہ موصول ہو کر کاشف حالات ہوا۔ مسٹر ابوبکر غزنوی صاحب نے لکھا ہے کہ والد صاحب مجھے رسالہ روحی پڑھنے نہیں دیتے کیونکہ اس میں غیر اللہ سے استعانت کی جاتی ہے اور یہ حرام ہے۔ سو فقیروں کے پاس جانا اور ان سے دعائیں منگوانا وغیرہ جب یہ سب باتیں ناجائز ہیں تو پھر یا تو صبر کر کے جو سر پر گزرے اسے نبھاتا جائے یا خود ان کے والد صاحب ان کی باطنی یا ظاہری امداد فرماویں کیونکہ یہ آفت اور بلا بھی انہی کی طفیل آئی ہے۔ آپ غزنوی صاحب کو کہیں کہ میری کتاب انگریزی "ایکسپورنگ دی سائیکک ورلڈ" جلدی ڈاک میں ارسال کر دیویں۔ دیگر آپ نے اپنی باطنی بے بضاعتی اور دل کی بے اطمینانی کی بابت لکھا ہے' آپ کے راستے میں بھی آپ کے رفیق مسٹر غزنوی صاحب کی طرح اسی قسم کے روڑے اور رکاوٹیں حائل ہوں گی۔ جب مریض علاج سے کترائے اور جو تریاق اس کے لیے تجویز کیا جائے اسے زہر سمجھ کر منہ نہ لگائے تو

Marfat.com

ایسے مریض کا علاج کون کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو صحیح سمجھ عطا کرے۔

والسلام

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری عفی عنہ

❀❀❀

بنام حکیم ضیاء الحق صاحب (اوکاڑہ)

۷۸۶
ج۔م

لائل پور ۱۹۵۸۔۵۔۲۴

عزیزم دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا مراسلہ جس میں دوائی اور ٹائپ شدہ مراسلہ تھا موصول ہوا۔ آج کل جو لوگ حج یا مقامات مقدسہ کی زیارت کو جاتے ہیں' ان میں اکثر لوگ سمگلنگ کی نیت سے جاتے ہیں۔ مجھے اس بات پر بڑی حیرت ہوتی تھی کہ لوگ مقامات مقدسہ کو اس کثرت سے کیوں جاتے ہیں۔ اب یہ راز کھلا کہ یہ سب سمگلنگ' چور بازاری اور ناجائز تجارت کی مار ہے' لہٰذا پاسپورٹ بنانے والے ملازمین اور افسران اس لیے ان پر پہلے ہاتھ صاف کرتے ہیں کہ جب یہ لوگ لاکھوں کا کاروبار کرنے اور نفع کمانے جا رہے ہیں تو ہمارا بھی اس میں حصہ ہونا چاہئے۔ آپ کے پاسپورٹ میں بھی تمام رکاوٹیں اسی لیے پیدا ہو رہی ہیں۔ لہٰذا اب آپ صبر کر کے بیٹھ جائیں اور سارا معاملہ ہمارے لاہور کے مخلص محمد شفیع پر چھوڑ دیں اور آئندہ اس سلسلے میں ایک پائی بھی خرچ نہ کریں۔ کراچی میں بھی تین ماہ کے لیے ہر جگہ کا پاسپورٹ بن جاتا ہے۔ ہم نے صرف حرمین شریفین جانا ہے' وہ بھی جس وقت قسمت ہوئی جائیں گے' غیر موسم حج میں پاسپورٹ بہت آسانی سے بن جایا کرتا ہے۔ ورنہ مخلصم محمد اسلم خٹک سفیر افغانستان کے ذریعے بہت جلدی ہمارا پاسپورٹ بن جاوے گا۔ پہلے زمانے میں

Marfat.com

جب لوگ محض اللہ کی خاطر نیک نیت لے کر حرمین شریفین یا مقامات مقدسہ کو جایا کرتے تھے تو پاسپورٹ وغیرہ کا دھندا بھی نہیں تھا۔ جب سے لوگوں کی نیتیں بدل گئی ہیں ان پر طرح طرح کی پابندیاں عائد ہو گئیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دین و دنیا میں ان شاء اللہ سرفراز فرماوے گا۔

والسلام

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری

❀❀❀

بنام ڈاکٹر محمد رفیق حجازی صاحب

۷۸۶
ح۔م

لائل پور ۱۹۵۸۔۶۔۱۰

کس نیاید بزیر سایہ بوم
ور ہما از جہاں شود معدوم

"اگر ہما دنیا سے ناپید ہو جائے تو بھی کوئی اُلو کے سائے میں نہ آئے گا۔"

عزیزم ڈاکٹر صاحب دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔ ایک شخص نے اس فقیر کے برخلاف پروپیگنڈا شروع کر رکھا ہے کہ اس فقیر کو دربار شریف کے کسی سجادہ نشین سے بیعت اور خلافت حاصل نہیں ہے اس واسطے اس فقیر کی بیعت ٹھیک اور درست نہیں ہے اس بنا پر وہ میرے مخلصوں کو مجھ سے بدظن اور بدگمان کرتا پھرتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ایک دفعہ اس فقیر نے اپنی بہت سی کتابیں چلانے کے لیے اس کے حوالے کی تھیں چنانچہ وہ سب کی رقم کھا گیا۔ اب کے دفعہ میں نے اسے کتابیں چونکہ نہیں دی ہیں اس واسطے اس دکھ اور درد کی وجہ سے اس نے میرے برخلاف یہ جھوٹا پروپیگنڈا شروع کر رکھا ہے۔ چنانچہ سنا ہے کہ آپ

Marfat.com

بھی کسی قدر اِس کے اس جھوٹے پروپیگنڈا کا شکار ہو گئے ہیں اور چند روز سے کشیدہ نظر آتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب! مجھے ایسے تنگ مزاج' کم ظرف مرید طالبوں کی مطلق ضرورت نہیں ہے جو کسی اہلِ غرض کی معمولی بکواس سے سالہا سال کی خدمتوں کو ضائع کر کے مرشد سے بگڑ کر پھر جائیں اور خس و خاشاک کی طرح کسی گوزخر کے ہوا کے جھونکے سے اڑ کر ادھر سے ادھر ہو جائیں اور اپنی جگہ چھوڑ جائیں۔

اللہ تعالیٰ شاہد حال ہے کہ آج طریقہ قادری میں جو باطنی اور روحانی نسبت اس فقیر کو اللہ تعالیٰ' ان کے رسول مقبول ﷺ، اپنے پیر محبوب سبحانی اور مرشد حضرت سلطان العارفینؒ کے ساتھ حاصل ہے آج روئے زمین پر وہ کسی کو حاصل نہیں ہے۔ باقی رہا ظاہری بیعت اور خلافت کا معاملہ سو میں اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر سمجھ کر بالکل سچ کہتا ہوں کہ مجھے پہلے تو بچپن ہی میں اپنے والد صاحب نے حضرت صالح محمد صاحب سے بیعت کرایا تھا اور مجھے وہ وقت اور زمانہ آج تک یاد ہے۔ بعدہٗ میں نے حضرت نور احمد صاحبؒ سے ہماری کلاچی کے ایک موضع مڈی میں بیعت کی' بعدہٗ انہوں نے میرے والد صاحب کی موجودگی میں مجھے خلافت نامہ بھی لکھ دیا تھا' حالانکہ اس وقت مجھے لوگوں کو بیعت کرنے اور طالب مرید بنانے کا وہم و گمان بھی نہیں تھا' جو مجھ سے کوئٹہ کے زلزلے میں گم ہو گیا تھا۔ بعدہٗ حضرت محمد امیر سلطان صاحبؒ کو جن دنوں یہ فقیر کتاب نور الہدیٰ فارسی اور مشکوٰۃ شریف سنایا کرتا تھا' انہوں نے ایک دن فرطِ محبت سے اپنے سر سے اپنی کالی پگڑی اتار کر اس فقیر کے سر پر باندھ دی تھی۔ دربار کے اکثر فقراء اور موجودہ صاحبزادگان کو یہ واقعہ یاد ہے۔ موجودہ سجادہ نشین اس فقیر کے شاگرد ہیں' ان سے واقعی اس فقیر کو نہ بیعت کی ضرورت ہے نہ رسمی خلافت کی حاجت ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ "صاحب النعمة محسود" جس شخص کو کچھ نعمت حاصل ہو اس پر ساری دنیا حسد کرتی ہے۔ میری موجودہ عزت اور توقیر کسی بشر کو نہیں بھاتی' لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی داد اور عطا ہے اور اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جو اسے مٹانے کی کوشش کریں گے وہ خود مٹ جائیں گے۔

Marfat.com

مٹتے ہیں‘ مٹ گئے‘ مٹ جائیں گے اعداء تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

ہمارا یہ شجرۃ النور اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے پاک نوری ہستیوں کے ہاتھوں سے لگا ہے تو وہ دن بدن بڑھتا اور پھلتا پھولتا اور بار آور ہوتا چلا جائے گا اور حاسد اسے دیکھ کر جلتے‘ سڑتے اور مرتے مٹتے چلے جائیں گے۔ ڈاکٹر صاحب! آپ تو سمجھ دار آدمی ہیں‘ مجھے امید نہیں کہ آپ جیسے صاحب استعداد طالب اس بے سرو پا پروپیگنڈہ سے متاثر ہوں اور سالہا سال کی خدمات کو رائیگاں جانے دیں۔

سنگے بچند سال شود لعل اے حکیم
زنہار تا بیک نفس نشکنی بسنگ

''یعنی پتھر سالوں بعد لعل کی صورت اختیار کرتا ہے‘ خبردار! تو کہیں اسے پتھر سمجھ کر ایک دم میں توڑ نہ ڈالے۔''

افسوس ہے کہ اگر مجھے خودستائی اور فریب عمارت کا خوف لاحق نہ ہوتا تو میں ایسی بات لکھ دیتا جسے دیکھ کر آپ حیران اور دنگ رہ جاتے۔ العاقل تکفیۃ الاشارہ (عاقل کے لیے اشارہ کافی ہے)

دیگر آپ پر اس واسطے اس نے ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کی ہے کہ میرے مخلصوں میں سے آپ ہی ایک ایسے مخیّر آدمی تھے جو کتابوں کے معاملے میں بیش از بیش امداد کرتے تھے اور اسے یہ دکھ لاحق تھا۔

والسلام
دعا گو
فقیر نور محمد سروری قادری

❀❀❀

بنام صوفی محمد شفیع صاحب لاہوری

۴۸۶
ح۔م

لائل پور ۱۹۵۸۔۶۔۱۷

عزیزم دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ امید ہے آپ بمعہ جملہ متعلقین ولواحقین خیریت سے ہوں گے۔ یہاں تا حال ہر وجہ سے خیریت ہے۔ آپ کا مرسولہ منی آرڈر مبلغ ۱۰ روپے کا موصول ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزاء خیر عطا فرماوے۔ آج کل گرمی دن بدن بڑھ رہی ہے۔ بارش نہیں ہوئی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ رحم فرماوے۔ اللہ اللہ کیا کریں اور ایک پل اپنے مالک کی یاد سے غافل نہ رہیں۔ دونوں جہاں کی سعادت اسی میں ہے۔ یہ چند روزہ زندگی مستعار میں ملی ہوئی ہے۔ اور زندگی کے سانس معدود عطا کیے گئے ہیں۔ جو سانس اللہ تعالیٰ کی یاد سے نکلتا ہے وہ ایک گوہر بے بہا بن کر ذاکر کے لیے آخرت کے ابدی بنک اور سٹور ہاؤس میں جمع ہوتا ہے۔ اور جو سانس غفلت سے نکلتا ہے وہ انسان کے لیے وبال جان اور زوال ایمان اور موجب کفران بنتا ہے۔ دنیا آنی جانی ہے اور آخرت دولت ابدی و جاودانی ہے۔

زندگی وصل ترا موت جدائی تیری
تو نہ ہو پاس تو پھر جینے میں کیا رکھا ہے

والسلام

دعا گو فقیر نور محمد سروری قادری عفی عنہ

Marfat.com

بنام صوفی محمد شفیع صاحب لاہوری

۴۸۶
ح۔م

لائل پور ۱۹۵۸۔۷۔۱۲

عزیزم دام اقبالکم،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا مراسلہ موصول ہوا۔ آپ کی مرسولہ کتاب وظائف اور منی آرڈر موصول ہوئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرماوے۔ دربار شریف جانے کی بابت آپ بار بار لکھتے ہیں' سو واضح ہو کہ آپ پہلے کبھی دربار شریف نہیں گئے اور آپ کو وہاں کے حالات معلوم نہیں ہیں۔ آج کل گرمی کا موسم ہے اور وہاں رہائش کے لیے نہ کوئی سایہ دار اور ہوادار مکان ہے نہ درخت' نہ کھانے کی کوئی دکان وغیرہ ہے' اور دربار میں اس قدر بھیڑ ہوتی ہے کہ زیارت کے لیے محل میں قدم رکھنے کو جگہ نہیں ملتی۔ غرض سخت افراتفری کا عالم ہوتا ہے۔ کسی اچھے موسم میں انسان وہاں جا کر فائدے میں رہتا ہے۔ یہ فقیر اگر گیا بھی تو ایک دو روز کے لیے ۹، ۱۰ محرم کو حاضری دے کر واپس آجائے گا۔ ورنہ اگر موسمی حالات خراب ہوئے تو نہیں جاؤں گا' کسی اچھے موسم میں جانے کا خیال ہے۔

والسلام

جملہ پُرسندگان صاحبان کو سلام

دعا گو: فقیر نور محمد سروری قادری

❀❀❀

بنام صوفی محمد شفیع صاحب لاہوری

۸۶ ح۔م

از لائل پور ۱۹۵۹۔۱۔۳۰

مخلصم و مشفقم دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کے مراسلے موصول ہوتے رہے ہیں' لیکن اس فقیر کی طبیعت بہت روز ناساز رہی' اس واسطے جواب میں دیری واقع ہو گئی ہے۔ آپ گھبرائیں نہیں اللہ تعالیٰ سب مشکلات آسان فرما دے گا۔ سورہ لایلف قریش روزانہ بعد نماز صبح ۴۱ بار

Marfat.com

اور سورہ انا اعطینک الکوثر ۴۱ دفعہ اول آخر درود شریف پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے کشائش اور نصرت کی دعا طلب کریں۔ دیگر میں نے محمد اختر صاحب گل کو لکھا تھا کہ ہمارا اپنے وطن جانے کا ارادہ ہو گیا ہے اور ہمارے پاس کچھ اپنی گندم پڑی ہے' اسے اپنے وطن لے جانے کے لیے پرمٹ کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے پرمٹ کا انتظام ہو سکے تو آپ اور وہ ہر دو کوشش کریں۔ اس بھلے مانس نے خط کا جواب بھی نہیں دیا۔ میری طبیعت ابھی تک ناساز اور کمزور ہے۔ حالات معلوم کر کے جلدی جواب دیں گندم کوئی آٹھ نو بوریاں ہوں گی۔

والسلام

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری

❀❀❀

بنام ڈاکٹر محمد رفیق صاحب حجازی (ٹوبہ ٹیک سنگھ)

۷۸۶
ح۔م

ڈیرہ اسمٰعیل خان ۲ مارچ ۱۹۵۹

عزیزم ڈاکٹر صاحب دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا مراسلہ موصول ہو کر کاشف حالات ہوا۔ یہ فقیر خیریت سے بمع اہل و عیال اور ساز و سامان ڈیرہ اسمٰعیل خان پہنچ گیا ہے اور ایک کرایے کے مکان میں قیام پذیر ہو گیا ہے جو عمدہ اور موزوں ہے اور جب تک آب و دانہ یہاں لکھا ہے زندگی کے دن گزاریں گے۔ لائل پور میں ہمیں ہر قسم کا آرام حاصل تھا' یہاں ہمیں چند مزید فوائد حاصل ہیں اور وہاں کثرت رجوعات خلق سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ یکسوئی میں خلل واقع ہوتا تھا۔ (۲) مزید تصنیف و تالیف کے لیے وقت نہیں ملتا تھا' یہاں کسی قدر فراغت اور فرصت حاصل ہے۔ (۳) لائل پور کی نسبت یہاں کی آب و ہوا اچھی ہے۔ (۴) اپنے ہم وطنوں اور خویشوں سے ہمارے گھر کے آدمی ملنے میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔ آئندہ اللہ تعالیٰ

Marfat.com

مالک اور مختار ہے۔

والسلام
دعا گو
فقیر نور محمد سروری قادری

❀❀❀

بنام صوفی محمد شفیع صاحب لاہوری

۷۸۶
ح۔م

ڈیرہ اسمٰعیل خان ۱۹۵۹۔۴۔۱۶

عزیزم و مخلصم دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا مراسلہ اور مبلغ دس روپے کا منی آرڈر موصول ہوئے تھے۔ میں عدیم الفرصتی کی وجہ سے خط نہیں لکھ سکا۔ ڈاک بہت ہوتی ہے' آہستہ آہستہ جواب دے سکتا ہوں۔ شکر ہے آپ کی ترقی ہوگئی ہے۔ آئندہ بھی اللہ تعالیٰ آپ کو ترقی پر ترقی عطا فرماتا رہے۔ ریویو کے لیے میں خود مضمون تیار کر رہا ہوں۔ عنقریب ارسال کر دوں گا۔ جیل میں اگر کتابیں لگ جائیں تو بہت مفید ثابت ہوں گی۔ پہلے بھی ایک دفعہ سنگاپور جیل میں میری کتابوں کے مطالعہ سے بے شمار قیدی مستفید ہو کر راہ راست پر آ گئے تھے۔ میری کتابوں کا چلنا ایک خاموش اور بہت آسان تبلیغی کام ہے۔ نہ گلا پھاڑ پھاڑ کر دھواں دھار تقریر کی حاجت ہوتی ہے اور نہ جلسہ یا جلوس بلانے کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ بس کتاب چند گھنٹوں کے لیے عاریتاً ہاتھ میں تھما دینے سے کام بن جاتا ہے۔ خود بخود مطالعہ سے کتاب اہل مطالعہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف راغب اور مائل کر دیتی ہے۔ لیکن یہ بات یاد رہے کہ کتاب بالکل چند روز کے لیے دے دینی ٹھیک نہیں ہے۔ کیونکہ اکثر آدمی کتاب ایک دفعہ پڑھ کر دوبارہ اس کے مطالعہ کو ضروری نہیں سمجھتے اور کتاب واپس کر دیتے ہیں اور پیسے خرچ کرنا انہیں مشکل ہو جاتا ہے۔ سو دفتر میں ایک دو گھنٹوں کے لیے کتابِ مطالعہ کے لیے دے دینی

درست ہے۔ جو اس کے اہل ہوتے ہیں وہ چند اوراق پڑھنے سے خود بخود کتاب کے گرویدہ بن جاتے ہیں۔ اگر کسی فرصت کے وقت مولوی ارشد صاحب کے پاس جا کر اس کا حال معلوم کر لیویں کہ وہ جو انجمن خدام الاولیاء کے نام سے بنا رہے تھے اس کے لیے شالامار باغ کے قریب زمین پر کوئی عمارت وغیرہ کا کام شروع کیا ہے یا نہ اور کیا ارادے اور منصوبے ہیں۔

والسلام

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری عفی عنہ

بنام ڈاکٹر محمد رفیق حجازی صاحب (ٹوبہ ٹیک سنگھ)

۸۶ ے
ح۔م

ڈیرہ اسمٰعیل خان ۱۹۵۹۔۶۔۱۴

عزیزم ڈاکٹر صاحب دام اقبالکم وافضالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کے ہر دو مراسلہ جات بیک وقت موصول ہوئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دارین میں سرفراز فرماوے کہ اس فقیر کی کتابوں کی توسیع اشاعت میں سعی کرتے اور اس فقیر کی صحت کا خیال رکھتے ہیں۔ یہ فقیر عرفان حصہ دوم کو دوبارہ ترتیب دے رہا ہے اور اس میں کچھ اصلاحات اور اضافات بھی کر رہا ہے۔ خدا کرے یہ دوسرا حصہ حسب منشا اور خاطر خواہ طور پر مرتب ہو کر چھپ جاوے اور اس کا انگریزی ترجمہ بھی شائع ہو جائے۔ ہماری زندگی کا پیمانہ اب لبریز نظر آتا ہے۔ خدا جانے کتنے دن باقی رہ گئے ہیں۔ ایمان کی سلامتی اور مولیٰ پاک کی رضا مندی سے اگر خاتمہ ہو جائے تو زہے قسمت۔ خدا کرے بقایا ایام صحت سے گزر جائیں اور یہ باقی چند کتابیں زندگی میں اس فقیر کے ہاتھوں سے پایۂ تکمیل تک پہنچ جائیں ورنہ موت کا کوئی خوف نہیں اور نہ ہی مزید زندگی کی کوئی خواہش باقی ہے۔

Marfat.com

نوٹ: آپ کا جو دوست لندن میں رہتا ہے جس نے پچھلے دنوں کچھ رقم بھی ارسال کی تھی، اگر اسے عرفان کی انگریزی کاپی ارسال کر دیویں اور وہاں کے روحانی اخبار ''سائیکک نیوز لنڈن'' میں اس کا ریویو اور تبصرہ نکالا جاوے تو بہت بہتر ہوگا۔

والسلام

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری

❀❀❀

بنام صوفی محمد شفیع صاحب لاہوری

۸۶ے
ح۔م

ڈیرہ اسمٰعیل خان ۱۹۵۹۔۷۔۵

مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

عزیزم دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کی اس سعی اور کوشش کا یہ فقیر تہ دل سے معترف اور شکر گزار ہے اور آپ نے یہ بڑا تیر مارا ہے کہ ہماری کتابوں کو ایک بڑے بھاری افسر جیل خانہ جات کے ذریعے تمام جیلوں کی لائبریریوں میں منظور فرما دیا ہے اور لاکھوں گمگشتگان بادیہ ضلالت ان کے مطالعہ سے ہدایت پا کر راہ راست پر آتے رہیں گے، اور بمصداق الدال علی الخیر کفاعلہ (نیکی پر دلالت کرنے والے کو بھی نیکی کا ثواب ملتا ہے) آپ ان تمام لوگوں کی نیکی اور ہدایت میں برابر کے حصہ دار اور شریک کار ہوں گے اور قیامت تک اس خیرات جاریہ کا فیض آپ کو پہنچتا رہے گا۔

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

''یعنی یہ سعادت بزور بازو حاصل نہیں کی جا سکتی جب تک اللہ تعالیٰ نہ عطا فرما

Marfat.com

دے۔'' مولف

والسلام

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری

❀❀❀

بنام ڈاکٹر محمد رفیق حجازی صاحب (ٹوبہ ٹیک سنگھ)

۷۸۶
ح۔م

ڈیرہ اسمعیل خان ۲۵ اگست ۱۹۵۹

عزیزم ڈاکٹر صاحب دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا مراسلہ موصول ہوا۔ ابھی ''اسرار سروری'' مکمل طور پر مرتب نہیں ہوئی۔ اس کا کچھ حصہ میں نے عرفان حصہ دوم کے چند اوراق کی زینت بنا دیا ہے جس سے کتاب کی دلچسپی بڑھ جائے گی اور اسے چار چاند لگ جائیں گے۔ آپ نے بیسویں صدی کے مشاہیر تصوف اسلام کے حالات پر کتاب لکھنے کا تہیہ کیا ہوا ہے' خیال اچھا ہے لیکن بیسویں صدی میں کوئی بھی صحیح معنوں میں کامل فقیر اور صوفی مشکل سے گزرا ہے اور یہ قحط الرجال کا زمانہ ہے۔ آپ اگر اس زمانے کے دکاندار صوفیاء کا ذکر کریں گے تو خواہ مخواہ ان کی تعریف وتوصیف میں مبالغے اور غلو سے کام لیں گے جو کسی طرح بھی درست نہیں ہوگا' بہر حال جس طرح آپ کی مرضی۔

آپ نے صدر پاکستان جنرل محمد ایوب خان اور حبیب الرحمن صاحب وزیر تعلیم کو جو انگلش عرفان ارسال کی ہیں وہ بہت اچھا کیا ہے۔ خدا کرے انہیں کتاب کے چند اوراق پڑھنے کی فرصت ہو پھر تو ضرور کتاب انہیں متاثر کئے بغیر نہیں رہے گی۔

زندگی کے دن کٹ رہے ہیں اور دار آخرت کے قریب تر ہوتے جا رہے ہیں۔ چند دن میں

Marfat.com

وہاں پھر رہے ہوں گے، پھر دنیا ہمیں یاد کرے گی اور ہمیں تلاش کرے گی پر ہم نہیں مل سکیں گے۔

والسلام

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری

❀❀❀

بنام محمد اختر گل صاحب لاہوری

۷۸۶
ح۔م

از ڈیرہ اسمٰعیل خان ۱۹۵۹۔۱۰۔۲۸

عزیزم اختر صاحب دام اقبالکم

السلام علیکم! آپ کا مراسلہ موصول ہوا۔ یہ فقیر ایک ہفتہ عشرہ تک بمع اہل و عیال لائل پور روانہ ہونے کا ارادہ رکھتا ہے اور وہاں جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہے مستقل طور پر قیام کرنے کا ارادہ ہے۔ آپ کا مرسولہ پمفلٹ جو مخلصم مولوی ارشد صاحب نے مرتب کیا ہے موصول ہو گیا ہے۔ ارشد صاحب نے خوب طبع آزمائی کی ہے لیکن اس فقیر کی حد سے زیادہ تعریف کی ہے جس کا یہ فقیر سزاوار نہیں ہے۔ خیر ان کا حسن ظن ہے اللہ تعالیٰ انہیں اپنے حسن ظن کی جزائے خیر عطا فرماوے۔

آپ نے اچھا کیا کہ لڑکے کو قرآن کے حفظ میں ڈال دیا ہے لیکن پہلے لڑکے کی ذہانت معلوم کرنی چاہئے کہ آیا بچہ قرآن حفظ کر سکے گا، کیونکہ یہ بہت مشکل کام ہے۔ تجوید سے قرآن پڑھ لینا بھی کافی ہے۔ خیر جس طرح آپ کی مرضی ہو۔

والسلام

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری

Marfat.com

بنام محمد اختر گل صاحب لاہوری

۷۸۶
ح۔م

لائل پور ۱۹۶۰۔۱۔۲۴

عزیزم اختر صاحب دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کے مرسولہ کتاب عرفان کے انگریزی تبصرے موصول ہوئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس سعی کے عوض سعادت دارین مرحمت فرماوے۔ مولوی ارشد صاحب کو اپنے دنیوی مشاغل سے فرصت نہ مل سکی ہوگی کہ اپنا بوجھ آپ پر ڈال دیا ہے۔ اچھا ماشاء اللہ۔ ابوبکر غزنوی نے اپنے تبصرے میں اپنا موروثی اہل حدیثی زہر اگل دیا ہے۔ اس کو کہیں کہ اگر اہل قبور سے استمداد والی حدیث وضعی ہے اور ان سے استمداد ناجائز اور شرک ہے تو آپ کیوں اپنی مصیبت کے وقت داتا صاحب کے دربار کے چکر کاٹتے پھرتے تھے۔ اس وقت آپ کی توحید کہاں غائب ہوگئی تھی۔ دیگر حدیث کی صحاح ستہ کے علاوہ اور بھی کتابیں موجود ہیں جن کے اندر اگرچہ کچھ ضعیف احادیث درج ہیں لیکن ان کے اندر ایسی صحیح احادیث بھی مرقوم ہیں جو صحاح ستہ میں نہیں ہیں۔ سنا ہے کہ یہ حدیث کسی قدر مختلف صورت میں کتاب اخلاق جلالی اور حصن حصین میں موجود ہے اور وہاں اغلباً اسی طرح مرقوم ہوگی۔ اذا تحیر تم فی الامور فاستعینوا اهل القبور اور اس میں ''من'' کا لفظ نہ ہو اور یہ کتابت کی غلطی ہو۔

والسلام

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری عفی عنہ

بنام محمد اختر گل صاحب لاہوری

لائل پور ۱۹۶۰۔۵۔۱۸

۷۸۶
ح۔م

عزیزم اختر صاحب دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا دوسرا مراسلہ بھی موصول ہو کر کاشف احوال ہوا۔ میرے خیال میں اگر آپ سائیکک نیوز لنڈن کے مینیجر کو ایک خط ہوائی ڈاک میں لکھیں یا کراچی میں کوئی بک ایجنسی بنام لنڈن بک سٹال ہو گی اسے خط لکھیں کہ وہ ہمیں کوئی ایسا پمفلٹ یا رسالہ یا کتاب ارسال کر دے جس میں تمام یورپ اور امریکہ کے موجودہ سپرچولسٹ اخباروں، رسالوں، میگزینوں اور سوسائیٹیوں کے نام اور پتے موجود ہوں جو مذہب اور روحانیت یعنی سپرچولزم کی اشاعت میں لگی ہوئی ہوں، اگر اس قسم کی فہرست لنڈن بک سٹال کراچی یا سائیکک نیوز لنڈن سے حاصل ہو جائے تو پھر خط و کتابت کے ذریعے ہم ان سے رابطہ قائم کر لیں گے اور اپنی کتاب کی بابت ہر قسم کی ایڈورٹائزمنٹ کر سکیں گے۔ راولپنڈی میں بھی اس قسم کا ایک لنڈن بک سٹال ہے۔ میں نے ان کی معرفت دو تین کتابیں سپرچولزم کی منگوائی تھیں۔ آج کل رسل رسائل کا ذریعہ بہت آسان ہو گیا ہے اور ساری دنیا گھر بیٹھے خط و کتابت کے ذریعے ہر قسم کا پروپیگنڈا کر سکتی ہے۔ ہمارے پاس ایک دلچسپ اور معقول چیز موجود ہے جس کی صداقت اور حقانیت مسلم ہے۔ ہم اس کے لیے ہر قسم کا پروپیگنڈا کرنے میں حق بجانب ہیں۔ لوگ دروغ کو فروغ دینے سے نہیں شرماتے ہم حق بات سے کیوں شرمائیں اور ہچکچائیں۔

والسلام

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری عفی عنہ

بنام محمد اختر گل صاحب لاہوری

لائل پور ۱۹۶۰۔۵۔۲۵

۷۸۶
ح۔م

عزیزم اختر صاحب دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا مراسلہ جس میں سائیکک نیوز لنڈن کا خط شامل تھا موصول ہوا۔ آپ نے جو خواب دیکھا ہے کہ پاکستان ٹائمز کے دفتر میں آپ کے دانت گر پڑے ہیں۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ آپ کی ریویو نکالنے کی کوشش ناکام ہو جائے گی۔ انسان کے منہ میں تیس بتیس دانت ہوتے ہیں اور انسان جو کلام کرتا ہے وہ بھی تقریباً اتنے ہی حروف تہجی سے مرکب ہوتے ہیں اور انسان ان دانتوں کے ذریعے مختلف حروف کی آوازیں نکالتا ہے، سو آپ کی زبانی کوشش ناکام ہو جائے گی۔ دیگر خون اگر خواب میں نکلتا دیکھا جاتا تو اس کی تعبیر یہ ہوتی کہ ہماری رقم اس معاملے میں ضائع ہو جاتی۔ سو زبان کی حرج کاری ہو گئی ہے اور خرچ کچھ نہیں ہوا۔ اولاد کے مرنے سے دانتوں کا کوئی تعلق نہیں ہے، بالکل بے فکر رہیں۔

والسلام

دعا گو فقیر نور محمد سروری قادری

❀❀❀

بنام محمد اختر گل صاحب لاہوری

لائل پور ۱۹۶۰۔۶۔۱۵

۷۸۶
ح۔م

عزیزم اختر صاحب دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا مراسلہ موصول ہوا اور پیڈ کے نمونے بھی موصول ہوئے۔ اللہ تعالیٰ آں عزیز کو اس خدمت کے عوض دارین میں سرفراز فرماوے، آمین۔ آپ نے جو خواب دیکھا ہے وہ آپ کی بہن کے متعلق ہے اور آپ کو اپنے بہنوئی کی صورت میں

دکھایا گیا ہے کہ کسی نے ان پر چاقو کا وار کر دیا ہے اور یہ باطن میں کسی خبیث جن شیطان کا وار ہے جس کی وجہ سے انہیں اسقاط حمل کا عارضہ لاحق ہو گیا ہے اور آپ کا اسے خون دینا اس کی باطنی امداد کرنا ہے اور تھانیدار وغیرہ روحانیوں کے باطنی محکمے کی امداد طلب کرنا ہے۔ ان شاء اللہ آپ کی بہن کا یہ عارضہ رفع دفع ہو جائے گا۔ تسلی رکھیں۔

عرفان حصہ دوم اسی مخلص سے ان شاء اللہ (انگریزی) ترجمہ کرایا جائے گا۔ اب کی دفعہ سابق سے بھی زیادہ تن دہی سے ترجمہ کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ آں عزیز کو صحیح سلامت اور خوش وخرم رکھے۔ آمین!

دعاگو

فقیر نور محمد سروری قادری عفی عنہ

❀❀❀

بنام محمد اختر گل صاحب لاہوری

لائل پور ۱۹۶۰۔۷۔۱۳

۷۸۶
ح۔م

عزیزم اختر صاحب دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ نے جو خواب دیکھا ہے کہ آپ کے سسر صاحب آپ کے پاس دو پیالوں میں کھانا لائے ہیں وہ آپ کے دو بچوں کی محبت اور اوپر سے جو آپ کو اپنی بیوی پیار سے بلاتی ہیں' بیوی سے مراد دنیا ہے اور اس کی طلب اور محبت بھی آپ کو دامن گیر ہے۔ لیکن آپ کی روح کو دار آخرت اور مولا کی محبت بھی لگی ہوئی ہے اور اس کی طلب میں آپ نے جو بالائی راستہ خواب میں اختیار کیا ہے وہ طرح طرح کی بھول بھلیوں اور پیچیدگیوں سے پر ہے' اور آپ نے جو راستے میں کسی کی قبر کھدی ہوئی دیکھی ہے وہ دار آخرت یا زندگی میں معنوی موت یا جسمانی موت کے بعد حاصل ہوتی ہے' اور آپ کو جس سفید ریش آدمی نے راستہ دکھایا ہے اور اس کی طرف دلالت کر رہا ہے کہ آپ کے پاس ٹکٹ

Marfat.com

نہیں ہے آپ کو پکڑ لیں گے' اس سے مراد یہ ہے کہ ابھی تک آپکا دل آل وعیال اور دنیا کی طلب میں ملوث ہے' آپ اس قابل نہیں کہ آپ کو اللہ کی طلب کا ٹکٹ عطا کیا جائے کیونکہ آپ کو اس رستہ میں بھی اپنی بیوی اور بچوں کے ملنے کا خیال دامن گیر ہے اور انسان اللہ تعالیٰ کا سچا طالب تب ہو سکتا ہے جب وہ اپنے دل سے تمام ماسویٰ کی طلب کا خیال دور کر دے۔ زیادہ خیریت نصیب باد۔

والسلام

فقیر نور محمد سروری قادری

❀❀❀

بنام کرنل نور بادشاہ صاحب نوشہرہ (اس وقت میجر تھے)

از لائل پور ۱۹۶۰۔۷۔۱۸

۷۸۶
ح۔م

مخلصم و مشفقم دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا مراسلہ موصول ہوا۔ آپ کے حسب فرمائش ایک جلد عرفان انگریزی اور ایک عدد کتاب مخزن الاسرار بذریعہ وی پی ارسال کر دیئے گئے ہیں۔ امید آپ وی پی چھڑوا کر کتب مذکورہ وصول کر لیں گے۔ آپ کتاب انگلش عرفان دیکھ کر بہت محظوظ اور خوش وقت ہوں گے کہ کس طرح ہم نے اسلامی تصوف کو ایک اجنبی زبان میں کس خوبی کے ساتھ ادا کیا ہے۔ کتاب کی پرنٹنگ اور کاغذ' بائنڈنگ وغیرہ بہت عمدہ اور دیدہ زیب ہیں۔ آپ ہماری کوشش اور عرق ریزی کی داد دیں گے اور اپنے حلقہ احباب میں ہماری کتابوں کی توسیع و اشاعت کر کے سعادت دارین حاصل کریں گے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ ان مفید اور دلچسپ کتابوں سے مستفید ہوں۔

دیگر یہ فقیر دیگر پیروں کی طرح مریدوں کی طرف دورے پر نہیں جایا کرتا اور نہ کبھی

Marfat.com

نوشہرہ یا اور کسی جگہ جانے کا خیال ظاہر کیا ہے۔ کبھی کبھار کتابوں کی چھپائی کے سلسلے میں لاہور چلا جایا کرتا ہوں اور کبھی سال میں ایک دوبار حضرت جناب سلطان العارفین صاحبؒ زیارت کے لیے چلا جایا کرتا ہوں۔ دیگر کار لائقہ سے یاد فرماویں۔

والسلام

دعا گو فقیر نور محمد سروری قادری۔

رحمانیہ ٹیکسٹائل ملز۔ جھنگ روڈ۔ لائل پور

❀❀❀

بنام کرنل نور بادشاہ صاحب نوشہرہ

۷۸۶
ح۔م

لائل پور ۱۹۶۰۔۷۔۲۳

مخلصم و مشفقم میجر صاحب دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ امید ہے آپ نے ہماری کتابیں وصول کر کے دیکھ لی ہوں گی اور اس نتیجے پر پہنچ گئے ہوں گے کہ ہماری کتابیں اس زمانے کے خوابیدہ اور غافل لوگوں کے لیے کتنی مفید اور موثر ثابت ہو رہی ہیں۔ اگر آپ کوشش فرما کر ہماری کتابوں کی مختلف فوجی لائبریریوں میں منظوری فرما دیویں تو یہ آپ کے لیے بہت بھاری کار ثواب اور سعادت دارین کا بیش بہا کارنامہ ہو گا' اور جو لوگ ان کتابوں کے مطالعہ سے مستفید اور مستفیض ہوں گے اور نیک عمل کمائیں گے آپ بھی ان کے نیک کاموں میں برابر کے حصہ دار ہوں گے اور ابدالاباد تک آپ کو اس کا خیر اور ثواب پہنچتا رہے گا۔ زیادہ خیریت نصیب باد۔

والسلام

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری

❀❀❀

Marfat.com

بنام کرنل نور بادشاہ صاحب نوشہرہ

ازلائل پور ۱۹۶۰۔۸۔۱

۷۸۶
ح۔م

مخلصم و مشفقم دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کے ہر دو مراسلے موصول ہوئے۔ حسب فرمائش آپ کے کتابیں بذریعہ وی پی ارسال خدمت ہیں۔ امید ہے آپ وی پی چھڑوا کر کتابیں وصول فرمالیں گے' اور آئندہ بھی ہماری کتابوں کی توسیع اور اشاعت میں سعی فرما کر سعادت دارین حاصل کریں گے۔

چو بروئے زمیں باشی توانائی غنیمت داں۔
کہ دوراں ناتوانی ہا بسے زیر زمیں دارد

"یعنی جب تک تو زمین پر ہے تو قوت و توانائی کو غنیمت سمجھ کہ اس کے بعد ناتوانی کا موت والا طویل زمانہ ہے جو زیرزمین درپیش ہوگا۔"

آپ نے جن اصحاب کے لیے وردو وظائف پڑھنے کے لیے اجازت طلب کی ہے' اس فقیر کی طرف سے انہیں اجازت ہے' لیکن اگر وہ بجائے دعائے سیفی کے صلوٰۃ الکبریٰ پڑھا کریں تو زیادہ مفید ہوگا۔ دعائے سیفی میں رجعتوں' لغزشوں اور موکلات کے خطرات کا خوف ہوتا ہے۔ اور صلوٰۃ الکبریٰ کے پڑھنے میں کسی قسم کا خطرہ نہیں' زیادہ خیریت نصیب باد۔

والسلام

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری

❀❀❀

Marfat.com

بنام محمد اختر گل صاحب لاہوری

۷۸۶
ح۔م

لائل پور ۱۹۶۰۔۸۔۹

عزیزم اختر صاحب دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا مراسلہ موصول ہوکر کاشف حالات ہوا۔

آپ نفلی عبادت میں سستی اور کوتاہی کی پرواہ نہ کریں۔ اگر رات کو نہ اٹھا جا سکے تو دن میں اس کی کمی پوری کر لیا کریں۔ گرمی کے موسم میں دن کے کام کاج سے انسان تھکا ماندہ اور چور ہوکر آرام کرتا ہے اور نیند سے بیدار ہونا مشکل ہو جاتا ہے' سو اس کی کمی کسی وقت دن میں پوری کر لیا کریں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے' ورنہ اسم اللہ ذات کا تھوڑا سا تصور بہت لمبی عبادت اور ریاضت کا نعم البدل بن جاتا ہے۔

والسلام

دعاگو

فقیر نور محمد سروری قادری عفی عنہ

❀❀❀

بنام محمد اختر گل صاحب لاہوری

از لائل پور مورخہ ۱۹۶۰۔۸۔۱۶

۷۸۶
ح۔م

عزیزم اختر صاحب دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کی مرسولہ رقم اور اس سے پہلے ڈاکٹر محمد اسحٰق کے ہاتھوں آپ کے نقشے اور فریم موصول ہوئے اللہ تعالیٰ آپ کو اس مخلصانہ خدمت اور ایثار نفس کے عوض سعادت دارین سے سرفراز فرماوے' اور ہر قسم کے ظاہری' باطنی مصائب اور علوی و

Marfat.com

سفلی آفات سے مامون اور محفوظ فرماوے۔

ظاہری عبادت میں اگر سستی اور کوتاہی واقع ہو تو تصور اسم اللہ ذات اور تصور اسم حضرت سرور کائنات ﷺ سے اس کی کمی پوری کر لیا کریں۔ یہ مبارک شغل تمام عبادتوں اور اطاعتوں کا مغز، خلاصہ اور نچوڑ ہے۔ اور بے حرج، بے ریا اور آسان ہے۔ اس میں اٹھتے بیٹھتے لیٹتے جاگتے ہر وقت محو اور منہمک رہیں۔ آپ کے گھر والوں کو سلام۔

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری

❀❀❀

بنام حاجی میجر جمرود خان

لائل پور ۱۹۶۰۔۸۔۱۸

۷۸۶
ح۔م

مخلصم و مشفقم حاجی صاحب دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا مراسلہ موصول ہو کر کاشف حالات ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دین و دنیا میں کامیاب اور بآرام زندگی عطا فرماوے اور آپ کے مریضوں خصوصاً آپ کے فرزند کو صحت کاملہ اور عاجلہ مرحمت فرماوے۔

میجر نور بادشاہ صاحب بہت نیک دل اور مخیّر آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ ہماری خط و کتابت ان سے جاری ہے۔ ہمارا ابھی یہ قاعدہ نہیں ہے کہ کسی کو حلقہ ارادت میں داخل کرنے کی خواہ مخواہ ترغیب دیا کریں، ہاں اپنی خوشی سے کوئی داخل ہونے کا ارادہ کرے اور اس کا روحانی اور باطنی رشتہ روز ازل سے ہمارے ساتھ وابستہ ہو تو قدرت اسے ہمارے ساتھ ظاہر اور باطن طور پر ملانے کا انتظام فرما دیتی ہے۔ اس طرح ان شاء اللہ میجر نور بادشاہ صاحب کا بھی اپنے وقت پر اہتمام ہو جائے گا۔ اس کے دل کی زمین عمدہ اور زرخیز معلوم ہوتی ہے ان شاء اللہ تخم ڈالنے کی دیر لگے گی۔ زیادہ کیا لکھوں۔

Marfat.com

والسلام
دعا گو فقیر نور محمد سروری قادری

❀❀❀

بنام کرنل نور بادشاہ صاحب نوشہرہ

لائل پور ۱۹۶۰_۸_۲۰

۷۸۶
ح_م

مخلصم و مشفقم دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔ حاجی میجر جمرود خان کا ایک خط موصول ہوا جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ آپ ہمارے سلسلہ قادری میں شامل ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ سو اس فقیر کو کوئی عذر نہیں۔ آپ جیسے مخیر، نیک طینت اور غیرت مند انسان کا صف مردان خدا میں شامل ہونا مبارک ہے۔ آپ کے دل کی استعداد ان شاء اللہ زرخیز ہے اور قابل کاشت معلوم ہوتی ہے۔ ان شاء اللہ آپ دین و دنیا میں ترقی کرتے جائیں گے۔ آپ اس فقیر سے کسی قسم کی بات نہ چھپائیں اور جو کچھ دلی ارادہ اور آرزو ہو ظاہر کر دیں، کوئی شرم کی بات نہیں باپ سے بیٹے کوئی راز چھپایا نہیں کرتے۔

آپ کی وی پی کی رقم موصول ہوگئی ہے۔ امید ہے آپ کتابوں کی توسیع و اشاعت میں اسی طرح ساعی اور کوشاں رہیں گے اور سعادت دارین حاصل کریں گے۔ انسان چاہے تو اپنی ہمت مردانہ سے بہت کچھ کر سکتا ہے۔

اولوالعزمان دانش مند جب کرنے پہ آتے ہیں
سمندر پھاڑتے ہیں کوہ سے دریا بہاتے ہیں

والسلام
دعا گو
فقیر نور محمد سروری قادری

Marfat.com

بنام کرنل نور بادشاہ صاحب نوشہرہ

لائل پور ۱۹۶۰۔۸۔۲۴

عزیزم میجر صاحب دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا مراسلہ موصول ہوا۔ حالات مندرجہ سے آگاہ ہوئی۔ معلوم ہوا کہ آپ بڑے باہمت' عبادت گزار اور حق کے طالب ہیں' اور آپ نے عبادت کا بڑا بھاری بوجھ اٹھا رکھا ہے' اور ایک ملازم' تعلق دار اور دنیا دار آدمی کے واسطے اس کا اٹھانا بہت مشکل ہے۔ معلوم ہوتا ہے آپ تمام دن اور رات لگے رہتے ہوں گے۔ آپ نے جس کسی سے کوئی وظیفہ سنا یا کسی کتاب میں پڑھا سب کچھ اٹھا لیا۔ اس قدر بوجھ کا ہمیشہ کے لیے اٹھانا اور نبھانا بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔ انسان کبھی بیمار ہو جاتا ہے' کبھی کوئی کام پڑ جاتا ہے' کبھی تھکا ہوا ہوتا ہے یا آخر عمر میں بوڑھا ہو جاتا ہے' پھر یہ وظائف رہ جاتے ہیں۔ بزرگوں نے لکھا ہے کہ ورد و وظائف وہی اچھے ہوتے ہیں جو ہمیشہ پڑھے جا سکیں' اور جو وظیفہ بہت پڑھا ہوا ہو پھر چھوڑ دیا جائے تو اس کی رجعت اور نقصان ہوتا ہے۔ اس واسطے ایسے معاملات میں (quantity) کی بجائے (quality) کا خیال رکھنا بہت ضروری ہوتا ہے۔ یعنی عبادت اگر تھوڑی ہو مگر حضور دل اور یکسوئی کے ساتھ ادا کی جائے تو اس عبادت سے بدرجہا بہتر ہے کہ مقدار میں بہت ادا کی جائے لیکن دل کی حضوری اور یکسوئی سے خالی ہو۔ میں اس بارے میں آپ کو کچھ ہدایات فرصت کے وقت بھیجوں گا' اگر آپ نے اس پر عمل کیا تو ان شاء اللہ آپ کو بہت فائدہ ہوگا' آپ کا بوجھ ہلکا پھلکا ہو جائے گا اور منزل مقصود پر جلدی پہنچ جاؤ گے۔

دیگر آپ نے ملازمت چھوڑنے کی بابت لکھا ہے۔ آپ کی عمر کتنی ہے اور کتنے سال سروس ہے اور آپ عیال دار ہیں یا نہیں اور کچھ زمین وغیرہ گزارہ کے لیے ہے یا نہیں؟ سب احوال مفصل لکھیں' تب ان شاء اللہ نہایت مفید اور کارآمد ہدایتیں دی جائیں گی۔ دیگر میری عمر آخر کو پہنچی ہوئی ہے اور تقریباً 80 (اسی) سال ہو چکی ہے اور صحت بھی ٹھیک نہیں رہتی۔ میں کہیں باہر جانے کے قابل نہیں ہوں۔ زیادہ خیریت نصیب باد۔

والسلام

دعا گو فقیر نور محمد سروری قادری

Marfat.com

بنام کرنل نور بادشاہ صاحب نوشہرہ

لائل پور ۱۹۶۰-۸-۳۱

۷۸۶
ح-م

عزیزم و مخلصم دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمہ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کو میرے خط کا انتظار ہوگا' لیکن میں بسبب ناسازی طبع آپ کو جلدی خط کا جواب نہیں دے سکا۔ آپ کے مجمل حالات معلوم ہو گئے ہیں۔ آپ اپنی ملازمت جاری رکھیں' اور اپنے بال بچوں کی خدمت کیا کریں' اور جس وقت اپنی ڈیوٹی سے فارغ ہو لیا کریں اس وقت حسب استطاعت درد وظائف' عبادت اور ذکر فکر کر لیا کریں اور بدن کو آرام اور راحت بھی دے لیا کریں۔ ہمارے دین اسلام میں آسانی رکھی گئی ہے۔

آپ نے میری کتابوں کے مطالعے سے معلوم کر لیا ہوگا کہ عبادت اور ذکر فکر سے غرض اور غایت کیا ہے' اس لیے اصل کو پکڑنا چاہئے' اور بدنی عبادت سے قلبی عبادت اور دلی ارادت بہت موثر ہوتی ہے۔ آپ درود تاج یاد کر لیں اور اسے روزانہ تین دفعہ پڑھا کریں' اور ہماری کتاب مخزن الاسرار میں جو درود صلوٰۃ الکبریٰ درج ہے اس کا ایک حصہ ہفتے کے ہر دن کے مطابق پڑھا کریں' اور بیت ھو الحبیب الذی .... الخ دس دفعہ پڑھا کریں۔ دعائے گنج العرش اور دعائے قطب وغیرہ کی بجائے سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم وبحمدہ استغفر اللہ ایک سو بار پڑھا کریں۔ باقی اللہ الصمد پڑھنے کی ضرورت تو نہیں ہے اور اگر پڑھیں تو دو سو دفعہ کافی ہے۔ تہجد میں بارہ رکعتیں پڑھیں اور ہر رکعت میں آیت الکرسی ایک دفعہ اور سورہ اخلاص تین دفعہ پڑھیں' گھٹانے بڑھانے کی کوئی ضرورت نہیں' اور تہجد کے بعد تین دفعہ درود تاج پڑھ کر ۴۱ بار یا ۲۱ بار یا کم از کم ۱۱ دفعہ سورہ مزمل پڑھیں' اور ہر دفعہ مزمل سے پہلے اللہ لا الٰہ الا ھو ملا کر پڑھیں' اور صبح کی نماز کے بعد ایک دفعہ سورہ یٰسین پڑھیں۔ بس یہ وظیفہ کافی ہے۔ باقی تصور اسم اللہ ذات اور تصور اسم حضرت سرور کائنات ﷺ کی مشق بہت کیا کرو۔

Marfat.com

والسلام

دعا گو

فقیر نور محمد سرور قادری

❀❀❀

بنام محمد اختر گل صاحب لاہوری

لائل پور ۱۹۶۰ـ۸ـ۳۱

عزیزم اختر صاحب دام اقبالکم

السلام علیکم! آپ کا مراسلہ موصول ہوا۔ چند روز اس فقیر کی طبیعت ناساز رہی۔ اب قدرے آرام ہے۔ دیگر آپ کی رقم کی وصولی کی بابت یہ فقیر آپ کو پہلے ایک خط کے ذریعے اطلاع دے چکا ہے کہ آپ کے ہر دو منی آرڈر ایک سو روپے اور پھر پچاس روپے والے موصول ہو چکے ہیں۔ دیگر چند روز ہوئے ''امروز'' کے سنڈے ایڈیشن میں ایک مضمون ''وادی قمران کے صحائف پر ایک نظر'' نکلا تھا۔ بات یہ ہے کہ جھیل مردار کے پاس کسی بدو گڈریا کو کچھ پرانے نسخے توریت' انجیل اور زبور اور دیگر پرانے صحیفے کسی پہاڑی غار میں ملے تھے' جن کو یورپین مستشرقین نے بڑی قیمت سے خرید لیا تھا اور بعد میں پرانی زبانوں کے ماہرین سے پڑھوا کر ان کا ترجمہ کرا لیا تھا۔ یہ پرانی آسمانی کتابوں اور صحیفوں کا اصلی قیمتی خزانہ تھا جو موجودہ اناجیل و تورات وغیرہ سے بہت مختلف ہے اور وہ سب توحید اور اسلامی عقائد پر مبنی ہے۔ اب آکسفورڈ یونیورسٹی پریس ان تمام سینکڑوں صحائف کو کتابی صورت مین دس جلدوں کے اندر شائع کر رہی ہے۔ اگر آپ کسی طرح ان کی پہلی جلد انگریزی یا پنجاب پبلک لائبریری کے مینیجر کے ذریعے یا خود منگوانے کا بندوبست کر سکیں تو بہت بہتر ہو گا۔ مجھے ان کے مطالعہ کا شوق ہے۔ آپ امروز کے ۲۸ اگست کا سنڈے ایڈیشن تلاش کر کے یہ مضمون پڑھیں' آپ کو اس کی اہمیت معلوم ہو جائے گی۔ مین نے اس پرچے کی کٹنگ اپنے پاس رکھ لی ہے۔ دیگر کتاب کی آٹھ نو کاپیاں لکھی جا چکی ہیں۔ کاغذوں کی تلاش کیا کریں۔ بنا ہے

Marfat.com

کراچی میں کاغذوں کا بڑا اگرام آیا ہوا ہے اپنے احوال وخیریت سے مطلع کریں۔ والسلام

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری

❀❀❀

بنام کرنل نور بادشاہ صاحب نوشہرہ

لائل پور ۱۹۶۰۔۱۰۔۱۶

۷۸۶
ح۔م

عزیزم مخلصم نور بادشاہ صاحب دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا مراسلہ عین انتظار میں موصول ہوا۔ آپ کے چلے جانے کے بعد میں بہت سخت بیمار ہو گیا۔ میں بہت کمزور ہو گیا ہوں' بچنے کی کوئی امید نہیں۔ اس اثناء میں مخلصوں نے مجبور کیا اور لاہور لے گئے علاج کے واسطے۔ لیکن سوائے تکلیف کے اور کچھ ہاتھ نہ آیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ زندگی ختم ہو رہی ہے اور زندگی کی کچھ امید باقی نہیں رہی۔ چند دن کا مہمان معلوم ہوتا ہوں' لیکن کچھ افسوس نہیں ہے' ہر شخص نے اسی طرح جانا ہے۔ میرا ارادہ تھا کہ اگر مجھے زندگی میں اپنے وطن پہنچایا جاتا تو بہتر تھا' لیکن اب کمزوری اتنی زیادہ ہے کہ میں کسی صورت میں زندہ اپنے وطن جانے کے قابل نہیں ہوں۔ یہ خط بھی اپنے لڑکے عبدالرشید سے لکھوا رہا ہوں' میں کمزوری سے زیادہ بول بھی نہیں سکتا۔ دیگر ہماری کتاب لکھی جا رہی ہے' شاید نومبر کی ابتداء میں ختم ہو جائے۔ ہمارے مخلص مولوی محمد حسین جو پہلے بھی کتاب کی چھپائی میں کام سرانجام دیتا تھا' آپ ان کے ساتھ مل ملا اور کوشش فرما کر اپنے روبرو یہ کام سرانجام فرما سکیں گے۔ اگر میں زندہ نہ رہا پھر بھی یہ کام چلے گا اور آپ جیسے باہمت اور مخیر آدمی کے ہاتھوں یہ مشن کامیاب ہوتا جائے گا۔ مجھے پوری تسلی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا کرے۔ خدا حافظ

Marfat.com

میں چونکہ اپنے وطن زندہ نہیں پہنچ سکتا' چند دن میں میری زندگی یہاں ختم ہو جائے گی تو میری لاش وطن پہنچائی جائے گی' اتنے تک ڈیرہ اسماعیل خان کا پل بھی تیار ہو جائے گا' اور ہمارے بال بچے اور سامان سب وطن کلاچی پہنچایا جا سکے گا۔ آپ اس کی نسبت خط و کتابت ہمارے لڑکے عبدالرشید خان سے کیا کریں۔

والسلام

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری عفی عنہ

❀❀❀

Marfat.com

انکشافاتِ نور

انکشافات نور

دنیا میں دو طرح کے لوگ موجود ہیں۔ ایک وہ جو کسی مذہب کو نہیں مانتے یعنی ان کا مسلک لامذہبیت' الحاد اور دہریت ہوتا ہے۔ دوسرے وہ جو کسی نہ کسی مذہب کے پیروکار ہوتے ہیں۔

بے مذہب اور الحاد زدہ لوگ محض مادہ کو دیکھتے ہیں۔ ان کے مادی حواس عالم اسباب کی آستین کو محسوس کرتے ہیں لیکن قدرت کا غیبی ہاتھ انہیں نہیں سوجھتا۔ ان کی عقلیں اس غیبی ہاتھ کو سمجھنے سے قاصر ہوتی ہیں' بنابریں وہ پورے عالم غیب کا انکار کر دیتے ہیں۔ غیب کو سمجھنے کے لیے مذہبی احساس اور باطنی حواس کی ضرورت ہوتی ہے۔ الحاد زدہ اور دہر پرست لوگ چونکہ ان حواس و احساسات سے بے بہرہ ہوتے ہیں لہٰذا وہ کنویں کے مینڈک کی طرح مادہ کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں۔ مادی جہان کا سراب انہیں حقیقی آب کا سا نظر آتا ہے۔ اور یہ معدوم اور موہوم عالم انہیں قائم دائم اور قدیم و مقیم جہان معلوم ہوتا ہے۔ غرض یہ مادی کیڑے اس ظاہری و مادی جہان کو اپنا مبداء و معاد تصور کرتے ہیں اور خالق کائنات و مکون موجودات کا انکار کرتے ہیں۔ یہ غیر مذہب اور بے دین طبقہ دہریوں' نیچریوں اور کفار و منکرین پر مشتمل ہے۔

جو لوگ مذہب کو مانتے ہیں ان کے بہت سے فرقے ہیں۔ یہ لوگ کائنات کے خالق کے قائل اور معترف ہیں' تاہم تخلیق کائنات اور آفرینش عالم کے مسئلے میں یہ لوگ دو گروہوں میں منقسم ہیں' ان میں سے ایک گروہ اور فرقہ موحدین کا ہے جو اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کو خالق موجودات' صانع کائنات اور رازق مرزوقات جانتا ہے' اور کائنات کو حادث اور نو پیدا خیال کرتا ہے۔ یہ لوگ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے امر ارادے اور قدرت سے تمام کائنات عدم سے وجود میں آئی اور نیست سے ہست ہوگئی' جیسے آیا ہے کان اللہ ولم یکن یعنی پہلے پہل اللہ تعالیٰ کی ذات جامع صفات واحد و تنہا موجود تھی اور ماسوئی اس کے کوئی موجود نہ تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے ارادے سے کن یعنی ہو جا فرما کر اس تمام مادی

جہان یعنی زمین و آسمان کو بمع جملہ ساز و سامان پیدا کر دیا۔ اس عقیدے کے حاملین سے جب سوال کیا جاتا ہے کہ یہ ٹھوس کائنات عدم سے وجود میں کیسے آ گئی؟ تو وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے بس اس نے ایسا کر دیا' اس کی قدرت اور فعل میں چون چرا کرنے کی ضرورت نہیں' بلکہ اس میں بحث و تمحیص اور غور و خوض کرنا بھی گناہ ہے' لیکن معترضین اور سائلین کی اس جواب سے تسلی اور تشفی نہیں ہوتی بلکہ ان کی بے اطمینانی اور بے یقینی اور بڑھ جاتی ہے۔ ایسی توجیہات پر اور ابتدائے آفرینش کے مبہم نظریات پر مختلف اعتراضات کیے جاتے ہیں' جن میں سے ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ مخلوق کی تخلیق سے پہلے جب اللہ تعالیٰ کی واحد ذات موجود تھی اور اس نے مخلوقات کو پیدا کرنا چاہا۔ تو اس تخلیقی عمل کے لیے اسباب و سامان اور مادہ و مصالحہ کہاں سے آیا؟ معترضین کے نزدیک بغیر خام مال اور سامان و اسباب کے کسی چیز کا بن جانا مادی عقل کے خلاف ہے۔ لہٰذا مادی عقل مذکورہ نظریئے سے مطمئن نہیں ہوتی۔ سو تخلیق کائنات کے حوالے سے ظاہری اور مادی عقل میں دو صورتیں آ سکتی ہیں' اول یہ کہ خالق کائنات نے اپنی ذات سے کچھ حصہ علیحدہ کیا اور اس سے کائنات اور مخلوقات بنا ڈالی۔ دوم یہ کہ اس نے کائنات کو اپنی ذات پر زائد چیز بنایا۔ اگر پہلی صورت کو درست مانا جائے اور اس کا اعتبار کیا جائے یعنی یہ کہ اس نے اپنی ذات سے کچھ حصہ الگ کر کے اس سے کائنات تخلیق کر ڈالی تو اس سے اللہ تعالیٰ کی ذات کے معاذ اللہ حصے بخرے ثابت ہوں گے جبکہ یہ امر قطعاً خلاف واقع ہے' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدۂ لاشریک ذات پاک بے مثل بے مثال' لم یزل ولایزال جس طرح ابتداء میں تھی اب بھی ویسی ہے اور ہمیشہ یونہی رہے گی "الان کما کان یعنی وہ جیسا تھا ویسا ہے۔" وہ ذات ہر طرح کی کمی بیشی اور تغیر و تبدل سے پاک اور منزہ ہے' اس کی ذات میں تبعیض و تجزیہ وغیرہ کا تصور محال اور ممتنع ہے۔

اگر دوسری صورت کا اعتبار کیا جائے اور کہا جائے کہ اس نے اس جہان کو اپنی ذات پر ایک زائد چیز پیدا کیا تو یہ بھی شرک فی الذات میں شمار ہو گی اور پھر وہی سوال پیدا ہو گا کہ آخر یہ زائد چیز کہاں سے آ گئی اور عدم سے یہ آباد جہان کیونکر معرض وجود میں آ گیا جبکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی شے موجود نہ تھی۔ اس نظریئے کی بھی مزید دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ اول یہ کہ اس

Marfat.com

نے جس زائد شے کو پیدا کیا وہ حادث ہو گی یا قدیم' یا ممکن الوجود ہو گی یا واجب الوجود۔ سو اگر واجب الوجود اور قدیم ہو گی تو وہ اللہ تعالیٰ کی مثل ہو گی۔ اس صورت میں یہ زائد شے اس کی شریک ٹھہرے گی' یوں شرک لازم آئے گا۔ اگر وہ زائد چیز حادث ہو گی تو سوال پیدا ہو گا کہ اس قدیم ذات سے حادث شے کا ظہور کیوں کر ہوا۔ غرض یوں پھر وہی وحدت الوجود اور وحدت الشہود' ہمہ اوست اور ہمہ از اوست والی طول طویل بحث اور فلسفیانہ جھگڑا کھڑا ہو جاتا ہے۔

آفرینش عالم اور تخلیق کائنات کے متعلق اسلام کا حقیقی عقیدہ' اصلی نظریہ اور صحیح مسلک یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس جہان کو اپنی قدرت اور امر سے حادث پیدا کیا ہے اور یہ کائنات نو ایجاد ہے۔ تاہم یہاں دو سوال اذہان میں اٹھتے ہیں۔ ایک یہ کہ اس حادث' نو پیدا اور محض عارضی وظلی جہان کی تخلیق کی ضرورت کیوں پیش آئی اور اس کے ظہور و وجود کے کیا معنی ہیں؟ دوسرا یہ کہ عدم سے اس جہان کا وجود کیسے ظہور پذیر ہو گیا۔

پہلے سوال کا جواب بعض اہل سلف اور متقدمین متصوفین علماء نے اپنی تصنیفات و تالیفات میں شعر و نثر کے ذریعے محض اشاروں اور استعاروں سے دیا ہے' لیکن وہ بہت مختصر' گول مول اور ناکافی ہے۔ ان علماء میں سے اکثر نے اس سوال کے جواب میں اس حدیث قدسی کو بیان کیا ہے کنت کنزا مخفیا فاردت ان اعرف فخلقت الخلق یعنی اللہ تعالیٰ ایک مخفی خزانہ تھا' اس نے ارادہ کیا کہ وہ پہچانا جائے پس اس نے اس غرض کے لیے مخلوق کو پیدا فرمایا۔'' اس حدیث سے ان لوگوں نے تخلیق کائنات سے اللہ تعالیٰ کے اظہار کے معنی مراد لیے ہیں۔ ان حضرات نے اس سے یہ استنباط کیا کہ مخلوق آئینہ حق نماء ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے جمال جہاں آرا کا جلوہ فرما رہا ہے' اور اس میں خود اپنے جمال لایزال کا نظارہ فرما رہا ہے۔ یہ استعارہ اور مثال گو ایک حد تک صحیح اور درست ہے لیکن اس سے تین چیزیں ثابت ہوتی ہیں۔ اول آئینہ' دوم عکس' سوم معکوس۔ اس صورت میں سوال اٹھتا ہے کہ ان تینوں میں سے اصل وجود کون سا ہے۔ کیا وہ ذات خود آئینہ ہے یا وہ عکس آئینہ ہے یا معکوس ہے۔ یوں یہ معاملہ لاینحل عقدہ اور پیچیدہ معمہ بن کر رہ جاتا ہے۔ ایسے مباحث کو سائنس پروردہ دماغ خالی خولی باتوں اور لاحاصل و بے نتیجہ کلام سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ لوگ ہر عقدے کی تفصیل

ایسی واضح اور مدلل چاہتے ہیں جسے مادی عقل سمجھ کر تسلیم کر سکے۔ سو اب ہمارے سامنے اس سرِ عظیم اور رمز قدیم کا انکشاف باقی رہ گیا ہے کہ اس ٹھوس مادی دنیا کے ظہور و وجود کے کیا معنی ہیں اور یہ کہ کثیف' محسوس اور معلوم کائنات صورت عدم سے عالم وجود میں کیونکر آ گئی اور یہ کیسے نیست سے ہست ہو گئی۔ ہماری اس تحریر کی اصل غرض و غایت اور منتہائے مقصود اس بڑے راز کا افشا ہے جسے ہم آئندہ ان شاء اللہ بیان کرنے والے ہیں۔

اس بڑے راز کے افشا سے قبل ہم یہاں مذہبی لوگوں کا ایک اور نظریہ پیش کرتے ہیں جسے آفرینش عالم اور تخلیق کائنات کی وضاحت کے سلسلے میں وضع کیا گیا ہے۔ یہ نظریہ اور عقیدہ خلاف عقل بھی ہے اور سراسر مبنی بر شرک بھی۔ جسے خصوصیت کے ساتھ فلاسفہ اہل ہنود نے اختیار کیا' جبکہ اس باطل عقیدے کی رو میں غلطی سے ذی شعور اور اہل علم لوگ بھی بہہ گئے۔ اس عقیدے کے پیروکار خالق مخلوقات اور مکون کائنات یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات پر تو ایک حد تک اعتقاد و اعتبار رکھتے ہیں لیکن صفت خالقیت میں اسے عاجز اور آلات و اسباب کا محتاج تصور کرتے ہیں۔ ان کو یہ اسلامی عقیدہ کہ اللہ تعالیٰ کائنات کو بغیر اسباب و آلات وجود میں لایا عقل ظاہر کے خلاف نظر آیا۔ لہٰذا مادہ پرستوں اور سائنس پروردہ لوگوں کے اعتراضات سے بچنے کے لیے اور تخلیق کائنات کے نظریئے کو مادی عقل کے موافق کرنے کے لیے انہوں نے اسباب و آلات یعنی مادہ کو بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ قدیم گردانا۔ لیکن جب مادہ میں حدوث و فنا کے آثار ملاحظہ کیے تو اس کی بقا اور قدامت کو ثابت کرنے کے لیے روح کا سہارا لیا اور اسے اصلی' حقیقی اور قدیم شے تسلیم کیا۔ پھر مادہ اور روح کو جوہر و عرض کہہ کر ایک دوسرے کا لازم و ملزوم ثابت کیا اور انہیں تخلیق کائنات کا مایہ اور مصالحہ کہہ کر گویا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں دے دیا۔ اس طرح آواگون اور تناسخ کا مضحکہ خیز عقیدہ اور تصور معرض وجود میں آ گیا۔ جس کی رو سے خدا' روح اور مادہ تینوں قدیم ٹھہرے۔ اس عقیدے کے مطابق گویا اللہ تعالیٰ نعوذ باللہ ایک برتن ساز ہے' جبکہ روح اور مادہ بمنزلہ پانی اور مٹی کے ہے جس سے وہ مختلف صور و اشکال کے برتن توڑتا اور جوڑتا ہے۔ حالانکہ خالق حقیقی اور صانع ازلی پر یہ تشبیہہ اور مثال کسی طرح بھی صادق نہیں آتی۔ اس لیے کہ برتن ساز' مٹی اور پانی میں بسبب مراتب

Marfat.com

و مدارج فرق ہوتا ہے۔ مقصد یہ کہ صانع اور سامان صنعت باہم برابر اور مترادف نہیں ہو سکتے۔ اگر مصالحہ اور مادہ بھی صانع کی طرح قدیم اور ازلی ہو تو وہ ان میں تصرف کیوں کر کرے گا' بلکہ عین ممکن ہے کہ وہ مصالحہ اور مایہ خود صانع میں تصرف کرے یا تخلیق کے سلسلے میں اس کی مزاحمت کرے۔ یوں یہ نظریہ بھی پھر پھرا کر آخر دہریت اور مادیت کی بھینٹ چڑھ جاتا ہے۔ بعض لوگوں نے تناسخ اور آواگون کے نظریئے کو حلول کے رنگ میں پیش کر کے خدا اور مادہ کے تعلق کو اور تصرف و متصرف کی نسبت کو بیان کرنے کی کوشش کی۔ جس کے مطابق خدائے کائنات نے مختلف مظاہر میں حلول کر کے اپنے آپ کو ظاہر کیا۔ جیسے ہنود میں رام اور کرشن کے بارے میں ایسا خیال پایا جاتا ہے اور اوتار پرستوں میں اوتاروں کے حوالے سے ایسا اعتقاد پایا جاتا ہے۔ ایسا ہی عقیدہ تثلیث کے حوالے سے عیسائیوں میں بھی پایا جاتا ہے جو سراسر کفر و شرک پر مبنی ہے۔

اگر آپ غور کریں تو ان سب باطل مشرکانہ اور کافرانہ عقائد کے وضع ہونے اور توحید کے حقیقی اور سچے عقیدے سے اعراض کرنے کی اصلی وجہ محض ایک ہی پائیں گے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی تنہا اور واحد ذات بغیر کسی معاون و مددگار کے اور بلا اسباب ولوازمات کے کیسے اس ٹھوس اور کثیف دنیا کو عدم سے وجود میں لے آئی۔ اسلامی نظریہ ''کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کو اپنی قدرت اور ارادہ سے حادث اور جدید پیدا فرمایا ہے۔'' چونکہ ان کو اپنی مادی عقول اور دنیوی قیاسات کے سراسر خلاف دکھائی دیا' اس لیے مادی شعور اور دنیوی اندازوں کے اطمینان کی خاطر ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ آلات و معاونات کو بھی خلقت کائنات کے لیے لازمی قرار دے دیا۔ جس کے نتیجے میں بعض فرقوں نے انبیاء' اولیاء اور اپنی برگزیدہ ہستیوں کو اوتار اور اولاد وغیرہ کہہ کر اس کا شریک اور معاون بنا دیا۔ یوں حقائق سے لاعلمی کے باعث لوگ مختلف مذاہب اور مسالک میں تقسیم ہو گئے۔ مذہبوں اور مسلکوں کے ان اختلافات نے لوگوں کو مذہبوں سے برگشتہ اور منحرف کر کے الحاد اور دہریت کی گھاٹیوں میں لا اتارا جہاں انہوں نے خدا کے وجود اور جملہ مذاہب کا ہی انکار کر دیا۔

دنیا عدم سے کیسے وجود میں آئی؟ اگر اس ایک سوال کا کافی و شافی جواب دے دیا

Marfat.com

جائے تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور مذہب اسلام پر سے جملہ اعتراضات اٹھ جائیں گے اور دین حنیف کی سچائی اور حقانیت ثابت ہو جائے گی۔

مذکورہ بحث سے قارئین کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ عقلی طور پر اس امر کو ثابت کرنا کہ عدم سے وجود کا ظہور کیونکر ہوا کس قدر اہم اور ضروری مسئلہ ہے۔ ہماری اس تحریر کا اصلی موضوع اور حقیقی غرض بھی یہی ہے۔ اس حوالے سے اس تحریر کے دو فصول بنائے گئے ہیں جن میں عقلی ونقلی دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ:

1. دنیا نے کس طرح بتدریج عالم لطیف سے عالم کثیف کی طرح نزول کیا۔
2. کائنات کیسے عدم سے معرض وجود میں آئی۔

تخلیق کائنات کے بارے میں ہمارے پیش کردہ عقلی ونقلی دلائل و براہین کو ان شاء اللہ ہر دو یعنی علمائے روحانیین اور حکمائے مادیین اپنے قلب حق پسند اور عقل ہوش مند کے عین مطابق اور موافق پائیں گے اور اپنی مطالعہ گاہوں میں ہمارے بیان کی صداقت کی داد دیں گے۔

۱ دنیا عالم لطیف سے عالم کثیف کی جانب کیسے آئی

یاد رہے کہ جملہ اہل سلف علمائے روحانیین اور اہل خلف حکمائے مادیین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ہماری یہ مادی دنیا عالم لطیف سے عالم کثیف کی طرف آئی۔ ماہرین فلکیات و طبیعات کی جدید تحقیقات اور معلومات اس بات کی تصدیق اور تائید کرتی ہیں کہ ہمارا یہ کرہ ارضی ابتداء میں ہیولا' ایتھر اور گرم گیس کی لطیف صورت میں تھا' جو اپنی حرارت کو بتدریج خارج کرتے کرتے آبی صورت اختیار کر گیا' پھر سورج کی گرمی اور حرارت نے اس پانی کو جوش دے کر تموج و حرکت سے دوچار کیا' جس کے باعث پانی اپنی سطح پر کف اور جھاگ لایا' جس نے خشک ہو کر مٹی کی ابتدائی شکل اختیار کر لی۔ یہ عمل مدت تک جاری رہا جس سے زمین کے پھیلاؤ اور سختی میں اضافہ ہوتا رہا یہاں تک کہ موجودہ صورت سے ہم کنار ہوئی۔ ڈاکٹر ڈارون کا نظریہ ارتقاء گو لغو اور گمراہ ہے تاہم دنیا کی ابتداء کے بارے میں اس کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ دنیا ابتداء میں لطیف حالت میں تھی' پھر پانی کی صورت میں تبدیل ہوئی اور پھر

کچھ حصہ خشکی کی صورت اختیار کر گیا۔ علم ہیئت کے جدید انکشافات بھی اس بات کے موید و مصدق ہیں کہ اجرام فلکی میں بعض کرے اور ستارے آج بھی حسب سابق ابتدائی لطیف ہوائی حالت میں ہیں جبکہ بعض نسبتاً کثیف آبی حالت میں اور بعض ہماری زمین کی مثل ٹھوس اور جامد حالت میں قائم اور نمودار ہیں۔ مقصد یہ کہ یہ کرے اور اجرام بتدریج لطیف ہوائی اور گیسی حالت سے نسبتاً کثیف آبی حالت میں پھر جامد خاکی حالت میں ڈھل رہے ہیں۔

لطیف اشیاء سے کثیف چیزوں کے بن جانے کی مثالیں ہم روزمرہ کی زندگی میں دیکھتے ہیں' جیسے بادل ہوائی حالت سے آبی حالت میں آتے ہیں اور جب بارش کی صورت میں زمین پر برستے ہیں تو خلاء اور فضاء میں سے اشیاء کی لطیف بخاری ذخائر بمنزلہ ارواح اپنے ہمراہ لاتے ہیں۔ پھر یہ پانی زمین کے کثیف ذخائر کو بمنزلۂ نفوس و اجساد کے بصورت ذرات پہاڑوں اور میدانوں سے بہا کر ندی نالوں اور دریاؤں کے ذریعے سمندر کے پیٹ میں پہنچا دیتا ہے' جہاں ان جمادی ارواح' نفوس اور اجساد کے اختلاط سے کثیف جماد تیار ہوتے ہیں جو یکجا ہو کر پتھروں اور معدنیات کے پہاڑوں کا روپ دھار لیتے ہیں۔

جس طرح سمندر کے لطیف آبی بطن میں کثیف جامد اجساد اور اجسام بن رہے ہیں بعینہٖ تمام کائنات کے لامحدود لطیف الطف ہیولائی فضا میں یا نظام شمسی کی عظیم الشان ایتھری خلا میں آسمانی کرے' ستارے اور سیارے وغیرہ بتدریج ہوائی' آبی اور ٹھوس اجرام کی شکل اختیار کر رہے ہیں۔ یہ خلائی کرے گویا ہوائی جزیرے ہیں جن تک پہنچنے کے لیے انسانوں نے خلائی جہاز اور راکٹ تیار کر لیے ہیں۔ جیسے آبی جزیروں تک رسائی کے لیے بحری جہاز ایجاد کیے گئے ہیں۔

اگر آپ عالم خلق کی کسی بھی کثیف اور ٹھوس شے کی ابتدائی کیفیت کی طرف جائیں گے تو اس کا مبداء و منبع عالم لطیف کو ہی پائیں گے جس کی دوسری جانب عالم امر کی کمال لطیف الطف دنیا موجود ہے جس سے سارے عالم خلق کا ظہور ہے۔

انسانی وجود تمام کائنات کا خاصہ خلاصہ' ماڈل اور نمونہ ہے یعنی شجر کائنات کا ایک مکمل پھل ہے۔ انسان اپنے نمونہ مشت وجود سے خروار عالم کا اندازہ لگا سکتا ہے۔ مادی دنیا کی

Marfat.com

مثل انسانی وجود میں بھی مادہ کی تینوں حالتیں ٹھوس، مائع، گیس کی صورت میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔ چنانچہ جسم انسانی میں مغز، ہڈی، گوشت اور چمڑہ وغیرہ گویا ٹھوس زمین اور جمادات کی مانند ہیں، جبکہ خون جسم میں پانی کی طرح جاری اور رواں ہے اور سانس و تنفس گیس کی مثل کار فرما ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جامد اور ٹھوس اشیاء کے اجزاء کو پانی منتشر کرتا ہے اور مائع اجزاء کو ہوا اور گیس موجب انتشار ہے اور ہوا کو حرارت منتشر کرتی ہے، جبکہ حرارت کے انتشار، پھیلاؤ اور تخلیق کا باعث سورج ہے۔

جمادات، نباتات اور حیوانات میں سے ہر ایک میں روح کارفرما ہے ہر روح نے اپنی جگہ مختلف عناصر کے ذرات کو باہم مربوط اور مختلط کر رکھا ہے۔ یوں مختلف اجسام تعمیر و آشکار ہیں۔ انسانی وجود میں بھی انتشار و اجتماع کے سلسلے جاری ہیں۔ ان جملہ امور میں لطافت سے کثافت اور کثافت سے لطافت کی جانب سفر کو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ لطافت و کثافت کے ان دائروں میں اور موت و حیات کے صوری و معنوی سلسلوں میں تخلیق کے تدریجی مراحل کا تماشا دیکھ کر صاحبان عقل و نظر عبرت و معرفت حاصل کرتے ہیں۔

ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ جہاں پر عالم خلق و شہادت کا کثیف جہان ختم ہوتا ہے وہاں سے عالم امر یا عالم ارادۂ خداوندی کا غیبی جہان شروع ہوتا ہے۔ ان دونوں جہانوں کی نشاندہی قرآن کریم نے ان الفاظ میں کی ہے۔ الاله الخلق والامر (اعراف:۵۴) ''یعنی خبردار! عالم خلق عالم امر دونوں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔''

عالم خلق و شہادت میں مٹی اور خاک کو سب سے اسفل، ادنیٰ اور ٹھوس شمار کیا جاتا ہے۔ اس سے اوپر، اعلیٰ اور لطیف تر پانی کو گردانا جاتا ہے، پھر اس سے بہتر اور لطیف تر ہوا اور ایتھر کو مانا جاتا ہے۔ عالم خلق کے اس مادی اور ظاہری جہان کے اس طرف عالم امر کی لطیف اور باطنی دنیا شروع ہوتی ہے جس میں روح مثل جسم کارفرما رہتی ہے۔ اس حقیقت کو قرآن کریم یوں بیان فرماتا ہے

قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا (بنی اسرائیل ۱۵)

''یعنی اے پیغمبر (ﷺ) کہدے کہ روح عالم امر کی چیز ہے جس کا علم تمہیں تھوڑا

دیا گیا ہے۔"

غرض اس ریح اور ہوا کی پرلی جانب قلوب و ارواح کی غیبی لطیف دنیا آباد ہے۔ گویا انسانی وجود میں روح کا آفتاب سانس اور تنفس کے ہوائی اور ریحی طبقے کے اوپر تاباں اور درخشاں ہے جس سے سارا وجود انسانی گرم' روشن اور زندہ ہے۔ یہی وہ لطیف مقام ہے جسے امر و ارادہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جہاں سے تخلیق انسانی کی شروعات ہوتی ہیں' پھر بتدریج گیس مائع سے ہوتی ہوئی ٹھوس جامد وجود پر انجام پذیر ہوتی ہے۔

سپر چولسٹس اور ماہر روحانیات جو روحانی حلقے قائم کرتے ہیں ان کے پاس جب ارواح اور سپرٹس مجسم (Materialised) ہو کر آتی ہیں تو ان کی حاضرات کی ابتداء راگ اور گانے بجانے سے کی جاتی ہے۔ اس لیے کہ گانے بجانے سے اہل حلقہ کے دلوں اور دماغوں میں خیال و ارادہ کا ہیجان پیدا ہوتا ہے جس سے میڈیم اور اہل حلقہ کے وجودوں سے سپرٹس اور ارواح میٹریلائزڈ اور مجسم ہوتی ہیں۔

جب ہم تخلیق انسانی کی جستجو میں اس کے منبع و مبداء کی طرف جاتے ہیں تو اس کی ابتداء اور شروعات ہم زوجین یعنی میاں بیوی کے قلبی ارادوں اور شہوانی خیالات و حرارت کی صورت میں پاتے ہیں۔ حرارت و تپش کی یہ صفت آفتاب کی مانند آفتاب روح کی جبلت و فطرت میں شامل ہے۔ رُوح کی اس غیبی لطیف صفت سے وجود انسانی میں ایک طرح کی حرارت پیدا ہوتی ہے جو بدن انسانی کے ہوائی اور تنفّسی طبقے میں حرکت و ہیجان پیدا کرتے ہیں۔ اس حرکت و ہیجان کے باعث ہوا رگوں اور شریانوں میں پھیلنا اور دوڑنا شروع کر دیتی ہے جس سے گویا عمل انتشار کی صورت نمودار ہوتی ہے۔ انتشار کا یہ عمل رطوبت منویہ کو کھینچ کر الگ کر لاتا ہے۔ پھر اسے قطرات و مطرات کی شکل میں ابر مثانہ سے زمین رحم پر برساتا ہے جہاں تخم انسانی قرار پکڑتا ہے۔ پھر جمادی' نباتی اور حیوانی صورتوں سے گزر کر انسانی صورت اختیار کرتا ہے۔ گویا مادہ منویہ مرد و زن کے وجود کے جملہ تخلیقی ذرات کو بہا کر یوں رحم میں لے جاتا ہے جیسے بارش کا پانی ندیوں' نالوں اور دریاؤں کے ذریعے زمینی ذرات کو بہا کر سمندر کے پیٹ میں لے جاتا ہے۔

Marfat.com

مذکورہ بالا بیان سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔ ایک یہ کہ انسانی تخلیق کی ابتداء اور نشاۃ اولیٰ مرد وزن کے امر و ارادہ سے ہوئی جسے شہوانی جذبہ اور خیال کہتے ہیں۔ دوسری یہ کہ جو ہر لطیف بتدریج حرارت سے ہوا، ہوا سے آب یعنی مادہ منویہ اور مادہ منویہ سے جنین اور بچے کی ٹھوس صورت میں متبدل ہوتا رہا۔ یوں حرارت، گیس، مائع کے رنگ میں لطافت نے بتدریج کثافت کی جانب سفر اور نزول کیا۔ جب رحم مادر میں وجود تکمیل پذیر ہو کر باہر آیا تو قدرت نے پھر اس میں ویسی ہی باطنی، ارادی اور قلبی صورت ڈال دی جو اس کی بنیاد کا باعث بنی تھی جسے ہم روح کہتے ہیں۔ النهاية هو الرجوع الى البداية یعنی انتہاء اپنی ابتداء کی طرف لوٹتی ہے۔

کما قال عز ذکرہ

﴿اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا﴾ (سورہ دھر:۲)

"بے شک ہم نے انسان کو ملی جلی منی سے پیدا کیا کہ اسے جانچیں، پس ہم نے اسے سنتا دیکھتا کر دیا۔"

﴿ثُمَّ اَنْشَئْنٰهُ خَلْقًا آخَرَ﴾ (مومنون:۱۴)

"پھر اسے اور صورت میں اٹھان دی۔"

ان آیات و فرمودات سے انسان کی ظاہری و باطنی دو طرح کی تخلیقات ثابت ہوتی ہیں۔ یعنی ایک تخلیق لطیف دوسری تخلیق کثیف۔ ان دونوں کے امتزاج و اختلاط سے انسان پایہ تکمیل تک پہنچتا ہے۔ لطافت و کثافت کا یہ ربط اور تعلق گو عارضی ہے لیکن اس سے مقصود انفس و آفاق اور ظاہر و باطن میں معرفت خداوندی ہے۔ قدرت کے انفس و آفاق میں یکساں قواعد و قوانین جاری ہیں جن کے علم و معائنہ سے عرفان ربانی کی جانب رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ قولہ تعالیٰ:

﴿سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ﴾

(حم سجدہ:۵۳)

"یعنی اس طرح ہم اپنی قدرت کی نشانیاں ہر دو آفاق اور انفس میں لوگوں کو

Marfat.com

دکھاتے ہیں تا کہ ان پر ظاہر ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات (موجود) برحق ہے۔"

برگ درختان سبز درنظر ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

"یعنی سبز درختوں کا ہر پتہ داناؤں کی نظر میں مثل ورق ہے جو گویا اللہ تعالیٰ کی معرفت کا ایک دفتر ہے۔"

مردوزن کے اختلاط سے اور مادہ منویہ کے وسیلے سے انسانی مادی وجود کے جملہ اجزاء ورحشاء بطور تخم اور بیج زمین رحم میں پڑ جاتے ہیں جہاں اسے ماں کی غذا میں سے خام خون رطوبت اور پانی کے طور پر ملتا رہتا ہے جس سے بطن مادر میں وہ مادی ارتقاء کا بنیادی سفر طے کرتا ہے۔ باہر آنے پر اس پودے کو شیر مادر سے سینچا جاتا ہے۔ لیکن مادہ منویہ کے ہمراہ انسانی حواس وقویٰ کے ذرات بہہ کر رحم مادر میں نہیں پہنچ جاتے۔ اسی لیے بچہ ظاہری شکل وصورت میں والدین اور متعلقین کے مشابہ ہوتا ہے لیکن اخلاق و عادات میں ان سے مختلف ہوتا ہے' اس لیے کہ اخلاق و عادات روح کی صفات ہیں جو والدین کے ملاپ کے نتیجے میں معرض وجود میں نہیں آتیں بلکہ باہر سے اس میں داخل کی جاتی ہیں' یوں لطافت کو کثافت سے ہم آہنگ کر دیا جاتا ہے۔

ہم انفس میں جس طرح انسانی تخلیق کی کیفیت کو بتدریج لطافت سے کثافت کی جانب بیان کر آئے ہیں یہی حال اور انداز آفاق یعنی مادی دنیا کی اشیاء کی خلقت اور پیدائش کا ہے۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے مادی دنیا کی پیدائش کا ارادہ فرمایا تو آفتاب کی حرارت کے ذریعے آبی بخارات کو بادلوں کی صورت فضا میں اٹھایا اور پھیلایا اور ہوائی طبقے میں حرکت و ہیجان پیدا فرمایا' پھر بادلوں سے زمین پر بارش کو برسایا جس کا پانی نباتات' حیوانات اور انسانیت کی حیات اور نشوونما کا موجب بنا۔ سو یہ قاعدہ اور کلیہ ثابت ہو گیا کہ مادی دنیا کی ہر ٹھوس چیز کی تخلیق یونہی ہوئی' یعنی وہ تدریجاً لطافت سے کثافت کی جانب منتقل ہوئی۔

جب ہم قرآن کریم کی جانب رجوع کرتے ہیں تو آفرینش عالم کے بارے میں ہمیں وہاں بھی ایسا ہی نظریہ ملتا ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔

Marfat.com

﴿وَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ وَّ كَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ﴾ (هود:٧)

''وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں بنایا اور اس کا عرش پانی پر تھا۔''

یعنی پہلے پہل اللہ تعالیٰ تخلیق کائنات کے ارادے سے عرش پر متمکن ہوا تو اس وقت عرش کے نیچے فقط پانی ہی پانی تھا۔ دوسری آیت میں فرمایا

﴿وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ فَمِنْهُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰى بَطْنِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰى رِجْلَیْنِ وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰى اَرْبَعٍ یَخْلُقُ اللّٰهُ مَا یَشَآءُ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ (نور:۴۵)

''اور اللہ تعالیٰ نے زمین پر ہر چلنے والا پانی سے بنایا' تو ان میں کوئی اپنے پیٹ کے بل چلتا ہے اور کوئی دو پاؤں پر چلتا ہے اور ان میں کوئی چار پاؤں پر چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بناتا ہے جو چاہتا ہے' بے شک اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔''

آفرینش کی نسبت قرآن کریم صراحت کے ساتھ بتا رہا ہے کہ تمام دنیا کی جاندار اشیاء مائع حالت یعنی پانی سے ٹھوس جامد صورت میں آئیں ایک اور موقع پر فرمایا

﴿اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ﴾ (انبیاء:٣٠)

''کیا کافروں نے یہ خیال نہ کیا کہ آسمان اور زمین بند تھے تو ہم نے انہیں کھولا اور ہم نے ہر جاندار چیز پانی سے بنائی' تو کیا وہ ایمان نہ لائیں گے۔''

دنیا کی مذکورہ آبی حالت سے پہلے کی لطیف تر ہوائی حالت کی قرآن کریم یوں تصدیق فرما رہا ہے۔

﴿ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَهِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَآ اَتَیْنَا طَآئِعِیْنَ ○ فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ وَاَوْحٰى فِیْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا وَزَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَحِفْظًا ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ﴾

Marfat.com

(حمٰ سجدہ:۱۱-۱۲)

”یعنی پھر اللہ تعالیٰ (تخلیق کائنات کے ارادے سے) آسمان کی طرف متوجہ ہوئے اور وہ اس وقت دھوئیں کی سی لطیف حالت میں تھا' تو اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو حکم دیا کہ دونوں حاضر ہوں خوشی سے یا ناخوشی سے' دونوں نے عرض کی ہم رغبت سے حاضر ہوئے تو انہیں پورے سات آسمان کر دیا دو دن میں' اور ہر آسمان میں اس کے کام کے احکام بھیجے' اور ہم نے نچلے آسمان کو چراغوں سے آراستہ کیا' اور نگہبانی کے لیے' یہ اس عزت والے علم والے کا ٹھہرایا ہوا اندازہ ہے۔“

کما قال عزّ ذکرہ

﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ○ يَغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (الدخان:۱۰-۱۱)

”(اے محمد ﷺ) اس دن کا انتظار کر جب آسمان ظاہر طور پر دھواں لائے گا اور لوگوں پر چھا جائے گا' یہ ہے دردناک عذاب۔“

قولہ تعالیٰ:

﴿يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ وَعْدًا عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ○﴾ (انبیاء:۱۰۴)

”جس دن ہم آسمانوں کو یوں لپیٹیں گے جیسے خطوں کا طومار لپیٹا جاتا ہے' جیسے ہم نے کائنات کو پہلے پیدا کیا تھا اسی حالت کی طرف اسے لوٹا دیں گے' یہ وعدہ ہے ہمارے ذمہ اور یہ ہم ضرور کرنے والے ہیں۔“

سو قرآن کریم کی مذکورہ آیات سے ثابت ہوا کہ آبی حالت سے قبل کائنات کی حالت دھویں اور گرد و غبار کی سی تھی' یعنی مثل ہوا اور ایتھر دنیا لطیف صورت میں تھی' پھر جب قیامت قائم ہو گی اور دنیا کو عدم و نیستی کی جانب لے جایا جائے گا تو دنیا کو پھر اسی ابتدائی لطیف حالت میں لے جا کر فنا سے ہم کنار کر دیا جائے گا۔ قولہ تعالیٰ

﴿اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ○ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ○ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ○ اِذَا رُجَّتِ

Marfat.com

الْاَرْضُ رَجًّا ○ وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ○ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْبَثًّا ○ وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً﴾ (الواقعہ:۱۔۷)

''جب قیامت کا (عظیم الشان) واقعہ واقع ہوگا جس کے وقوع میں کچھ جھوٹ نہیں کسی کو پست کردے اور کسی کو بلند کردے' جب زمین کانپے گی تھرتھرا کر اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے جیسے روزن کی دھوپ میں غبار کے باریک ذرے پھیلے ہوئے' اور تم تین قسم کے ہو جاؤ گے۔''

یہ آیت بھی لطیف حالت کی جانب پھرنے پر دلالت کرتی ہے۔ قولہ تعالیٰ

﴿وَ تَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّ هِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ اِنَّهٗ خَبِيْرٌ بِمَا تَفْعَلُوْنَ﴾ (النمل:۸۸)

''اور تم پہاڑوں کو دیکھتے ہو اور خیال کرتے ہو کہ وہ جامد ٹھوس ہیں' مگر وہ اس روز بادل کی صورت میں اڑتے نظر آئیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی صنعت ہے جس نے ہر چیز حکمت کے تحت بنائی' بے شک اسے خبر ہے تمہارے کاموں کی۔''

غرض اس قسم کی بے شمار قرآنی آیات ہیں جن سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے روز دنیا ریزہ ریزہ ہو کر گرد وغبار کی صورت اختیار کرلے گی اور پھر لطیف دخانی اور ہوائی کیفیت میں جا کر نیست و نابود ہو جائے گی۔ کما قال عزذکرہ

﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ○ وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ﴾

(رحمن:۲۶۔۲۷)

''اور جو کچھ اس میں ہے سب کو فنا ہے اور تیرے رب کی عظمت اور بزرگی والی ذات کو بقا ہے۔''

۲ دنیا عدم سے وجود میں کیسے آئی

غرض اس مادی ٹھوس دنیا کا ابتدائے آفرینش کے وقت لطیف حالت سے کثیف حالت میں اور پھر روز قیامت اسی لطیف حالت میں چلے جانا گو عقلی و نقلی دلائل سے ثابت ہو

گیا لیکن دنیا کتنی بھی لطیف ہو جائے اس کا عدم محض اور بالکل نابود ہو جانا کسی طرح متصور نہیں ہوتا۔ خلاء اور عدم دراصل کوئی چیز نہیں کیونکہ دنیا میں کوئی جگہ وجود سے خالی نہیں۔ خلاء اگرچہ محسوس نہیں پر معلوم ضرور ہے' ہر معلوم شے موجود ہوتی ہے اور ہر موجود شے میں محسوس ہونے کی استعداد پائی جاتی ہے۔ جیسے پانی موجود اور محسوس شے ہے لیکن بھاپ کی صورت میں بکھر کر حواس کے دائرے سے نکل جاتا ہے۔ اس کی زیادہ لطیف الطف کیفیت کو نیست اور عدم کہہ دیا جاتا ہے حالانکہ اس کا وجود ہوا میں موجود ہوتا ہے۔ عدم اور خلاء دراصل اس لطیف وجود کا نام ہے جو ہمارے حواس کے دائرے سے خارج ہے۔ ہمارے اوپر چاروں طرف جو خلاء نظر آتا ہے یہ دنیا کا لطیف وجود ہے جسے عدم احساس کی بنا پر خلاء سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اب ہمارے لیے اس پیچیدہ اشکال کا حل اور اس اہم سوال کا جواب دنیا باقی ہے کہ ایک موجود شے کیونکر اس حالت سے ہم کنار ہو جاتی ہے جسے ہم عدم اور نیست سے موسوم کرتے ہیں۔ سو واضح ہو کہ تمام دنیا اضداد کے باعث قائم ہے' دنیا میں ایسی کوئی شے نہ ملے گی جس کے مقابل اس کی ضد موجود نہ ہو۔ جیسے نور و ظلمت' سردی و گرمی' پستی و بلندی' موت و حیات' غم و خوشی' سیاہ و سفید' حسن و قبح' حرکت و سکون' حب و عداوت' رحم و قہر' تلخ و شیریں' ظلم و عدل' نیکی و بدی' فناء و بقاء وغیرہ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اضداد اگر خاص صورت میں اور خاص مقداروں میں آپس میں ملیں تو دونوں کا عدم متحقق ہوگا۔ مثلاً: گرمی اور حرارت کی مخصوص مقدار کے ساتھ اگر برودت اور سردی کی اتنی مقدار ملا دی جائے تو نہ گرمی باقی رہے گی نہ سردی بلکہ ہر دو کا وجود عدم ہو جائے گا۔ یونہی اگر ایک طرف سے ظلمت و تاریکی اور دوسری جانب سے روشنی اور ضیاء آ کر ملیں تو ہر دو کا وجود نابود ہو جائے گا۔ جب ضدین کے اختلاط اور ملاپ سے عدم اور نیست ثابت ہو گیا تو عدم سے ضدین کی صورت میں وجود کا ظہور متحقق ہو گیا۔ یعنی ضدین کے ملاپ سے عدم واقع ہوتا ہے اور ضدین کے جدا ہونے سے وجود کا ظہور ہوتا ہے۔

جوں جوں ہم اشیاء کی ابتدائی خالص حالت یعنی ان کے جواہر لطیف کی طرف جاتے ہیں ہمیں ضدین کے صحیح جوڑے حاصل ہو سکتے ہیں۔ کثیف اشیاء میں ضدین کے اختلاط اور

Marfat.com

امتزاج سے عدم اس لیے ثابت نہیں ہوتا کہ ٹھوس اور کثیف اشیاء میں ضدین خالص صورت میں دستیاب نہیں ہوتے۔ کثیف اور ٹھوس اشیاء میں مختلف اضداد کا اجتماع ہوتا ہے یعنی جب اشیاء لطافت سے کثافت کی طرف تنزل کرتی ہیں تو ان میں اور چیزیں بھی شامل ہو جاتی ہیں' یوں وہ مختلف اضداد کا مرکب بن جاتی ہیں' اور جب اشیاء لطافت کی جانب سفر کرتی ہیں تو دیگر عناصر کی آمیزش اور ملاوٹ سے ایسی پاک ہو جاتی ہیں جیسے گردوغبار سے آلودہ کپاس دھنتے اور پھٹکنے سے صاف' خالص اور ہلکی ہو جاتی ہے۔ اس طرح اگر پانی کو جوش دیا جائے تو اس کی خالص صورت بھاپ کے رنگ میں حاصل ہو گی جبکہ پانی میں موجود دیگر کدورتیں اور آمیزشیں برتن میں رہ جائیں گی۔ سو اشیاء کے صحیح اضداد لطیف الطف حالت میں حاصل ہو سکتے ہیں جبکہ کثیف اشیاء میں اضداد کے حقیقی جوڑے نہیں مل سکتے۔ جیسے آگ اور پانی بظاہر ایک دوسرے کی ضد ہیں لیکن جب ان کو ملایا جاتا ہے تو ان کا وجود مطلق نیست اور نابود نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ آگ لکڑی' کوئلہ وغیرہ میں سرایت کی ہوتی ہے لہٰذا اس صورت میں ملاپ سے آگ کی حرارت اور پانی کی ٹھنڈک تو زائل ہو جاتی ہے لیکن لکڑی اور پانی وغیرہ راکھ اور بھاپ کی شکل میں باقی رہتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ آگ اور پانی حقیقی ضدین نہیں ہیں بلکہ اصل ضدین ان میں موجود لطیف جواہر یعنی حرارت و برودت اور گرمی و سردی ہیں جو آتش و آب کے مل جانے سے مفقود و معدوم ہو گئے۔

کائنات عالم نے جس وقت عالمِ عدم سے دنیائے وجود کی جانب قدم اٹھایا تھا تو اس وقت جملہ اشیاء اضداد کی صورت میں آپس میں مختلط تھیں جنہیں اللہ تعالیٰ کی قادر و توانا ذات نے امر کن کی برقی قوت سے الگ کر کے وجود سے ہم کنار کیا۔ جیسے بجلی کی رو اشیاء کی منفی مثبت خوابیدہ اور خفتہ قوتوں کو بیدار کر کے ایک دوسرے سے دور اور مفرور کر دیتی ہے' پھر جب یہ منفی مثبت قوتیں اور لہریں باہم ملتی ہیں تو ان میں پھر وہی برقی شعلہ نمودار ہوتا ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ کے امر کن کی قدیم بجلی اور برقی رو نے اضداد کے متحد اور مختلط جوڑوں میں بھگدڑ مچا کر انہیں طویل جدائی اور مفارقت سے دوچار کر دیا۔ اس مفارقت کے باعث اشیاء میں اپنی جنس سے ہٹنے اور غیر جنس سے ملنے کی صفت اور کشش پائی جاتی ہے جو قیامت تک

Marfat.com

جاری رہتی ہے۔ اسی کشش اور صفت کے باعث مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے لیکن اپنے ہم جنس مقناطیس کو نہیں کھینچتا۔ مرد اپنے ہم جنس مرد سے نفرت اور اعراض برتتا ہے جبکہ صنف مخالف یعنی عورت کی جانب مائل نظر آتا ہے۔ لہٰذا متضاد جوڑوں میں جب امر کن کے باعث علیحدگی ہوئی تو وہ دیگر اشیاء سے جا ملے۔ اس اختلاط اور آمیزش سے عالم کثیف اور مادی جہان معرض وجود میں آ گیا' اور اشیاء مختلف مادی ٹھوس صورتوں' رنگتوں اور صفتوں میں نمودار ہو گئیں۔ قیامت کے روز صور اسرافیلؑ گویا اللہ تعالیٰ کا امر کن کے برعکس فنا اور عدم کا حکم ہو گا۔ جس سے کائنات کی کثیف اشیاء کے اجزاء منتشر ہو کر گرد و غبار اور بادل کی لطیف صورت اختیار کر جائیں گی' یوں اجسام و اجساد کے لطیف جواہر اور ارواح کو ضدین کے ابتدائی صحیح اور وحشی جوڑوں کے رنگ میں لا کر آپس میں خلط ملط کر دیا جائے گا۔ کما قال عز ذکرہ

﴿وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ﴾ (التکویر:۵)

یعنی ازل کی جدا اور الگ کی ہوئی اشیاء جو وحشی جانوروں کی مثل ایک دوسرے سے دور اور مفرور ہیں انہیں اکٹھا اور جمع کیا جاوے گا۔ پھر تمام نفوس اپنے اپنے زوج اور جوڑے سے۔

﴿وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ﴾ (التکویر:۷)

''جب جانوروں کے جوڑے بنیں۔''

کی مصداق ہم آغوش اور بغل گیر ہو کر اپنے اس آغاز اور ابتداء کی جانب لوٹ جائیں گے اور اسی ازل کی گود میں سو جائیں گے جسے ظلمت عدم سے تعبیر کیا گیا ہے اور جس سے نور وجود کے لطیف و کثیف عالمین کا ظہور ہوا تھا۔ پس معلوم ہوا کہ کائنات کی جملہ اشیاء کی تخلیق و ایجاد اور ظہور و شہود کا حقیقی معدن اور مخزن آفتاب ذات کے امر کن کا وہ برقی شعلہ اور لپکا ہے جو عدم کے تاریک بادل پر جب چمکا تو قطرات و مطرات کی مانند تمام اشیاء کے لطیف اضداد پیدا اور ہویدا ہو گئے اور بمقتضائے فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ (یونس:۲۴)

ان کے آپس میں اختلاط سے عالم کثرت اور ٹھوس کثیف جہان یعنی زمین و آسمان مع جملہ ساز و سامان تیار ہوا۔ جیسا ایک حدیث شریف میں آیا ہے۔ کانت الدنیا فی عماء فترشح علیہ من نور فظهرت یعنی ابتداء میں دنیا عدم کے تاریکی میں تھی' پھر اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

اس پر اپنے نور کی ترشح کی پس وہ ظاہر ہوگئی۔'' جس سے معلوم و محسوس یا دوسرے لفظوں میں لطیف و کثیف دنیاؤں کا ظہور ہوا۔ عدم کی تاریک وسیع لطیف عالم کی مثال بطور مشت نمونہ از خروار ہمارا یہ بلند اور وسیع مادی آسمان موجود ہے۔ جسے لوگ خلاء یا فضاء محض سے تعبیر کرتے ہیں' جبکہ نور کن اور اظہار وجود کا نمونہ مادی آفتاب اور اس کے گرداگرد موجود کواکب و سیارے وغیرہ ہیں جو نظام شمسی کہلاتا ہے۔ گویا وحدت عدم سے فرمان کن کی قوت سے موجودات کی کثرت کا اظہار ہوا۔ کائنات کا وجود و قیام دو حرکتوں کا مرہون منت ہے۔ ایک حرکت اختلاط و امتزاج یعنی یہ کہ اشیاء آپس میں ملنے کی طرف مائل ہیں' دوسری حرکت افتراق و انشقاق یعنی اشیاء کا جدائی اور ٹوٹ پھوٹ کی طرف مائل ہونا۔ اختلاط و افتراق یعنی ملنے اور بچھڑنے کے اعمال قوت جاذبہ اور قوت ہاربہ کے باعث ہوتے ہیں۔ قوت جاذبہ کے باعث اشیاء ایک دوسرے کی جانب کھنچتی اور کشش کرتی ہیں جبکہ قوت ہاربہ کی وجہ سے اشیاء ایک دوسرے کو دھکیلتی اور ہٹاتی ہیں۔ ہمارے نظام شمسی اور جملہ اجرام فلکی کا قیام ان دو متضاد حرکات پر موقوف ہے۔ ان اجرام کو ایک طرف سے حرکت اختلاط لاحق ہے' دوسری طرف سے حرکت افتراق لاحق ہے۔ لہٰذا ان دو متضاد حرکتوں کے باعث وہ خلاء میں معلق ہیں۔ جیسے کسی شے کو مخالف سمتوں سے رسیوں سے باندھ کر ہوا میں کھڑا کیا جا سکتا ہے۔ ان متضاد حرکتوں اور قوتوں کی طفیل اجرام فلکی فضاء اور خلاء میں اپنے مخصوص وجودوں کے ساتھ خاص دائروں اور مداروں میں گھوم رہے ہیں۔ اگر کوئی وجود کسی کرے کی کشش ثقل سے نکل جائے تو دوسرے کرے کی کشش اسے اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ کشش ثقل ایک برقی کشش ہے جو کسی شے کو اپنے معدن اور اصل کی جانب کھینچتی ہے۔ یہ کشش ہر بڑی چھوٹی شے کو لاحق ہے۔ ایک ذرے سے لے کر اجرام فلکی تک سب اسی کشش کے سبب متحرک اور ساکن ہیں۔ یہی کشش ہم جنس ذروں کو باہم ملا کر اجسام بناتی ہے اور انہیں اپنے مسکن و مرکز سے مربوط رکھتی ہے۔ یہی حال ارواح کا ہے کہ جب وہ وحدت اور توحید کی جانب جاتی ہیں تو یہ ان کا حشر' اختلاط اور امتزاج ہوتا ہے اور جب وہ کثرت کی جانب آتی ہیں تو ان کا نشر' افتراق اور انشقاق ہوتا ہے۔

Marfat.com

اختلاط و افتراق کو ائتلاف و اختلاف کی اصطلاحات سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ ائتلاف سے مراد اجتماع اور اتحاد ہے اور اختلاف سے مراد انتشار و احتراز ہے۔ ائتلاف وحدت کا تقاضا کرتا ہے اور اختلاف کثرت کا تقاضا کرتا ہے۔ قوت ائتلاف کے سبب اشیاء میں کشش اتصال اور کشش ثقل قائم ہے۔ قوت اختلاف کے سبب اشیاء کے وجود الگ الگ قائم ہیں جبکہ قوت ائتلاف اشیاء کو ملاتی اور جوڑتی ہے۔ ان دو قوتوں کے ذریعے اشیاء کائنات میں حشر اور ان کے اجزاء میں نشر ہے۔ ائتلاف اشیاء کے لیے موجب قیام و بقا ہے جبکہ اختلاف باعث ہلاکت و فنا ہے۔ یوں موجودات کا کارواں وحدت سے کثرت اور کثرت سے وحدت کی جانب رواں دواں ہے۔

ہم اپنے اصل موضوع کو مندرجہ ذیل قرآنی آیات اور ان کی تفسیر سے واضح کرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ○ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ○ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ○ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ (ذاریات:۴۷،۵۰)

”یعنی آسمان لطیف کو ہم نے اپنے دست قدرت سے بنایا' بے شک ہم وسعت دینے والے ہیں اور زمین (یعنی کثیف مادی جہان) کو (منجمد اور پست کر کے) بصورت فرش بچھایا اور ہم کیا عمدہ بچھانے والے ہیں اور ہم نے ہر شے کے جوڑے اور ضدین بنا دیئے' شاید تم دھیان دو اور سمجھ سکو' پس تم اللہ کی طرف دوڑو' بے شک میں اس کی طرف سے تمہارے لیے صریح ڈرانے والا ہوں۔“

مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑنے کی دعوت اور ترغیب دی جا رہی ہے۔ یہ ترغیب ڈرانے والے یعنی حضور علیہ السلام دے رہے ہیں' اس لیے کہ روز قیامت مخلوق کے جوڑے اور ضدین آپس میں مل کر عدم کی تاریکی سے ہم کنار ہو جائیں گے' سو اس تاریکی اور فنا سے بچنے کے لیے لوگوں کو ذرہ وار اس حقیقی آفتاب انوار یعنی ذات پروردگار کی طرف دوڑنے کی دعوت دی جا رہی ہے تا کہ عدم کی ظلمت و تیرگی سے خلاصی پا کر وہ ابدی سرمدی

Marfat.com

نورانی دنیا میں زندہ جاوید ہو جائیں اور اجر تا اللہ تعالیٰ کی لقا اور دیگر اخروی نعماء سے دائماً بہرہ اندوز ہو سکیں۔ قولہ تعالیٰ

﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ (البقرہ:۲۵۷)

''یعنی اللہ والی ہے ایمان والوں کا' انہیں اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے' اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے دوست اور حامی شیطان ہیں جو انہیں نور سے اندھیروں کی جانب نکالتے ہیں' یہ لوگ دوزخ والے ہیں جس میں انہیں ہمیشہ رہنا ہے۔''

سو مذکورہ بیانات سے واضح ہوا کہ دین و مذہب اور تصوف و روحانیت کی غرض و غایت یہی ہے کہ انسان اس آب نماء موہوم سراب حیات اور وجود نماء معدوم کائنات کے فانی اور ناپائیدار اسباب سے مانوس و مالوف نہ ہو جائے جو کہ اضداد کا محض طلسم ہے۔ ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن طلسم وجود کے درہم برہم ہو جانے سے انسان ظلمت آباد عدم کی دائمی تاریکی میں محصور ہو کر ہمیشہ کے لیے معذب و مقہور ہو رہے۔ لہٰذا انسان کو چاہئے کہ برق امر کن کے حقیقی اور اصلی پاور ہاؤس کے ساتھ مربوط و منسلک ہو جائے جو باعث ایجاد جملہ اضداد ہے جو بری از جملہ نقص و فساد ہے۔ اور تمام کائنات کا مبداء و معاد ہے۔ مقصد یہ کہ بندہ اس خالق و کردگار' حی و قیوم' وحدہ لاشریک ذات اور پروردگار ہمہ مخلوقات کے قرب' مشاہدے اور وصال سے مشرف و مالا مال ہو کر اس کے ساتھ زندہ جاوید ہو جائے۔

رباعی

دل مغز حقیقت است تن پوست ببیں
درسکوت روح صورت دوست ببیں
ہر ذرہ کہ او نشان ہستی دارد
یا پر تو نور است یا اوست ببیں

یعنی دل کو حقیقت کا مغز اور جسم و تن کو بمنزلہ چھلکا سمجھ اور روح کے سکوت اور خاموشی

Marfat.com

میں دوست کی صورت کو دیکھ۔ ہر ذرہ جو ہستی اور وجود کا حامل ہے اسے یا تو نور کا پرتو اور عکس تصور کر یا سمجھ کہ وہی ہے۔

واضح ہو کہ ہم اس بات کو عقلی اور نقلی دلائل سے کافی طور پر ثابت کر آئے ہیں کہ ابتداء میں دنیا لطافت سے کثافت کی طرف آئی اور پھر قیامت کے دن اسی طرح اپنی حالت لطیف کی طرف لوٹا دی جائے گی اور عدم سے کائنات کے وجود کا ظہور اور پھر کائنات کا عالم وجود سے عالم عدم کی جانب مرور بھی متحقق ہو چکا ہے۔ لیکن مادی عقل و دماغ چونکہ اسباب پروردہ ہوتی ہے اس لیے جب تک اس مادی دنیا میں کسی دعویٰ کی مثال دکھا کر پیش نہ کر دی جائے خالی دلائل اور براہین سے ان کی تشفی اور تسلی نہیں ہوتی' لہٰذا ذیل میں عدم اور وجود کی مادی مثال پیش کی جاتی ہے۔

دنیا کی ہر مادی شے کے دو پہلو ہیں۔ ایک کثیف جسے جسم (Matter) اور وجود کہتے ہیں' دوم لطیف جسے عرض اور صفت کہتے ہیں۔ ہم جوں جوں اشیاء کے عروض یعنی ان کے لطیف اجسام کی جانب جاتے ہیں تو ہمیں اضداد کے صحیح جوڑے حاصل ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس جب ہم اشیاء کے کثیف وجودوں کی طرف جاتے ہیں تو ان میں ہمیں خالص اضداد حاصل نہیں ہوتے' اس لیے کہ ان میں اور عناصر اور مرکبات بھی شامل ہوتے ہیں۔ مثلاً: آگ اور پانی کو ہم ایک دوسرے کی ضد تصور کرتے ہیں لیکن گرم اور سرد اجسام کے حوالے سے یہ ایک دوسرے کے حقیقی ضدین نہیں ہیں' البتہ ان میں موجود صفات حرارت اور برودت ایک دوسرے کے صحیح ضدین ہیں۔ حرارت کسی جسم لکڑی' کوئلہ اور دھات وغیرہ کو لیے ہوتی ہے اور برودت یعنی ٹھنڈک پانی کے وجود کی حامل ہوتی ہے لہٰذا ان دو حاملین کے ہمراہ ان کے ملاپ سے عدم ثابت نہیں ہوتا۔ یونہی گرم اور ٹھنڈے پانی کو اگر باہم ملایا جائے تو پانی کا وجود تو معدوم نہیں ہوگا البتہ ان کی حرارت و برودت یعنی گرمی سردی زائل اور کالعدم ہو جائے گی۔ اسی طرح سفید و سیاہ اور تلخ و شیریں اشیاء کے ملاپ سے بھی اشیاء کے وجود قائم رہیں گے لیکن ان کی صفات یعنی سفیدی و سیاہی اور تلخی و شیرینی زائل ہو جائیں گی۔ مقصد یہ کہ صفات دیگر اجسام کے بغیر عریاں اور خالص صورت میں باہم متحد و مختلط ہوں تو ان کا عدم متحقق ہوگا۔

Marfat.com

دنیا کی تمام اشیاء کو اربع عناصر یعنی مٹی، پانی، آگ اور ہوا سے مرکب مانا گیا ہے۔ اگر چہ جدید تحقیقات سے ان کے علاوہ دیگر عناصر بھی معلوم ہوئے ہیں۔ ان اربع عناصر میں سے مٹی محض جسم ہے اور اشیاء کو جسامت بخشتی ہے۔ پانی، ہوا اور آگ کو بنفسہ لطیف صفات نہیں بلکہ جسم ہیں لیکن ترکیب اشیاء میں مٹی کے لیے بمنزلہ جوہر کے بن جاتے ہیں۔ ان عناصر میں مٹی جسامت کی حامل ہے، پانی ذائقوں کا حامل ہے، ہوا بو کی حامل ہے اور آفتاب آگ کا حامل ہے۔ آفتاب اور آگ دو صفات کے حامل ہیں۔ ایک حرارت دوم روشنی۔ روشنی اور نور رنگوں کا حامل ہوتا ہے جبکہ حرارت اشیاء کی طبخ و ترکیب میں مدو معاون ثابت ہوتی ہے۔ خربوزہ ایسا میوہ ہے جس میں کئی صفات ہیں یعنی جسامت، ذائقہ، رنگ اور بو کا حامل ہے۔ خربوزہ بنتے وقت مٹی سے جسامت، پانی سے ذائقہ، نور آفتاب سے رنگ اور ہوا سے خوشبو حاصل کرتا ہے۔ جب یہ گل سڑ کر ضائع ہونے لگتا ہے تو اس کی جسامت کو مٹی، ذائقے کو پانی، خوشبو کو ہوا اور رنگ کو نور آفتاب واپس لے لیتا ہے۔ اگر ذائقہ دار چیز کو پانی کے، خوشبودار شے کو ہوا کے اور رنگ دار چیز کو نور آفتاب کے حوالے سے دیکھا جائے تو نتیجہ صاف طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ مادی اشیاء و صفات کیونکر عدم و وجود سے ہم کنار ہوتی ہیں۔ انسانی آنکھیں نور کی حامل ہیں اس لیے الوان اور رنگوں کی مدرک ہیں۔ دائمی تراوت کے باعث زبان پانی کی طرح ذائقوں کو جذب اور محسوس کرتی ہے۔ ناک ہوا کی آمدورفت کے سبب خوشبو اور بدبو کو معلوم کرتی ہے۔ گویا ذائقہ، رنگ اور بو وغیرہ پانی، روشنی اور ہوا سے وجود پاتے اور ان میں معدوم ہوتے رہتے ہیں اور ان کے وجود کا ادراک زبان، آنکھ اور ناک کے ذریعے ہوتا ہے۔ یونہی ٹھنڈی شے گرم ہاتھ کو ٹھنڈی معلوم ہوتی ہے۔ گویا گرم ہاتھ ٹھنڈک کو وجود بخشتا ہے۔ بالفاظ دیگر ٹھنڈک کا ادراک کرتا ہے۔ اس کے برعکس اگر خود ہاتھ ٹھنڈا ہو تو ٹھنڈک کو معلوم و محسوس نہیں کرتا۔ پس معلوم ہوا کہ ہر چیز اپنی ضد سے معلوم اور متحقق ہوتی ہے۔ کل شئی یعرف بضدھا یعنی ہر شے اپنی ضد کے ذریعے پہچانی جاتی ہے۔ اگر کسی چیز کی ضد موجود نہ ہوتی تو اس کا علم و احساس بھی نہ ہوتا۔ پس ہر معلوم، موجود اور محسوس کے لیے ایک ضد ہے۔

Marfat.com

مثنوی

۱ جنگ طبعی جنگ فعلی جنگ قول
درمیان جزوہا حربیست ہول
۲ پس بنائے خلق براضداد بود
لاجرم جنگی شدنداز ضروسود
۳ ہست احوالت خلاف ہم دگر
ہریکے باہم مخالف در اثر
۴ آن جہاں جزباقی و آباد نیست
زانکہ آں ترکیب از اضداد نیست
۵ نفی ضد کرد از بہشت آں بے نظیر
کہ نباشد شمس و ضدش زمہریر

ترجمہ

۱ ''یہ جو اجزائے عالم میں جنگ طبعی، جنگ فعلی اور جنگ قولی یعنی طبیعتوں، افعال اور اقوال کی جنگ واقع ہے یہ ایک بڑی خوفناک جنگ ہے''۔

۲ ''چونکہ مخلوق کی بنیاد اضداد پر رکھی گئی ہے اس لیے نفع ونقصان کے اعتبار سے یہ باہم مخالف ہو گئے''۔

۳ ''تمہارے احوال خود ایک دوسرے کے خلاف ہیں۔ ہر حال اثر میں دوسرے حال کا مخالف ہے''۔

۴ ''وہ عالم یعنی اگلا جہان باقی اور آباد ہے اور فنا سے آزاد ہے اس لیے کہ وہ ترتیب و ترکیب میں اضداد سے پاک ہے''۔

۵ ''اللہ تعالیٰ نے بے مثال بہشت کی ضد کی نفی قرآن کریم میں ان الفاظ سے کی ہے کہ وہاں نہ سورج ہے اور نہ اس کی ضد زمہریر یعنی ٹھنڈ ہے''۔

﴿لَا یَرَوْنَ فِیْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِیْرًا﴾ (الدھر:۱۳)

''نہ اس میں دھوپ دیکھیں نہ ٹھٹھر''۔

گویا آخرت میں ضدین نہیں ہوں گے۔

انسانی خاکی جسم لمس سے دوسرے وجود کو محسوس کرتا ہے۔ اربع عناصر میں سے مٹی خود جسم ہے اور اشیاء کو جسامت (Matter) عطا کرتی ہے اور اشیاء کی جسامت کو اپنے اندر

Marfat.com

جذب کرتی ہے۔ پانی تمام ذائقوں کو جذب کرتا ہے سو چاہئے تھا کہ سب ذائقے اس میں موجود ہوتے لیکن اس کے برخلاف پانی کا اپنا کوئی ذائقہ نہیں ہے۔ ہوا تمام خوشبوؤں اور بدبوؤں کی حامل ہے لیکن اس کی اپنی بو نہیں ہے۔ اسی طرح نور آفتاب تمام رنگوں کا حامل ہے لیکن خود بے رنگ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کو اعراض کے لطیف ضدین سے پیدا کیا ہے اور سب کے اعراض لطیف کو فطرتاً بمقتضائے ﴿وَ كُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ﴾ (رعد:۸) ''اور ہر چیز اس کے پاس ایک اندازے سے ہے۔'' برابر مقدار میں پیدا فرمایا۔ پس پانی میں جب تمام اشیاء کے ذائقوں کے لطیف جواہر برابر مقدار میں مل جاتے ہیں تو وہ سب بسببِ التقائے مخالفین اور اختلاط اضداد ایک دوسرے سے مل ملا کر نیست و نابود اور کالعدم ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح ہوا میں سب خوشبوؤں اور بدبوؤں کو اور نور آفتاب میں سب رنگتوں کو قیاس کر لینا چاہئے۔ نہیں دیکھتے کہ سورج کی روشنی منشور مثلثی میں سے گزرتی ہے تو اس کے جملہ رنگ نمودار ہو جاتے ہیں۔ سورج کے ان رنگوں کو قوس قزح میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مختلف رنگ اور الوان سفید آفتابی رنگ سے پیدا ہوتے ہیں اور جب جملہ رنگ آپس میں ملتے ہیں تو نیست اور کالعدم ہو کر سفید رنگ میں ڈھل جاتے ہیں۔ گویا جملہ رنگتوں کو، تمام ذائقوں کو، سب بوؤں کو اپنی اپنی جگہ باہم ملایا جائے تو سب محض عدم ہو جائیں گے۔ یہ ساری صفات دنیا میں بصورت عدم ہمہ وقت موجود رہتی ہیں۔ پھر جب یہ متفرق اور جدا ہوتی ہیں تو نمودار اور ہویدا ہو جاتی ہیں۔ غرض دنیا کی تمام لطیف اشیاء میں قدرت کا یہی قاعدہ اور قانون جاری اور نافذ ہے۔

یہاں تک جو کچھ لکھا جا چکا ہے اگر اسے بنظر غور و عمق دیکھا جائے تو وحدت و کثرت کا مسئلہ ہم نے حل کر دیا۔ یعنی ہمارے سامنے جو آفرینش عالم کا سر قدیم اور معمّیٔ عظیم پڑا تھا وہ حل ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ قادر و توانا کیسے اس ٹھوس مادی جہان کو عدم سے وجود میں لایا۔

سوائے ذات باری تعالیٰ کے باقی ہر شے اپنی ضد رکھتی ہے۔ اشیاء اضداد سے مرکب ہیں لہٰذا ہر شے قابل فنا ہے۔ صرف ایک ذات کبریاء واجب الوجود کو دائمی بقا ہے۔ باقی جملہ مخلوقات کو اسی کے نور سے وجود، بقا اور حیات حاصل ہے۔ عالم کثرت کے تمام اضداد کا ظہور

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی صفات جلال و جمال کے مرہون منت ہے۔ لہٰذا انسان کو چاہئے کہ وہ اضداد کی تاریکی سے نکل کر اللہ تعالیٰ کے بحر انوار کی طرف دوڑ جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ ذاریات میں فرمایا ''آسمان (لطیف) کو ہم نے اپنے دست قدرت سے بنایا' بے شک ہم وسعت دینے والے ہیں' اور زمین (یعنی کثیف مادی جہان) کو (منجمد اور پست کر کے) بصورت فرش بچھایا اور ہم کیا عمدہ بچھانے والے ہیں' اور ہم نے ہر شے کے جوڑے اور ضدین بنا دیئے شاید کہ تم دھیان دو اور سمجھ سکو۔ پس تم اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگو' بے شک میں اس کی طرف سے تمہارے لیے صریح ڈرانے والا ہوں۔''

جب اللہ تعالیٰ نے روز اول ارواح کو ظلمت عدم میں پیدا کر کے الست بربکم آیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔'' کا خطاب فرمایا تو جواب میں تمام نے یک زبان ہو کر بلیٰ یعنی ہاں کہا اور اعتراف کیا کہ بے شک تو ہی ہمارا خالق اور حقیقی پالنہار ہے اور ہم تیری عاجز' حادث اور معدوم مخلوق ہیں۔ پھر یہاں سے یہ ضدین ظل عبودیت اور نور ربوبیت کی صورت میں نمودار ہوئے۔ پس روح میں نور ربوبیت اور ظل عبودیت مخلوط ہوئی۔ ظل عبودیت سے جثہ کثیف اور نور ربوبیت سے جثہ لطیف کا ظہور ہوا۔ انسان روح کی راہ سے وجوب و قدامت کے رنگ سے رنگین ہے' یہ اس کا تنزیہی رنگ ہے۔ روح عالم امر کا لطیفہ ہے اور یہ بندے کا دائرہ ربوبیت ہے جبکہ وجود عنصری کے لحاظ سے امکان و حدوث کے داغ سے داغدار ہے۔ یہ اس کا تشبیہی رنگ ہے اور یہ اس کا دائرہ عبودیت ہے۔ انسان لطیفہ روح کے حوالے سے اللہ تعالیٰ سے مربوط ہے اور لطیفہ خلق کے حوالے سے وہ اس سے محجوب اور دور ہے جس کی نشاندہی اس آیت قرآنی میں کی گئی ہے۔

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ﴾ (حم سجدہ:۶)

''یعنی تو کہہ کہ انسان ہونے کے ناطے میں تمہاری مثل ہوں تاہم میری جانب وحی ہوتی ہے۔''

گویا بندہ وحی و الہام اور نفس و روح کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے واصل ہے اور بحوالہ جسم مخلوق میں شامل ہے' جبکہ انسان کامل ان ضدین کا حامل ہے۔ سو عبودیت ربوبیت کی ضد ہے

Marfat.com

کل شئی یعرف بضدھا یعنی ہر شے اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔ پس اظہارِ ربوبیت کے وقت اقرارِ عبودیت لازمی ٹھہرا۔ اور ربوبیت کی معرفت کے لیے عبودیت ضروری ہوئی۔ سو اقرارِ الست سے ضدّین کا ظل عبودیت اور نورِ ربوبیت کے رنگ میں اظہار بھی ہوا اور اختلاط بھی۔ ظل عبودیت کے رنگ میں جثہ کثیف اور نورِ ربوبیت کے رنگ میں جثہ لطیف ظہور پذیر ہوا' یا یوں کہو جب اللہ تعالیٰ نے ارواح کے تاریک بادلوں پر اپنے نور کی ترشح ڈالی اور ان کے وجود میں نورِ ربوبیت چمکا تو ان بادلوں میں آفتابِ ربوبیت نے قوسِ قزح کی طرح ایک نوری دائرہ بنایا جس میں حق تعالیٰ نے اپنے سات ذاتی صفات کے رنگ بھر دیئے۔ سو اس دائرے کا نصف حصہ تو آسمانِ لطیف میں ظاہر ہو گیا اور نصف دائرہ زمینِ کثیف میں معدوم ہو گیا۔ اس کی مثال بارش کے بعد آفتاب کے بالمقابل بادلوں پر قوسِ قزح کی صورت میں دیکھی جا سکتی ہے کہ آفتاب کا نصف دائرہ قوسِ قزح کے رنگ میں بادلوں پر نظر آتا ہے لیکن اس کا نچلا نصف دائرہ حصہ زمین پر پڑ کر معدوم ہو جاتا ہے۔ پس انسانِ کامل ہو کر جب اللہ تعالیٰ کے نور سے منور ہوتا ہے تو اس میں گویا ظلِ عبودیت اور نورِ ربوبیت کی دو قوسیں مل جاتی ہیں۔ ایسا آدمی گاہے دائرہ ربوبیت میں اور گاہے دائرہ عبودیت میں چکر لگاتا رہتا ہے۔ یہی ہے رازِ قاب قوسین اوادنیٰ علم من علم

روزِ ازل جب اللہ تعالیٰ نے ارواح کو الست بربکم کہہ کر خطاب فرمایا تو اس وقت وہ ظلِ عبودیت سے مجسم تھے اور اپنی خودی' بقاء اور انانیت سے معراء تھے لہٰذا سب نے یک زبان ہو کر اس کا اقرار کیا اور اس کی خالقیت' ربوبیت' قیومیت اور قدامت وعظمت کے حضور سرِ تسلیم خم کیا اور اپنی بندگی' عجز' حدث اور عدوم کا اعتراف کیا' تب اللہ تعالیٰ نے ان کی جانب نورِ ربوبیت سے تجلی فرمائی' جب ان میں نورِ ربوبیت چمکا اور حدث سے قدامت اور عبودیت سے ربوبیت کا ملاپ ہوا تو انہیں اپنے وجود اور ہونے کا احساس ہوا' تب وہ خوابِ عدم سے بیدار ہو کر شرابِ خودی سے ہم کنار اور خمرِ انانیت سے سرشار ہوئے۔ نتیجتاً ان میں سے اکثر اقرارِ عبودیت سے بیزار ہو گئے۔ پس اس اقرار و انکار کے لحاظ سے وہ درج ذیل تین اقسام میں بٹ گئے:

Marfat.com

① محجوب ② مجذوب ③ محبوب

① فرقہ محجوبین

روز ازل تجلی الٰہیہ سے جب ارواح روشن اور منور ہوئیں اور انہوں نے اپنے تئیں دیکھا تو ان میں بعض کوتاہ اندیشی، کم ظرفی اور استکبار کے باعث خودی اور انانیت کے گرداب میں گھر گئیں اور ان کا احساس وجود اور خود بینی اللہ تعالیٰ کے انکار پر منتج ہوئی۔ یوں وہ معدن انوار اور حقیقی پروردگار سے محجوب ہوگئیں۔ کفار نابکار اور مشرکین اہل نار اسی فرقے میں شمار ہیں۔ شیطان لعین کا قول انا خیر منه کہ میں آدم سے بہتر ہوں۔" اور فرعون بے عون کا دعویٰ انا ربکم الاعلیٰ کہ میں تمہارا بڑا رب ہوں۔" اسی قبیل سے تھا۔ ایسے دعویدار ائمۃ الکفر اور رئیس المحجوبین ہوئے۔

② فرقہ مجذوبین

روز ازل بعض لوگوں پر اظہار ربوبیت کا ایسا سخت غلبہ ہوا کہ آفتاب ذات کی تیز شعاعوں سے ان کی آنکھیں خیرہ اور تیرہ ہوگئیں اور ان کا آئینہ عقل اور شیشہ شعور حیرت و استعجاب سے چور چور ہو گیا جس کے باعث انہیں آفتاب حق کے مقابل نجوم اسماء اور اقمار صفات کے وجود ماند اور مفقود نظر آئے۔ لہٰذا وہ خود کو اور جملہ غیر کو ذات واحد تصور کرنے لگ گئے۔ یہ لوگ ہمہ اوستی اور وجودی کہلائے۔ منصور حلاجؒ سے راز اناالحق کا اظہار اسی مقام پر ہوا۔ حضرت محی الدین ابن عربیؒ نے اپنی تصانیف میں اسی مشرب اور مسلک کو ثابت کیا۔ مسلک ہمہ اوست لغزشوں اور رجعتوں سے معمور ہے۔ اس مسلک میں مبتدی طالب ہر شے کو اس ذات واجب الوجود سے تعبیر کرتا ہے، اس لیے وہ ہر شے کی محبت اور پرستش کو جائز سمجھتا ہے۔ سورج پرستی، آتش پرستی دریا پرستی، جماد، نبات اور حیوان پرستی، ملوک پرستی، پیر پرستی، قبور پرستی غرض جملہ غیر پرستشیں اسی لغزش کے مختلف مظاہرے ہیں۔ اس سلسلے کے لوگ عشق زنان وامرد اور ساز و سرود کو طے سلوک کے لیے جائز بلکہ لازمی اور واجب خیال کرتے ہیں۔

Marfat.com

۳ فرقہ محبوبین

ان لوگوں پہ ازل میں جب اللہ تعالیٰ کی تجلی ہوئی تو بلند استعداد اور وسیع حوصلہ کی وجہ سے افراط و تفریط سے دوچار نہ ہوئے۔ ان لوگوں نے اپنے وجودوں کو فانی اور وجود حق کو باقی جانا اور پوری طرح حق عبودیت بجا لائے جو کمال عارفون کا مقام ہے۔ یہ لوگ من عرف نفسه بالفناء فقد عرف ربه بالبقاء یعنی جس نے اپنے نفس کو فنا سے پہچانا اس نے اپنے رب کو بقا سے پہچانا'' اور حدیث مبارکہ من قال لا اله الا الله محمد رسول الله دخل الجنة بلاحساب وبلا عذاب یعنی جس نے کلمہ طیبہ پڑھا وہ بلا حساب و عذاب جنت مین داخل ہوا۔'' کے مصداق ٹھہرے۔ اس لیے انہوں نے اپنی اور غیر کی نفی کی اور حق کو ثابت کیا۔ جبکہ کفار نابکار یعنی مجوبین نے حق کی نفی کی اور خود کو اور غیر کو ثابت کیا اور یوں الٹا کلمہ پڑھا۔ اور مجذوبین نے بغیر نفی کے حق کو ثابت کیا اور غیر و خود پر حق کا اطلاق کیا۔ سو عبودیت کا درست اور صحیح اقرار اور ادائے حق بندگی لا الٰہ الا اللہ پر پوری طرح عمل پیرا ہونا ہے۔ اس کلمہ کی رو سے بغیر نفی کے اثبات کرنا صحیح اور کافی نہیں۔ اس لیے کہ حق کے اثبات کے لیے پہلے اپنی اور غیر معبودوں کی نفی لازمی اور ضروری ہے۔ انفس و آفاق میں انسان کے بے شمار مادی و نفسانی معبود اور الٰہ موجود ہیں جن کی پرستش و عبادت میں وہ شعوری اور لاشعوری طور پر دن رات محو و منہمک ہے۔ انفس میں اس کا اپنا نفس بڑا بھاری معبود ہے جس کی عبادت میں وہ ہمہ وقت مصروف ہے۔ یعنی نفسانی خواہشات اور ہوا کی تکمیل و تقلید صنم نفس کی ایسی عبادت ہے جس نے بندے کو اللہ تعالیٰ یوم آخرت' حساب کتاب اور جزا سزا سے غافل اور بے خبر کر رکھا ہے اور اسے اس غفلت کے سبب گناہ پر دلیر کر کے دل کی سیاہی سے ہمکنار کر رکھا ہے۔

اس حقیقت کی نشاندہی قرآن کریم نے یوں فرمائی ہے:

﴿اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ﴾ (جاثیہ: ۲۳)

''اے محمد ﷺ آیا تو نے دیکھا اس شخص کو جس نے ہوائے نفسانی کو اپنا معبود اور خدا بنا لیا اور باوجود علم کے اسے اللہ تعالیٰ نے گمراہ کیا۔''

حقیقت یہ ہے کہ آفاق کے بیرونی اور خارجی یعنی دھات و پتھر کے مادی معبودوں کی

Marfat.com

نفی کی نسبت انفس کے اندرونی اور معنوی معبودوں کی نفی اور تردید زیادہ مشکل اور دشوار کام ہے۔ اس مقام پر بڑے بڑے علماء وفضلاء کے ہاتھ سے دامن معرفت و امتیاز چھوٹ جاتا ہے اور ان کے پائے استقلال ڈگمگا جاتے ہیں۔ سورج' چاند' دریا' آگ اور دیگر بتوں کا انکار آسان کام ہے لیکن نفس و ہوا کی مخالفت جو تمام غیر پرستشوں کی اصل اور جان ہے مشکل اور کٹھن امر ہے' کیونکہ اپنی جان کا معاملہ ہے۔ مادی اور مجازی بت اور معبود انسان کو اتنا غافل نہیں کرتے جتنا کہ اندر کے معنوی بت انسان کو اپنے ساتھ مشغول کر کے معبود حقیقی سے روک رکھتے ہیں۔ جیسا حدیث شریف میں آیا ہے۔ من شغلك عن ذكرى فهو صنمك

یعنی جو چیز تجھے میرے (یعنی اللہ تعالیٰ کے) سوا اپنے ساتھ مشغول کرے وہ تیرا صنم اور بت ہے۔'' یہ بت خواہ اولاد کی شکل میں ہو یا مال و دولت کی صورت میں۔ کما قال عز ذکرہ

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَا اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ (منافقون:۹)

''اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کریں اور جو ایسا کرے گا تو وہی لوگ نقصان میں ہیں۔''

جو لوگ غیر معبودوں اور مادی بتوں وغیرہ کو پوجتے ہیں وہ انہیں مطلق خدا سمجھ کر نہیں پوجتے بلکہ انہیں خدا کا مظہر یا وسیلہ خیال کر کے پوجتے ہیں۔ گو یہ امر اور تصور بھی حرام اور شرک ہے تاہم اس صورت میں بھی کسی حد تک خدا کا خیال پرستش کرنے والے کے ذہن میں آتا رہتا ہے' یوں ایک حد تک خدا کا ذکر ہو جاتا ہے۔ جبکہ خواہشات نفسانی کی پوجا پاٹ میں اتنی بھی گنجائش نہیں ہوتی۔ عبادت نفس میں بندہ اللہ تعالیٰ کو کلی طور پر فراموش کر دیتا ہے۔ یہی شرک حقیقی' باطنی اور معنوی شرک ہے۔ اس شرک خفی سے بچنا مقصود حیات ہے' ایسا حقیقی مشرک بعد از مرگ بھی قیامت تک اس شرک میں مبتلا رہتا ہے' جیسے آیا ہے کہ اگر کافر اور مشرک کو تا قیامت بھی مہلت دے دی جائے تب بھی وہ کفر و شرک پر کار بند رہے گا۔ اور راہ راست پر نہیں آئے گا۔ لہٰذا نفسانی خواہشات اور ان کے ذکر سے اعراض کرنا اور اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

طلب اور اس کے ذکر سے ہم کنار رہنا جن و انس کی تخلیق کا حقیقی مقصد ہے۔

اذا ذکرتنی شکرتنی واذا نسیتنی کفرتنی (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) کہ جب تو نے میرا ذکر کیا تو میرا شکر کیا اور جب تو مجھے بھول گیا تو کفر کیا۔"

اس حدیث قدسی کی رو سے کفر اللہ تعالیٰ کو بھول جانے کا اور اس کے ذکر سے اعراض اور روگردانی کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اعراض کو قرآن کریم میں اندھے پن سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور فرمایا کہ ایسے اعراض کنندہ کو روز قیامت اندھا اٹھایا جائے گا' مزید فرمایا کہ اندھا اور انکھیارا' مومن و کافر' عالم و جاہل اور زندہ و مردہ آپس میں مرادف و برابر نہیں ہیں لہٰذا حقیقی زندگی' اصلی وجود' حقیقی بصارت' صحیح علم اور درست ایمان کا دارومدار اللہ تعالیٰ کے وصل اور معرفت پر ہے۔ اس سے محروم گویا معنوی موت' اندھے پن' جہالت اور کفر وغیرہ کے دائمی عدم اور جہنم سے ہم کنار رہے گا لہٰذا بندے کو بمقتضائے ففروا الی اللہ اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑ جانا چاہئے اور ماسویٰ کے صوری و معنوی بتوں سے دامن کش ہو کر اس ذات واجب الوجود' حی و قیوم سے واصل و مربوط ہو جانا چاہئے تاکہ ظلمت و عدم کے دوزخ اور سے خلاصی پاکر وجود نور کی بہشت و بقا سے ہمیشہ کے لیے ہم آغوش ہو سکے۔

Marfat.com

حضرت فقیر نور محمد صاحبؒ کی تصنیفات و تالیفات

نام کتاب	قیمت موجودہ	اجمالی تعارف
عرفان جلد اول	روپے	تصوف و روحانیت پر بے مثل کتاب جس میں اسم اللہ کے تصور کی اہمیت اور مذہب کے ظاہری و باطنی پہلوؤں پر حیران کن بحث کی گئی ہے۔
عرفان جلد دوم	روپے	جس میں قبلہ فقیر صاحبؒ نے عالمِ غیب اور غیبی مخلوقات کی حاضرات کو عقلی و نقلی دلائل اور اپنے مشاہدات و تجربات سے ثابت کیا اور قرآنی آیات کی اچھوتی تفسیر فرمائی۔
عرفان انگریزی	روپے	عرفان جلد اول کا انگریزی ترجمہ ہے۔ قبلہ فقیر صاحبؒ نے اسے بڑی محنت سے غیر ملکی زبان میں منتقل کر کے انگریزی خوانوں پر احسان فرمایا۔
مخزن الاسرار و سلطان الاوراد	روپے	یہ کتاب تنزلات ستہ کی تفصیل، رویتِ خداوندی کے امکان، سلطان الفقراء کے حالاتِ زندگی اور سلسلۂ قادریہ عالیہ کے بہترین اوراد پر مشتمل ہے۔
حق نُما	روپے	حضرت سلطان العارفین سلطان باہوؒ کی مایۂ ناز فارسی تصنیف نور الہدیٰ کا گراں قدر اردو ترجمہ و شرح ہے جسے قبلہ فقیر صاحبؒ نے مرتب فرمایا ہے۔
کنز الانوار	روپے	حضرت سلطان العارفین کی فراسی تصنیف لطیف عقل بیدار کا انمول اردو ترجمہ و شرح ہے، جو قبلہ فقیر صاحبؒ کی محنت مبارکہ کا ثمرہ ہے۔

Marfat.com

انوارِ سلطانی	روپے	حضرت سلطان العارفینؒ کے عشق وطلب سے معمور پنجابی ابیات کا صحیح اور متحقق مجموعہ ہے جن کی بہترین اردو شرح فرما کر آپؒ نے ان کی اصل شان کو اجاگر کیا۔
اسرارِ سلطانی	روپے	یہ بھی حضرت سلطان العارفینؒ کے پنجابی ابیات کا مجموعہ ہے جس کے آخر میں آپؒ کی شان میں کہے گئے چند مقبول اور پر اثر مناجات بھی درج کر دیے گئے ہیں۔
حیاتِ نور	روپے	حضرت فقیر نور محمد صاحبؒ کی سوانح حیات ہے۔اس میں آپؒ کے گوناگوں پہلوؤں کو دکھایا گیا ہے جو دلچسپ بھی ہیں اور خضرِ راہ بھی۔

ملنے کا پتہ

صاحبزادہ سیف الرحمن۔عرفان منزل، بمقام کلاچی۔ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان۔صوبہ سرحد۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

يَهْدِى اللّٰهُ لِنُورِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ط

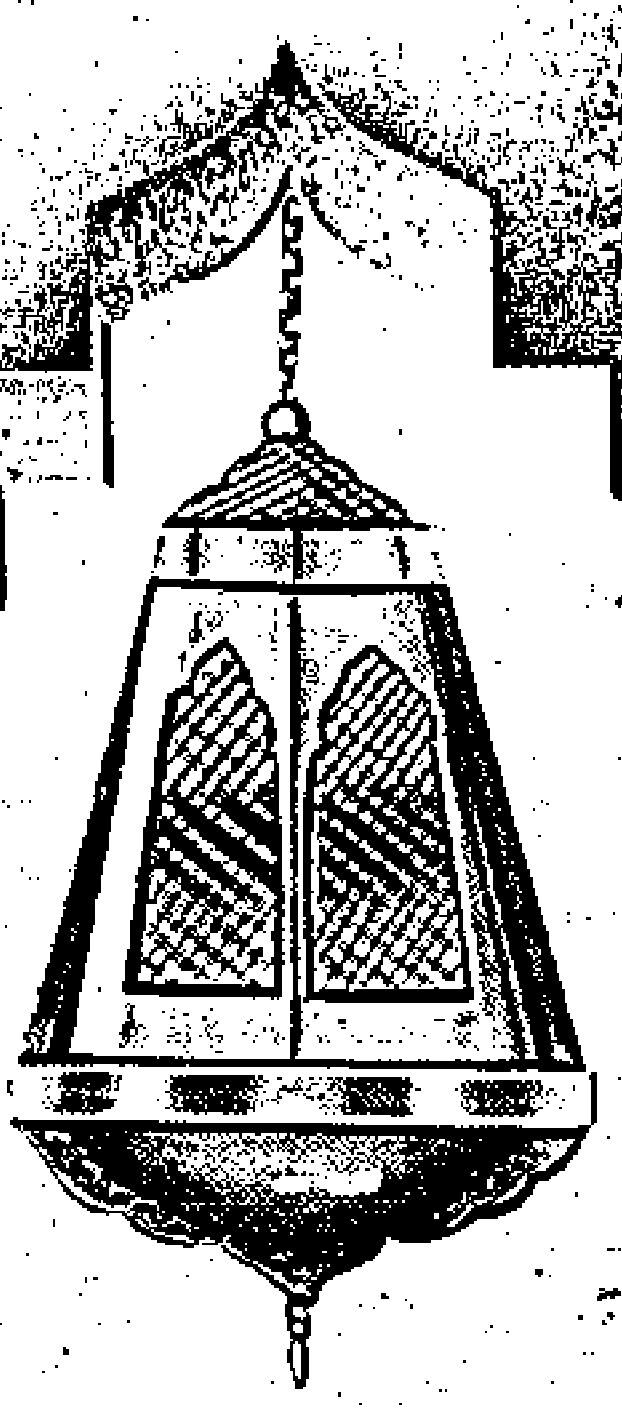

حیاتِ نور

صاحبِ عرفان

حضرت فقیر نور محمد صاحب سروری قادری کلاچوی قدس اللہ سرہ العزیز

کی حیاتِ مبارکہ پر مبنی تحریر

ازقلم

صاحبزادہ سیف الرحمن ابن صاحبِ عرفان